خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
aanchalnovel.com
aanchalpk.com
سالِ نو مبارک

بانی مدیرہ زیب النساء
مدیر اعلیٰ مشتاق احمد قریشی
مدیرہ قیصر آرا
نائب مدیرہ سعیدہ نثار
مدیر خصوصی طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاونین جویریہ احمد
روبینہ احمد
جلد 38
شمارہ 10
جنوری 2017
ماہنامہ آنچل کراچی
اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242
رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
رکن چیمبر آف کامرس
aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
info@aanchal.com.pk
/women.magazine
/pkwomenmagazine

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سال نو کی بہار

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: ریاخان ...... آرائش: بروز بیوٹی پارلر ...... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط وکتابت کا پتہ: "ماہنامہ آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 ۔ از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ۔ info@aanchal.com.pk

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس کے قدم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں غبار آلود ہوئے تو وہ قدم جہنم کی آگ پر حرام ہیں (سنن ترمذی:1632)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘
جنوری ۲۰۱۷ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

نیا سال تمام بہنوں کو مبارک ہو، دعا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ اس آنے والے سال کو ملک وقوم کے لیے بہترین سال بنائے۔ وطنِ عزیز ہر طرح کے مسائل سے دُوچار ہے دشمن چاروں طرف سے تاک لگائے بیٹھا ہے سرحد سے باہر اور سرحد کے اندر بھی دشمن موجود ہے جو زیادہ خطرناک ہے کیونکہ سرحد پار کا دشمن نظر بھی آتا ہے اور اس کا مقابلہ بھی کیا جاسکتا ہے لیکن سرحدوں کے اندر موجود آستین کے سانپ نظر تو نہیں آتے لیکن اہلِ وطن انہیں محسوس تو کرسکتے ہیں اور ان کا قلع قمع بھی کرسکتے ہیں بس ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اس نئے سال کے شروع ہوتے ہی وطنِ عزیز میں نئے انتخابات کی گہما گہمی شروع ہوجانے کا امکان ہے اس کے ساتھ ہی دشمن کی مذموم کارروائیوں کا بھی شدید خدشہ ہے لیکن ہمیں اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھنے ہوں گے ہر قسم کے دشمن کا سینہ سپر ہوکر مقابلہ کرنا ہوگا، حکمران وقت کی رسی اللہ نے دراز کر رکھی ہے اس پر کچھ کہنا مناسب نہیں بس اللہ کی پکڑ کا انتظار ہی کیا جاسکتا ہے یہ تو تھا ملکی حالات پر دردِ دل کا اظہار، اب چلتے ہیں اپنے اور آپ کے آنچل کی جانب یہ شمارہ نئے سال کا پہلا شمارہ ہے اس کو سجانے سنوارنے میں جن بہنوں نے حصہ لیا ادارہ سب کا شکر گزار ہے اور دلی مبارک باد پیش کرتا ہے اور امید ہے کہ آپ تمام لکھاری اور قاری بہنیں اپنا تعاون ہمیشہ کی طرح جاری رکھیں گی اور میری اور میری ساتھیوں کی رہنمائی کرتی رہیں گی ایک بار پھر نئے سال کی مبارک باد اور آنے والا سال ہمارے لیے ہمارے ملک وقوم کے لیے خوشیوں اور مسرتوں کا سال ثابت ہو آمین۔

بہنوں کے لیے ایک خوش خبری کہ ڈاکٹر ہاشم مرزا مرحوم کی معاون کاران کے سلسلے ”آپ کی صحت“ کو جاری رکھنا چاہتی ہیں تو ان شاء اللہ اگلے ماہ سے یہ سلسلہ دوبارہ شروع کردیا جائے گا آئیے اب بڑھتے ہیں اس شمارے کی جانب۔

اس ماہ کے ستارے

☆ چلو مان لیتے ہیں — سالِ نو کے حوالے سے نزہت جبین کا خوب صورت افسانہ۔
☆ سنڈریلا میرا انتظار کرنا — یاسمین نشاط مکمل ناول کے سنگ ایک نئے موضوع کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔
☆ ہجر کا فاصلہ — ہجر وفراق کے فاصلوں کو مٹاتی صدف آصف کی موثر تحریر۔
☆ نادانیاں، شوخیاں اور اناڑی پیا — صائمہ قریشی اناڑی پیا کے سنگ شگفتہ انداز میں نئے سال کو خوش آمدید کہتی حاضر ہیں۔
☆ میں تجھ سے پیار نہیں کرتا — محبت کے منکر لوگوں کی کہانی ریحانہ آفتاب کی زبانی۔
☆ راہ گلاب ہوئی — سالِ نو کے حوالے سے سمیرا غزل کی منفرد کاوش۔
☆ زندگی دھوپ تم گھنا سایہ — فرح بھٹو اپنے دلکش اندازِ بیاں کے ساتھ پہلی بار شریکِ محفل ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو
قیصر آرا

حمد

رقص میں حسرت وجد میں ارمان بزمِ تمنا جھوم رہی ہے

حمد خدا کے گیت چھڑے ہیں مست ہے دنیا جھوم رہی ہے

صبح کی حسن افروز فضا میں جلوے ہی جلوے بکھرے پڑے ہیں

کاہکشاں کا باندھ کے سہرا شام تمنا جھوم رہی ہ

نقش و نگار صحنِ گلستاں رنگ و جمالِ فصل بہاراں

صنعتِ رب کا دیکھ کے نقشہ چشم تماشا جھوم رہی ہے

قسمت جاگ اٹھی عابد سارے سنسار کی

جشن عید میلاد النبی ہے آمد ہے سرکار کی

لب بہ ترنم چاند ستارے ساز بکف یہ نور کے دھارے

عالم وجد و کیف میں فطرت چھیڑ کے نغمہ جھوم رہی ہے

رنگِ نظام بزم دو عالم یہ حکمت یہ حسنِ سلیقہ

وصف خدا کی دھن میں ازل سے محو ہے دنیا جھوم رہی ہے

اوجِ فلک پر حد نظر تک نور کے عبرت پھول کھلے ہیں

چاند ستاروں کی محفل میں مست ہے زہرا جھوم رہی ہے

جناب عبرت صدیقی

نعت

آج عبد اللہ کے انگنا میں رُت آئی بہار کی

جشن عید میلاد النبی ہے آمد ہے سرکار کی

کیا چراغاں کسی نے کوئی گھی کے دیے جلائے

کسی نے جشن نبی منایا کوئی بگل بجائے

سب نے خوشی منائی نبیوں کے سردار کی

جشن عید میلاد النبی ہے آمد ہے سرکار ﷺ کی

بارہ ربیع الاول کے دن صبح کے ٹھنڈے سائے

دائی حلیمہ تیرے گھر میں پیارے محمد ﷺ آئے

ہوئی ولادت پیر کے دن رب کے دلدار کی

جشن عید میلاد النبی ہے آمد ہے سرکار ﷺ کی

حوا مریم دیکھ کے بولیں پیارے نبی ﷺ کا مکھڑا

آمنہ تیرا بچہ ہے یا کوئی نور کا ٹکڑا

طالب ہر شے ہونے لگی ان کے دیدار کی

جشن عید میلاد النبی ہے آمد ہے سرکار ﷺ کی

دینے مبارک عرش سے آئی سب نبین کی ٹولی

کوئل باغ میں کوک رہی تھی میٹھی میٹھی بولی

جناب عابد نظامی کراچی والے

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

عزیزی نزہت! سدا سہاگن رہو' آپ کے شوہر کی علالت کے متعلق جان کر بہت رنج ہوا' بے اختیار لبوں سے یہی دعا نکلی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کا سایہ آپ کے سر پر قائم رکھے اور آپ ان کی سنگت میں زندگی کے ہزاروں برس طے کریں' بے شک آپ کے لیے یہ ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ شوہر نامدار کا اس طرح عارضہ قلب میں مبتلا ہو جانا اور پھر ہنگامی بنیاد پر ان کی انجو پلاسٹی کر کے ان کی زندگی کو تحفظ دینا یہ سب یقیناً آپ کے سکون وچین مفقود کر گیا ہوگا' اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ جلد از جلد انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے' آمین۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

نادیہ تبسم' ثانیہ جہاں......
ڈسکہ سیالکوٹ

ڈیئر سسٹرز سدا مسکراؤ' شکوہ وشکایات سے بھرپور خط موصول ہوا اس قدر خفگی اور غصہ اچھی بات نہیں ہوتی اگر ڈاک بروقت موصول ہو جائے تو یہی کوشش ہوتی ہے کہ اسی ماہ شامل کرلی جائے اور تاخیر سے موصول ہونے پر آئندہ ماہ کے لیے محفوظ کرلی جاتی ہے۔ ہمارے پاس چند مخصوص صفحات ہوتے ہیں' چاہ کر بھی سب بہنوں کے خطوط شامل نہیں کر پاتے لیکن سب خطوط اور آپ کی تجاویز کو ہم بغور پڑھتے ہیں ہمارے لیے ہمارے قارئین بے حد اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ یہ آپ بہنوں کا اپنا ہی پرچہ ہے اسے آپ کی نگارشات اور آراء سے ہی پایہ تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس بار نیرنگ خیال میں آپ کی کاوش شامل ہے' امید ہے خفگی اور بدگمانی مٹ جائے گی' آپ کو بھی سال نو کی ڈھیروں مبارک باد۔

طیبہ خاور پھول...... وزیر آباد

ڈیئر طیبہ! سدا خوش رہو' آپ کے والد کی رحلت کے متعلق جان کر بے حد افسوس ہوا' ابھی تو آپ کی شادی کے خوشگوار لمحات کے متعلق جان کر بے حد خوش ہوئے تھے اور اب یہ مشکل حالات پیاری بہن صبر اور حوصلے سے کام لیں شاید یہی مشیت ایزدی ہو۔ آپ کے والد نے آپ کو اپنی شفقت ومحبت کے سائے تلے رخصت کیا اور بے شک اب بھی ان کی دعائیں آپ کے ساتھ ہوں گی اور ہمیشہ رہیں گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ دیگر اہل خانہ کو صبر وہمت عطا فرمائے اور آپ کے والد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے' آمین۔ آپ کی شادی کا احوال بمعہ تصاویر موصول ہو گیا ہے جلد حجاب میں شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدر آباد

ڈیئر صائمہ! سدا سہاگن رہو' آپ سے نصف ملاقات ہمیشہ کی طرح بہت اچھی لگی۔ بچوں کی مصروفیت کے دوران بھی آپ وقت نکال کر آنچل سے تعلق استوار رکھتی ہیں خوش آئند ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی رحلت ادارے سمیت سب کے لیے ہی ایک بڑا صدمہ ہے' بے شک ایک اچھے مسیحا کے روپ میں وہ سب کے چارہ گر تھے' اللہ سبحان وتعالیٰ سے ان کی مغفرت کے لیے دعا گو ہیں۔ والدہ کی جدائی کا صدمہ بے شک آپ کے لیے بہت کٹھن اور مشکل مرحلہ ہے' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صبر واستقامت عطا فرمائے' تجاویز نوٹ کرلی ہیں جلد عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

سیدہ صالحہ بتول...... راولپنڈی

عزیزی صالحہ! سدا شاد رہو' آپ کی تعلیمی قابلیت کے متعلق جان کر بے حد اچھا لگا' آپ تدریسی فرائض بھی سر انجام دیتی ہیں بہت اچھی بات ہے' اپنے گاؤں کے لوگوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کی یہ کاوش قابل تحسین ہے۔ آپ کا کہنا بجا ہے بے شک نیرنگ خیال میں نو آموز شاعر اپنی شاعری کے ذریعے نہ صرف اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ان کے فن کو مزید جلا بھی ملتی ہے' آپ اپنا افسانہ ارسال کردیں معیاری ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

عنزہ یونس انا ...... حافظ آباد

پیاری عنزہ! جگ جگ جیو' آپ کا مفصل خط پڑھ کر آپ کے گہرے و عمیق مشاہدے کا بخوبی اندازہ ہوگیا۔ بے شک آپ نے کہانی کے لیے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ عمدہ لاجواب خوب سے خوب تر اور بہترین ہے اور آج نسلِ نو کو ان تمام حقائق سے آشنا کروانے کی ذمہ داری ہم سب کی ہے۔ آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد اپنی مکمل رائے سے آگاہ کریں گے اور پھر یہ فیصلہ بعد میں ہوگا کہ حجاب یا آنچل کس کے ماتھے پہ آپ کی تحریر جھومر کی مانند سجتی ہے۔ اسلامی اقدار سے ناآشنا نسل کو مغربی ثقافت کی یلغار سے روکنے کے لیے آپ کا اٹھایا یہ قدم قابلِ تحسین ہے۔ آج جدیدیت اور بے حیائی کے لبادے میں لپیٹ کر کون سے انقلاب لانے کی باتیں ہو رہی ہیں کیونکہ یہ حقیقت تو بالکل واضح ہے کہ انقلاب تو چودہ سو سال پہلے ہمارے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی صورت میں آیا تھا لیکن آج حقیقت خرافات میں کھو گئی ہے اور یہ اُمت روایات میں الجھ گئی ہے' اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہم سب کو سچا پکا مسلمان اور حب الوطن بنادے' آمین۔

رائو سمیرا ایاز ...... کراچی

ڈیئر سمیرا! سدا آباد رہو' مفصل خط کے ذریعے آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی۔ آپ کی تحریریں قبولیت کا درجہ حاصل کرچکی ہیں تو اس بات پر یقینِ کامل رکھیں کہ ان شاء اللہ آگے بھی اچھائی اور بہتری ہوگی' جلد آپ کی تحریریں آنچل وحجاب کے صفحات پر اپنی جگہ بنالیں گی۔ مکمل ناول یا ناولٹ جو بھی چاہیں ارسال کردیں حمد کی اگر آپ کے استادِ محترم نے اصلاح کردی ہے تو دیکھ لیں گے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے' بے شک حمد ونعت لکھنا ایسا کام ہے جو آپ کے لیے توشۂ آخرت ثابت ہوگا۔ ہماری جانب سے آپ کو بھی سالِ نو کی مبارک باد' دیگر رائٹرز تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں' کاغذ وقلم سے ناطہ استوار رکھیں اور امید بہار رکھیں۔

نورین مسکان سرور ...... ڈسکہ' سیالکوٹ

ڈیئر نورین! سدا مسکراتی رہو' آپ کے مفصل خط سے آپ کے تمام حالات کا اندازہ بخوبی ہوگیا ہے۔ بے شک زندگی آپ کے لیے مشکل اور کٹھن ہے لیکن زندگی ہر کسی کے لیے کوئی نہ کوئی امتحان لے کر آتی ہے یہاں ہر کوئی رنج والم اور مصائب سے برسرِ پیکار ہے اور یہی رنج وغم ہمیں ہمت اور حوصلہ بھی عطا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ناں مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں۔ آزمائشوں اور تلخیوں کی بھٹی سے گزر کر ہی انسان کندن بنتا ہے اور پھر جب کوئی آسرا اور سہارا نظر نہیں آتا تو خدا کی ذات پر ہمارا بھروسہ اور یقینِ کامل مزید پختہ ہوجاتا ہے' میں آپ کے الفاظ' جذبات اور درد وغم کا اندازہ کرسکتی ہوں لیکن اتنی مایوسی اچھی بات نہیں ہوتی' آپ نے خود کہا کہ آپ ذہین ہیں، بہت کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں تو پھر اپنے ہنر کو زنگ آلود مت کریں بلکہ کوشش اور لگن سے اپنا مقام اپنی منزل حاصل کرنے کی جستجو رکھیں۔ آپ کی نظمیں اصلاح کے عمل سے گزرنے کے بعد لگ جائیں گی' ہمارا ہر قاری ہمارے لیے اہمیت رکھتا ہے اور آپ کی غیر حاضری ہمیں آپ کی کمی کا احساس بھی دلاتی ہے۔ امید ہے اس مفصل جواب کے بعد آپ مطمئن ہوجائیں گی' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو بہت سی کامیابیاں عطا فرمائے' آمین۔ آپ کی تحریر "بادشاہت" اور "آخر ہوا کیسے" قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری ہیں' کانٹ چھانٹ کے بعد جلد شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

مزدلفہ حیدر ...... گجرانوانہ

پیاری مزدلفہ! سدا خوش رہو' بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنی دوست کے کہنے پر کاغذ وقلم سے ناطہ برقرار رکھتے اپنے جذبات واحساسات کو لفظوں کا پیراہن دے کر خوب صورت کہانی کے سانچے میں ڈھالا اور آزمائش کے لمحات سے گزریں۔ یہ آزمائش کی گھڑیاں انتظار کے لمحات تو سب کے لیے ہوتے ہیں بہرحال اگر آپ نے ہمارے ادارے پر بھروسہ کیا تو ہم نے بھی آپ کے مان کو ٹوٹنے نہیں دیا' مطلب آپ کی تحریر قابلِ قبول ٹھہری البتہ ابھی اس میدان میں آپ طفلِ مکتب ہیں اور یہ ابتدائی کاوش ہے لہٰذا وسیع مطالعہ اور بھرپور محنت کی بھی ضرورت ہے۔

ضروری کانٹ چھانٹ اور اصلاح کے بعد آپ کی تحریر شامل اشاعت ہوجائے گی' اس کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد' آپ دیگر مستقل سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔

شازیہ الطاف ہاشمی...... شجاع آباد

عزیزی شازیہ! جیتی رہو' آپ کی ارسال کردہ تمام تحریریں موصول ہوگئی ہیں ان شاء اللہ جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ آنچل کے دروازے آپ پر کھلے ہیں آپ بھی دیگر مصنفین کی طرح آنچل کے پلیٹ فارم سے اپنا نام اور اپنی پہچان بناسکتی ہیں۔ اسی ضمن میں آپ کی دو تحریریں ''اپنا گھر'' اور ''وہ ہمسفر تھا'' قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہیں جلد اشاعت کے مراحل بھی طے کرلیں گے اور آنچل وحجاب کی زینت بن جائیں گی' بزم آنچل میں خوش آمدید' دعا گو ہیں کہ آپ کا قلمی سفر مزید کامیابیوں سے ہمکنار ہو آمین۔

شبانہ گل...... راولپنڈی

ڈیئر شبانہ! سدا مسکراؤ' مفصل خط کے ذریعے آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی تاخیر سے رابطہ ہونے کا افسوس پس پشت ڈال دیجیے وہ کہتے ہیں ناں ''دیر آید درست آید'' آپ کی تحریر ''تشنگان ابر رواں'' پڑھ ڈالی بے جا طوالت کا شکار ہے ابتدا میں مختصر موضوع قلم بند کرنے کی کوشش کریں تاکہ انداز تحریر کا اندازہ ہوسکے بہرحال تحریر قابل قبول ہے البتہ بعض جگہ آپ کی گرفت کمزور ہے۔ امید ہے آئندہ ان باتوں کو پیش نظر رکھیں گی' آپ کی یہ تحریر اصلاح کے مراحل سے گزر کر شائع کردی جائے گی۔

ایبہا چیمہ...... ای میل

ڈیئر ایبہا! شاد وآباد رہو' آپ کی جانب سے ارسال کردہ تحریر ''رحمت یا زحمت'' موصول ہوئی' موضوع کا چناؤ عمدہ تھا اور پھر آپ نے نہایت اختصار کے ساتھ جس طرح تمام حالات کو پیش کیا ہے پڑھ کر اچھا لگا بہرحال انداز تحریر میں ابھی مزید پختگی کی ضرورت ہے۔ اس لیے مزید محنت و مطالعہ کے ساتھ کوشش جاری رکھیں اور اس طرح کے مختصر موضوعات پر طبع آزمائی کرتی رہیں یہ تحریر شامل اشاعت ہوجائے گی۔

مشی خان...... مانسہرہ

ڈیئر مشی! سدا جیتی رہو' آپ کی نگارشات اس بار چاہ کر بھی شاملِ اشاعت نہ کرسکے کیونکہ پرچہ اپنے تکمیلی مراحل میں ہے۔ بس اتنا ہی کہیں گے ''بہت دیر کی مہرباں آتے آتے'' بہرحال مایوس مت ہوں' کوشش کریں گے کہ آپ کی نگارشات کو آئندہ ماہ شامل کرلیا جائے۔ سالِ نو کی آپ کو بھی ڈھیروں مبارک باد' ڈاکٹر صاحب کی رحلت کا صدمہ بے شک سب کے لیے ایک بڑا اور گہرا صدمہ ہے۔ جس طرح وہ اپنی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے تھے ایسے میں سب ہی ان کے لیے اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' آمین۔

امبرین فاطمہ...... ضلع چکوال

ڈیئر امبرین! سدا شاد رہو' آپ کی ارسال کردہ تحریر بعنوان ''نیک نیتی'' موصول ہوئی' آپ اس موضوع کے ساتھ انصاف نہیں کرپائیں۔ بے جا طوالت نے کہانی کو الجھا دیا ہے' قرآن وحدیث کے حوالے دے کر آپ نے بہت سی معلوماتی باتیں بھی شامل کی ہیں لیکن پھر بھی آپ کی گرفت کمزور ہے۔ املا کی بھی بہت سی اغلاط ہیں' کوشش کریں کہ کہانی میں باعث تنازعہ باتیں شامل نہ کریں۔ آپ نے مستقل سلسلے بھی کہانی کے ساتھ شامل کردیے ہیں اس کے لیے علیحدہ صفحات کا استعمال کریں ہر سلسلے پر اپنا اور شہر کا نام ضرور لکھیں' امید ہے آئندہ خیال رکھیں گی۔

سحرش فرحان...... ای میل

پیاری سحرش! شاد رہو' آپ کی ارسال کردہ تحریر پڑھ ڈالی لیکن کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہری۔ موضوع کے چناؤ میں بھی آپ نے غلطی کردی اگرچہ یہ ہمارے معاشرے کا ایک تلخ اور کڑوا سچ ہے' جس سے چاہ کر بھی ہم نگاہیں نہیں چرا سکتے لیکن اس موضوع کے علاوہ بھی بہت سے موضوعات ہیں جن پر مشاہدے ومطالعہ کے بعد آپ بہت اچھا لکھ سکتی ہیں اس لیے اس موضوع کے علاوہ کسی اور موضوع پر مختصر افسانے کی صورت طبع آزمائی جاری رکھیں دیگر رائٹرز کی تحاریر کا بغور مطالعہ کریں اس سے بہتر لکھنے میں مدد ملے گی۔

کرن شہزادی...... مانسہرہ

ڈیئر کرن! سدا خوش رہو' آپ کی ارسال کردہ نگارشات باعثِ تاخیر موصول ہونے کے سبب اپنی جگہ

بنانے میں ناکام ٹھہریں۔ آج تیرہ تاریخ کو آپ کی ڈاک موصول ہوئی ہے جبکہ تمام سلسلے اپنے تکمیل مراحل میں ہیں ایسے میں یہی کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے پیغام کو آئندہ ماہ کے لیے محفوظ کرلیا جائے بہرحال اس نصف ملاقات کے ذریعے ہم نے آپ کی شرکت کو یقینی بنادیا ہے۔

سلمیٰ عنایت حیا...... کھلابٹ ٹائون شپ

پیاری سلمیٰ! سدا آباد رہو آپ کا شکایت نامہ موصول ہوا' تاخیر سے موصول ہونے والی ڈاک ہم آئندہ ماہ کے لیے سنبھال کر رکھ لیتے ہیں سوائے آئینہ کے۔ آپ کی ماموں کی بیٹی کی رحلت کا افسوس ہوا یقیناً اللہ سبحان وتعالیٰ کی رحمت کو پاکر ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ ہوگا لیکن سات ماہ کی زندگی لے کر آنے والی ننھی پری کو ابدی نیند سوتا دیکھ کر ان کے دل پر کیا گزری ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کی والدہ محترمہ کو صحت کاملہ عطا کرے' آمین۔ آپ کا سالِ نَو کے حوالے سے بھیجا گیا سروے آئندہ ماہ آنچل میں شامل کرلیا جائے گا' باقی اپنی نگارشات ہر ماہ کی سات تاریخ سے قبل ارسال کردیا کریں' دعا کے لیے جزاک اللہ۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

ڈیئر تمنا! سدا سہاگن رہو' آپ کا نامہ موصول ہوا' مختصر ملاقات تبسم کا باعث بنی۔ آپ کی ساس عمرہ پر جانے کی سعادت حاصل کررہی ہیں' خوشی ہوئی۔ اللہ سبحان و تعالیٰ تمام مسلمان کو حج وعمرہ کی سعادت نصیب فرمائے' آمین۔ گھریلو مصروفیات اور خراب طبیعت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے آپ نے اس بار شرکت کی' اچھا لگا۔ دو ماہ کی غیر حاضری ہمارے ساتھ آپ کی دوستوں نے بھی محسوس کی۔ امید ہے آئندہ بھی شامل رہیں گی' آپ کی نگارشات آئندہ ماہ کے لیے سنبھال رکھی ہیں۔

زینب علی خان...... ای میل

ڈیئر زینب! سدا مسکراؤ' آپ کی ارسال کردہ تحریر موصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ نے نہایت اختصار کے ساتھ ایک اہم مسئلے کی نشاندہی نہایت احسن طریقے سے کی ہے' البتہ کہانی کا عنوان ہمیں پسند نہیں آیا اس لیے عنوان اور دیگر چیزوں میں کچھ تبدیلی کے بعد آپ کی تحریر شائع کردی جائے گی۔ اس کامیابی پر مبارک باد' آئندہ بھی اس طرح کے موضوعات پر کوشش جاری رکھیں اس سے آپ کو مزید بہتر لکھنے میں مدد ملے گی' دیگر مصنفین کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں۔

اقراء لیاقت...... حافظ آباد

ڈیئر اقراء! شاد و آباد رہو' چاہتوں اور محبتوں سے بھرپور آپ کا نامہ موصول ہوا' پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کے گراں قدر جذبات و احساسات ہمارے لیے قابلِ رشک و قابلِ قدر ہیں اگر ہمارے چند الفاظ سے آپ کی تشفی ہوتی ہے تو یہ امر خوش آئند ہے۔ ہماری جانب سے آپ کی پیاری سی ٹیچر مس حنا کو سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد۔ دعاگو ہیں کہ وہ اسی طرح اپنے پیشے سے دیانت داری اور لگن کے ساتھ اپنا فریضہ سرانجام دیتی رہیں اور اپنے طالب علموں کی ہر دلعزیز بنی رہیں' آپ کے علم کی شمع سے بہت سے پروانے مستفید ہوتے رہیں اور آپ سے محبت کا دم بھرتے ہیں' آمین۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

ڈیئر کوثر! سدا سہاگن رہو' محبت اور چاہت کی خوشبو میں بسا آپ کا خط موصول ہوا۔ ہمیشہ کی طرح یہ نصف ملاقات بھی بہت اچھی لگی' آپ کی کتاب بھی ان شاء اللہ مل جائے گی جہاں تک آپ کی شاعری پڑھی ہے ہمیشہ دل میں اتری ہے اور کیونکر نہ اترے۔ جس ذات کی مدح سرائی بیان کی ہے وہ ہے ہی اتنی عالی شان اور تعریف کے لائق۔ ساس کی خدمت کے ذریعے بھی اپنی دین و دنیا سنوار رہی ہیں اچھی بات ہے۔ وہ کہتے ہیں ناں......

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ جس طرح آپ دوسروں کا خیال رکھتی ہیں اور ان کے لیے آسانیاں فراہم کرتی ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں آپ کو کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے' آمین۔

زندگی تنویر خلیل...... بلوچستان

ڈیئر زندگی! سدا شاد رہو' آپ کی ارسال کردہ تمام

تحریریں پڑھ لی ہیں۔ خوب صورت انداز بیان بہترین منظر کشی اور ایک بہترین پیغام پر حال آپ کی تحریریں اپنی انفرادیت کے سبب اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہریں جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔ اب آپ آنچل فیملی کا باقاعدہ حصہ بن گئی ہیں اور ہم سے نصف ملاقات بھی ہوگئی ہے امید ہے خفگی اور بیگانگی مٹ جائے گی۔

حمیرا قریشی...... حیدر آباد

ڈیئر حمیرا! سدا خوش رہو' ہمیں آپ کی خوشی کا بخوبی اندازہ ہے' ہر انسان کے لیے اپنی تخلیق کردہ چیز بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے اس طرح رائٹرز کے لیے اپنی تحریریں نہ صرف اہمیت کی حامل ہوتی ہیں بلکہ منظر عام پر آنے کی صورت میں انہیں خوشی کے احساسات سے دوچار بھی کرتی ہیں۔ ہمارے پاس چونکہ کثیر تعداد میں کہانیاں منتخب شدہ موجود ہوتی ہیں اسی بناء پر دیر سویر ہوجاتی ہے اور آپ لوگ خفگی اور مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں بہر حال امید ہے آپ اس خوشی سے محظوظ ہوتی آئندہ بھی حجاب و آنچل کے لیے قلمی تعاون برقرار رکھیں گی۔

عرشیہ ھاشمی...... آزاد کشمیر

ڈیئر عائش! سدا سہاگن رہو' آپ کے کشمیر میں کیا ہر طرف یہی حال ہے ہر کوئی بارش کے لیے دعاگو ہے۔ آپ کی تحریریں ہمارے پاس محفوظ ہیں جلد لگانے کی کوشش کریں گے اور اب آپ کے نام عائشہ ہاشمی سے ہی آنچل و حجاب کی زینت بنیں گی۔ آپ کی صحت کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ آپ کو جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے' آمین۔

سمیہ ضیاء...... گجرانوالہ

ڈیئر سمیہ! سدا آباد رہو' اپنے جذبات واحساسات کو لفظوں کو پیراہن دے کر آپ نے جس طرح قلمی رابطہ استوار کیا بے حد اچھا لگا۔ بے شک آپ کی دونوں طالبات نہ صرف آپ کا بے حد احترام کرتی ہیں بلکہ آپ کو اپنا آئیڈیل بھی سمجھتی ہیں ویسے بھی اساتذہ کا مقام بہت بلند ہے یہ تو وہ کام ہے جو میراث پیغمبری ہے اسی طرح اپنے اچھے اخلاق وکردار سے علم کی شمع روشن رکھیں۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ امید ہے آئندہ بھی اپنی مصروف زندگی سے چند پل نکال کر ہمارے نام کرتی رہیں گی اور یہاں بھی رہنمائی و رہبری کا فریضہ سرانجام دیتی رہیں گی۔

ناقابل اشاعت:۔

ماں کی ممتا کہاں رہ گئی' دسمبر ہجر کا موسم' بلاعنوان' ضمیر یہ ہیں محبتیں' ہم کے ٹھہرے اجنبی' انجام دوستی' آسودگی' حسد اندھیری رات کے بعد سویرا' محبت کے رنگ' تو ملا کیسے کیسے بے رحم' غصہ' یقین تو ہے' ایسا بھی ہوتا ہے' پیار کے رشتے' میرے محرم' ایک تھا عاطر' نیک نیتی' مان' دعاؤں کے صلے میں' طوائف۔

قابل اشاعت:۔

ہمارا آج اور کل' کاسۂ امید' بے غیرت' صاحب علم' دو ستارے ایک سال نامہ' بخت کا ستارہ' بادشاہت' اہل محبت کی وفا' نوید سحر' محبت امر ہے' ابھی پھولوں میں خوشبو ہے' سعادت' چلو زیست کو سمجھتے ہیں' ماہتا' زندگی امتحان کاہ مسلسل' وہ ایک خواب تھا' خوابوں کی لگن' وہ ایک ملکہ محبت' کفارہ' مصلحت' یادوں کی بارات' عورت' دہری زندگی' مڈل کلاس' آخر ہوا کیسے

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت کی جمع جنات ہے اور جنات لانے کی وجہ یہ ہے کہ بہشت سات ہیں۔(۱) جنت الفردوس (۲) جنتِ عدن (۳) جنت النعیم (۴) دارالخلد (۵) جنت الماویٰ (۶) دارالسلام (۷) علیین۔

بعض اہل تحقیق نے بہشت کے آٹھ درجات قائم کئے ہیں۔(۱) عدن (۲) جنت الماویٰ (۳) فردوس (۴) نعیم (۵) دارالقرار (۶) دارالخلد (۷) دارالسلام (۸) دارالجلال۔ محققین کے مطابق سات درجے تو انسانوں کی قیام گاہ کے لئے ہیں جبکہ آٹھواں دیدار الٰہی کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک دیدار حق تعالیٰ کے لئے مقام علیین ہے۔

علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر ''کشاف'' میں جنت کے ناموں کی ترتیب اس طرح تحریر کی ہے۔ دارالخلد۔ دارالمقام۔ دارالسلام۔ جنت عدن۔ دارالقرار۔ جنت نعیم۔ جنت الماویٰ۔ جنت الفردوس۔ علامہ نے سورۃ الذاریات کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ عدن کو زمرد سبز سے بنایا گیا ہے۔ اس میں سخی عادل و نمازی و زاہد اور آئمہ مساجد رہیں گے۔

جنت الماویٰ کو نور سے تیار کیا گیا ہے اور یہ مقام ہے شہید حقیقی' خیرات کرنے والوں' غصہ کو برداشت کرنے والوں' اور تقصیروں کے معاف کرنے والوں کا۔

جنت فردوس' اس کو جلالِ کبریائی کے نور سے بنایا گیا ہے۔ اس میں انبیاء علیہم السلام رہیں گے اس کے درمیان غرفہ نور رضا کا بنایا ہے اسے مقام محمود کہتے ہیں جس میں نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں گے۔

جنت نعیم۔ اس کو زبرجد سبز سے بنایا ہے اس میں شہید حکماء اور موذن رہیں گے۔

دارالقرار۔ اس کو مروارید روشن سے بنایا گیا ہے۔ اس میں عام اہل ایمان مومنین رہیں گے۔

دارالسلام۔ اس کو یاقوتِ سرخ سے بنایا گیا ہے۔ اس میں فقیر' صابر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ رہیں گے۔

دارالجلال۔ اس کو زمرد سرخ سے بنایا گیا ہے اس کو دارالمقام بھی کہتے ہیں اس میں اس امت کے اغنیاً وشاکر رہیں گے۔

قرآن حکیم میں لفظ جنت صیغہ واحد' تثنیہ' اور جمع میں ایک سو انچاس مرتبہ آیا ہے اور بعض جگہ اضافتوں کے ساتھ بھی آیا ہے۔

قرآن کریم میں دنیا کی زندگی کے بعد آنے والی زندگی جو دائمی اور غیر فانی ہوگی کا گھر ہر قسم کے آزار اور

پریشانی سے پاک ہوگا باغ یعنی جنت کہا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان لوازم کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن سے ہم اس دنیا کی زندگی سے مانوس ہیں، مثلاً باغ، مرغزار، آب رواں گل وثمر، عمدہ مشروبات وملبوسات وغیرہ۔ قرآنی آیات سے جنت کا جو تصور قائم ہوتا ہے وہ مثالی تصور ہے۔ جنت نیکوکاروں کے ایسے گھر سے عبارت ہے جس میں انسانوں کی اعلیٰ ترین تمنائیں اور آرزوئیں پوری ہوں گی۔ جنت کی ایک صفت خلود بھی ہے یعنی اس گھر میں پہنچ کر لوگ ایسی مسرتوں سے بہرہ مند ہوں گے جنہیں زوال ہی نہیں ہوگا۔ یہاں کی مسرتیں ہر قسم کے غم وحزن سے پاک ہوں گی۔ یہ ایسی پاکیزہ جگہ ہوگی جس میں کینہ، حسد، رشک اور ہر قسم کی لغویات کا قطعی گزر نہیں ہوگا۔ وہ امن وسلامتی کا گھر ہے۔ مقامِ رحمت ہے۔ مقامِ نور اور مقامِ رضوان، مقامِ طیبہ وطاہر ہے مقامِ تسبیح وتہلیل اور مقامِ قربِ الٰہی اور مقامِ نعمت دیدارِ ایزدی ہے۔

طبرانی اور شعرانی نے بیان کیا ہے کہ جنت عام طور پر بلند ترین آسمان کے اوپر اور عرشِ الٰہی کے نیچے بتائی جاتی ہے۔ جنت کے مختلف طبقات یا مقامات تک پہنچنے کے لئے آٹھ بڑے دروازے ہیں۔ ہر طبقہ اپنی جگہ عموماً کئی درجوں میں منقسم ہے بلند ترین درجہ کو جو ساتویں آسمان پر یا اس سے بھی ماورا ہے عدن اور فردوس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

جنت کے دروازوں کو کھولنے کی چابی کے تین دندانے ہیں جو ایک حدیث میں بیان ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) توحید کا اقرار (۲) اطاعتِ خداوندی (۳) تمام غیر شرعی کاموں سے احتراز۔

جنت میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں گے۔ ایک حدیث میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے سو درجے ہیں اور ہر درجے کی مسافت ارض وسماء کی مسافت کے برابر ہے اور اس کے اعلیٰ درجے فردوس پر عرش ہے اور وہ بہشت میں درمیان کی چیز ہے اور اسی سے چار نہریں جاری ہیں۔ سو تم جب اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو اس لئے کہ یہ بہشت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

سورۃ الواقعہ میں جنت کی منظر کشی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طرح کی ہے۔

"مرصع تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کی مجلسوں میں ابدی لڑکے شراب چشمہ جاری سے لبریز پیالے اور کنستر اور ساغر لئے دوڑتے پھرتے ہوں گے۔ جسے پی کر نہ سر چکرائے گا نہ عقل میں فتور آئے گا اور پرندوں کے گوشت پیش کریں گے کہ جس پرندے کا چاہیں استعمال کریں اور ان کے لئے خوب صورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ ایسی حسین جیسے چھپا کے رکھے ہوئے موتی۔ یہ سب کچھ ان اعمال کی جزا کے طور پر انہیں ملے گا جو دنیا میں کرتے رہے تھے۔ وہاں وہ کوئی بے ہودہ کلام یا گناہ کی بابت نہ سنیں گے جو بات بھی ہوگی نیک ہوگی، اور دائیں بازو والے دائیں بازو والوں کی خوش نصیبی کا کیا کہنا وہ بے خار بیریوں اور تہ بہ تہ چڑھے کیلوں اور دور تک پھیلی ہوئی چھاؤں اور ہر دم رواں پانی اور کبھی نہ ختم ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے والے بکثرت پھلوں اور اونچی نشست گاہوں پر ہوں گے۔ ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنادیں گے اپنے شوہروں کی عاشق اور عمر میں ہم سن۔ (الواقعہ۔ ۱۵ تا ۳۷)

ترجمہ: پس آپ ان سے منہ پھیر لیں اور کہہ دیں (اچھا بھائی) سلام! انہیں عنقریب (خود ہی) معلوم

ہو جائے گا۔ (الزخرف۔۸۹)

تفسیر: آیت مبارکہ میں سورۃ مریم ۴۷' اور سورۃ القصص ۵۵' سورۃ الفرقان ۶۳ کی مانند یہاں بھی سلام متارکہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کائنات بتارہا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ دین کے معاملے میں میری اور تمہاری راہ الگ الگ ہے۔ تم اگر باز نہیں آئے تو اپنا عمل کئے جاؤ میں اپنا کام کئے جارہا ہوں' تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے' ان کی کارروائیوں اور ریشہ دوانیوں کی کوئی پروانہ کریں مطمئن رہیں' نہایت امن' سلامتی اور شرافت کے ساتھ اپنی راہ پر چلتے رہیں۔ اس جملے پر اگر غور کیا جائے تو بہ خوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کفر وعناد اور ایمان نہ لانے والوں کو کیسی سخت دھمکی اور عذاب کی وعید سنا رہا ہے۔ اس دن جب سب پوشیدہ ظاہر ہو جائے گا۔ اللہ کے نبی کو سمجھایا جارہا ہے کہ ان سے درگزر کرو اور انہیں "سلام" کہہ کر آگے بڑھو۔ اسلام تہذیب وشائستگی اور آداب کا دین ہے' وہ اپنے ماننے والوں' اہل ایمان کو راستی' اخوت' بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔ آیت مبارکہ میں دشمنوں سے بھی نرمی اور آہستگی کی تعلیم دی جارہی ہے۔ یہ نہیں کہا جارہا جو تمہاری بات نہ مانے اس کی بات تم بھی نہ مانو اور اسے دھتکار کر اپنی راہ لو بلکہ تاکید کی جارہی ہے کہ اس سے لڑنے جھگڑنے کی بجائے آہستگی اور نرمی سے ترک تعلق کرلو اگر کوئی آپ کی بات نہ مانے نہ سنے تو اس سے لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کرلی جائے یہی دین اسلام کی تعلیم ہے اسی کی ہدایت آیت مبارکہ میں دی جارہی ہے جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں رب کائنات فرمارہا ہے۔

ترجمہ: اور جو شخص صبر کرلے اور معاف کردے یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ یہی بات سورۃ المدثر میں بھی کہی گئی ہے۔ (الشوریٰ ۴۳)

ولربک فاصبر۔ (المدثر۔۷) اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر۔ اسلام صبر وبرداشت کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام تہذیب وشائستگی سکھاتا ہے۔ وہ مخالف فریق سے علیحدگی بھی بڑے باوقار اور تدبر کے ساتھ کرنے کی ہدایت کرتا ہے اہل ایمان کی تمام تر دوستی اور مخالفت صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہمیں شائستگی اور نرم روی کی تعلیم دے رہا ہے کہ اپنی ناراضگی وخفگی کو اللہ پر چھوڑ دو وہ خود ان سے نمٹ لے گا یا تو انہیں راہ راست پر لے آئے گا یا پھر ان کے دلوں کو مہر لگا دے گا۔

ترجمہ: تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ (سورۃ ق۔۳۴)

تفسیر: آیت مبارکہ میں وہ منظر کشی کی گئی ہے جب اللہ تعالیٰ کی عدالت سے فیصلہ ہوگا کسی متقی' پاک باز' اہل ایمان کو فی الفور اسے جنت میں داخل کردیا جائے گا جنت اس کے سامنے ہوگی اسے کوئی مسافت طے کرکے چل کے نہیں جانا پڑے گا اس کے اور جنت میں داخلے کے درمیان کوئی فاصلہ کوئی وقفہ نہیں ہوگا۔ بلکہ جیسے ہی فیصلہ ہوگا ویسے ہی وہ متقی پرہیزگار جنت میں داخل کردیا جائے گا اور فرشتے اسے کہیں گے داخل ہو جاؤ سلامتی کے گھر میں یہ تمہارے ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا ہے اور آج کے دن سے تمہاری دائمی زندگی کا آغاز ہورہا ہے تم ہر قسم کے غم وفکر اور آفات سے محفوظ ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤ اور وہ فرشتے کہیں گے آؤ اس جنت میں اللہ اور اس کے فرشتے تم کو سلام کہتے ہیں۔

اس آیت میں بھی گزشتہ آیات کی طرح یہ بات کھل کر سامنے آرہی ہے کہ وہ صفات عالیہ کیا ہیں جن سے انسان جنت کا مستحق ہوتا ہے۔ وہی تقویٰ' رجوع الی اللہ' اللہ سے اپنے تعلق کی حفاظت ونگہداشت' اللہ کو دیکھے بغیر اس کی ہستی پر یقین رکھتے ہوئے اس سے ڈرنا' اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا دل' مرتے دم تک اطاعتِ الٰہی اور احکامِ الٰہی' اتباع رسول کریم پر قائم رہنا ہی ہمیں متقی افراد کی صف میں شامل کرسکتا ہے اور تب ہی ہمیں جنت نصیب ہوسکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی روزمرہ زندگی' اسلامی نظامِ حیات کے مطابق گزارے تاکہ آخرت کی دائمی زندگی عیش وآرام کے ساتھ میسر آسکے۔

ترجمہ: وہ جب اس کے ہاں آئے تو کہا آپ کو سلام ہے اس نے کہا آپ لوگوں کو بھی سلام ہے۔ (اور کہا یہ تو) اجنبی لوگ ہیں۔ (الذاریات۔۲۵)

تفسیر: آیت میں مذکور واقعہ سورۃ ہود ۶۹ میں اور ۴۷ میں اور سورہ العنکبوت۔ ۳۱ میں آچکا ہے۔ جو فرشتے قوم لوط علیہ السلام پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ وہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی ولادت کی بشارت سنائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب یہ دونوں فرشتے آئے تو وہ انسانی شکل میں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں پہچان نہیں سکے اس لئے انہوں نے ان فرشتوں سے دریافت کیا کہ آپ حضرات سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی شاید آپ اس علاقے میں نئے نئے تشریف لائے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے سلام کا جواب دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے کھانے کا بندوبست کرتے جاتے ہوئے اپنے خادم سے کہا یہ کچھ اجنبی سے لوگ ہیں پہلے کبھی اس علاقے میں اس شان اور وضع قطع کے لوگ دیکھنے میں نہیں آئے یعنی یہ مہمان ہیں ان کے لئے کھانے کا انتظام کرنے چلے گئے اور اپنی اہلیہ کا پالا ہوا خوب فربہ بچھڑا بھون کر ان کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ جب ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ وہ اس لئے کہ اس معاشرے میں یہ رواج تھا کہ اگر اجنبی مسافر کسی کے گھر جاکر کھانے سے پرہیز کرتا تھا تو سمجھا جاتا تھا کہ اجنبی کسی برے ارادے سے یا دشمنی کی نیت سے آیا ہے لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں جو انسانی شکل میں آئے ہیں اور انہوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سنائی اور بتایا کہ وہ قوم لوط کی طرف سزا دینے جارہے ہیں۔

(جاری ہے)

فائقہ اشرف

السلام علیکم! سجنو تے مترو سناؤ جی کی حال نے تو یاڈے او یہ کون آ گیا پیور پنجابی بولن والا جی جناب اے آسی تشریف لائے آ جی میرا نام ہے فائقہ اشرف اور مابدولت یکم مئی کو گجرات کے ایک خوب صورت گاؤں حاجی والا میں پیدا ہوئی جس موسم میں ہم آئے اس موسم کے اثرات ٹھیک ٹھاک ہمارے اندر پائے جاتے ہیں ہم پانچ بہن بھائی ہیں جن میں میرا آخری نمبر ہے۔ میں نے میٹرک کے بعد فی الحال فارغ ہوں کیونکہ میں ابھی بیمار ہوں اور باقاعدہ ٹریٹمنٹ لے رہی ہوں۔ اس لیے تعلیم جاری نہیں رکھ سکی دعا کریں اللہ مجھے صحت دے آمین پھر میں بہت سارا پڑھوں گی مجھے شوق بلکہ جنون ہے کہ میں وکیل بنوں (اچھا جی چلو چھوڑو وکیل بن کے وی عدالتاں چہ تکے کھانے نے) مجھ سے بڑے بھائی رضوان ہیں جو کہ انجینئرنگ کے تیسرے سال میں ہیں مجھے بہت پسند ہیں اور اس سے بڑے بھائی عمران حافظ قرآن ہیں اس سے بڑے بھائی عدنان ہیں جو سعودیہ میں جاب کرتے ہیں ان کے بعد میری آپی ہیں جو کہ شادی شدہ ہیں اور ان کی تین کیوٹ سی بیٹیاں ہیں اور سب سے اہم ہیں میرے لیے میرے امی ابو جن سے میں بہت پیار کرتی ہوں میرے ابو بیمار ہیں دعا کریں اللہ انہیں صحت دے۔ کھانے میں سب کچھ کھا لیتی ہوں لیکن سب سے زیادہ کریلے بریانی کڑھی پکوڑے برگر اور دوسری چٹ پٹی چیزیں بہت پسند ہیں۔ لباس میں ساڑھی شلوار قمیص اور لمبا دوپٹہ پسند ہے۔ نصرت فتح علی ابرار الحق افشاں زیبی عاطف اسلم کی آواز پسند ہے اور کوکنگ کا شوق تو ہے لیکن پکانا کچھ نہیں آتا بس کھانا آتا ہے (جی گل اے کے ایسی تے بس خوبیاں دے مالک آ خامیاں کوئی نہیں)۔ خامی یہ ہے کہ جو بات ہو منہ پر کہنے کی عادی ہوں یعنی منہ پھٹ ہوں اور اچھی عادت یہ ہے کہ میں کسی کا برا نہیں چاہتی۔ باتیں تو ابھی بہت ساری کرنی تھیں لیکن اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

نجمہ انور بھٹی

آنچل کے تمام قارئین کو میری طرف سے السلام علیکم! جی ہم ہیں پیار کے راہی مطلب آنچل کے پیار میں دیوانے۔ نام ہمارا نجمہ انور اور کاسٹ بھٹی ہے۔ تعلیم میٹرک ہے پڑھنے کا شوق تھا مگر کچھ وجوہات کی بناء پر یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ آنچل اور میرا ساتھ آٹھ سال پرانا ہے آنچل میں اور میری سسٹر فرینڈ "بشریٰ باجوہ" مل کر پڑھتے ہیں۔ بشریٰ آپی میری ہمسائی بھی ہیں پھر ہم مل کر تبصرہ کرتے ہیں۔ فیورٹ کلر بلیک سی گرین۔ فیورٹ کھانا مٹر پلاؤ کسٹرڈ۔ فیورٹ پھل مالٹا آم انگور ہیں۔ ہمارے کھیتوں میں بھی مالٹے امرود جامن بیر کے درخت ہیں اور گلاب کے پھول بھی۔ سادہ پانی ڈرنک میں اور شیزان لباس میں شلوار قمیص اور فراک پسند ہے۔ موسم بہار کا پسند ہے گرمی پسند نہیں۔ رائٹرز میں عمیرہ احمد نمرہ احمد سمیرا شریف طور ثمرہ بخاری عفت سحر نازیہ کنول نازی ام مریم حمیرا نگاہ غزالہ راؤ ماہا ملک پسند ہیں۔ فیورٹ شاعر وصی شاہ علی حسنین (کراچی) پروین شاکر غزالہ راؤ راشد ترین قدیر رانا ارشد محمود ارشد بشریٰ باجوہ ہیں۔ گھر کے کام سلائی کڑھائی کوکنگ میں ایکسپرٹ ہوں ہم ہوتے ہیں اور گھر کے کام ہوتے ہیں حتیٰ کہ بجلی کے سوئچ اور بلب اور تاروں کے جوڑ خود لگاتی ہوں۔ نرم مزاج اور ہنس مکھ ہوں اور ایسے ہی لوگ اچھے لگتے ہیں سنجیدہ ہوں ویسے میں۔ میری فرینڈز میں بشریٰ باجوہ فوزیہ (ساہیوال) اور باقی بچھڑ گئیں باقی آنچل میں فضہ

اسلم، شازیہ آبرو (گوگیرہ) اوکاڑہ کی فرینڈز ہیں۔ جاناں اچھی لگتی ہے، نرجس رانی اور ایک مہک اعوان ملک تھی پتا نہیں کہاں گئی وہ۔ آنچل کے فیورٹ سلسلے دوست کا پیغام آئے، کام کی باتیں ہیں۔ فیورٹ ناول "محبت دل پہ دستک، جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، پیر کامل، قراقرم کا تاج محل، جو چلے تو جاں سے گزر گئے، درد گزیدہ چاہتیں یہ شدتیں۔" سنگر علی عباس اچھا لگتا ہے۔ میرے دو بھائی اور میں اکلوتی بہن ہوں، میری بھابی ہیں پیاری سی معراج عابدہ وہ بھی آنچل پڑھ لیتی ہیں۔ اس کے علاوہ میری پھوپو مسرت جہاں بھی ڈائجسٹ لے جاتی ہیں، مجھے اپنی فیملی سے بے حد محبت ہے۔ میری تاریخ پیدائش 17 جون ہے اسٹار کا پتا نہیں۔ ڈرامے بھی دیکھتی ہوں پی ٹی وی کے۔ اداکار نعمان اعجاز، احسن خان پسند ہیں۔ سارہ چوہدری، جاناں ملک، ماریہ واسطی، ایمان عابد پسند ہیں۔ شاپنگ کی شوقین ہوں، سادہ مزاج ہوں سادگی پسند ہوں، میک اپ پسند نہیں۔ جیولری میں صرف چوڑیاں پسند ہیں، بچے پسند ہیں اور گلاب اور موتیا کے پھول پسند ہیں۔ ہمارے گھر میں کبوتر، بکری کے بچے ہیں اور سفید گھوڑا بھی، وہ بہت لاڈلہ ہے ہمارا اور میری آپی بشریٰ باجوہ کا بھی۔ سرسبز کھیت پودے پسند ہیں، گرمی میں بارش اچھی لگتی ہے، پورا چاند اٹریکٹ کرتا ہے۔ میرا پیغام یہ ہے کہ خود دکھی رہو مگر دوسروں کو دکھی نہ کرو، خوشیاں بانٹو، اپنی ہار پر مت رو کیونکہ تمہاری ہار کسی اور کی جیت ہے۔ بتایئے ضرور میرا یہ بونگا سا انٹرویو کیسا لگا، سب آنچل رائٹرز قارئین و اسٹاف کو سلام، اللہ حافظ۔

امبر بخاری

السلام علیکم! قارئین، ریڈرز اور آنچل اسٹاف آپ سب کو امبر بخاری پرخلوص محبتوں سے گندھا چاہتوں بھرا اسلام پیش کرتی ہے۔ ہمارا آنچل میں بہت سی بہنوں دوستوں سے ملاقات ہوتی رہتی ہے تو میں نے سوچا امبر بخاری کیوں گمنامی کی زندگی گزار رہی ہو، دنیا اتنی اہم ہستی سے بے خبر ہے (آہم) تو جناب اس اہم ہستی سے ملاقات ہوجائے، تیار ہوجایئے۔ میرا نام امبر بخاری ہے، تحصیل خیرپور کے قریب چھوٹا سا خوب صورت گاؤں ہے، 1990ء میں پیدا ہوئی۔ مجھ سے چھوٹی دو بہنیں ہیں پھر پیارا سا اکلوتا بھائی اس سے چھوٹی دو بہنیں نام نہیں بتاؤں گی بھئی انہوں نے خود منع کیا ہے۔ میرا اسٹار ورگو ہے، جس کی تمام خوبیاں خامیاں مجھ میں بدرجہ اتم موجود ہیں، ایف اے کیے دو سال ہوگئے ہیں۔ دو سال ضائع ہوگئے، جس کا افسوس ہے، اب ان شاء اللہ ایڈمیشن لوں گی چونکہ پہلی اولاد تھی اس لیے بہت ناز نخرے اٹھائے ہیں سب نے لیکن اب مجھے اپنی فیملی سے بہت سی شکایتیں ہیں۔

مجھے اکثر اپنوں سے چاہت کا شکوہ رہتا ہے دوست
کیونکہ کبھی اپنوں نے چاہا نہیں مجھے اپنوں کی طرح

فرینڈز تو میری اور چھوٹی بہن کی مشترکہ ہیں جن میں نادیہ، نازیہ، رابعہ، سعدیہ، مہوش، صوبیہ، آصفہ، شاہین، پروین اور یہ سب بے وفا ہیں (مذاق کررہی تھی) اور میری خاص دوستیں (ارم، روزینہ) جو کہتی تھیں "امبر ہم تمہارے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتیں" موسم کی طرح بدل گئی ہیں اس کے باوجود میں ان دونوں کو کبھی نہیں بھلاسکتی اور فوزیہ تو میری کسی نیکی کا صلہ ہے، دوستوں کے لیے میں اتنا ہی کہوں گی......

ہم نہ بدلیں گے کبھی وقت کی رفتار کے ساتھ اے دوست
ہم جب بھی ملیں گے انداز پرانا ہوگا

دوستوں کی بے وفائی اور کچھ اپنوں بلکہ بہت پیارے رشتوں نے اتنی تکلیف دی کہ دنیا سے کٹ کر رہ گئی۔ چھوٹی بہن نے مجھے بہت سنبھالا اور میرا ساتھ بھی دیا لیکن پھر بھی ضدی اور تھوڑی بدمزاج ضرور ہوگئی ہوں، غصہ تو ہر وقت ناک پر دھرا رہتا ہے، پلیز آپ خوف زدہ نہ ہوں، غصہ تو صرف ان کے لیے ہے، جنہوں نے مجھے تکلیفیں دی ہیں

(کیا کہا؟) خوبیاں اور خامیاں بتاؤں' ٹھیک ہے اٹینشن ہوجائیے۔ صاف گو بہت ہوں جو بات دل میں ہو منہ پر کہہ دیتی ہوں۔ لوگ مجھے منہ پھٹ کہتے ہوں گے لیکن پیٹھ پیچھے (تو جناب ہر کوئی میری طرح بہادر تھوڑی ہے) جو حق پر ہو اسی کا ساتھ دیتی ہوں۔ مجھے چاپلوس' خود غرض' خوشامدی اور دوغلے لوگوں سے سخت نفرت ہے اور ایسے لوگوں سے دنیا بھری پڑی ہے اور میرا خاندان بھی۔ پلیز عزیزم ناراض مت ہو پتا تو ہے نا آپ کو بہت صاف گو ہوں۔ خیر کوئی ناراض ہوتا ہے تو ہوا کرے (سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے نا)۔ میں بہت مخلص ہوں لیکن میرے ساتھ کوئی بھی مخلص نہیں ہے سوائے فوزیہ اور روزینہ کے۔ ہر کسی نے میرے ساتھ کوئی نہ کوئی زیادتی ضرور کی ہے اور کبھی تنگ آکے میں بدلے میں دو چار سنا دوں تو بدلحاظ بھی میں کہلائی جاتی ہوں اور ویسے بھی میرے خاندان کو تو کچھ زیادہ ہی شکایتیں ہیں مجھ سے (بھئی اب اپنے گریبان میں کون جھانکتا ہے) لیکن مجھے اپنے رب پر پورا یقین ہے کہ اس نے میرے حصے کی محبت ضرور کہیں نہ کہیں رکھی ہوگی۔ میرے دل میں کسی کے لیے کوئی کھوٹ نہیں ہے لیکن میرے عزیز تو یقین نہیں کریں گے (نہیں تو نہ سہی)۔ تنہائی پسند ہوں اور آپ لوگ منہ کے زاویے درست کیجیے' تنہائی پسند ہونا اتنی بری بات بھی نہیں ہے ویسے کبھی کبھی ہلہ گلہ بھی چل جاتا ہے جو لوگ میرے ساتھ مخلص ہیں مجھے دل سے اپنا مانتے ہیں۔ ان کے لیے تو میں جان بھی دے سکتی ہوں (آزما کر دیکھ لیجیے گا)۔ موڈی بہت ہوں (پل میں تولہ پل میں ماشہ) بلاوجہ کسی کو تکلیف نہیں دیتی' کسی کی دل آزاری نہیں کرتی (اچھا اچھا اپنی پسند ناپسند کے بارے میں بتاؤں) اوکے جناب (آپ کا حکم سر آنکھوں پر) لباس مجھے شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹہ لینا پسند ہے۔ ویسے فراک اور چوڑی دار پاجامہ بھی پسند ہے۔ کھانے پینے کی زیادہ شوقین ہوں' زردہ بہت پسند ہے اس کے علاوہ کسٹرڈ بھی پسند ہے۔ ڈرنک میں صرف مینگو شیک' سبزیوں میں گوبھی مٹر باقی بھی بس کھا ہی لیتی ہوں۔ چکن سے الرجک ہوں' سخت ناپسند ہے۔ خوشبو پوائزن کی پسند ہے' گلاب اور چنبیلی کے پھول بہت زیادہ پسند ہیں' اپنی فیملی سے محبت تو بہت کرتی ہوں لیکن جب اعتبار ٹوٹ جائے تو...... سنجیدہ لوگ پسند ہیں' مذاق ایک حد تک اچھا لگتا ہے میں بنا اجازت کسی کی کوئی چیز نہیں اٹھاتی۔ کتنی گری ہوئی غیر اخلاقی حرکت ہوتی ہے نا بغیر اجازت کسی کی چیزیں اٹھالینا اور پھر اپنی غلطی بھی تسلیم نہ کرنا۔ چھوٹے بچے بہت پسند ہیں اور میں نے جتنی محبت اپنے بھتیجے بہادر علی سے کی ہے آج تک کسی بچے سے نہیں کی ہے۔ باقی خواہش کے بارے میں تو آپ کیا پوچھتی ہیں' پہلی خواہش کہ بہت ساری تعلیم حاصل کروں بہت کریزی ہوں تعلیم کے سلسلے میں۔ بعض اوقات تو لگتا ہے کہ ڈھیر ساری ڈگریاں لینے کے بعد بھی میری تشنگی نہیں مٹے گی (دنیاوی' دینی دونوں تعلیم کے بارے میں کہہ رہی ہوں) اور آخری خواہش کہ آرمی میں چلی جاؤں اور در حسینؓ پر جاسکوں۔ آرمی میرا عشق ہے' آرمی میں چلی بھی جاتی مگر (ہائے رے ظالم سماج) زہر لگتے ہیں وہ لوگ مجھے جن کو دوسروں کی خوشی برداشت نہیں ہوتی پلیز مجھے گھوریں مت جانے لگی ہوں' مجھے لوگوں کی پروا نہیں ہے میں تو اپنے آنچل دوستوں قارئین سے پوچھوں گی کہ کیسا لگا میرے بارے میں جان کر پلیز ضرور بتایئے گا' جانے سے پہلے چھوٹی سی خوب صورت بات کہوں گی "نماز پڑھو قبل اس کے کہ تمہاری نماز پڑھی جائے" دعا گو اور دعاؤں کی طالب' اللہ حافظ۔

رخسانہ اختر بٹ

آنچل اسٹاف' تمام قارئین اور آنچل کی تمام پریوں کو پیار بھرا اسلام' آنچل ہمارا موسٹ فیورٹ شمارہ ہے جو ہم ہر ماہ پڑھتے ہیں تو اس دفعہ دل نے کہا کہ چل بچہ تو بھی اپنا

تعارف بھیج ہی دے تو ہم نے اپنا تعارف لکھنے اور بھیجنے کی جسارت کرہی لی۔ مابدولت کا نام رخسانہ اختر بٹ ہے ہم پانچ بھائی بہن ہیں میرا نمبر تیسرا ہے دو بھائی بڑے ہیں پھر مجھ سے چھوٹی دو بہنیں ہیں۔ میں شاہینوں کے شہر سرگودھا میں پیدا ہوئی مجھے فخر ہے اپنے پاکستانی ہونے پر ہم تینوں بہنیں بی ایس اردو کی طالبات ہیں اور الحمدللہ کالج میں کافی عزت ہے لڑکیوں میں۔ کالج لائف بہت اچھی ہے ہم سب فرینڈز اسے بہت انجوائے کررہی ہیں میرا موسٹ فیورٹ کلر پنچ ہے شاپنگ کا بہت زیادہ شوق ہے۔ پاک آرمی بہت ہی زیادہ پسند ہے (پاکستان زندہ باد پاک آرمی پائندہ باد)۔ پسندیدہ ہستیوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ اور قائداعظم محمد علی جناح شامل ہیں۔ پسندیدہ کتاب قرآن مجید ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے دیدار کی حسرت ہے دل میں اللہ تعالیٰ پوری فرمائے آمین۔ دوستی ایک بہت مقدس رشتہ ہے میں کہتی ہوں دوستی کے بغیر زندگی کچھ بھی نہیں ہے میری دوستوں میں فروا الظفر، مومنہ عرف مومو، عائشہ قاسم اور کائنات شامل ہیں اور ویسے کالج میں ہر کسی کے ساتھ اچھی دعا سلام ہے۔ فروا میری بیسٹ فرینڈز ہے اور بقول فروا کے رخسانہ میری دوسری دوستوں کو بھی برداشت کرلیا کرو اور میرا جواب یہ ہے کہ ہر اس دوست کو برداشت کرلوں گی جو دوستی کی ہی غرض سے آئے مگر اسے کبھی بھی برداشت نہیں کرسکتی جو دوستی کی آڑ میں دوستوں کو جدا کرنے آئے (اب اسے تم میری خامی کہو خود غرضی یا......)۔ شاعری کا شوق ہے تھوڑی بہت کی بھی ہے مابدولت رائٹر بھی ہیں۔ ہم نے اخبار جہاں میں بچوں کے لیے کہانیاں لکھی ہیں اور عمران ڈائجسٹ میں بھی تھوڑا بہت لکھا ہے اے آر کاشمیری کے نام سے۔ پسندیدہ شاعر فراز ہے اور اقبال تو ہیں ہی ٹاپ آف دی لسٹ۔ پسندیدہ رائٹرز میں نمرہ احمد، نازیہ کنول نازی، اقراء صغیر احمد، فاخرہ گل شامل ہیں باقی سب بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ تو اب آتے ہیں اپنی خامیوں اور خوبیوں کی طرف تو بقول عائشہ کائنات (بہنیں) باجی سدرہ (بھابی) اور فروا (فرینڈز) ان سب کے خیال میں یا پھر ان کی رائے کہہ لیں میں غصہ بہت زیادہ کرتی ہوں۔ ذرا سی بات پر بھڑک جاتی ہوں مجھے اپنی اس خامی کو کنٹرول کرنا چاہیے (اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے غصہ ختم کرنے کی) بقول میری بہن عائشہ اختر بٹ کے تم کیئرنگ بھی بہت ہو (آخرکار مابدولت کے سینے میں بھی دل ہے۔ ایک بہت بڑی خامی یہ ہے امی کی نظر میں کچن میں نہیں جاتی یار کوکنگ کے لیے تو میرا دل ہی نہیں کرتا کرنے کو۔ خوبی یہ ہے بقول باجی سدرہ کے دل کی بری نہیں ہو بظاہر غصہ کرتی ہو مگر دل میں پشیمانی ہوتی ہو اور جلدی سوری بول لیتی ہو۔ بقول میری کزن نمرہ شفیع بٹ کے آپی! آپ دل کی بہت اچھی ہو جو آپ کے ساتھ تھوڑا برا کرے اس کو بھی اچھائی میں جواب دیتی ہو۔ جی جناب بہت ہوگیا کہیں آپ لوگ بور ہی نہ ہو جاؤ اور آخری بات یہ کہ اپنے آپ سے منسلک رشتوں کو کبھی بھی دکھ نہ دو کیونکہ اپنوں کے دیئے دکھ قبر تک ہمارے دل میں ساتھ ہی رہتے ہیں اور انسان اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہتا ہے اور اس کا رشتوں پر سے اعتبار اٹھ جاتا ہے سو اپنے رشتوں کو ہمیشہ خوشیوں کا تحفہ دیں اور ان کو اذیت سے بچائیں۔ فی امان اللہ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

سالِ نو کی بہار

سعیدہ نثار

☆سال نو کی آمد پرآپ کے کیا احساسات ہوتے ہیں؟
☆اس سال کوئی ایسی بڑی کامیابی جس نے آپ کے قدم چومے جوآپ کی توقع سے بڑھ کر ثابت ہوئی؟
☆2016ء سے جوآپ کو امیدیں تھیں وہ سب پوری ہوئیں یا کچھ ادھوری رہیں؟ وہ کون سے کام ہیں جو ادھورے رہے اورآئندہ سال 2017ء پر موقوف ہوئے؟
☆اس سال کس مصنفہ نے آپ کو متاثر کیا؟
☆کس مصنفہ کی تحریر نے آپ کو ہنسنے پر مجبور کیا؟
☆2017ء میں کون سی مصنفین کے مکمل ناول پڑھنا چاہتی ہیں؟
☆2017ء میں آنچل میں کیا تبدیلی دیکھنا چاہتی ہیں؟
☆سال کے اختتام پر زندگی سے ایک سال منہا ہونے اور کاسۂ عمل کے خالی ہونے پرآپ کی کیا سوچ ہوتی ہے؟
☆2016ء کی خوب صورت یادیں جوآپ قارئین سے شیئر کرنا چاہیں؟

☆......☆......☆......☆

حرا قریشی...... ملتان

2017ء کی آمد پر عزیزی آنچل کی نذر

قلب و روح پر اک سرمست خوشی طاری ہے
تجھ سے ملنے کی خوشی ایسے ہم پر واری ہے
سحر چہرہ دل میں یہ کون خوشنما اتر آیا ہے
دسمبر کی ٹھنڈی دھوپ نکلی ہے احساس فرحت حاوی ہے
آج دل تجھ سے مل کر اس قدر خوش ہے
وقت شب تاروں نے کی جیسے چاند پر سواری ہے
تیرے بدن سے پھوٹتی ہیں گلاب ہا محبت کی خوشبوئیں
جیسے بڑے جذب سے محبوب کو یاد کرتی کنواری ہے
طلسمی رنگ پھول اک نئی دنیا کھلا رہے ہیں
میرے اندر یہ کیسی خوشبو تو نے اتاری ہے
سیراب کر رہا ہے وہ مجھے بادلوں کے رستے سے
جیسے بارش کے بعد روح کی ہوتی آبیاری ہے
بہاروں کے رخ پر یوں بیٹھ گئی ہیں طائر محبت
محبت سے جیسے حرا کی برسوں سے یاری ہے

سال نو کی آمد پر احساسات

کیا کبھی آئینے میں چاند کو اترتے دیکھا ہے آپ نے کیا کبھی قبل از بہار پیڑوں کی شادابی پر پل بھر کے لیے بھی غور کیا ہے آپ نے کیا کبھی مسرت اثر حدت سے قلب وروح کے جگمگا اٹھنے کی کیفیت سے آپ گزرے ہیں کیا کبھی قبل از طلوع آفتاب شفق کی سرخی کا ذائقہ محسوس کیا ہے آپ نے کیا کبھی کسی طرب آمیز گیت کی گلابی ہونٹوں پر سرسراہٹ محسوس کی ہے آپ نے اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو بلاشبہ آپ نے سال نو کے آغاز پر ہونے والی لامحدود خوشی کو بھی محسوس کیا ہوگا ورنہ ان میں سے کوئی نہ کوئی کیفیت تو آپ کے دل میں یقیناً اتری ہوگی کسی الہام کی طرح بس کچھ ایسے ہی سال نو رخ روشن پر تازگی سی بخش دیتا ہے جیسے کوئی سحاب یکدم چھو کر گزر جاتا ہے اور جیسے روح کے اندر تلک روشنی کے سے گنبد بنتے چلے جاتے ہیں اور جیسے خنک پرور ہوا بارش کے قطروں کو اپنے اندر اتارتی سانس اور جیسے جب جب عزیزی آنچل سے حرابات کرتی ہے!

۲) اس برس تو ایسی بہت سی کامیابیاں ملیں جو توقع سے بڑھ کر ثابت ہوئیں ان میں سرفہرست سوشل میڈیا آن لائن مقابلہ جات میں حرا کی داد طلب کارکردگی ہے ابھی بھی حال ہی میں ہونے والے شاعری مقابلے میں آن لائن اجالا کے توسط نمایاں کارکردگی پر خوب داد سمیٹی آپ کے ذوق نظر پر جو گراں نہ گزرے تو یہ وہ غزل ہے جو فاتح ٹھہری آپ بھی پڑھیں۔

سکوت تیرہ شبی کی ترجمانی تھا
وجود اس کا فطرت وجدانی تھا
کورے کاغذ کی طرح پھینکا تھا
جو خط محبوب کی نشانی تھا
دور کہیں نمکین پہاڑی جھیلوں میں
وہ شخص پتھروں کی کہانی تھا
میرے لفظ پڑھتے رو دیتا تھا
بحر محبت کا برستا پانی تھا
سلگتا رہتا تھا خیالوں کی طرح
بپھرتی موسموں کی طغیانی تھا
بھید بھری خاموشی کے عالم میں

یادوں کی رات سہانی تھا
منزل کا بھرپور یقین تھا
مشکل میں بھی وہ آسانی تھا
دھیان اس کا صورت بحرانی تھا
وجود اس کا پانی پانی تھا
ساعتوں کو جھنجوڑتا وہ ساحر حرا
آنکھوں کی دل کش کہانی تھا

جسے پڑھ کر محترم سر محمود ظفر اقبال ہاشمی نے کہا اوج کمال! رفعت تخیل! بہت خوب حرا۔

۳) حق ہا! کیا پوچھ لیا صاحب من حرا سے بچ ناول لکھنے کی بڑی خواہش تھی تگ ودو بھی بہت کی مگر فاختہ جیسی سبک رفتاری کی لپیٹ میں رہے عقاب کی وسیع پرواز کو بس دور دور سے تاڑتے رہے کوئی نہیں یار قلبی نے ایک عزم صمیم کیا تو ہے کیا معلوم 2017ء میں اس پر قبولیت کی مہر لگ جائے اور پھر وہ دن بھی آئے گا اور عزیزی آنچل ہمیں جگائے گا یوں

وہ دن بھی آئے کہ خوشبو سے میری آنکھ کھولی
اور ایک رنگ حقیقت میں چھو رہا تھا مجھے

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آنے والا برس اس یار من سے ملا دے جس کی یاد سے بلاوجہ بے سبب دل بہلتار ہتا ہے کیا سمجھے؟ بس جب بھی وقت آئے رب سوہنا خیر کی گھڑی لائے آمین!

۴) یہ بھی کوئی سوچنے والی بات ہے یہاں سرفہرست رفعت سراج نگہت عبداللہ کو رکھتے ہیں ہم۔

۵) فاخرہ گل اور صائمہ قریشی کی اکثر تحریریں مسکراہٹ کی آبشار بن کر اترتی رہیں (کون جانے کیا پتہ اگلے برس مزاح میں زیادہ نہیں تو تھوڑا حصہ ہم بھی ڈال دیں)

وہ جب بھی ہنستی کھلکھلا کر اکثر گنگناتی کئی بارشیں میرے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔

۶) نیلم شہزادی کا نگہت سیما کا بنت سحر کا ام مریم کا ثریا انجم کا ثمینہ عظمت کا نزہت آپی کا حیا بخاری کا اور اور اور بھئی حرا قریشی کا بھی۔

۷) تبدیلی؟ بالکل ایک ایسے سلسلے کے آغاز کی صورت کہ جس میں مرحوم و معروف مصنفین کی تحریروں پر اظہار خیال کیا جائے اور ایک بہترین تبصرے کی صورت تحریر کا لب لباب قارئین کے سامنے رکھ دیا جائے مصنفین کا بھی کوئی منفرد سروے ہو تو لطف کا مزہ دوبالا ہو جا گا جیسے یخ بستہ رت میں کڑک دار بھاپ اڑاتا چائے کا کپ۔

۸) کاسئہ عمل؟ جو کوتاہیاں ہوئیں ان سے احتراز برتا جائے جو لغزشوں کی ہوا چلی انہیں بیتے لمحوں کے غبار میں سپرد خاک کر دیا جائے آدھے ادھورے کاموں کو تکمیل کی سیڑھی پر قدم بڑھانے کے لیے ہموار کیا جائے شب کی دہلیز پر کھڑے ایستادہ خوابوں کو تعبیر کی دستکیں سنادی جائیں مسرتوں کے سکوں سے اس کا دل بھی بھر دیا جائے جو کاسہ کشکول لیے برہنہ پا سرد شاہراہوں پر ایک روٹی کے ٹکڑے کے لیے دن سے رات کر دیتی ہے۔

فکر و افکار کے باب تو ہیں بہت
بچپن میں جیسے بچے کے خواب بہت

۹) خوب صورت یادیں؟ آہا! ان خوب تر یادوں میں عزیزی آنچل کو سرفہرست نہ رکھوں تو بڑی زیادتی ہوگی اس برس میری تحریر آدھی روٹی کی اشاعت اور پھر گویا سلسلہ چل نکلا اور ہم نے بھی راہبر کی صورت عزیزی آنچل کی انگلی تھام لی یار من کے لیے تو

سمندر ہے میں دریا کی طرح ہوں تجھ میں
ہو نہیں پائے گا تو میری روانی سے الگ!
تجھ سے بچھڑوں تو احساس یہی ہوتا ہے
جیسے ہو جائے کوئی لفظ معانی سے الگ

اب چیدہ چیدہ باد بہاری حسین یادوں کا شمار کرتے ہیں اس سال ہونے والی سحرش فاطمہ ام طیفور مہتاز یوسف نزہت آپی رضوانہ آفتاب ریحانہ آفتاب ندا حسنین امایہ سردار امایہ خان قراۃ لعین خرم ہاشمی بنت سحر آمنہ ریاض آمنہ ولید انم خان عظمی افتخار ستارہ امین ماورا دعا عائشہ حسین کوثر ناز مریم جہانگیر و دیگر سے ہوئی مختصر بات چیت سرفہرست ہے۔ سوشل میڈیا آن لائن مقابلہ جات پر جیتنے والے ڈھیر ساری کامیابیاں بھی خوشگوار یادوں کا حصہ رہیں جن کے الفاظ نے لحہ بہ لحہ تحریک دی ان میں محترم و مکرم سر محمود ظفر اقبال ہاشمی ابن ریاض بنت حوا ام طیفور حیا بخاری آمنہ ولید عظمی افتخار اور صدف آصف اولین درجے پر رہے۔ سالکنٹ ریڈرز کی حوصلہ افزائی محبت و ستائش ہمیشہ سے قیمتی لگتی ہے جیسے جسم میں ریڑھ کی ہڈی! تحریم اکرم چوہدری سمیرا تجبیر آسیہ شاہین حافظ صائمہ کشف انیلا طالب فابیہ مسکان پارس شاہ اقرا لیاقت ایس گوہر طور انعم سارہ زریں نسرین علی کوثر خالد کرن شہزادی پرنسز اقو کوثر ناز فریدہ شمعالہ روسمھان عائشہ دین محمد صبا نسیم سارہ خان روشی وفا فائزہ بھٹی سامعہ ملک پرویز طیبہ نذیر لائبہ میر ودیعہ یوسف فریحہ شبیر شائستہ جٹ

موناشاہ شبنم کنول مدیحہ کنول سرور ارم کمال، اقصیٰ کشش منزہ عطا
عائش کشمالے انجم انجم اعوان عائشہ صدیقہ رابعہ مسکان فریحہ شبیر
ملالہ اسلم نارسول ہاشمی طاہرہ ملک رومانہ قریشی سمیہ کنول سندس
رفیق دلکش مریم فائزہ بتول پروین افضل ریما نور اور سارہ یہ سب
محبوب من قارئین کے لیے ڈھیر ساری محبت اور لامحدود
دعائیں۔ کچھ ایسے نایاب حرف بھی ہیں ان کیف آفریں یادوں
کے موسم کے جنہیں جب بھی پڑھوں قلم برق رفتار ہوجاتا ہے
اور کئی سجدہ شکر واجب ہو جاتے ہیں۔ اب باری آتی ہے
حرا قریشی کی ان کے ساتھ ہمارا تعارف تبصرہ نگار کا ساتھا مگر
افسانہ نگار کے طور پر بھی انہوں نے بہترین کام دکھایا افسانے کا
منفرد سا نام اس کے بعد الگ پیرائے میں سبق دیتی تحریر واقعی
پسند آئی ویل ڈن (صدف آصف)

مصنفہ حرا قریشی کا شمار ان مصنفین میں ہوتا ہے جن کی
کہانی پڑھتے ہی قاری بے اختیار ان کا نام یاد رکھتا ہے جن کی
تحریر میں چٹکی سحر انگیزی کا عنصر نمایاں ہوتا ہے یاد رہنے والی
مصنفین میں سے ایک اور یاد ہر کوئی نہیں رہتا (فاطمہ
عبدالخالق)

حرا کے تبصرے تحریر کو زندہ حقیقت کی مانند عیاں کردیتے
ہیں ان کے قلم میں روانی لفظوں میں چاشنی ہے (سعدیہ عابد)

حرا قریشی آسمان پر چمکتا ہوا ایک روشن ستارا مگر غرور پھر بھی
نہیں آدھی روٹی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ مختصر الفاظ میں بھی حرا اپنے
قلم کا جادو چلا سکتی ہیں (سیدہ عروج فاطمہ بخاری)

حرا قریشی نئے لکھنے والوں میں ایک خوش کن اضافہ ہیں
موضوع پر ان کی گرفت انداز بیاں قابل ستائش! عام قارئین کو
ان کی تحریر ثقیل اور بوجھل محسوس ہوتی ہے مگر وہ متروک الفاظ کو
غیر محسوس انداز میں نئی زندگی دیتی ہیں جو بلاشبہ اس دور میں
قابل قدر عمل ہے (ابن ریاض ماینازکالم نگار)

زندگی کے راستے پر جلتے ہوئے چراغ کی مانند ہیں آپ
(میرا حوصلہ کشا جگنو سحر ماہ دولت)

حرا قریشی کے افسانے بہت منفرد ہوتے ہیں۔ (حنا اشرف)

حرا کے پاس الفاظ کا ذخیرہ موجود ہے انہیں سوچ سمجھ کر
استعمال کریں تو اوج کمال (مریم جہانگیر)

حرا کے تحریر کردہ الفاظ قرطاس کے ساتھ ساتھ دل میں بھی
اترتے ہیں اور مکمل تحریر ذہن میں رقم ہو کر رہ جاتی ہے (عزیزم
رفعت خان)

حرا کے الفاظ کا چناؤ قاری کی توجہ کھینچ لیتا ہے۔ (حمیرا
نوشین)

حرا لاجواب لکھتی ہیں (خدیجہ عطا بیسٹ ایڈیٹنگ ماسٹر)

حرا بہترین لکھتی ہیں اردو بہت بہترین ہے حرا کی آدھی
روٹی پڑھ کر میں بہت اداس ہوگئی تھی۔

اس کے علاوہ تبصرے بھی اچھے ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی
بہت زیادہ مشکل اردو ہوتی ہے جو کہ سمجھنے میں مجھ جیسی کوڑھ مغز
کو تھوڑی دقت ہوتی ہے باقی تو حرا بہت بہترین لکھتی ہیں۔
(مہناز یوسف)

آپ انداز لکھنوی میں دور سلیس میں جتنے مشکل الفاظ کا
استعمال کر کے تحریر کو خوبصورت لکھتی ہیں قابل قدر ہے۔ (فیض
محمد شیخ صاحب)

ویسے بہتی گنگا میں ہاتھ دھونا کیا ہوتا یا ایف بی پر بخوبی سمجھ آیا۔
آنچل سے منسلک سب افراد کے لیے دعاؤں کا دائم
توشہ آخرت
آپ کی ادنیٰ سی خاکسار دعاؤں کی طلبگار حرا قریشی

☆ حرا ڈیئر! آپ کے لیے اتنا ہی کہیں گے۔
گلدستہ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
ایک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں
کچھ ایسا ہی انداز ہے آپ کا۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

۱) سال مہینہ تاریخ ہمیں کبھی یاد نہیں رہتیں، لوگوں سے پتا چلتا ہے، رہے احساسات تو نہ ہم نے کبھی خوشی منائی نہ ہی غم منایا لہٰذا دل کا موسم ایک سا رہتا ہے سہانا سہانا سکون آور، البتہ گھریلو چپقلش اس سکون کو اجاڑنے کی کوشش ضرور کرتی ہیں مگر ہم دھواں دار تقریروں اور مختلف حربوں سے اپنا من پسند دل کا موسم تلاش کر لیتے ہیں حمد و نعت پڑھ کر۔

۲) ہماری حمد و نعت کی کتاب "حوض کوثر" منظر عام پر آئی۔

۳) میری باقی تمام شاعری چھپوانا باقی ہے ابھی مرزا غالب کے مصرعوں پر لکھی شاعری جسے "نہر تسنیم" کا نام دیا ہے ان شاء اللہ 2017ء میں امید رکھی ہے۔

۴) رفعت سراج، فاخرہ گل، نمرہ احمد، حرا قریشی و دیگر بہت ساری بھی۔

۵) حمیرا نوشین، چندا چوہدری، بشریٰ گوندل، ام طیفور۔

۶) میں رسالے چھوڑ کر صرف قرآن پڑھنا اور لکھنا چاہتی

ہوں لہٰذا صرف چھوٹے سلسلے، خط اور شاعری تک محدود رہنا چاہتی ہوں البتہ سرسری جائزہ میں اگر کوئی تحریر کشش کرے تو دیکھا جائے گا۔
۷) سال بعد ہی کیوں ہر پل عمل کی کمی کا احساس ہے اور توبہ ہر پل جاری ہے۔
۸) بس "حوض کوثر" رسالوں کی سہیلیاں خاص کر سنبل ملک اور طاہرہ عندلیب کہ انہوں نے رابطہ کیا۔

فرح بھٹو...... حیدر آباد

۱) سال نو کی آمد پر اللہ سے دعا مانگتی ہوں کہ یہ نیا سال صحت و سلامتی امن اور سکون سے گزرے اور ہم سب پاکستانیوں کے لئے سعادت والا ثابت ہو۔
۲) اس سال کو اگر میں کامیابیوں کا سال کہوں اپنی ذات کے حوالے سے تو بے جا نہ ہوگا اللہ نے بہت کرم کیا اور میری تحریروں کو بہت پذیرائی ملی
۳) میں صرف اپنے اللہ سے امید رکھتی ہوں اور میری امیدوں سے بڑھ کر اس نے مجھے 2016 میں نوازا ہے الحمدللہ۔
۴) ادھورے کام تو زندگی کے ساتھ پورے ہو ہی جاتے ہیں میرا ماننا ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔
۵) فاخرہ گل کا ڈرامہ سکرا میرے گمشدہ میرا پسندیدہ رہا۔ میں سنجیدہ تحریروں کی شائق ہوں ہنستی مسکراتی تحریریں مجھے زیادہ مزہ نہیں دیتیں۔
۶) 2017 میں پڑھنا تو بہت مصنفین کو چاہتی ہوں اپنی تحریریں بھی۔ نگہت سیما فاخرہ گل صدف آصف اور بہت لمبی لسٹ ہے جن کو پڑھنا چاہوں گی۔
۷) آنچل ایک بہترین ڈائجسٹ ہے یہ بالکل مکمل ہے تبدیلی تو وقت کے ساتھ آ ہی جاتی ہے۔
۸) سال گزر جانے سے ہی نہیں ہماری زندگی ایک ایک منٹ آگے بڑھنے سے بھی ختم ہوتی جا رہی ہے اللہ پاک ہر گھڑی خیر کرے۔
۹) گزر جانے والا پورا سال الحمدللہ بہت خوشگوار یادیں چھوڑ گیا مجھے ماشا اللہ بہت خوشیاں ملیں بہت خوب صورت یادیں اس سال سے منسوب ہیں کافی اچھی رائٹر دوستیں فیس بک کے توسط سے مجھے ملیں میری غزلیں اور نظمیں نئے افق آنچل اور حجاب کا حصہ بنیں جس کی مجھے بے حد خوشی ہے۔

صباء خان...... ڈی جی خان

۱) نئے سال کی آمد کچھ اداس اور کچھ خوشی کا احساس اپنے ساتھ لاتی ہے۔
۲) ایسی تو کوئی خاص بات نہیں جس کا ذکر یہاں کیا جائے، مگر سب اچھا ہی رہا۔
۳) بہت سارے کام ہیں جو اس سال شروع کر رکھے تھے مگر وہ 2017 میں جا کر پایہ تکمیل ہوں گے۔
۴) اس سال مجھے آنچل میں چھپنے والے بہت سارے افسانوں، ناول اور ناولٹ نے متاثر کیا اس لیے خاص طور پر کسی ایک مصنفہ کا نام لکھنا مشکل ہوگا۔
۵) مجھے ساری شگفتہ تحریریں ہنسنے پر مجبور کرتی ہیں کوئی خاص تحریر ذہن میں نہیں ہے۔
۶) میں نئے سال میں عفت سحر طاہر، سباس گل، اور صدف آصف کے مکمل ناول پڑھنا چاہوں گی۔
۷) میں اللہ سے معافی کی طلب گار ہوں اور آنے والے سال میں اس کی طرف راغب رہنے کی خواہش مند ہوں۔
۸) مجھے اس سال بہت اچھے دوست ملے، جن کے ساتھ گپ شپ لگانے میں مجھے بہت مزہ آتا ہے ان کی دوستی میرے لیے خوبصورت یاد بن کر ذہن میں تازہ ہے۔
میری جانب سے تمام اسٹاف اور قارئین کو نئے سال کی نیک خواہشات

ہما خان...... لودھراں

۱) خدا کرے یہ نیا سال ارض پاکستان میں بسنے والوں کے لئے خوشیوں کا پیامبر ہو۔ سرزمین پاک میں بسنے والا ہر شہری خوشحال ہو۔
۲) ایسی کوئی خاص کامیابی تو نہیں جس کا یہاں ذکر کیا جائے مگر اللہ کا کرم رہا۔
۳) اس سال بہت ساری ایسی چیزیں رہ گئیں، جیسے ابو ہمارا گھر بنوا رہے ہیں، ٹھیکدار نے کہا تھا کہ دسمبر میں مکمل ہو جائے گا اور ہم وہاں شفٹ ہو جائیں گے، مگر اب لگتا ہے کہ 2017 فروری میں ہی ہم لوگ نئے گھر میں شفٹ ہوں گے۔
۴) اس سال کوئی ایک نہیں بہت ساری مصنفات نے متاثر کیا، جیسے راحت وفا، سمیرا، نازیہ کنول نازی، صدف آصف، اقبال بانو اور کچھ نئے لکھنے والوں نے بھی۔
۵) ہنستی مسکراتی تحریروں کی کچھ کمی سی لگتی ہے، مگر اس سال چھپنے والی تمام تحریروں نے متاثر کیا ہے۔
۶) نازیہ کنول نازی، صدف آصف، رفعت سراج، اقبال بانو۔

۷) وقت کس قدر تیزی سے گزر جاتا ہے۔
۸) میری بڑی بہن کے یہاں کافی سالوں بعد اولاد ہوئی تو اس دن امی ابو کی خوشی کا جو عالم اب بھی یاد آتا ہے تو میں مسکرا دیتی ہوں۔
میری جانب سے سب لوگوں کو نیا سال مبارک ہو

جویریہ ثناء ...... ملتان

۱) سال نو کی آمد پر میرے دل میں کبھی کوئی خاص فیلنگز نہیں جاگیں ملی جلی کیفیت میں پچھلے سالوں کی طرح سال نو گزر ہی جاتا ہے۔
۲) اس سال میری ایم ایس سائیکالوجی کی ڈگری مکمل ہوئی جو میں نے بہت اچھے نمبروں سے پاس کی یہ میری توقع سے بڑھ کر تھی۔
۳) جی 2016 میں جو مجھے امیدیں تھیں وہ اللہ کے فضل وکرم سے سب پوری ہوئیں ایم فل سائیکالوجی میں ایڈمیشن لینے کی خواہاں تھی اور امید تھی ہو جائے گا (ہو گیا) اس کے علاوہ جو کام ابھی تک ادھورا ہے وہ میری پڑھائی سے متعلق ٹیسٹ جو اس سال کچھ پرابلمز کی وجہ سے رہ گیا اور آئندہ 2017 میں پورا کرنے کی امید رکھتی ہوں۔
۴) اس سال مجھے جس مصنفہ کی تحریر نے متاثر کیا وہ نازیہ کنول نازی کی شب ہجر کی پہلی بارش ہے۔ بہت عمدہ انداز بیاں ہے ان کا اور اس تحریر نے مجھے ڈائجسٹ خریدنے پہ مجبور کیا۔
۵) صائمہ قریشی کی تحریر ا ناڑی پیا۔
۶) نادیہ احمد صدف آصف ندا حسنین فاخرہ گل نازیہ کنول نازی ان تمام مصنفات کے مکمل ناول پڑھنا چاہوں گی۔
۷) آنچل کے تمام سلسلے بہت زبردست ہوتے ہیں ہر اسٹوری ناولٹ ایک سے بڑھ کے ایک ہے میرے خیال کے مطابق اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے پورا رسالہ پرفیکٹ ہوتا ہے۔
۸) ہم کیسی غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں زندگی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک خوب صورت نعمت ہے لہٰذا اس کو اسی کے کاموں کے لیے وقف کریں اور قرآن سنت کے مطابق زندگی گزاریں یہ دنیا فانی ہے سب سے پیار محبت اور مل جل کر رہیں۔
۹) ویسے تو مادر علمی کے گزرے دو سال ہی خوب صورت یادوں پر مشتمل ہیں لیکن 2016 میں نیشنل کانفرنس جو تین روز پر مشتمل تھی جہاں ہم تینوں فرینڈز نے بہت زیادہ انجوائے کیا تھا (ارم سعدیہ) خوف اور خوشی کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ سائیکاٹرسٹ وارڈ میں گزاری گئی ایک رات اور دسمبر کی ٹھٹھرتی آدھی رات کو عمران بھائی کا ہمیں وارڈ سے نشتر گرلز ہاسٹل میں منتقل کرنا (سعدیہ کے ہاتھ میں استری ارم کا دائیں بائیں بازو میں میرا بہت سارا سامان منتقل کرنا اور مریضوں کا بار بار ہمیں مڑ کر دیکھنا نشتر کی بیک پہ چاول چنوں کے ساتھ انکل کے چھری چمچ اٹھانا) یہ لمحے جنہیں میں بھلانا چاہوں تو کبھی نہیں بھول سکتی۔

حیا چوھدری ...... ملتان

۱) عین ممکن ہے کہ اس نئے سال میں مجھے میری کھوئی ہوئی منزل مل جائے۔
۲) جی میں نے اپنا ماسٹرز بڑے شاندار نمبروں سے پاس کر لیا۔
۳) نہیں اس حوالے سے تو کچھ کہنا مشکل ہوگا، کیونکہ بہت کچھ ہے جو ابھی ادھورا ہے۔
۴) میں آنے والے سال میں بہت ساری لکھنے والوں کو آنچل کے صفحات میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ جن میں خاص طور پر نائلہ طارق، اقراء صغیر، شازیہ مصطفیٰ اور صدف آصف شامل ہیں۔
۵) کسی ایک کا نام تو نہیں لکھ سکتی مگر یہ ضرور کہنا چاہوں گی کہ ایسی تحریریں چند لمحوں کے لیے ہی سہی، چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دیتی ہیں جو کہ اس پُر آشوب دور میں نفسا نفسی کے عالم میں غنیمت ہیں۔
۶) میں اس سال نائلہ طارق اور صدف آصف کے مکمل ناول پڑھنا چاہتی ہوں۔
۷) اس سال آنچل میں کہانیوں کا معیار مزید بلند ہو اور یہاں صرف چند لکھنے والوں کی اجارہ داری نہ ہو بلکہ سب کو موقع ملے۔
۸) اے نئے سال بتا، تجھ میں نیا پن کیا ہے؟
ہر طرف خلق نے کیوں شور مچا رکھا ہے
روشنی دن کی وہی تاروں بھری رات وہی
آج ہم کو نظر آتی ہے ہر ایک بات وہی
۹) مجھے راحیل شریف کے دور میں ہونے والی تبدیلیوں نے متاثر کیا، نئے آرمی چیف سے بھی یہ ہی امید ہے۔

صوبیہ بلال ...... ظاھر پیر

۱) ہر سال ہمارے ملک پر بہت ہی سخت گزرتا ہے اس لیے ہر سال نو کی آمد پر یہی دعا ہوتی ہے کہ اللہ میرے ملک اور ملک کے تمام لوگوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہمارا وطن مزید

ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ دسمبر کے گزرنے پر دکھ اور ملال بھی ہوتا ہے اور نئے سال کی آمد پر اللہ کا شکر بھی ادا کرتی ہوں کہ زندگی کی مہلت میں اضافہ ہوگیا ہے۔

۲) مجموعی طور پر یہ سال میرے لیے کامیابی کا سال نہیں تھا، ہاں اس سال ٹیچنگ کرنے کا تجربہ ہوا۔

۳) ہاں واقعی 2016ء سے بہت امیدیں جڑی تھیں مگر افسوس وہ پوری نہیں ہوسکیں، اللہ سے دعا ہے کہ 2017ء میں ادھورے خواب پورے ہوجائیں۔

۴) ماشاء اللہ ساری مصنفین بہت اچھا لکھ رہی ہیں مجھے عائشہ نور محمد کی تحریریں بہت اچھی لگیں۔

۵) ویسے تو زیادہ تر سنجیدہ موضوعات پر لکھی تحریریں ہوتی ہیں صائمہ قریشی کی تحریریں کچھ ہلکی پھلکی ہوتی ہیں۔

۶) بہت اچھا سوال ہے ویسے تو بہت ساری سینئر رائٹرز لکھ رہی ہیں اللہ کا شکر ہے اکثر رائٹرز اسلامی نقطہ نظر سے لکھ رہی ہیں بہت خوشی ہوتی ہے نیو رائٹرز میں بھی عائشہ نور محمد کی تحریریں پڑھنا چاہوں گی۔

۷) میرے خیال میں تو آنچل کو کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں سارے سلسلے بہت اچھے ہیں۔

۸) زندگی سے ایک سال کم ہونے پر ملال تو ہوتا ہے اور نئے سال یہی کوشش ہوتی ہے کہ دلوں کو ہر طرح کے گلے شکوے سے صاف کرلیں اور زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں تاکہ اگلی زندگی میں مشعل راہ بن جائیں۔ باقی توفیق تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

۹) 2016ء سے متعلق میرے پاس شیئر کرنے کے لیے کچھ نہیں، دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

عریشہ سہیل...... کراچی

جواب ۱: سالِ نو کی آمد پہ دل میں بہت سی امیدیں جاگ جاتی ہیں، خوشی کے ساتھ ساتھ بہت سی آرزوئیں اور تمنائیں دل میں مچلتی ہیں لیکن ساتھ ہی دل بہت اداس بھی ہو جاتا ہے۔ ہر سال جشن کے نام پہ ہونے والی فائرنگ سے بہت سے لوگ جاں بحق و زخمی ہو جاتے ہیں۔ دکھ ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ ہماری قوم میں اتنا شعور بھی نہیں ہے کہ خوشی کس طرح منائی جاتی ہے۔

جواب ۲: اس سال الحمدللہ بہت سی کامیابیوں نے قدم چومے۔ وہ کامیابیاں میرے لیے تو بہت بڑی تھیں لیکن شاید آپ لوگوں کے لیے وہ اتنی اہمیت کی حامل نہ ہوں۔ سال کا آغاز شاندار تھا، پہلے ہی مہینے میں ایک معلوماتِ عامہ کے مقابلہ میں تیسرا انعام حاصل کیا، آنچل سمیت کئی رسالوں میں شاعری شائع ہوئی، بطور سینئر نائب مدیرہ ایک ڈائجسٹ سے تعلق جڑا، بی۔اے کے سالانہ امتحانات میں پہلی ڈویژن حاصل کی، ایک افسانہ اور ایک مختصر آرٹیکل شائع ہوئے، زندگی کا پہلا انٹرویو شائع ہوا اور بھی بہت سی چھوٹی کامیابیاں سمیٹیں۔ (مبارک ہوں)

جواب ۳: الحمدللہ ۲۰۱۶ میرے لیے بہت اچھا ثابت ہوا۔ بہت سی کامیاں اور خوشیاں نصیب ہوئیں۔ کچھ کام ادھورے بھی رہے اور کچھ امیدیں دم بھی توڑ گئیں۔ میں چاہتی تھی کہ اس سال بہت سی کہانیاں لکھ کر آنچل میں بھیجوں تاکہ جلد از جلد شائع ہونے کی باری آئے لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں زیادہ نہیں لکھ سکی، قلم کی رفتار دھیمی رہی۔ اب ارادہ یہی ہے کہ ان شاء اللہ ۲۰۱۷ میں وہ سب کچھ لکھوں گی جو ذہن میں کھلبلی مچائے ہوئے ہے۔

جواب ۴: یوں تو سبھی لکھاریوں نے قلم کے ساتھ انصاف کیا لیکن مجھے طلعت نظامی، عرشیہ ہاشمی اور نادیہ فاطمہ رضوی کی تحریروں نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

جواب ۵: بات یہ ہے کہ مجھے ہنسی ذرا کم ہی آتی ہے، زیادہ تر بس مسکرانے پہ ہی اکتفا کرتی ہوں اس لیے کسی بھی مصنفہ کی تحریر پر ہنسی تو نہیں آئی البتہ اکثر تحریریں پڑھتے ہوئے چہرے پر تبسم پھیل جاتا ہے۔

جواب ۶: ۲۰۱۷ میں طلعت نظامی اور فاخرہ گل کے مکمل ناول پڑھنے کی خواہاں ہوں۔ طلعت نظامی موضوع کا چناؤ بہترین کرتی ہیں جبکہ فاخرہ گل تو کسی تعریف کی محتاج نہیں ہیں۔ ماشاء اللہ وہ جو بھی لکھتی ہیں کمال لکھتی ہیں۔

جواب ۷: میرے نزدیک آنچل ایک ایسا ڈائجسٹ ہے جسے کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ یہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ آتا ہے اور آتے ہی سب کے دل میں گھر کر لیتا ہے۔

جواب ۸: گزرتے وقت کے بارے میں جب بھی سوچتی ہوں تو افسردہ ہو جاتی ہوں۔ میں کبھی بھی خود سے اور اپنے کام سے مطمئن نہیں ہو پاتی، میں اب تک اپنے اس دنیا میں آنے کے مقصد کو نہیں کھوج سکی، میں بہت کچھ کرنا چاہتی ہوں لیکن اب تک ایک چوتھائی کام بھی نہیں کر سکی۔ ہر گزرتا سال اس

بات کا شدت سے احساس دلاتا ہے کہ نہ میں اللہ کو راضی کرسکی اور نہ ہی اپنے اردگرد کے لوگوں کو۔ کبھی کبھی جب خود احتسابی کے عمل سے گزرتی ہوں تو اندازہ ہوتا ہے کہ نہ میں ایک اچھی مسلمان بن سکی اور نہ ہی انسان۔

جواب ۹: جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ ۲۰۱۶ء میرے لیے بہت اچھا ثابت ہوا یہی وجہ ہے کہ یہ سال میرے لیے بہت خوبصورت یادیں چھوڑ کر جارہا ہے۔ اس سال سے وابستہ تمام یادیں یہاں لکھنا ممکن نہیں پھر بھی کچھ تحریر کررہی ہوں۔ اس سال میں نے وہ سب حاصل کیا جو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا اور سب سے زیادہ خوشی یہ دیکھ کر ہوتی ہے کہ میرے والدین نہ صرف مجھ سے خوش ہیں بلکہ انہیں مجھ پر فخر بھی ہے۔

صالحہ عزیز صدیقی...... کراچی

۱) بس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں خدا کرے میرے وطن پر کوئی ناگہانی مصیبت نہ آئے جیسا کہ شروع سال اور جاتے ہوئے سال میں اکثر ایسے حادثات ہوجاتے ہیں جو نہ کبھی بھولنے والے ہوتے ہیں۔

۲) جی ہاں یہ سال میرے لیے خوشی کا پیغام لے کر آیا میری بیٹی اور بیٹے نے اپنی تعلیم مکمل کی اور میں سجدہ شکر بجالائی اللہ تیرا لاکھ شکر ہے۔

۳) ہاہاہا انسان خواہشوں کا پتلا ہے ایک خواہش پوری نہیں ہوتی کہ دوسری جنم لے لیتی ہے۔ یہی حال ہمارا ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ میں بچوں کی کہانیاں جو لکھی ہیں ان کو کتابی شکل میں لے آؤں، ان شاء اللہ اس سال متوقع ہے اگر آپ لوگوں کی دعائیں ہمارے ساتھ رہیں۔

۴) ارے واہ نیکی اور پوچھ پوچھ میں اپنی گمشدہ مصنفہ بہن لبنیٰ غزل کا مکمل ناول پڑھنا چاہوں گی جو یقیناً لکھنے کے میدان میں آچکی ہیں۔

۵) جب میری کہانی کو آنچل نے سہارا دیا تو میں سمجھ گئی یہ وہ ماں ہے جس کی چھاؤں میں معصوم لکھاری پرورش پاتے ہیں اور حوصلہ افزائی سے بڑھ کر کیا صلہ مل سکتا ہے صحیح کہا ہے کسی نے کسی چیز کو پانے کے لیے ہمیں اس کی گہرائی میں جانا پڑتا ہے جس کا مجھے آج احساس ہوا میں ناحق اِدھر اُدھر ڈولتی ہوں شکریہ آنچل آپ جیسے ہو ویسے ہی رہنا مجھے اچھا لگتا ہے تیرے آنچل کا سایہ۔

۶) زندگی کا ایک دن جاتا ہے تو دل اداس ہوتا ہے اور سوچتی ہوں یہ دن گزرا اس میں میں نے کیا کھویا کیا پایا، اسی طرح دن مہینوں اور مہینے سال میں تبدیل ہوجاتے ہیں پوری زندگی کا احاطہ کرنے میں مجھے فیصلہ کرنے میں آسانی ہوجاتی ہے میں نے کسی کے ساتھ برا سلوک تو نہیں کیا اپنے بہن بھائیوں کی دل آزاری تو نہیں کی یا جانے انجانے میں اپنا تکبر جیسا لہجہ تو نہیں استعمال کیا میں معافی مانگنا چاہوں گی ان سب سے جن کو میری بات سے ٹھیس پہنچی ہو۔

۷) جی ہاں یہ سال یعنی 2016ء میری زندگی کا اہم سال تھا میں اس سال اپنے بچوں کے ساتھ پاکستان ٹور پر گئی تھی جہاں ہم نے بالاکوٹ، کاغان، لولوسر لیک کے علاوہ دیگر تفریحی مقامات کی سیر کی جو میں کبھی نہیں بھول سکتی یہ پل میری یادوں کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے۔

سمھان آفریدی...... ڈسکہ

۱) نیو ایئر کے حوالے سے کچھ پلان ہوتے ہیں، کچھ خواب ہوتے ہیں، کچھ امیدیں ہوتی ہیں جو ہر نئے سال میں پورے کرنے ہوتے ہیں، مگر زندگی اتنا حسین موقع کب دیتی ہے کہ ہر خواہش پوری ہو، سو اس حوالے سے اللہ سے ایک یہی دعا ہوتی ہے کہ وہ اپنے خزانے سے میری خواہش پوری کرے۔

۲) میرا انٹر کا رزلٹ آیا، جو میری خواہش سے بہت اچھا تھا، مجھے تو امید ہی نہیں تھی کہ میں پاس ہوں گا لیکن والدین کی دعاؤں اور اپنی محنت کا صلہ مل گیا، جس کے لیے میں اللہ کا بہت شکر گزار ہوں۔

۳) سچ بتاؤں تو 2016ء بہت کچھ سکھا گیا، آگے بڑھنے کا حوصلہ، بہادری، یہ سب سکھا کر گیا، جہاں تک بات ہے امید اور خواہشوں کی تو کچھ پوری ہوئیں اور کچھ 2017ء میں پوری کرنے کا عہد دیا، اب دیکھو 2017 کتنی پوری کرتا ہے۔

۴) سباس گل، نادیہ فاطمہ رضوی، سلمٰی فہیم گل، عشنا کوثر سردار، اقرا صغیر، صائمہ قریشی، نزہت جبین ضیا، فاخرہ گل، رفعت سراج اور نیو رائٹرز خصوصاً سحرش آپی۔

۵) فاخرہ گل کی ف سے فیس بک، صائمہ قریشی کی اناڑی پیا۔

۶) ویسے اگر یہ خواہش اگر حقیقت میں پوری ہوئی تو میں صرف ام مریم اور عشنا کوثر کے کمپلیٹ ناول چاہتا ہوں پڑھنے کے لیے (میں جانتا ہوں یہ پوری نہیں ہوسکتی لیکن دل کا کیا کریں......)

۷) 2017ء میں آنچل میں یہی تبدیلی چاہتا ہوں کہ پرانی رائٹرز بھی حصہ لیتی رہیں اور نئی رائٹرز کو موقع ملنا چاہیے۔ اس کے علاوہ تو آنچل مکمل پرفیکٹ ہے۔

۸) سوچ نہیں دعا ہوتی ہے، اے اللہ پاک آپ کی یاد سے جو غفلت کے پل اس سال میں گزرے اس کا دوبارہ موقع مت دینا 2017ء میں۔

۹) بہت سی یادیں ہیں سوئیٹ سی، ایک شیئر کرتا ہوں، ہوا کچھ یوں کہ عیدالفطر پر میں نے اور میرے کزن نے آؤٹنگ کا پلان بنانا لیکن بابا نے اجازت نہیں دی، ان کا کہنا تھا کہ عید پر رش زیادہ ہوتا ہے اور بائیک پر ایکسیڈنٹ کا بھی خطرہ ہے۔ لیکن میرے کزن کو نہ جانے کیا سوجھی جھٹ سے بولا تایا ابا ٹھیک ہے، ہم نہیں جاتے وہاں مگر میرے دوست کی امی بیمار ہیں عید سے چند دن پہلے ان کی طبیعت خراب ہوئی اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان کی عیادت کر آئیں، عید کا دن ہے ان کو بھی اچھا لگے گا اور میرے بابا ٹھہرے ہمدردی کے دیوانے، بولے ٹھیک ہے جاؤ مگر ٹائم سے جانا، پھر کیا جناب خوشی سے ہمارے پاؤں زمین پر نہیں ٹھہرے، وہ کہتے ہیں نا کہ چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے جب نکلنے لگے تو میرے منہ سے بلند آواز سے نکلا ولی اپنا فون تو اٹھاؤ تصویر نہیں لینی کیا وہاں کی۔ پھر کیا جناب بابا نے پکڑلی ہماری چوری اور پھر غصہ کرنے لگے، مگر ہماری سپورٹر دادو اس وقت کام آئیں، شام سے پہلے گھر پہنچنے کی شرط پر ہمیں اجازت مل گئی، مگر ہم بھی جناب شام کے بعد ہی گھر پہنچے۔ ہاہاہاہا

صائمہ مشتاق...... سرگودھا

۱) میرے لیے سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ کرن اور آنچل کی وجہ سے مجھے پہچان ملی اور سب سے بڑھ کر میرے لیے یہ بڑی کامیابی ہے کہ ہمارے خاندان میں کوئی بھی لڑکی جاب وغیرہ نہیں کرسکتی لیکن میں نے اپنا بیوٹی پارلر بوتیک اور ٹیوشن سینٹر بنایا میرے لیے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

۲) 2016ء میں کچھ امیدیں پوری ہوئی ہیں اور ابھی کچھ ادھوری ہیں میرے ادھورے کام جو رہ گئے ہیں وہ یہ کہ دو سال سے ایک ناول لکھ رہی ہوں لیکن ابھی تک مکمل نہیں کرپارہی لیکن انسان چاہتا کچھ اور ہے اور ہوتا کچھ اور ہے۔ جو خدا کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔

۳) کسی ایک کا لکھوں تو دوسروں سے ناانصافی ہوگی۔ اقرا صغیر احمد۔

۴) فاخرہ گل کی تحریر جولائی 2016ء میں پڑھی اس کا نام تھا۔ ع سے عید بہت مزہ آیا پڑھ کر۔

۵) 2017ء میں صائمہ قریشی نمرہ احمد نگہت عبداللہ، نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور کو پڑھنا چاہتی ہوں۔

۶) سال کے اختتام پر دکھ تو ہوتا ہی ہے لیکن یہ قدرت کا نظام ہے اس کو روکنا ہمارے بس میں نہیں، سال کے اختتام پر سوچتی ہوں کہ اس سال میں، میں نے کیسے عمل کیے کسی کو تکلف تو نہیں دی کسی کو میری وجہ سے کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔

۷) 2016ء کی خوب صورت یادیں بہت کم ہی ہیں ہاں 2016ء جنوری میں میرے دادا ابو نے (میاں منظور حسین) عمرے کی سعادت حاصل کی تھی تو سارے خاندان والے امی کے ہاں جمع ہوئے تھے، بہت مزہ آیا تھا وہ دن آج بھی میں یاد کروں تو بہت خوش ہوتی ہوں کیونکہ انسان اپنی زندگی میں اتنا مصروف ہوگیا ہے کہ کسی کے ساتھ ملنے کا وقت ہی نہیں یوں کسی موقع پر سب کا اکٹھا ہونا، بہت اچھا لگتا ہے۔

۸) 2017ء میں آنچل میں، میں یہ تبدیلی دیکھنا چاہتی ہوں کہ آرٹسٹوں وغیرہ کا بھی انٹرویو لیا کریں اور جس کا سب سے زیادہ اچھا تبصرہ ہوگا اس کو میرآف دامنتھ کا ٹائٹل دیا کریں یہ قارئین کے لئے کہہ رہی ہوں۔

اقرا مزمل، آصفہ داؤد...... ظاہر پیر

۱) سال نو کی آمد پر یہی احساس ہوتا ہے کہ آخرت کا ساماں اس سال بھی بہت کم کیا۔

۲) ہم نے جو بھی آنچل میں لکھا ہے وہ اگر شائع ہوگیا تو وہ ہماری سب سے بڑی کامیابی ہے۔

۳) کچھ تو پوری ہوگئی کچھ باقی ہیں آنچل اور حجاب میں مکمل ناول لکھنا۔

۴) اس سال جس نے ہمیں متاثر کیا ہے اقرا صغیر احمد، نگہت سیما۔

۵) جس مصنفہ نے ہمیں ہنسنے پر مجبور کیا وہ ہیں صائمہ قریشی، ام ایمان قاضی۔

۶) 2017ء میں ہم سمیرا شریف طور، ام مریم، سباس گل، صائمہ قریشی کو پڑھنا چاہیں گے۔

۷) قسط وار ناولوں کے صفحات بڑھائیں۔

۸) ہماری جو سب سے بڑی خواہش ہے وہ اس سال بھی

پوری نہیں ہوئی، حج و عمرہ کی سعادت ہمیں اللہ تعالیٰ نصیب کرے آمین۔

۹) 2016ء میں پہلی بار میں نے 12 ربیع الاول کا میلا کروایا ہے یہ بہت ہی خوب صورت یاد ہے میرے لیے۔

اقرا لیاقت...... حافظ آباد

۱) کیا سوال پوچھ لیا آپ نے نئے سال کے متعلق احساسات ہر بار علیحدہ ہوتے ہیں کبھی خوشی کبھی غم اس دفعہ بہت خوش ہوں وجہ معلوم نہیں (لگتا ہے کوئی بڑی خوشی ملنے والی ہے) نیو ایئر کے احساسات پچھلے سال بہت عجیب تھے مارننگ شو دیکھتے ہوئے جگن کی بات پسند آئی کہ نئے سال کے لیے گول سیٹ کرو انہیں لکھ لو اور جب سال جانے لگے تو دیکھو کیا کیا حاصل کیا ہے میں نے ایسا کیا 15 گول سیٹ کیے اور آپ کو حیرانی ہوگی کہ آنچل میں لکھے یہ سوالات پڑھتے یہ بات یاد آئی ڈائری نکالی تو بس گول واقع ہی گول ہوئے پڑے تھے جناب پھر کہا جو مائز گول تھے وہ پانچ دن میں حاصل کیے اور آئندہ ایسے کام کرنے سے پناہ مانگی (جو کرنے نہیں تھے) اب احساسات بہت اچھے ہیں کیونکہ سنا ہے جنوری میں ہمارا فن فیئر اور مارچ میں ٹور جانا ہے تو آئم سو ایکسائٹڈ۔

۲) سو سیڈ ایسی کوئی کامیابی نہیں جو میری توقعات سے بڑھ کر ثابت ہوئی ہو مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہر پل خوشیوں سے بھرپور دیا اور کامیاب بنایا اس کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے میرے لیے میرا اللہ ہی کافی ہے اس کی نصرت سے بڑھ کر کسی کی مدد نہیں خدا تمام انسانوں کی دلی نیک خواہشات پوری کرے اور مجھے میرے مقاصد میں کامیاب کرے آمین۔ اس کے علاوہ میم سمعیہ سے رابطہ بحال کرائے میں تو ترس جاتی ہوں ان سے بات کرنے کو۔

۳) 2016ء سے بہت سی امیدیں تھیں بعض پوری ہوئیں اور بعض ادھوری رہ گئیں آنچل میں افسانہ لکھنا چاہتی تھی جو بوجہ وقت کی قلت ممکن نہیں ہوا امید ہے 2017ء میں مجھے بہت محنت کرنی ہے پوزیشن لینی ہے اور باقاعدگی سے نماز پڑھنی ہے (ان شاء اللہ) اللہ توفیق دے آمین اور مجھے خدا پر یقین ہے کہ اس سال میری کزن عنزہ بہت جلد اپنا مقام بنالے گی ان شاء اللہ اور میم سمعیہ ڈگری کالج جلال پور آئیں۔

۴) ہر مصنف ہی بہت اچھا ہوتا ہے لیکن مجھے حرا قریشی اور عظمیٰ شاہین نے بہت متاثر کیا انہوں نے قلم کا حق ادا کردیا ہے اس کے علاوہ حجاب کے تمام افسانہ رائٹرز نے کمال لکھے۔ اللہ انہیں مزید ترقیاں اور کامیابیاں عطا فرمائے۔

۵) مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آنچل میں اس سال کوئی ایسی تحریر نہیں تھی جس نے مجھے ہنسنے پر مجبور کیا ہو ہر فرد تنقید اور تعریف کا حق رکھتا ہے اور الحمدللہ آنچل نے یہ حق سب کو دیا ہے، آنچل کو ایسی تحریریں ضرور شائع کرنی چاہیے جو چند لمحوں کی خوشی کا باعث بنیں اور ایسے رائٹرز کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے سیدہ غزل زیدی پلیز کم بیک قلم کے ذریعے جہاد جاری رکھیں۔ میں سیدہ غزل زیدی، حرا قریشی، عظمیٰ شاہین سے بہت متاثر ہوں اور نمرہ احمد تو موسٹ فیورٹ ہیں فائزہ افتخار بہت بہترین رائٹر ہیں میں آنچل کے صفحات پر نمرہ احمد کو دیکھنا چاہتی ہوں اس کے علاوہ سیدہ غزل زیدی اور ام مریم کو ویلڈن آپ تینوں ضرور آنچل میں انٹری دے دیں پلیز آپی نمرہ پوسٹ۔

۶) ظاہری بات ہے لائف کا ایک سال کم ہونے کا دکھ کسے نہیں ہوتا ہاں دکھ ہے کہ لائف کا ایک سال کم ہو رہا ہے خوشی بھی ہے کچھ اچھے کام کیے لیکن برے کام بھی بہت کیے لیکن اللہ کریم سے دعا ہے کہ آئندہ سال زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے گناہ ہیں زیادہ یا تیری رحمت
کریم تو ہی بتا دے حساب کر کے مجھے

بس امید ہے کہ اللہ معاف کرنے والا ہے معاف کردے گا ان شاء اللہ میں چاہتی ہوں کہ میں باقاعدگی سے نماز ادا کروں اللہ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے ایک بات کی بہت خوشی ہوئی کہ میم حنا پرنسپل بن گئی اور دکھ یہ کہ میم سمعیہ ہم سے ملنے نہیں آئیں آئندہ سال آئیے گا پلیز میم۔

۷) کیا پوچھ لیا آپ گڈ میموریز تو بہت ساری ہیں لیکن ایک آپ کے گوش گزار کرتے ہیں کہ ہم چار کزنز نماز پڑھ رہی تھیں اور بھائی نے پوچھا سات روپے کس کے ہیں میز کے نیچے سے ملے ہیں تو ہم چاروں کی چاروں نے نماز توڑ کر (استغفراللہ) کہا ہمارے ہیں پھر کیا ہوا سب کے ہنس ہنس کے پیٹ میں بل پڑ گئے اور ہم چاروں شرمندہ متعلقہ شرمندگی سے بچنے کے لیے دوبارہ سے نماز شروع کردی (اللہ ہمیں معاف کرے) خوشیاں تو کافی ملیں الحمدللہ اللہ مزید دے آمین، آپ کو بھی اور ہمیں بھی چلیں جوابات زیادہ لمبے نہ ہو

جائیں اس لیے خدا حافظ۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

۱) پہلے سے خدوخال ہیں نہ پہلے سے وہ خیال
ہم ایک سال کے اندر کتنے بدل گئے

جہاں تک احساسات کی بات ہے تو ایک دم سرد، جامد دسمبر جنوری کی ٹھٹھرتی اداس شاموں اور راتوں کی طرح جنوری کے آنے سے پہلے تو مجھے دسمبر کے جانے کا غم ہی کھائے جاتا ہے مجھ سے تو یہ دسمبر رکتا نہیں تو پھر دل کرتا ہے کہ سب کو پکڑ پکڑ کر بولوں کوئی تو جاتے دسمبر کو روک لے کوئی تو پھر میرے دل سے ایک عجیب سی دعا نکلتی ہے کہ اللہ مجھے ایک اور دسمبر دکھا دے ایک اور......

اکثر تو اس بات کی سمجھ نہیں آتی لوگ کیسے نئے سال پر پٹاخے پھوڑتے ہیں کون سی خوشی انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے ان کے اندر ایسا کون سا انوکھا جذبہ جو انہیں یہ سب کرنے پر اکساتا ہے، ہم سے تو نہ ہوسکا آج تک ہمیں تو ایک ہی بات رولائے دیتی ہے۔

ساجد کوئی کلی نہ کھلی شاخ غم پر
یہ سال بھی عذاب جہالت میں کٹ گیا

ہاں یہ ہوتا ہے کہ اپنے پیاروں کے لیے دعا کرتی ہوں کہ اس سال بھی ہمارے ساتھ ہوں۔

۲) ایسی کوئی بڑی کامیابی تو نہیں ہاں مگر یہ ہوا کہ مارچ میں بخیر و عافیت اسپتال سے گھر واپس آئی، اگست میں ایم اے پارٹ ون کے پیپر ہوئے ستمبر میں اکلوتے بھائی کی شادی دیکھی کچھ زیادہ بڑی نہیں مگر چھوٹی چھوٹی کامیابیاں ساتھ ساتھ چلیں۔

۳) 2015ء کافی برا سال گزرا تو 2016ء سے کوئی خاص امیدیں وابستہ ہی نہیں کیں مگر پھر بھی 2016ء میں بہت کچھ ایسا اچھا ہوا جس کی مجھے قطعی امید نہیں تھی اور اس کے علاوہ دل ناراض کو خوش کرنے میں بہت سا سامان رہ بھی گیا، زندگی میں کچھ بھی یکدم پورا نہیں ہوتا ہمارے بھی کچھ ادھورے کام ہیں، جن کے کرنے کو من بے تاب و بے قرار مگر ان ادھورے کاموں کی تشہیر پر راضی نہیں بس دعا کریں 2017ء خوشی کا پیغام لے کر آئے ہم سب کے لیے۔

۴) ہر مصنفہ نے اپنے اپنے طور پر متاثر کرنے کی بھرپور کوشش کی کیونکہ ہر تحریر کوئی نہ کوئی مقصد لیے ہوتی ہے کسی ایک کا نام لینا دوسرے کے ساتھ زیادتی ہوگی مگر پھر بھی...... پھر بھی یہ اور بات کہ دو چار نام ایسے ہیں
جنہیں بھلانا بھی چاہوں تو میں بھلا نہ سکوں

۵) یہ ذرا مشکل سوال ہے ہمیں ذرا کم ہی کسی ناول پر ہنسی آتی ہے۔

۶) 2017ء میں بہت سی رائٹرز کے ناول پڑھنا چاہوں گی سب سے پہلے تو اپنی سمیرا شریف طور سے مکمل ناول لکھوایئے، عشنا کوثر کو بھی پکڑیے، نادیہ جہانگیر، سائرہ رضا، سمیرا احمید، نایاب جیلانی، نبیلہ عزیز، عفت سحر، آسیہ مرزا سے کوئی ایک ایک تو ناول ضرور لکھوایئے اگر ایسا کرلیا تو (یہ دل آپ کا ہوا)۔

۷) 2017ء میں آنچل میں تبدیلی کوئی خاص نہیں،
کون سی بات ہے تم میں ایسی
اتنے اچھے کیوں لگتے ہو؟

دماغ ایک دم خالی کسی ٹین ڈبے کی طرح جیسے بجانے پر خالی پن کا احساس ہوگا اور کچھ بھی نہیں ہر خیال، ہر سوچ پر برف پڑ جاتی ہے کیونکہ گزرے برس میں بعض چیزیں بعض یادیں ہوتی ہی ایسی ہیں جامد سرد کردینے والی۔

کتنی سارنگ ہے زندگی

۹) ہر گزرنے والے دن میں کچھ نہ کچھ اچھا اور برا ہوتا ہے اور ہر لمحے پر یاد کا موسم ٹھہر جاتا ہے کچھ یادیں تو دل کو گدگدانے والی ہوتی ہیں جن کے تصور میں آتے ہی رگ وجاں میں سرمستی کی ہی کیفیت طاری ہوجاتی ہے لمحے گنگناتے لگتے ہیں سرگوشیاں ہوتی ہیں قہقہے گونجتے ہیں دل ویران میں رنگ برنگے پھول کھلنے لگتے ہیں، بہاریں رقص کرتی ہیں مگر بعض یادیں ساری رعنائیوں کو نگل لیتی ہیں خزاں کی طرح ہیں نا خوب صورت یادیں، بہت خوب صورت بھی ہیں، بتاؤں گی مگر ابھی نہیں اسے کسی اور وقت کسی اور ملاقات کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔

کچھ چیزیں اور باتیں راز رہنے دیں نا مجھے اب کھلی کتاب تو نا بنائیں بعض کتابیں کھلنے کے لیے نہیں بند رہنے کے لیے ہوتی ہیں ان کے لیے کچھ خاص وقت خاص لوگوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

(جاری ہے)

چراغ خانہ
رفعت سراج

قسط نمبر 13
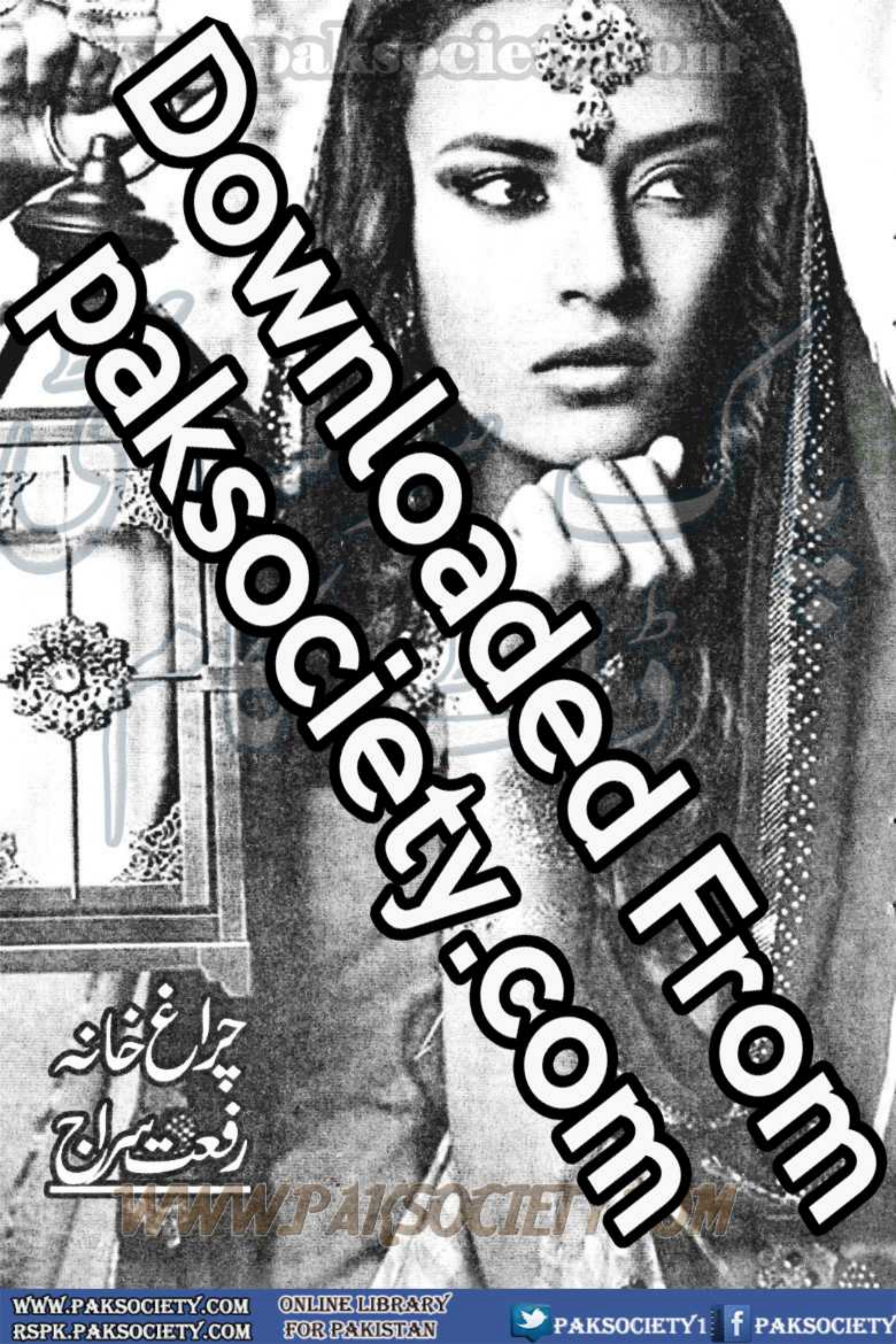
اک ہجر تھا سو وہ بھی رہا شور و شر میں گم
اک وصل تھا سو وصل کو شدت نہ مل سکی
جو لوگ دور تھے سوا دور ہی رہے
جو پاس تھے سو ان سے طبیعت نہ مل سکی

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

مانو آپا عالی جاہ کی بات پر ششدر رہ جاتی ہیں وہ عالی جاہ کے لیے اللہ سے ہدایت مانگتی آخرت کی بربادی کے تصور ہی سے لرزاں ہوجاتی ہیں۔ دوسری طرف سعدیہ کمال فاروقی کا انتظار کررہی ہوتی ہے وہ انہیں پیاری کی اصل صورت دکھانا چاہتی ہے وہ اتنی جذباتی اور احمق نہیں ہوتی کہ دانیال کے سامنے وہ سارے انکشافات اگلتی جو عالی جاہ نے ان کی سماعت کے نذر کیے تھے سعدیہ اس وقت کسی کے سامنے اپنی بھڑاس نکالنا چاہتی ہیں وہ سوچ کر عالی جاہ سے ہی رابطہ کرتی ہے۔ عالی جاہ انہیں اپنی باتوں میں الجھا کر مزید ٹینس کرتا سلسلہ منقطع کردیتا ہے۔ دوسری طرف پیاری کو سمجھ نہیں آتا کہ وہ کس طرح بھائی کا دل موم کرلے انہیں اپنے لیے پہلے جیسا پُرشفیق بنالے۔ دانیال کے ساتھ جو رشتہ محبت کے نام پر بنا ہوتا ہے اس میں اتنا دم خم نہیں ہوتا کہ وہ خون کے رشتے پر غالب آتا۔ مشہود اس کے رونے کو بھی اپنا مطلب پہناتا ہے جبکہ پیاری اس کی بات کا برا منائے بغیر مشہود کو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے کہتی ہے، مشہود پر اس کے رونے کا اثر نہیں ہوتا۔ دانیال مانو آپا کے پاس آتا ہے وہ اپنے دل کی بات انہیں بتا کر اپنے دل کا بوجھ کم کرنا چاہتا ہے جبکہ مانو آپا کی محبت دیکھ کر اس کی ہمت دم توڑ جاتی ہے اور وہ بغیر کچھ کہے واپس چلا جاتا ہے۔ مانو آپا دانیال کے چہرے سے کسی حد تک معاملہ سمجھ جانے میں کامیاب ٹھہرتی ہیں لیکن ذہن کے پردے پر ابھرتی سعدیہ کی تصویر نے ان کی سوچ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور وہ سعدیہ سے بات کرنے کا سوچتی ہیں۔ قید خانے میں ایک مہربان ذات مشہود کے لیے روشن دان سے کھانے کے لیے ضرور پھینکتی تھی لیکن اس روز وہ روشن دان کے بجائے خود ہی مشہود کے لیے فرار کا راستہ کھول دیتی ہے مشہود کمرے سے باہر نکل کر بھاگتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف آتا ہے لیکن اسے کھولنا اس کے بس سے باہر ہوتا ہے، تب ہی دروازے کے باہر سے گاڑی کی لائٹ اندر آتی ہے وہ ڈر کر کوٹھری میں چھپ جاتا ہے۔ سعدیہ پینترا بدل کر دانیال کو پیاری کو گھر لانے کا کہتی اسے حیران کردیتی ہے دانیال کو ان کی ذہنی حالت پر شک ہوتا ہے لیکن دانیال انہیں ابھی اس موضوع پر بات کرنے سے منع کردیتا ہے، جبکہ سعدیہ میٹھی چھری سے اسے قابو کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁.......❁.......❁

دانیال کے جانے کے بعد مانو پھوپو کافی دیر تک اسی کے بارے میں سوچتی رہیں۔ وہ طبی اور روحانی لحاظ سے دانیال کے بہت قریب رہی تھیں۔ دانیال عالی جاہ کی طرح ان کے وجود کا ہی حصہ تھا ان کے ہی آنگن میں کھیل کود کر جوان ہوا تھا۔

اگرچہ دانیال نے ان سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی جس کو سن کر وہ پریشان ہوتیں لیکن دل کے اندر ایک عجیب

سی کھٹ کھٹ تھی جتنی دیر دانیال ان کے سامنے رہا ان کو یہی محسوس ہوتا رہا کہ کہیں کچھ مسئلہ ہے۔ دانیال آج پہلے کی طرح چوکس حالت میں ان سے اپنی معمول کی باتیں نہیں کررہا تھا بلکہ بات کرتے کرتے کہیں کھو جاتا تھا۔ سوچتے سوچتے معاً خیال آیا۔

''اوہو آخر میں یہ کیوں بھول جاتی ہوں کہ بچہ اپنی ماں کی طرف سے پریشان ہے۔ اس کی نکاحی بیوی کو وہ حق نہیں مل رہا جو اس کا حق ہے۔ پریشانی کی بات تو ہے اب وہ ہر تھوڑی تھوڑی دیر بعد مجھ سے اپنا رونا رونے سے تو رہا۔'' مانو آپا کے ذہن نے انہیں وہاں تک پہنچادیا جہاں تک پہنچنے کا امکان موجود تھا۔

''اصل معاملہ تو یہ ہے کہ اِدھر اُدھر اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے مجھے اور کمال کو سعدیہ کے ساتھ بیٹھنا چاہیے آخر انسان ہے کسی وقت تو کسی کی بات سمجھے گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دانیال کی ماں ہے۔ ذرا فون کرکے دیکھتی ہوں کس موڈ میں بات کرتی ہے پھر سوچتی ہوں کہ آگے کیا کرنا ہے۔ دیکھوں تو سہی کر کیا رہی ہے؟ حد ہوگئی اس عورت سے۔'' یہ سوچتے ہوئے مانو آپا لینڈ لائن نمبر سے بات کرنے کے لیے فون سیٹ کی طرف بڑھیں۔ فون سیٹ کے قریب پہنچ کر ایک دفعہ پھر انہوں نے غور وخوض کیا کہ کیا انہیں سعدیہ کو فون کرنا چاہیے دل نے یہی کہا۔

''کرنا چاہیے کیونکہ دانیال ماں کی طرف سے بہت پریشان ہے اس کی خوشیوں کے دن ہیں ماں نے اس کی خوشیوں میں کرکری ڈال دی ہے۔ اس بچے کے لیے کچھ تو کرنا ہوگا۔'' یہ سوچتے ہوئے انہوں نے نمبر ڈائل کرنا شروع کیا دو تین رنگ ہونے کے بعد ان کی کال ریسیو ہوگئی اور یہ بھی خوب ہوا فون سعدیہ ہی نے اٹھایا۔ مانو آپا نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور اچھا سا لہجہ اور موڈ بنا کر بات کی ابتداء کی۔

''السلام علیکم! سعدیہ خیریت سے ہو نا؟'' انہوں نے سعدیہ کا ہیلو سن کر اپنی طرف سے شائستگی کے ساتھ چھوٹی بھابی کو سلام عرض کیا۔ سعدیہ مانو آپا کی آواز سن کر چونکیں۔ اندر ہی اندر ایک ابال سا آیا جیسے اچانک ابلتے ہوئے پانی کے نیچے آنچ تیز کردی جائے تو فوراً جھاگ اوپر کی طرف آتا ہے مگر انہوں نے کمال مہارت کے ساتھ خود کو سنبھالا۔ ابھی کچھ دیر پہلے دانیال کے ساتھ لاڈ پیار کرکے فارغ ہوئی تھیں اب اپنی پچھلی محنت کو ایک پل میں ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں تھیں اتنا تو کم از کم انہیں سوچنا ہی تھا۔

''جی اللہ کا شکر ہے آپا...... آپ سنایئے؟'' سعدیہ نے بھی معمول سے ہٹ کر بڑے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا تو مانو آپا کو یوں لگا جیسے وہ کھڑے کھڑے گر جائیں گی جلدی سے پاس پڑی کرسی پر ہی بیٹھ گئیں۔

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ماشاء اللہ طبیعت اچھی ہے۔'' مانو آپا کی بات سن کر سعدیہ کا جی تو چاہا کہ کھٹ کرکے پوچھیں کہ بھئی میری طبیعت کب سے خراب تھی کیا مرے جارہی تھی لیکن اس وقت انہوں نے اپنے آپ پر مکمل قابو پایا ہوا تھا کیوں...... کیونکہ بڑے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ بہت ٹھنڈے دماغ سے سوچا سمجھا جاتا ہے۔ یہ کہ اونچے پہاڑ پر قدم رکھتے ہوئے پاؤں بہت محتاط انداز میں اٹھانا ہوتے ہیں۔

''جی اللہ کا شکر ہے آپ سنایئے کافی دن ہوگئے آپ کا چکر نہیں لگا خیر یہ تو مجھے پتا ہے ظاہر ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں تو کیوں آئیں گی لیکن آپا بات یہ ہے کہ مجھے کسی نے سمجھنے ہی کی کوشش نہیں کی۔ آخر میں ماں ہوں میرے بھی دل میں ارمان تھے میں نے بھی کچھ خواب دیکھے تھے لیکن چھوڑیں خیر جو کچھ ہونا تھا اب ہوگیا۔ آپ آسکتی ہیں تو آجایئے بیٹھ کر دو چار باتیں کرلیتے ہیں اور چائے بھی پی لیتے ہیں آپ کون سا اتنی دور بیٹھی ہیں جو فون پر ہی سب کچھ کہہ سن لیا جائے۔'' سعدیہ نے شاید زندگی میں دوسری یا تیسری مرتبہ بڑا انسانیت کا جامہ اوڑھ کر نند صاحبہ سے بات کی تھی۔ مانو آپا تو گویا ریشہ خطمی ہونے لگیں اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آکر دے رہا تھا کہ جو اُن سے ہم کلام ہے وہ سعدیہ

ہے اور وہ جوان کی چھوٹی بھابی ہے۔ جس نے کبھی سلام بھی کیا کبھی نہیں کیا جیسے پرانا قرض اتارا ہے۔ آج اتنی ہمدردی اپنائیت انسانیت یااللہ یہ کیا معجزہ ہوگیا وہ اپنی جگہ ششدر سی بیٹھی رہ گئیں۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر سعدیہ کے پاس پہنچ جائیں۔

"ہاں ہاں سعدیہ...... یہ میرے بھائی بھاوج کا گھر ہے سو بار آؤں گی۔ بس دعا کرو اللہ ہاتھ پیر سلامت رکھے سب خیریت رہے، میں نے تو بس اس لیے فون کیا تھا کہ تمہاری طبیعت پتا کروں کہیں تم یہ نا سمجھ رہی ہو کہ میں تم سے ناراض ہوں۔ دیکھو یہ تمہارے گھر کا مسئلہ ہے میرا تمہارا رشتہ کچھ اور ہے کوئی بدگمانی ہو تو مل بیٹھ کر بات کرلیتے ہیں تمہارا دل اگر صاف ہوسکتا ہے تو میں دس دفعہ تم سے ملنے کو تیار ہوں۔" مانو آپا نے بھی محبت کے جواب میں عظیم محبت کا پرچار شروع کردیا۔

"ہاں تو ٹھیک ہے آپا پھر آپ ایسا کریں آجائیں، میں آجاتی لیکن صبح سے سر میں بار بار درد ہو رہا ہے۔ ڈرائیور ہے نہیں اور گاڑی چلانے کی مجھ میں ہمت نہیں۔" عرصہ دراز بعد سعدیہ اسی رشتے کے حساب سے بات کررہی تھیں جس رشتے کے بندھن میں بندھے ہوئے زمانے ہوگئے تھے لیکن یہ رشتہ پتا نہیں کیوں بار بار کسی ان دیکھے ریشم کے لچھوں میں الجھ جاتا تھا۔

"ٹھیک ہے سعدیہ...... میں مغرب کی نماز پڑھ کر تمہاری طرف آتی ہوں خیر سے کمال کا فون آیا؟" انہوں نے فون بند کرنے سے پہلے بھائی کا پوچھ لیا گویا غضب ہوگیا سعدیہ کا اچھا بھلا موڈ خراب ہوگیا لیکن فوراً ہی انہیں یاد آگیا کہ انہیں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے وہ کچھ کرنا ہے جو وہ کرنے کا کبھی تصور بھی نہیں کرسکتی تھیں۔

"جی...... جی آپا فون تو آجاتا ہے ان کا، میں بھی کرلیتی ہوں ٹھیک ہیں خیریت سے ہیں، کام ختم ہوجائے گا تو ان شاء اللہ جلدی آجائیں گے۔ ٹھیک ہے آپ نماز پڑھ کے آجایئے گا میں آپ کا انتظار کررہی ہوں۔" سعدیہ نے یہ کہہ کر فون بند کردیا' مانو آپا کی خوشی دیدنی تھی پاؤں رکھتی کہیں تھیں پڑتا کہیں تھا۔

❁......❁......❁

کہنے کو تو دانیال نے ماں کو کہہ دیا تھا کہ وہ انہیں لے کر پیاری کے گھر چلے گا لیکن سعدیہ کے کمرے سے جانے کے بعد وہ مستقل ایک دردسر میں مبتلا ہوچکا تھا۔ جو کچھ ہوچکا تھا اور جس طرح مشہود نے اس کا سواگت کیا تھا اور جتنی دیر وہ وہاں رہا اور جو کچھ محسوس کرتا رہا اس کے بعد بار بار ذہن میں یہ سوال اٹھ رہا تھا' کیا ماں کو لے کر اسے وہاں جانا چاہیے؟ کیا مشہود سعدیہ کو دیکھ کر کوئی لحاظ کرے گا؟ خود پر کنٹرول رکھ سکے گا؟ اس کی ماں کی عزت افزائی میں سلام کا جواب دینے کی بھی زحمت کرے گا اور اس نے وہی کیا جو وہ بھگت کر آیا ہے تو پھر وہ سعدیہ کے ساتھ واپس گھر آتے ہوئے ان کے ایک ہزار سوالات کا جواب کیوں کر دے سکے گا' کیا کہے گا اور سعدیہ یہ سب کچھ دیکھ کر کوئی ردعمل نہیں کریں گی ایسا تو ممکن ہی نہیں۔ یہ تو اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ مشہود کی بدسلوکی کے بعد سعدیہ کا ردعمل کیا ہوگا۔

لیکن یہ تو طے تھا کہ خوشگوار تو کسی بھی صورت میں نہیں ہوگا اور شاید ممی نے تو میری خاطر ایک سمجھوتے کا کمپرومائز کا راستہ نکالا ہے۔ اندر سے تو شاید وہ ابھی راضی نہیں ہوں گی ان کے ہاتھ تو ایک بہانہ لگ جائے گا۔ اب سوالات کے بعد اندیشے سر اٹھا رہے تھے' متوقع حالات کی تصویر سامنے گھومی تو نتائج کا بھی آہستہ آہستہ اور اک کسی پوشیدہ راز کی طرح کھلنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ اس قصے کو ٹال دینا چاہیے' ممی شاید بہت کچھ برداشت کرلیں لیکن اپنی بے عزتی برداشت نہیں کریں گی اور شاید آگے جا کر بات بن ہی جائے لیکن اگر ممی نے مشہود کے رویہ پر زبردست ری ایکٹ کیا تو معاملہ بہت دور تک خراب ہوجائے گا۔"

سوچتے سوچتے مشہود کا ذہن شل ہوگیا اب وہ نڈھال انداز میں کوئی بہت خوب صورت امید اور روشن امکانات پر غور و خوض نہیں کرسکتا تھا۔ نڈھال ذہن میں اب تو جو خیال آتا تھا وہ شکست و ریخت کے عمل سے گزر کر گویا گرد کی

طرح راہ میں ہی اڑ جاتا تھا۔ سامنے کوئی واضح تصویر نہیں تھی اور یہ ایک فطری عمل ہے جب انسان لاحاصل خیالات میں اپنی توانائیاں ضائع کردے تو شاید اٹھ کرایک گھونٹ پانی پینا بھی کسی کار مشقت سے کم نہیں لگتا۔

وہ اپنے دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں سے دبانے لگا۔ سعدیہ کے ساتھ نہیں جائے گا وہ نڈھال ذہن سے ایسا فیصلہ کررہا تھا جو اس کے دل کی آواز نہیں تھی اسے تو اس در پر جانے کا کوئی بہانہ چاہیے تھا مگر سعدیہ کے ساتھ جانا اس کا مطلب یہ تھا کہ مشقتوں کا دورانیہ جان بوجھ کر بڑھا دیا جائے۔

❁......❁......❁

پیاری کو کوئی کام نہ سوجھا اور تنہائی کی وحشتوں نے اس کو گھیر کر رقص کرنا شروع کیا تو اسے ایک ہی راستہ سجھائی دیا کہ وہ دو نفل یا قضائے حاجت کے پڑھ لے۔ اللہ سے لو لگالے آخر اس گھر میں اس کے اور مشہود کے علاوہ تیسرا اللہ بھی تو ہے۔ مشہود کچھ سننے کو تیار نہیں اللہ تو ہر وقت تیار ہے۔

اندھیرے میں ایک چھوٹی سی روشنی کی کرن تھی جس سے پل بھر میں اس کی روح جھلملانے لگی۔ اس نے اٹھ کر بڑے اہتمام سے وضو کیا اور دوگانہ نفل کی نیت باندھ لی۔ نیت باندھتے ہی اسے مشہود کے واکر کی مدھم سی کھٹ کھٹ سنائی دی لیکن وہ نیت باندھ چکی تھی اس نے پوری قوت ارادی کو استعمال کر کے اپنا ذہن اپنے خالق حقیقی کی طرف موڑنے کی سعی کی۔ ایک طرح سے اپنے تمام تر ارادے کا محور اور مرکز اس ذات کو بنالیا جس کے سوا اسے اب کسی سے کوئی امید نہیں تھی۔

مشہود نے دور ہی دور سے جھانک لیا تھا کہ وہ نماز پڑھ رہی ہے۔ حالت عبادت میں دیکھ کر مشہود کے ذہن کے کچھ انگارے سے جھڑ گئے وہ جس موڈ میں بستر سے اٹھا تھا اب ذرا پُرسکون ہو کر واپس پلٹ گیا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اپنے بیڈ پر بیٹھنے کی بجائے صوفے پر بیٹھ گیا واکر ایک طرف سرکادی۔

حقیقت تو یہ تھی کہ اس نے بھرپور ردعمل کا مظاہرہ ضرور کیا تھا لیکن اس کے اپنے دل کو بھی ایک پل چین نہیں تھا۔ صوفے کی پشت سے کمر ٹکا کر اس نے آنکھیں موند لیں تو پھر اسے وہی بہار کا پھول اپنے آس پاس کھلا ہوا محسوس ہونے لگا' وہ جس نے ایک لمحے کی نیکی کی قیمت عمر قید کی سزا کی صورت قبول کی تھی۔

❁.........❁.........❁

ایک زندہ انسان کتنی دیر قبر میں رہ سکتا ہے اگر سچ مچ وہ کوٹھڑی قبر ہی تھی تو یہی امکان پیدا ہو رہا تھا کہ شاید کچھ دیر بعد یہ کوٹھڑی سچ مچ قبر ہی بن جائے اور شاید کسی وقت میں کوئی بھاری سی زنجیر گرا کر کوٹھڑی میں جھانکے تو وہاں اسے ایک لاش نظر آئے اس تصور سے وہ تھرا اٹھا تھا۔ ابھی وہ زندہ ہے جان بچانے کے لیے بہت کچھ کیا جاسکتا ہے آخر وہ آخری داؤ کیوں نہ کھیل جائے جس میں زندہ بچ جانے کے امکانات موت کے امکانات کے ساتھ ساتھ تو چل رہے ہیں۔

رات گزر گئی تھی دن چڑھ آیا تھا اور سورج اس مکان میں اس زاویے سے اترتا تھا کے پورا صحن سورج نکلتے ہی روشنی سے بھر جاتا تھا اسے بھی کوٹھڑی کے دروازے کے نیچے بال برابر چوکھٹ سے اونچے دروازے کے نیچے سے جھانکتی روشنی سے پتا چلا کہ دن چڑھ گیا ہے۔

اس نے ساری رات بیٹھ کر گزار دی تھی آہٹوں پر کان لگے ہوئے تھے پسینے سے اسی طرح سے بھیگا ہوا تھا لیکن جان بچانے کی لگن نے ان تمام حواسوں کو یک جان کر دیا تھا جن حواسوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ اسے موت سے پہلے مرنے سے بچالیں گا۔ وہ تمام اہلیتیں جو عام حالات میں کہیں سر منہ لپیٹ کر پڑی ہوتی ہیں۔ زندگی بچانے کے عمل کے لیے ہر طرف سے' وحشت زدہ بھاگتی ہوئی مدد کرنے کے لیے آجاتی ہیں۔ دماغ کا ایک ایک خلیہ چارج ہو جاتا ہے' روح اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ آخری معرکہ لڑنے کے لیے میدان میں اترتی ہے۔

جیسے ہی اس نے گھر سے ہیوی وہیکل باہر جانے کی آواز سنی اور ساتھ ہی اندازہ ہوا کے پھاٹک بند ہو گیا تو کئی گھنٹے گزارنے والے مشہود کے لیے ایک پل گزارنا مشکل ہو گیا۔ اس نے دروازے کو نظروں ہی نظروں میں تولنا شروع کیا' وہ کتنی ضربوں سے الگ ہو سکتا ہے۔ دروازے کی طرف وہ یوں تک رہا تھا جیسے قصائی جانور لٹا کر ایک نظر چھری کی طرف اور دوسری اپنے نشانے کی طرف کرتا ہے اور نرخرے پر چھری کا زاویہ خیال ہی خیال میں طے کرتا ہے چھری بعد میں رکھتا ہے۔ اس نے اپنے دونوں کندھوں کو دبا کر چھوا جیسے اپنے آپ کو یقین دلا رہا ہو کہ دروازہ توڑنے کے لیے ان کندھوں میں کافی دم ہے پھر اس نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا وہ جنگلوں' بیابانوں میں دوڑتا پھرا تھا اور یہاں پر بھی اسے بھوکا نہیں مارا گیا تھا۔ خالص گندم کی روٹی کچے پکے سالن کے ساتھ اسے کھانے کو ملتی ہی تھی' غذائی قلت کا شکار نہیں تھا دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھانے کی وجہ سے آج بھی اس کے اندر توانائی موجود تھی کہ وہ اپنی جسمانی قوت سے کوئی بڑا کام انجام دے سکے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جان بچانے کا جذبہ' اس میں خود اتنی قوت ہوتی ہے کہ انسان زمین کے کرے کو اپنی ہتھیلی پر اٹھانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ جان بچانے کی آخری کوشش کرنے کے دوران کوئی کام نہ مشکل لگتا ہے اور نہ ناممکن۔

پانچ سات منٹ انتظار کرنے کے بعد اس نے آخر کار خطرہ مول لے ہی لیا۔ پہلے اس نے دروازے کو دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑا اس کی چولوں کا چوکھٹ کی مضبوطی کا اندازہ کیا یہ جان کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ دروازہ بیسویں صدی کے گواہوں میں سے ایک گواہ تھا اور اکیسویں صدی میں باحالت مجبوری سفر کر رہا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ دونوں پٹوں کو ہلانا شروع کیا زور زور سے جھٹکے دینا شروع کیے' ساتھ ساتھ وہ دروازے کی دائیں بائیں اندازہ کر رہا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے کتنا ہل سکا ہے یا اس میں کتنی کمزوری واقع ہوئی ہے تو اسے اندازہ ہو گیا کہ دروازے کو وہ لرزا دینے میں اور کہیں کہیں سے جگہ چھوڑ

دینے میں کامیاب ہوچکا ہے۔
اتنی معمولی سی کامیابی کی جھلک دیکھ کر اس کے کمزور جذبے میں وہ طاقت پیدا ہوئی جو برقی رو بن کر اس کے ہاتھوں میں دوڑنے لگی۔ اس نے دونوں ٹانگوں اور دونوں کندھوں کا بھرپور استعمال کیا یہاں تک کہ دروازہ گرنے کے قریب ہوگیا مگر گرا نہیں۔ وہ کہیں کسی جگہ سے مضبوطی سے گڑھا ہوا تھا اس نے سوچا کہ وہ اب آخری ضرب کاری لگائے گا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ آخری ضرب کاری اس کی نجات کا اعلان ہوگی مگر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ضرب کاری لگانے سے پہلے دروازہ کھل گیا۔
خوف سے مشہود دوقدم پیچھے ہٹ گیا اسے یوں لگا کہ دروازہ کھلتے ہی فائر کی آواز فضا میں گونجنے گی۔ رات بھر کی مشقت اور تھوڑی دیر پہلے تک کی قسمت آزمائی سب ضائع چلی جائے گی مگر سامنے تو ایک بہت بوڑھی عورت اس کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ مشہود کی جان میں جان آئی' اسے یہ تو پتا تھا کہ اس وحشی کی طرح یہ عورت بھی زبان نہیں سمجھ پائے گی اسے اور تو کچھ نہ سوجھا اس نے جھٹ ہاتھ اٹھا کر فوجی اسٹائل میں اسے سلوٹ کردیا۔ عورت دوقدم پیچھے ہٹ گئی اب اس کی آنکھوں میں حیرت کی بجائے خوف تھا۔ مشہود نے اس عورت کی طرف دیکھا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر گویا اس سے رحم کی درخواست کی اپنا سر اس کے سامنے جھکادیا۔
عورت اس عمل سے مطمئن نہیں ہوئی چند لمحے تو وہ اس کی طرف گھورتی رہی پھر ایک دم زوردار چیخ مارتی ہوئی بھاگتی ہوئی گھر کے ایک حصے کی طرف غائب ہوگئی۔

❁.........❁.........❁

گھر کے گہرے سناٹے میں گونجتی ہوئی کال بیل یوں لگی جیسے آناً فاناً حشر برپا ہوگیا ہو۔ پیاری سلام پھیر چکی تھی اور کافی دیر سے سجدے کی حالت میں دعا میں مصروف تھی' سجدے کی جگہ اس کے آنسوؤں سے بھیگ چکی تھی۔ اس وقت وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد اپنے اس سچے ساتھی سے ہمکلام تھی جو گھپ اندھیرے میں اس کے لیے واحد ایک روشنی کی کرن تھا جو اسے دلاسہ بھی دیتا اور اچھے امکانات کے اشارے بھی۔
مشہود نے بے قراری سے پہلو بدلا تھا اس نے ایک الیکٹریشن کو صبح فون کیا تھا کہ وہ گھر میں ایک مکمل انٹرکام سسٹم فٹ کردے اور گیٹ کھولنے کے لیے یا آنے والے کے بارے میں معلومات لینے کے لیے اپنے کمرے ہی سے بات چیت کرسکے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پیاری گیٹ تک جائے گی پھر واپس آکر اسے بتائے گی کہ جسے اس نے بلایا تھا وہ آگیا ہے۔
پیاری نے ہی اپنی دعا ادھوری چھوڑ کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا کیونکہ کال بیل وقفے وقفے سے بج رہی تھی۔ وہ جاء نماز اٹھائے بغیر ننگے پاؤں باہر کی طرف دوڑی اور گیٹ کے پیچھے سے آنے والے کو مخاطب کیا۔
''جی آپ کون؟'' دل دھڑکا یوں لگا جیسے آواز آئے گی ۔
''پیاری گیٹ کھولو میں دانیال ہوں۔'' لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔
''بی بی مجھے مشہود بھائی نے بلاوایا تھا میں الیکٹریشن ہوں۔'' پیاری نے اب ایک گہرا سکون کا سانس لے کر خود کو سنبھالا اور آہستگی سے کہا۔
''جی ایک منٹ آپ رکیے میں بھائی کو بتاتی ہوں۔'' کیونکہ جس قیامت خیز معرکے سے وہ گزر کر آئی تھی اب اسے کسی کی کہی ہوئی بات پر اتنی آسانی سے یقین نہیں آسکتا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے کوئی واردتیا بھیس بدل کر آیا ہو یہ کہہ کر وہ تیز تیز چلتی ہوئی مشہود کے کمرے تک آئی تھی۔ مشہود بھی جیسے اس کی آمد کا منتظر تھا اس نے پیاری کی طرف دیکھا مگر سوال کچھ نہیں کیا۔
''بھائی وہ اکرم الیکٹریشن آیا ہے۔''
''ہاں ہاں گیٹ کھول دو اسے میرے پاس بھیج دو۔'' مشہود نے اپنی دانست میں خاصی نرمی سے اس مرتبہ بات کی تھی۔ پیاری الٹے پاؤں واپس لوٹ گئی اس نے لپیٹا ہوا دوپٹہ نئے سرے سے اپنے سر پر درست کیا۔ اس انداز

میں گیٹ کھولا کہ آنے والا فوراً اس کو نہ دیکھ سکے۔ وہ گیٹ کھولتے ہی گیٹ کے پیچھے کھڑی ہوگئی تھی۔

اکرم الیکٹریشن اندر داخل ہوکر رک گیا کیونکہ اب اسے آگے بڑھنے کے لیے پیاری کی راہنمائی کی ضرورت تھی پیاری نے گیٹ بند کیا اور ہاتھ کے اشارے سے اسے آگے بڑھنے کے لیے کہا۔ وہ آگے چل پڑا پیاری اس کے پیچھے پیچھے تھی لاؤنج میں داخل ہوکر پیاری نے مشہود کے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بھائی وہاں ہیں۔" الیکٹریشن ایک بھائی کی بہن پر نظر ڈالنا ایک نہایت غیر اخلاقی عمل سمجھتا تھا کہ جب گھر میں بھائی ہو تو اس کی بہن کو بھائی کی نظر سے دیکھنے میں عافیت ہوتی ہے۔ بڑے مودبانہ انداز میں وہ پیاری کی طرف دیکھے بغیر مشہود کے کمرے میں داخل ہوگیا۔ پیاری کا کام تمام ہوا وہ واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔

تھوڑی دیر بعد اسے محسوس ہوا کہ مشہود اپنی واکر کے ساتھ اپنے کمرے سے باہر آیا ہے۔ وہ ایک دم مستعد ہوکر بیٹھ گئی اور واکر کی کھٹ کھٹ سے مشہود کی سمت کا اندازہ لگانے لگی اور اگلے ہی لمحے اسے ہڑبڑا کر کھڑا ہونا پڑا کہ مشہود اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔

"جی بھائی......" اب تو مشہود سے بات کرنا ایسا لگتا تھا کہ جیسے کہ بس آگے سے کوئی بہت سخت حکم آئے گا اور شاید یہ کہ تم مرتی کیوں نہیں' کسی طرح سے مر جاؤ کہ میری جان چھوٹے۔ بس ایسے ہی کسی بے رحم جملے کے لیے اس کے کان کھڑے رہتے تھے۔ اسے رتی برابر خوش فہمی نہیں تھی کہ کسی وقت مشہود اس کے قریب آ کر اپنے رویے پر معذرت چاہے گا اپنی بدگمانی پر نادم ہوگا۔ اس کی دل آزاری کرنے پر شرمندہ ہوگا۔

"وہ دیکھو بوا کے کمرے میں جاؤ اور جوان کی بیڈ کا بکس ہے اسے کھولو ایک بلیو کلر کا تکیے کا غلاف ہے۔ اس کے اندر کچھ کیش ہے اس میں سے بیس ہزار روپے نکال کر لاؤ۔" مشہود سپاٹ چہرے اور سرد آواز میں بولتا ہوا واپس پلٹ گیا۔ ایک لمحے کے لیے تو پیاری ہکا بکا اور پتھرا سی

اپنی جگہ کھڑی رہ گئی۔ بوا کے کمرے میں کیش رکھا ہوا ہے' وہ اتنی صفائیاں' ستھرائیاں کرتی پھرتی ہے آج تک اسے یہ بھی نہیں پتا کہ بوا کے کمرے میں کیش بھی رکھا ہوا ہے یہ مشہود نے کب رکھا ہوگا۔

سوال تو ذہن میں آیا لیکن اس سے سوال کر نہیں سکتی تھی سو اس کا حکم بجالانے کے لیے بوا کے کمرے کی طرف چل دی۔ بوا کا کمرہ ان کے جانے کے بعد بھی اسی انداز میں ترتیب دیا ہوا تھا اور صفائی ستھرائی بھی کی جاتی تھی وہ اس وقت بھی اسی حالت میں تھا۔ ماسی روز گھر کی صفائی کے ساتھ بوا کا کمرہ بھی صاف کیا کرتی تھی بالکل اسی طرح جیسے کہ وہ ان کی زندگی میں صاف کیا جاتا تھا۔

پیاری بیڈ کے قریب آئی سرہانے لگا بکس کھولا اس میں بوا کی بہت سی یادگار چیزیں موجود تھیں۔ برسہا برس پرانی ہاتھ کی کڑھی ہوئی چادریں تکیے سرپوش میز کے غلاف اور کروشئیے سے بنے ہوئے گلاس اور کپوں کو ڈھانکنے والے کور جو انہوں نے ایک تھیلی میں جمع کر کے یوں سینت کر رکھے ہوئے تھے جیسے کوہ نور ہیرے سنبھال رکھے ہوں۔

بکس کا ڈھکن اٹھتے ہی پورے کمرے میں بوا کے وجود کی خوشبو پھیل گئی۔ شاید بھائی نے کبھی بوا کو پیسے سنبھال کر رکھنے کے لیے دیئے ہوں گے لیکن ان کو یہ کیسے پتا کہ بوا نے وہ پیسے کیسے رکھے ہوں گے نیلے تکیے کے غلاف میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ پیسے مشہود نے خود رکھے تھے شاید جو اس وقت شہر کے حالات ہیں ان کے مدنظر مشہود نے حفظ ماتقدم کے طور پر کیش یہاں چھپا کر رکھ چھوڑا ہو۔

عموماً گھروں میں تھوڑے بہت پیسے تو رکھے ہی جاتے ہیں۔ تھوڑے تھوڑے کاموں کے لیے کون بینک کی طرف دوڑ لگاتا ہے۔ وہ سوچتے ہوئے چادروں تکیوں میں نیلے تکیے کا غلاف تلاش کرنے لگی جو اس کے ہاتھ نہ آیا تو مجبوراً اسے بہت ساری چیزیں بکس سے باہر نکال کر بیڈ پر ڈھیر کرنا پڑیں اور اسی ڈھیر کے اندر اسے نیلا غلاف

جھانکتا ہوا نظر آ گیا۔ اس نے غلاف کھولا تو اس میں ہزار ہزار اور پانچ پانچ ہزار کے کافی سارے نوٹ دکھے اس نے چھوٹوں نوٹوں کی بجائے پانچ ہزار کے چار نوٹ اس میں سے نکال لیے اور غلاف کو دوبارہ سے لپیٹ کر بکس میں رکھا اور پھر باہر نکالی ہوئی ساری چیزیں اسی طرح سے بکس میں جمادیں ڈھکن بند کیا بیس ہزار روپے لے کر باہر آ گئی۔ مشہود کے کمرے کے قریب جانے کی بجائے اس نے لاؤنج کے درمیان سے ہی مشہود کو آواز دی۔

"بھائی......" مشہود شاید اس کی آواز کا ہی منتظر تھا واکر کے سہارے فوراً ہی باہر آ گیا۔ پیاری نے اس کی طرف ایک نگاہ بھی نہیں ڈالی بس ہاتھ بڑھا کر پیسے تھمادیے۔ مشہود بیس ہزار روپے لے کر واپس کمرے میں چلا گیا اور پیاری پھر اپنے اس حجرے میں آ گئی جو واقعی آج کل بیڈروم کی بجائے ایک حجرے کا استعارہ بن گیا تھا۔

❁......❁......❁

"مانو آپا میں سچ کہہ رہی ہوں اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوں اور حیران بھی ہوں کہ یا اللہ مجھے کیا ہو گیا تھا میں نے اپنی اولاد کے ساتھ یہ سب کیا۔ رات کے کسی پہر مجھے خیال آتا ہے تو مانو آپا...... میرا تو دل چاہتا ہے کہ زہر کھا کر مر جاؤں۔" سعدیہ بھرپور اداکاری کر رہی تھیں۔ مانو آپا جیسی رقیق القلب عورت تو جیسے رو ہی پڑیں جھٹ اپنی جگہ سے اٹھیں اور سعدیہ کا سر اپنے سینے سے لگالیا۔

"ارے میری راج دلاری...... میری پیاری سی بھابی...... ارے تم تو میرے بھائی کے گھر کی رونق ہو تمہارے ہی دم سے یہ گھر گھر کہلاتا ہے۔ صبح کا بھولا شام کو لوٹے تو اسے بھولا نہیں کہتے تم اپنے دل پر بوجھ نہ ڈالو میں تمہارے ساتھ جاؤں گی اور ہم دونوں بچی کو یہاں لے کر آئیں گے کوئی بات نہیں جو کچھ ہوا بھول جاؤ۔" مانو آپا تو سعدیہ کا اعتراف جرم سن کر یوں لوٹ پوٹ ہوئیں کہ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سعدیہ کو گود میں اٹھالیں اور اس کا ماتھا چومنا شروع کر دیں۔

"آپا میں نے ساری زندگی آپ کے ساتھ زیادتی کی بس پتا نہیں کیا ہے مجھے شاید میرا بچپن ہی سے بی پی شوٹ کر جاتا ہے۔ کبھی اندازہ ہی نہیں ہوا ہوگا آپ کو تو پتا ہے نا جان بوجھ کر تو کوئی انسان نا گناہ کرنا چاہتا ہے نا غلطی۔ اب پتا نہیں کسی پر کیا گزرتی ہے بیتتی ہے اس کے اندر کیا بیماری ہوتی ہے جو وہ ایسی الٹی سیدھی حرکتیں کر جاتا ہے۔"

"ہاں...... ہاں سعدیہ میں کہہ رہی ہوں نا تم اپنے دل پر بوجھ مت لو جو ہوا سو ہوا۔ بھول جاؤ ارے کوئی اتنی دیر تھوڑی ہوئی ہے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں بچوں کی شادی کو خیر سے اللہ ان کو ہنستا بستا نصیب کرے۔ اسی گھر میں پھلے پھولے گی ان شاء اللہ تمہارے سامنے تمہارے پوتے پوتیاں کھیلیں گے۔ اللہ تمہارے گھر کو باغ و بہار کردے آمین۔ بس کرو اب اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بتاؤ کے دانیال کہاں ہے آخر اب یہ اس کا فرض ہے نا کہ وہ اپنی ماں کو وہاں لے کر جائے۔"

"ہاں میں نے اسے کہا تھا پھر اتفاق سے آپ سے بات ہو گئی میں نے سوچا یہ تو بہت ہی اچھا ہوگا کہ آپ بھی ساتھ ہوں گی۔ بس آپا ہم اسے آج ہی لے آئیں گے آپ نے تو مجھے معاف کر دیا نا۔" سعدیہ نے پھر عاجزی اور انکساری کا عظیم الشان مظاہرہ کرنا ضروری سمجھا جسے مانو آپا سے اپنی سعادت مندی اور ندامت کی قبولیت کا سرٹیفکیٹ لے کر ہی اپنی جگہ سے اٹھیں۔

"اچھا اب چھوڑو جا کر دانیال کو دیکھو کیا کر رہا ہے اسے کہو تیار ہو جائے۔ میں تو تیار ہوں بس عالی جاہ کو فون کر کے بتا دیتی ہوں کہ رات کو دیر سے گھر پہنچوں گی۔ بچی کو لے کر تمہارے ساتھ پہلے اس گھر آؤں گی اس بچی کو بٹھاؤں گی پیار کروں گی دعا دوں گی پھر اپنے گھر جاؤں گی اور ہاں اپنے خانساماں سے کہو کوئی اچھا سا کھانا میرے لیے پکالے۔"

"اچھا سا کھانا...... آپ جو کہیں گی وہی پکالوں گی بتائیے کیا پکواؤں؟"

"ارے بھئی اتنا پرانا ساتھ ہے تمہارا اور میرا تمہیں پتا ہے جب میں اچھا سا کھانا کہتی ہوں تو کیا مطلب ہوتا

ہے۔" بانو آپا کے دل کی کلی کھلی جارہی تھی‘ بات بات پر چہک رہی تھیں۔

"آپ کا اچھا سا کھانا دال چاول ہوتا ہے یا کھڑے مصالحے کا قیمہ میں دونوں چیزیں تیار کرلیتی ہوں۔" سعدیہ اداکاری کے بہترین رزلٹ پر بڑی شاد باد نظر آرہی تھیں۔

"ارے ہٹاؤ میں نے تو ویسے ہی تم سے مذاق کیا تھا جو پکا ہوگا کھالیں گے۔ مجھے تو خوشی اتنی ہورہی ہے کہ یوں سمجھو بولنا کچھ چاہتی ہوں منہ سے نکلتا کچھ ہے۔ اللہ تمہیں خوش رکھے صدا سہاگن رکھے‘ اللہ جوڑی سلامت رکھے۔ اللہ میرے بھائی کو نظر بد سے بچائے‘ آمین۔" وہ آنچل پھیلا کر دعا مانگنے لگیں سعدیہ دانیال کو دیکھنے کے لیے نکل کھڑی ہوئیں کہ وہ کیا کررہا ہے۔ دانیال کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے سوچ رہی تھیں اپنی پسند کی زندگی گزارنے کے لیے انسان کو کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔

❀❀❀

"پاپا...... آپ بالکل بھی ٹینس نہ ہوں‘ سچوئشن سو فیصد تبدیل ہوچکی ہے۔ آپ تصور نہیں کرسکتے۔" دانیال ڈرائیو کرتے ہوئے کمال فاروقی سے بات کررہا تھا جو دانیال کو بتارہے تھے کہ یہاں ٹھیک ٹھاک سردی ہورہی ہے‘ میں تو ویسے ہی ہلکے پھلکے کپڑے لے کر چل پڑا تھا۔

وہ چترال کے ایک ریسٹ ہاؤس میں چند دنوں کا جشن آزادی منانے کے لیے قیام پذیر تھے۔ دانیال سے روزانہ ہی بات ہوتی تھی‘ آج فلو میں مبتلا ہوئے تو تنہائی بہت محسوس ہونے لگی۔ گھر یاد آنے لگا‘ دانیال کو بھی محسوس ہوا کہ وہ اب اُکتا رہے ہیں اس لیے پہلی فرصت میں وہ بات کی جس سے ان کو تقویت پہنچے اور گھر آنا چاہتے ہوں تو ہلکے پھلکے ہوکر واپس آجائیں۔

"مثلاً...... مجھے تمہاری بات سمجھ نہیں آئی‘ سچوئشن کس طرح تبدیل ہوچکی ہے ذرا وضاحت کرو۔" کمال فاروقی کو درحقیقت اچنبھا ہی ہوا تھا کہ چند دنوں میں کون سی جادو کی چھڑی گھر پر گھوم گئی۔

"مجھے لگتا ہے آپ کے جانے کا ممی پر ٹھیک ٹھاک اثر ہوا ہے‘ اتنا زبردست چینج دیکھنے کو مل رہا ہے کہ میری حیرانی ختم نہیں ہورہی۔"

"رئیلی......؟" کمال فاروقی کو اپنے کانوں پر جیسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ پینتیس سال میں نہ ساون سوکھا تھا نہ بھادوں ہرا تھا‘ چند دن میں کس نے کرامت دکھادی۔

"سچی پاپا...... میں بالکل سیریس ہوں‘ آپ چاہیں تو آج ہی سیٹ کنفرم کرالیں اور خود آکر دیکھ لیں اور چاہیں تو اب بالکل ریلیکس ہوکر انجوائے کریں ویسے بھی آپ یہاں آکر پہلے کی طرح روبوٹ بن جائیں گے۔ موقع ملا ہے تو تھوڑا سا گھوم پھر لیں‘ آپ کی صحت پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔" دانیال پُرخلوص انداز میں باپ کو مشوروں سے نوازنے لگا‘ باپ کی آواز سن کر اس کی اپنی طبیعت پر بہت مثبت اثر پڑا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے ڈپریشن سے نجات مل گئی تھی۔ کمال فاروقی نے اب کوئی واضح جواب نہ دیا اور رابطہ منقطع کردیا۔

❀❀❀

دن کے دو تین بجے تک تو گھر گھر لگتا تھا‘ کپڑے دھونے والی ماسی آتی تھی‘ صفائی کرنے والی الگ آتی تھی۔ یہ دونوں ماسیاں بوا کی زندگی میں بھی اس گھر کی میں آکر کام کرتی تھیں اور بہت پرانی ماسیاں تھیں وہ اپنی عادت کے مطابق باتیں کرنے کی کوشش تو کرتی تھیں لیکن پیاری ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کرتی تھی ان کو احساس دلاتی تھی کہ مشہود اس وقت بیمار ہے۔ مریض ہے اس لیے وہ صرف اپنے کام سے کام رکھیں فالتو بات نہ کریں۔

ماسیوں کا ایسے ماحول میں دل تو بہت گھبراتا تھا جب پیٹ میں بہت شدید درد اٹھتا تھا۔ بات کیے بغیر رہا نہیں جاتا تھا تو تھوڑی دیر کے لیے پچھلی گلی میں جاکر اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے ایک طرح سے بریک لیتی تھیں پھر واپس آکر اپنے کاموں میں لگ جاتی تھیں۔ پیاری ان سے کوئی غیر ضروری بات نہیں کرتی تھی سوائے کام سمجھانے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

کے علاوہ۔
گیارہ بجے کے بعد فیکٹری کا منیجر آجاتا تھا اور تقریباً ظہر کی اذان تک اس کے ساتھ مصروف رہتا تھا۔ وہ منیجر مشہود نے آنے کے دو تین دن کے بعد ہی گھر بلانا شروع کردیا تھا جو اَب تک فیکٹری کے تمام معاملات سنبھال رہا تھا اور جس کی نگرانی دانیال کررہا تھا۔
اب دانیال منظر سے یکسر ہٹ چکا تھا اور معاملات پہلے کی طرح مشہود کے ہاتھ میں تھے لیکن ماسیوں اور منیجر کے جانے کے بعد ہو کا عالم ہوتا تھا۔ درختوں پر بیٹھے کوؤں کی کائیں کائیں سے اعصاب چٹخنے لگتے تھے۔
اکرم الیکٹریشن ہدایات لے کر واپس جا چکا تھا۔ پیاری مشہود کے لیے شوربے والا سالن تیار کررہی تھی کہ معاً اسے خیال آیا کہ مشہود کی دوائیاں ختم ہورہی ہیں۔ صرف آج رات ہی کی میڈیسن ہوگی اور صبح ناشتے کے بعد بڑا مسئلہ ہوجائے گا۔ مشہود صبح ناشتا بھی جلدی کرتا تھا صرف میڈیسن لینے کی وجہ سے ورنہ معمول کے دنوں میں وہ دس بجے کے بعد ہی ناشتا کیا کرتا تھا۔ پیاری چولہے کی آنچ دھیمی کرکے پریشانی کی حالت میں مشہود کے کمرے میں آئی تھی۔
مشہود بیڈ پر چت لیٹا ہوا تھا آنکھیں چھت پر لگی ہوئی تھیں...... پیاری نے کھنکار کر اس کو متوجہ کیا۔ مشہود نے کالر لگا ہونے کی وجہ سے صرف نظریں گھما کر پیاری کی طرف دیکھا۔
"بھائی وہ آپ کی آج رات ہی کی میڈیسن ہیں صبح کے لیے نہیں ہیں مجھے بھی خیال نہیں رہا پھر مجھے یاد آیا کہ جب آپ نے دوپہر کو لی تھی تو صرف رات ہی کی ٹیبلٹ پڑی ہوئی تھی۔ صبح کے لیے میڈیسن لانا ہوگی آپ کہیں تو میں جاکر لے آتی ہوں۔" پیاری نے سہمے سہمے انداز میں بات کی تھی جس انداز میں بات کرنے پر مجبور کردیا تھے اسے تو ہر بات کرتے ہوئے ایک عجیب سا خوف آلیتا تھا کہ پتا نہیں مشہود کو کیا یاد آجائے اور وہ کس بات پر برسنے لگے۔ ایک عجیب سے خوف میں وہ آٹھ پہر مبتلا رہتی تھی۔
"تمہیں میری میڈیسن کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں اسد کو ابھی فون کردیتا ہوں وہ صبح پہنچادے گا۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ میں تمہارا محتاج ہوگیا ہوں اور تم میری دوائی کا بندوبست نہیں کروگی تو میں بغیر دوائی کے ہی مرجاؤں گا۔ میں وہاں نہیں مرا جہاں مجھے مرنا چاہیے تھا زندہ آگیا ہوں تمہاری اصلی شکل دیکھنے کے لیے چلی جاؤ یہاں سے۔" وہی ہوا جس کا پیاری کو ڈر تھا مشہود شاید اس وقت شدید اسٹریس کی حالت میں تھا جب اس نے آکر میڈیسن کا ذکر شروع کردیا تھا۔
پیاری تو اس کی دھاڑ سن کر اتنی خوف زدہ ہوئی کہ چلنے کی بجائے سرپٹ دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں پہنچی اور سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر دل کو یوں سنبھالا جیسے وہ سینے کی دیواریں توڑتا ہوا باہر نکلا جارہا ہو۔

❁......❁......❁

"ہیں...... دانیال کہاں اور کب چلا گیا میں سوئی تو نہیں گھر میں ہی تو ہوں۔" سعدیہ دانیال کا کمرہ دیکھ کر واش روم کے خالی ہونے کا یقین کرکے واپس پلٹتے ہوئے حیرت سے سوچ رہی تھیں۔ باہر لاؤنج میں آکر بڑی سی اٹالین کھڑکی سے پورچ میں جھانکا وہاں دانیال کی کار نہیں تھی۔
"اللہ میں کہاں تھی...... یہیں تو ہوں یہ کب چلا گیا۔"
وہ حیران پریشان سوچ رہی تھیں پھر ایک دم ان پر الجھن اور کوفت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ سامنے ٹیبل پر ان کا سیل فون پڑا تھا اسے اٹھایا اور دانیال کا نمبر ڈائل کرنے لگیں۔
"بتاؤ کہیں جانا ہی تھا تو کم از کم بتا کر ہی جاتا۔ ابھی اتنی دیر تک مجھ سے باتیں کرتا رہا مجھے تو نہیں بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر بعد گھر سے باہر چلا جائے گا۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے نمبر ڈائل کررہی تھیں۔
نمبر ڈائل کرکے انہوں نے سیل فون کان سے لگایا تو ہاتھ یوں نیچے آیا جیسے کہ بے جان ہوگیا ہو خون کی گردش ہی رک گئی ہو کیونکہ دانیال کا نمبر بند جارہا تھا۔
"گھر سے بھی چلا گیا اور فون بھی بند کیا ہوا ہے اتنی

اچھی طرح تو اس سے باتیں کیں اب کیا اسے گود میں لیے بیٹھی رہتی بتاؤ اتنا سا بھی اثر نہیں ہوا میری کسی بات کا شاید اسے یقین نہیں آیا۔ کیا وہ مجھ پر شک تو نہیں کر رہا۔“ سعدیہ سوچنے لگیں۔

”دم اکثر کثرت سے جھوٹ بولنے والوں کو ایسے وہم ستایا کرتے ہیں اب کیا کروں میں‘ مانو آپا بھی آ گئی ہیں ان کو تو ویسے بھی آنے کا بہانہ چاہیے ہوتا ہے۔“

”ارے بھرپائے ہم ان کی محبت سے‘ ڈبل ڈیوٹی پر لگا دیا ہے ہمیں نا اتنی محبت بھری ہوتی نا مجھے آج ان مصیبتوں کو بھگتنا پڑتا۔“ اب ان کو مانو آپا پر اسی طرح سے غصہ آنے لگا جس طرح سے اکثر آتا تھا۔

”اب کیا کہوں بڑی بی کو اب ایک دم سے موڈ بدل کر تو بات نہیں کر سکتی شاید انہوں نے گھر دیکھا ہو گا اس کا‘ میں کہتی ہوں چلو ہم دونوں ہی چلتے ہیں۔“ سعدیہ کا دماغ اب تیزی سے کام کرنے لگا ان کو بہت کچھ کرنا تھا ان کو اپنا من چاہا نتیجہ چاہیے تھا جس کے لیے بظاہر ان میں بہت سکون نظر آ رہا تھا لیکن دل بے صبری کی حدود پھلانگ رہا تھا وہ خود کو سنبھالتی دھیرج پاؤں دھرتی پھر دوبارہ مانو آپا کے پاس آ کر بیٹھ گئیں جو اوپر تیرس میں چائے کے ساتھ بھنے ہوئے کاجو بادام بھی کھا رہی تھیں۔

”ان کے بہت مزے ہیں جہاں بیٹھتی ہیں وہیں کھانے کو مل جاتا ہے۔ کام تو کوئی ہے نہیں ایک بچہ پال کر دنیا پر احسان کر دیا اب بنی پھرتی ہیں عبدالستار ایدھی کی طرح خدمت گار لوگوں کی فرصتیں ہیں۔ دانیال کی غیر موجودگی اور بنا بتائے چلے جانا ان کو اتنا کھل رہا تھا کہ وہ اپنی اصلی حالت میں پہنچی ہوئی تھیں۔ مانو آپا سے خوش اخلاقی سے بات کرنا انہیں دوبھر لگ رہا تھا لیکن کیا کریں گلے پڑی گھنٹی تو بجانا تھی خود ہی تو آنے کی دعوت دی تھی۔

ارے میں پوچھتی ہوں ان سے اگر وہ اس لڑکی کا گھر جانتی ہیں تو ہم دانیال کے بغیر بھی وہاں جا سکتے ہیں۔ بھائی کے ساتھ تو سلام دعا کر کے آ گئیں جس کی وجہ سے یہ سارے عذاب ہم بھگت رہے ہیں۔“ انہوں نے مانو آپا کی طرف قدم بڑھانے کی بجائے پلٹ کر ایک ٹھنڈا گلاس پانی پینا ضروری خیال کیا کیونکہ یہ ان کا تجربہ تھا کہ ٹھنڈا پانی پینے سے وقتی طور اعصاب پرُسکون ہو جاتے ہیں۔ پانی پینے کے بعد انہوں نے وہیں کھڑے کھڑے اپنے ہونٹوں کو چیر کر مسکرانے کی ریہرسل کی پھر ذرا لہراتی ہوئی مانو آپا کے پاس چلی آئیں۔

”مانو آپا میرا خیال ہے دانیال کو فیکٹری جانا پڑ گیا ہے جب اسے فیکٹری جانا ہوتا ہے نا بھی وہ نشتم پشتم بھگتا ہے اور اگر کسی سے ملنے جاتا ہے تو مجھے بتا کر جاتا ہے۔“

”ہائیں...... دانیال گھر میں نہیں‘ لو میں نے تو سوچا تھا اسے ساتھ لے کر پیاری کے گھر جائیں گے۔“ مانو آپا کو چائے کے گھونٹ سے اچھو لگنے لگا۔

”آپا آپ اس لڑکی کے گھر کبھی نہیں گئیں؟“ سعدیہ نے وقت ضائع کیے بغیر اپنے مطلب کا سوال داغ دیا۔

”ہاں ہاں جا چکی ہوں‘ دیکھا بھالا راستہ ہے کوئی مشکل جگہ پر نہیں ہے اس کا گھر۔ روڈ سے دو منٹ کی ڈرائیو بھی نہیں ہے۔“

”تو چھوڑیں دانیال کو میں اور آپ جاتے ہیں‘ مل کر آ جاتے ہیں۔ کم از کم تھوڑا بچی خوش تو ہو جائے گی‘ اس کا بھی حوصلہ بڑھے گا۔“

”ہاں‘ اگر دانیال ساتھ چلتا تو اسے ہاتھ کے ہاتھ گھر لے آتے۔ ظاہر ہے شادی شدہ ہے کب تک وہاں رہے گی۔“

”لیکن آپ تو کہہ رہی ہیں کہ اس کے بھائی کی حالت بہت خراب ہے اگر ہم اسے لے آئے تو اس کے بھائی کا خیال کون کرے گا؟“ سعدیہ نے فوراً کہا اور اسی لمحے مانو آپا کو خیال ہوا کہ سعدیہ اس وقت اپنے اوسان بحال رکھے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے اوسان کھو رہی ہیں۔

”ہاں یہ تو تم نے بڑے پتے کی بات کی‘ ہاں ظاہری بات ہے وہ بچی ایک دم سے اپنے بھائی کو چھوڑ کر کیسے نکل سکتی ہے لیکن چلو میں تم مل کر آ جاتے ہیں کم از کم دونوں بہن بھائیوں کا حوصلہ تو بڑھے گا۔ اللہ اس کے بھائی کو اچھا

کرے دیکھ کر آتے ہیں۔‘‘
’’چلیں میں تو تیار ہوں‘ ڈرائیور کو کہتی ہوں کہ گاڑی تیار کرے۔‘‘
’’ہاں ہاں میں نے بھی چائے ختم کرلی کہہ دو اپنے ڈرائیور کو۔‘‘ مانو آپا نے یہ کہہ کر جلدی جلدی دو تین گھونٹ بھرے اور کپ واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔
سعدیہ اپنی سانسوں کو درست کرتی ایک نیا لائحہ عمل تیار کرتیں نوکر کے پاس جا رہی تھیں۔

❀......❀......❀

اچانک چار پانچ لوگ آ گئے تھے جن میں ایک فیکٹری کا منیجر بشیر احمد دوسرا مارکیٹنگ کا بندہ اویس تھا باقی تینوں سے وہ ناآشنا تھی۔ کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا‘ وہ مشہود کے کمرے سے آنے والی آوازوں کو باآسانی سن سکتی تھی۔
آنے والوں نے سب سے پہلے تو مشہود کو بہت گرم جوشی سے مبارک باد دی تھی پھر مختلف قسم کے سوالات کرنے لگے تھے۔ مشہود بہت پُرسکون انداز میں ان کو جوابات دے رہا تھا۔ کسی کی ایک بات پر وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر بھی ہنسا تھا۔ ایک زمانے بعد مشہود کے ہنسنے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ گنگ سی ہوگئی‘ اس طرح کے قہقہے تو اس گھر میں گونجتے رہتے تھے۔
پھر کیا ہوا...... کس کی نظر کھا گئی...... کس آسیب کا سایہ اس گھر پر محیط ہوگیا؟
مہمانوں کے لیے چائے یا ٹھنڈے کا بندوبست کرے؟ وہ شش و پنج میں پڑی ہوئی تھی۔ ایسا تو شاید پہلی بار ہو رہا تھا کہ گھر آئے مہمانوں کے لیے مشہود کی طرف سے کوئی ہدایات نہیں آئی تھیں۔
’’مجھے پورا یقین ہے شبیر کہ آپ نے سب کچھ بہت اچھی طرح سنبھالا ہوا ہے۔ آپ پہلے دن سے میرے ساتھ ہیں‘ آج پانچ سال ہونے کو آئے‘ آپ کو یاد ہے آپ کو پہلی سیلری پانچ ہزار روپے ملی تھی اور آج آپ ماشاء اللہ آٹھ ہزار ٹیکس کٹوا کر 95 ہزار لے رہے ہیں‘ کار بھی‘ فیول بھی کمپنی دیتی ہے۔ آپ نے میرے ساتھ جان لڑائی

غزل

فلسفہ یہ کیسا ہے بے وفا کے بارے میں
صاف صاف لکھوں تا دلربا کے بارے میں
لوگ تو کسی کو بھی چھوڑتے نہیں جاناں
لوگ کیا نہیں کہتے اک خدا کے بارے میں
میں غلط نہیں کہتا لوگ جو سمجھتے ہیں
شاعری ہماری ہے آشنا کے بارے میں
پتھروں کو ہاتھوں سے خود تراش لیتے ہیں
حرف حرف لکھتے ہیں دیوتا کے بارے میں
تم خطائیں کرتے ہو برملا محبت میں
ہاتھ جوڑ لیتے ہو اس خطا کے بارے میں
وہ دکھاتا پھرتا ہے راستہ محبت کا
بے وفائی کرتے ہو ہر کسی سے دنیا میں
آنکھ کے دریچے سے خون آنے لگتا ہے
جب بھی لکھنے لگتا ہوں کربلا کے بارے میں

راشد ترین...... مظفر گڑھ

تو صلہ بھی مل رہا ہے۔‘‘ مشہود اپنے ایمپلائی کو سراہ رہا تھا۔
کتنے دنوں بعد اس نے مشہود کی بھرپور آواز سنی تھی۔
’’مشہود صاحب...... آپ کی حوصلہ افزائی اتنا متاثر کردیتی ہے کہ کام کرنے میں مزہ آتا ہے۔‘‘
’’یہ تو ہے‘ مشہود صاحب اور باسز کی طرح تعریف کرنے میں کنجوسی سے کام نہیں لیتے۔‘‘ اب اویس نے بھی مشہود کی تعریف شروع کردی۔
’’میں ایک پروفیسر یعنی استاد کا بیٹا ہوں یہ عادت مجھے ورثے میں ملی ہے۔ استاد اگر اپنے شاگردوں کی حوصلہ افزائی نہ کرے تو وہ بہترین رزلٹ نہیں دے سکتے۔‘‘ اب مشہود نے سارا کریڈٹ مرحوم باپ کو دے دیا تھا۔ باپ کا ذکر چھڑا تو پیاری نے گویا انہیں سامنے مجسم کھڑا پایا‘ اس کا دل چاہا آگے بڑھ کر ان کے سینے سے لگ جائے۔
ایک دل خراش خیال بجلی کی طرح کڑک کر حملہ آور ہوا کہ وہ تو یتیم بھی ہے اور یسیر بھی...... اور یہ بھی کہ آج کیوں

اسے اتنی شدت سے احساس ہوا کہ وہ یتیم ہے۔ ماں باپ بھی نہیں' بوا بھی نہیں اور بھائی وہ تو سو غیروں سے بڑھ کر غیر بنا ہوا تھا۔

باپ کی شفیق و مہربان آوازیں چاروں طرف سے آنے لگیں' پیاری کو پیاری انہوں نے ہی تو کہنا شروع کیا تھا جو بعد میں اس کی عرفیت کے بجائے نام ہی ہو کر رہ گیا اس کی آنکھوں سے خاموش آنسو گرنے لگے۔

اس شخص کو مفلس کہا جاتا ہے' جس کا ایک بھی پُر خلوص دوست نہ ہو اور جس کے ماں باپ' بہت جلد جدا ہو جائیں گویا وہ تو مفلس ترین ہے' وہ جتنے آنسو پونچھ رہی تھی اس سے زیادہ گرنے لگتے تھے۔

جانے کتنی دیر وہ اپنے ماں باپ کو یاد کر کے روتی رہی اب اس کا ذہن ماحول سے آزاد ہو کر عالم برزخ میں سیر کناں تھا۔ روح بے تابی سے اِدھر اُدھر جھانک کر ماں باپ کے دیدار کے لیے تڑپ رہی تھی۔ کتنا وقت گزرا' مشہود اور مہمانوں نے کیا کیا باتیں کیں اسے کچھ ہوش نہ رہا تھا مگر کال بیل کی گھنٹی جس کی دھن میں دھیما پن اور نغمگی تھی اسے دوبارہ دنیائے آب و گل کے قید خانے میں کھینچ لائی۔

وہ چہرہ صاف کرتی عجلت کے انداز میں باہر کی طرف بڑھی' مشہود کے کمرے میں کھلے دروازے سے بیٹھے ہوئے مہمان نظر آرہے تھے شاید وہ مشہود کو بھرپور کمپنی دینے کی نیت کر کے بیٹھے تھے۔

''دانیال صاحب نے آپ کی غیر موجودگی میں سب کا بہت خیال رکھا' وہ صبح سے شام تک دو چکر ضرور لگاتے تھے۔'' پیاری نے گزرتے ہوئے سنا۔ یہ نامانوس آواز تھی' پیاری نے پہلی بار سنا تھا مگر جو کچھ سنا اس سے دل کو عجیب سی تقویت پہنچی۔ دانیال کی تعریف ہو رہی تھی یقیناً مشہود پر کچھ تو اثر ہوگا۔

''انسان کا اپنا بھی کوئی کنسرن بنتا ہو تو زیادہ ڈیوٹی فل ہو جاتا ہے۔'' تعریف مسترد ہو گئی تھی نا اتفاقی کی نذر ہو گئی تھی۔ پیاری نے جواب سننے کے لیے ہی رفتار آہستہ کی تھی' جواب سننے کے بعد سوچ رہی تھی کاش نہ سنتی۔

کال بیل دوبارہ بج اٹھی تھی' آنے والے کا صبر کا پیمانہ غالباً لبریز ہو گیا تھا' دبا کر دو تین مرتبہ بجائی' رفتار دوڑ میں بدل گئی۔

''ارے بیٹا...... گیٹ کھول کر دیکھو کون کون ہے؟''

مانو آپا کی خوش باش اور پُر جوش آواز سماعت سے ٹکرائی تو پیاری کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ وہ کسی صورت گوارہ نہ کر سکتی تھی کہ مشہود کے ہاتھوں مانو پھوپو کی معمولی سی بھی بے عزتی ہو۔ وہ اپنی محسنہ کے ساتھ یہ سب کچھ برداشت کر ہی نہیں سکتی تھی۔ گیٹ تو اس نے طوعاً کرہاً کھولا تھا مگر مانو پھوپو کے ساتھ سعدیہ کو کھڑا پا کر وہ سچ مچ بدحواس ہو گئی تھی۔ جس انداز اور لب و لہجے کے ساتھ اس نے سعدیہ کو ہسپتال میں دیکھا سنا تھا' قریب تھا دہشت سے غش کھا کر گر پڑتی مگر اس سے زیادہ حیرت انگیز معاملہ ہو گیا۔ مانو پھوپو سے پہلے سعدیہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا تھا۔

''کیسی ہو میری جان؟ مانو آپا دیکھیں تو سہی بھائی کی پریشانی میں کس قدر کملا کر رہ گئی ہے۔ چہرہ اترا ہوا ہے۔'' سعدیہ کے لہجے سے پیار شہد کی طرح ٹپک رہا تھا۔

''ظاہری بات ہے' ماں جایا ہے۔ خون کا رشتہ ہے اور پھر آگے پیچھے ہے کون؟ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر جیتے ہیں' اللہ کل جہاں کی بہنوں کے کلیجے اور آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ بے حساب سکھ دیکھیں' آمین۔'' انہوں نے پیاری کا بازو تھام کر بڑی محبت سے اپنی طرف کھینچا اور گلے لگانے کے بعد اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ محبتوں کے وارفتہ عمل سے پیاری کو بڑی تقویت پہنچی' کھل کر سانس آنے لگا البتہ سعدیہ کی طرف سے جو حیرت انگیز عمل کا سلسلہ شروع ہوا تھا اس پر وہ ہنوز دم بخود سی تھی۔ سب سے پہلا اور بنیادی سوال جو ذہن میں ابھرا اس کا تعلق دانیال سے تھا۔

جب ماں اتنی اچھی بن کر ہو کر ملنے آرہی تھی تو وہ ساتھ کیوں نہیں آیا؟ اور فوراً ہی ایک قسم کی حواس باختگی بھی

غالب آ گئی جو شاید اس سوال کا جواب تھی شاید بھائی کی وجہ سے۔ جو کچھ مشہود نے دانیال سے کہا تھا اس کے بعد تو دانیال کو اس طرف آتے ہوئے سو بار سوچنا تھا۔

"آیئے پلیز......" معاً اسے خیال آیا کہ وہ ابھی تک انہیں گیٹ پر روکے ہوئے ہے قدرے خجالت آمیز انداز میں گویا ہوئی۔ مانو پھوپو کے دیکھے بھالے راستے تھے وہ تو خود کار انداز میں چل پڑیں' سعدیہ کو ان کی تقلید کرنا تھی پیاری گیٹ کا ذیلی پٹ بند کر رہی تھی۔ اس کے لاؤنج میں پہنچنے سے پہلے مانو سعدیہ کو لے کر وسیع لاؤنج کے مرکز تک جا پہنچی تھیں۔

پیاری تیز رفتار ہو کر ان تک پہنچی' مانو آپا متجسس انداز میں مشہود کے کمرے کی طرف دیکھ رہی تھیں جہاں کچھ لوگ بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔

"خیر سے گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں۔" انہوں نے پیاری کی طرف دیکھا۔

"جی بھائی کی فیکٹری کے منیجر اور دیگر لوگ آئے ہوئے ہیں۔" وہ آواز دبا کر بولی اب دل انجانے اندیشوں سے لرزنے لگا تھا۔

آج زندگی کی اہم ترین کامیابی سامنے آئی تھی' اس کے محبوب کی ناراض ماں آج اسے قبول کرنے آن پہنچی تھی مگر اس خوشی پر خوف و اندیشوں کے سائے عفریت کی طرح منڈلا رہے تھے۔ خوشی کا خیال تو تھا احساس نہیں اور پھر یہ کہ جانے کس لمحے مشہود وارد ہو جائے اور منظر نامہ یکسر تبدیل ہو جائے۔

"پھوپو آیئے ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہیں۔" وہ شاید لاشعوری طور پر دونوں کو مشہود سے چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ارے ہم ڈرائنگ روم والے مہمان نہیں ہیں' گھر والے ہیں ادھر ہی بیٹھ جاتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے مانو پھوپو مخملی صوفے میں دھنس گئیں' تو سعدیہ کو بھی بیٹھنا پڑا حالانکہ دنیا پرست ہونے کے ناطے ان کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ڈرائنگ روم بھی دیکھ لیں جیسے لڑکی کا سلیقہ دیکھنے کی آرزو بھی مچلی جاتی ہو حالانکہ اب تو نور جہاں کے کبوتر اڑ چکے تھے۔ ڈرائنگ روم اسٹور کی شکل میں بھی نظر آتا تو کیا کر لیتیں؟

"چائے یا ٹھنڈا......؟ پھوپو کوئی تکلف نہیں کیجیے گا۔" پیاری نرم آواز میں مانو پھوپو سے مخاطب ہوئی مگر نظر سعدیہ پر تھی جو بیٹھتے ہی لاؤنج میں سجی آرائشی اشیاء کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے گاہے بگاہے مشہود کے کمرے کی طرف بھی دیکھ لیتی تھیں۔ مشہود بھی شاید دیکھ کر کہ گھر میں مہمان خواتین آئی ہیں' بہت محتاط اور آہستہ آواز میں مہمانوں سے بات کر رہا تھا۔

"تم ابھی آرام سے یہاں اپنی ساس کے پاس بیٹھو یہ چائے پانی تو چلتے رہتے ہیں۔" مانو پھوپو نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے اور سعدیہ کے درمیان بٹھالیا۔ سعدیہ نے پھر پیاری کو اپنے بازو کے گھیرے میں لے کر خود سے قریب کرلیا گویا مارے محبت کے ادھ موئی ہوئی جاتی ہوں۔

پیاری کے اندر سے اٹھنے والی ہر خوشی کی لہر' اندیشوں کے سمندر میں جا گرتی تھی اسی لمحے مشہود کے مہمان خدا حافظ کی صداؤں کے ساتھ اس کے کمرے سے باہر آگئے تھے۔ مشہود کی واکر کی ہلکی سی کھٹ کھٹ بھی ساتھ سنائی دے رہی تھی۔

مہمانوں نے لاؤنج میں بیٹھی خواتین کو براہ راست دیکھے بغیر مؤدبانہ سلام عرض کیا اور تیزی سے باہر کی طرف بڑھ گئے۔ مشہود مانو پھوپو کو دیکھ کر آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا تھا' وہ ششدر سا تینوں کی طرف دیکھنے لگا۔ پیاری کے دانتوں تلے پسینہ آنے لگا۔ مانو پھوپو حیرت سے پتھر ہوئی جاتی تھیں کہ مشہود کو کیا ہوا کہ سلام ہی کرنا بھول گیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

سلیقہ عشق میں میرا، کمال کا تھا
کہ اختیار بھی دل پر عجب مثال کا تھا
محبتوں میں، میں قائل تھی لب نہ کھلنے کی
جواب ورنہ میرے پاس ہر سوال کا تھا

منظر اداس ہے، پس منظر اداس ہے
گھر بھی اداس، دیوار بھی، در بھی اداس ہے
ہے دور تک اداسی کا یہ سلسلہ گیا
لگتا ہے میرے ساتھ "دسمبر" اداس ہے

دسمبر کا آخری سورج دھیرے دھیرے اپنے سفر پر رواں دواں تھا۔ موسم حد درجہ خنک تھا، سرد ہوا جسم کو منجمد کیے جارہی تھی۔ موسم کی خنکی التمش کے اندر اٹھتے ہوئے شوریدہ جذبوں، غصے کی آگ کی شدت پر قطعی اثر انداز نہیں ہورہی تھی۔ اس کے اندر غصے کی آگ دہک رہی تھی، خود کو بے وقعت محسوس کررہا تھا۔

"زیمل اس حد تک جاسکتی ہے کہ صفائی کا موقع دینے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی، ایک بار بھی صحیح اور غلط کے بارے میں استفسار نہ کیا۔ ایک بار مجھ سے پوچھا نہیں یعنی...... یعنی اتنی غیر محفوظ سمجھتی ہے خود کو۔ میری محبت کو، میری چاہت کو پل بھر میں مٹی میں ملادیا۔ میری سچائی پر شک کرکے مجھے میری نظروں سے گرادیا۔ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا زیمل...... تم نے مجھے میری نگاہوں میں ذلیل کردیا۔" دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر وہ اپنے آپ کو قابو کرنے کی ناکام کوشش کررہا تھا۔ ہسپتال سے نکل کر وہ قریبی سنسان پارک میں آبیٹھا، وہ ذہنی طور پر اس قدر منتشر تھا کہ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟ شدید ٹھنڈ کی وجہ سے پارک آج بالکل سنسان تھا۔ اکا دکا دور کہیں آتے جاتے لوگ نظر آجاتے، یونہی بیٹھے بیٹھے پتا نہیں کتنا وقت گزرتا گیا۔

سیل بھی اس نے آف کردیا تھا، اس وقت ذہن کی جو حالت تھی وہ کسی سے بھی کوئی بات کوئی رابطہ نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ التمش مالی لحاظ مستحکم تھا، والدین حیات نہیں تھے لیکن والد کا کاروبار وسیع تھا جس کو التمش نے سنبھال لیا تھا۔ وہ آپا اماں کے ساتھ رہتا تھا، زیمل سے پہلی ملاقات شاپنگ مال میں ہوئی تھی۔ زیمل اپنی دوست نیما کے ساتھ شاپنگ کرکے جیسے ہی شاپ سے باہر نکلی نہ جانے کیسے ماربل کے چکنے فرش پر سلپ ہوگئی اس کے ہاتھ سے شاپرز اور موبائل گر گیا اور اس سے پہلے کہ وہ زمین پر گرتی برابر کی شاپ سے نکلتے التمش نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دے کر

گرنے سے بچالیا۔ آس پاس کھڑے لڑکوں کے چہروں پر مضحکہ اڑانے والی ہنسی دیکھ کر زیمل بری طرح جھینپ گئی تھی۔ مارے شرمندگی کے اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

''اوہ زیمل...... کیا ہوا ٹھیک ہو ناں تم؟'' نیما گھبرا کر آگے بڑھی۔ التمش بھی اچانک ہونے والے واقعے پر حیران تھا۔

''تھینک یو سو مچ بھائی......'' نیما نے جلدی سے کہا۔

''کوئی بات نہیں مس...... پلیز ریلیکس ہو جائیں۔'' التمش زیمل کو دیکھ کر شائستگی سے بولا۔ زیمل اور نیما نے شاپرز سمیٹے اور جانے لگیں۔

''یہ لے لیں۔'' التمش نے زیمل کا موبائل بھی اٹھا کر دیا۔

''تھینک یو۔'' زیمل نے موبائل لیتے ہوئے کہا۔ التمش نے گہری نظر سے زیمل کو دیکھا' بلیک ڈاٹس کی شرٹ پر بلیک ٹراؤزر اور گلے میں چنری ڈالے وہ بلاشبہ بہت حسین لگ رہی تھی۔

''واؤ یار...... کیا فلمی سچوئشن تھی قسم سے۔'' گاڑی میں بیٹھ کر نیما نے شرارت سے آنکھ دبا کر کہا۔ ''تھا بھی بڑا ڈیشنگ بندہ بالکل ہیرو جیسا۔''

''پاگل ہو گئی ہو کیا؟ کیا فضول بک بک کر رہی ہو۔'' زیمل نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے گھر کا۔

''ویسے سچ بتاؤ۔ تھا تو ہیرو جیسا ناں؟'' نیما نے اس کی بات ان سنی کر کے دوبارہ سوال کیا۔

''ارے یہ تم کو کیا ہو گیا اچانک؟ زیادہ ہی لٹو ہو رہی ہو خیریت تو ہے ناں؟ ویسے میں نے اسے دیکھا نہیں اتنے غور سے جیسا کہ تم نے دیکھ لیا۔ لگتا ہے اشعر بھائی کو کہنا پڑے گا کہ جلدی سے شادی کر لیں ورنہ لڑکی ہاتھوں سے نکل جائے گی۔'' اس بار زیمل کے لہجے میں شرارت عود آئی۔

''لاحول ولا قوۃ...... میں کیوں نکلوں گی...... میں تو صرف سچوئشن بتا رہی ہوں۔'' نیما نے جلدی سے صفائی دی' زیمل زور سے ہنس دی تو نیما جھینپ گئی۔

زیمل کے مما اور پاپا مل کر بزنس کرتے تھے پھر پاپا کا انتقال ہو گیا تو اس کی مما اور وفادار ملازمین کامیابی سے بزنس چلا رہے تھے۔ وہ شہر کے پوش ایریا میں رہتے تھے زیمل کو روپے پیسے کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ فائن آرٹس کی اسٹوڈنٹ تھی اس کی واحد دوست نیما کا تعلق بھی ایسی ہی فیملی سے تھا اس کا رشتہ اپنے کزن اشعر سے طے ہو چکا تھا' اشعر ملک سے باہر تھا۔ زیمل خوب صورت ہونے کے ساتھ سوفٹ نیچر کی مالک بھی تھی' وہ سچی اور کھری لڑکی تھی۔ اس کی نظر میں ''محبت'' صرف اپنے مجازی خدا سے کرنا ہی صحیح تھی' وہ آج کل کی وقتی محبتوں کے سخت خلاف تھی اور ان خرافات سے دور رہنے والی لڑکی تھی۔ مسز کاظمی (زیمل کی والدہ) کا خیال تھا کہ جیسے ہی زیمل پڑھائی سے فارغ ہوگی مناسب رشتہ دیکھ کر اس کی شادی کر دیں گی۔ اس سلسلے میں زیمل نے سارا حق اپنی مما کو ہی دے رکھا تھا۔

مسز کاظمی کا دو دن سے بی پی تھوڑا سا بڑھا ہوا تھا' زیمل نے ان کو زبردستی کہا کہ ہسپتال جا کر چیک اپ کروالیں۔

''ارے نہیں بیٹی...... میں ٹھیک ہو جاؤں گی' معمولی سا تو ہے۔'' مگر زیمل نہ مانی۔

''نہیں مما میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتی' آپ کو اپنا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔'' زیمل نے ان کی بات کاٹی تو با دل ناخواستہ وہ تیار ہوئیں۔ وہ لوگ ابھی گھر سے نکل کر تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ نہ جانے کیا ہوا اچانک گاڑی بند ہو گئی۔ زیمل نے لاکھ کوشش کی مگر گاڑی اسٹارٹ نہ ہوئی۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا مسئلہ ہو گیا' اوپر سے ڈاکٹر کے ٹائم کا ایشو بھی تھا۔

''اوہو مما...... لگتا ہے ہمیں گاڑی یہیں چھوڑ کر ٹیکسی سے جانا پڑے گا۔'' زیمل نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اوہو......'' مسز کاظمی بھی تھوڑا پریشان ہو گئیں۔

''چلیں اتریں' دیکھتے ہیں۔'' پرس لیے وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اترتے ہوئے بولی' ابھی وہ گاڑی لاک

کر کے پلٹی ہی تھی کہ اس کے پاس گاڑی آ کر رکی۔

"السلام علیکم!" گاڑی سے التمش اترا۔

"وعلیکم السلام!" زیمل کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک تھی۔

"کیا آپ کی گاڑی خراب ہوگئی ہے؟" مسز کاظمی حیرت سے ان دونوں کو ایک دوسرے سے باتیں کرتا دیکھ رہی تھیں۔

"مما...... میں نے آپ کو بتایا تھا ناں کہ اس روز شاپنگ مال میں میں سلپ ہوگئی تھی اور میرا اسیل بھی گر گیا تھا تو انہوں نے مجھے میرا اسیل لا کر دیا تھا۔" زیمل کو احساس ہوا تو جلدی سے مسز کاظمی سے مخاطب ہوئی۔

"اور یہ میری مما ہیں۔" زیمل اس بار التمش سے مخاطب ہوئی۔

"السلام علیکم! آنٹی میں التمش ہوں...... التمش منصور" التمش نے قدرے جھک کر ادب سے کہا۔

"مے آئی ہیلپ یو؟" وہ اس بار مسز کاظمی سے مخاطب ہوا۔

"بس بیٹا...... ہمیں ٹیکسی کرادو پتا نہیں اچانک گاڑی کو کیا ہوگیا ہے بند ہوگئی ہے، ہسپتال جانا ہے۔" مسز کاظمی نے تفصیل بتائی۔

"اوہو آنٹی...... ٹیکسی کیوں میں آپ لوگوں کو ڈراپ کردوں گا اور گاڑی بھی چیک کرادوں گا اگر آپ مناسب سمجھیں تو......" سوالیہ نظریں مسز کاظمی پر ڈال کر مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں بیٹا شکریہ، ہمیں ٹیکسی کروادو بس۔" مسز کاظمی نے روکھے لہجے میں کہا۔

"آنٹی...... بیٹا بھی کہہ رہی ہیں اور...... اور خدمت کا موقع بھی نہیں دینا چاہ رہی ہیں۔ میری اپنی ماں تو نہیں ہیں، مجھے خوشی ہوگی اگر میں آپ کے کام آسکوں۔" اس بار التمش کا لہجہ بکھرا ہوا تھا جب کہ چہرے پر اداسی نمایاں تھی۔ مسز کاظمی کے ساتھ زیمل نے چونک کر اس کی جانب دیکھا...... اس کی بات پر مسز کاظمی کا دل پسیج گیا۔

"او ہو بیٹا...... آئی ایم سوری، مجھے لگا کہ تمہیں تکلیف ہوگی۔" مسز کاظمی نے شرمندگی سے کہا۔

"نہیں آنٹی! آپ یقین مانیں مجھے بہت خوشی ہوگی پلیز انکار مت کیجیے گا۔" وہ صرف مسز کاظمی سے ہی مخاطب تھا۔ ایک بار بھی زیمل کی طرف نہیں دیکھا یہی بات مسز کاظمی کو بہت اچھی لگی تھی۔

"او کے چلو ٹھیک ہے۔" مسز کاظمی نے آگے بڑھتے ہوئے زیمل کی طرف دیکھا زیمل تھوڑا پس و پیش کر رہی تھی مگر مسز کاظمی کے اشارے پر ان کے پیچھے چل دی۔ التمش نے آگے بڑھ کر مسز کاظمی کے لیے فرنٹ ڈور کھول دیا اور زیمل پیچھے بیٹھ گئی۔ بیس پچیس منٹ کی اس سفری ملاقات میں التمش نے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا کہاں رہتا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ والدین کی وفات کب ہوئی؟ مسز کاظمی نے بھی اپنی فیملی کے بارے میں مختصراً بتا دیا۔ زیمل چپ چاپ بیٹھی سب کچھ سنتی رہی بلیک جینز اور بلیک اینڈ وائٹ ٹی شرٹ میں سن گلاسز لگائے وہ خاصا اچھا لگ رہا تھا۔ بات کرنے کے انداز سے وہ سچا، کھرا اور شریف بندہ لگ رہا تھا۔ ہسپتال کے گیٹ پر اترتے وقت مسز کاظمی نے شکریہ کے ساتھ ساتھ اپنا سیل نمبر بھی دے دیا تھا۔ ان کو یہ معصوم سا لڑکا بہت پسند آیا تھا' اس کے حالات سن کر مسز کاظمی کو اس سے ہمدردی ہوگئی تھی۔

"بیٹا کبھی کبھار اگر دل چاہے اور مجھ سے ملنا چاہو تو میرے گھر آ جانا مجھے اچھا لگے گا۔" مسز کاظمی کے اس جملے نے التمش کے ارادوں کو جلا بخشی تھی۔ ہمت' حوصلہ ملا تھا کیوں کہ اسے بھی گرین اور پرپل عام سے کاٹن کے سوٹ میں سیدھی سادی معصوم سی زیمل بہت اچھی لگی تھی اور دل اس کو دوبارہ دیکھنے اس سے ملنے کی خواہش کرنے لگا تھا جسے قدرت بار بار اسے ملا رہی تھی شاید التمش منصور کے معصوم اور سچے جذبے ہی تھے کہ آج اس طرح سے مسز کاظمی سے ملاقات ہوگئی اور خود بخود راستہ بن گیا تھا۔

"دیکھو ذرا آج کے دور میں بھی اچھے لوگ موجود ہیں' یہ ہوتے ہیں خاندانی لوگ...... ان لوگوں کے اندازِ گفتگو اور عمل سے ہی اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سچ ہے کہ انسان کی اصلیت کبھی بھی نہیں چھپتی اس کے قول و فعل اور گفتگو سے ہی اس کی خاندانی حیثیت کا پتا چل جاتا ہے' التمش حقیقتاً اچھے خاندان کا شریف بچہ ہے میں نے اس سے دو منٹ کی بات سے ہی یہ اندازہ لگا لیا۔"

"اُف مما...... اب بس بھی کر دیں یہ التمش منصور نامہ...... آپ جب سے ہسپتال سے آئی ہیں بس اس کی شرافت کے ہی گن گا رہی ہیں اگر التمش نامہ ختم ہو گیا ہو تو میڈم لنچ کر لیں۔" زیمل جو پچھلے آدھے گھنٹے سے مسلسل التمش کی تعریف سن رہی تھی آخر کار جھنجھلا کر بولی۔

"ارے زیمل...... تم کو کیا ہوا؟ مجھے تو سچ میں وہ اچھا لگا ہے۔" مسز کاظمی بدستور تعریف میں رطب اللسان تھیں اٹھتے ہوئے بولیں تو زیمل منہ بنا کر رہ گئی۔ ایک دن کی دوا کھا کر ہی مسز کاظمی کی طبیعت ٹھیک ہوگئی اور بی پی بھی بالکل نارمل ہو گیا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

اس روز موسم خاصا خوشگوار تھا' مسز کاظمی عصر کی نماز سے فارغ ہو کر کال پر کسی سے بات کر رہی تھیں۔ زیمل پینٹنگ کر رہی تھی کہ التمش آ گیا ملازمہ نے آ کر اطلاع دی تو مسز کاظمی نے اسے بلوا لیا۔

"السلام علیکم!" وہ خوشگوار لہجے میں بولا۔

"وعلیکم السلام!" دونوں نے جواب دیا۔

"کیسے ہو بیٹا؟" مسز کاظمی نے اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"الحمدللہ آنٹی...... یہاں قریب ہی میرا دوست رہتا ہے اس کے پاس آیا تھا تو سوچا آپ سے مل لوں۔ آپ کو برا تو نہیں لگا؟" التمش نے جواب دے کر سادگی سے سوال بھی کر دیا۔

"نہیں بیٹا...... اچھا لگا مجھے' تم جیسے بچے مجھے بہت اچھے لگتے ہیں جو بڑوں کی عزت کرنا جانتے ہیں۔" مسز کاظمی نے فراخدلانہ انداز میں کہہ کر زیمل کی جانب دیکھا۔

اَرے مسکراو نا......!

ایک بوڑھی عورت کسی گھر میں تعزیت کے لیے گئی' گھر سے نکلتے وقت اس کی نظر ایک کونے میں پڑے مریض پر پڑی' اسے دیکھتے ہی وہ واپس پلٹی اور گھر والوں سے بولی۔

"بڑھاپے کی وجہ سے میرے لیے چلنا پھرنا مشکل ہے لہٰذا ان صاحب کی بھی ابھی تعزیت کر دیتی ہوں۔"

نفیسہ حبیب...... بستی ڈُریٹہ

"زیمل بوا سے کہو چائے لے آئیں۔" التمش نے بھی نظریں اٹھا کر زیمل کی جانب دیکھا۔

"واؤ گریٹ......! آپ پینٹنگ بھی کرتی ہیں' بہت زبردست بنائی ہے۔" کینوس پر نظر پڑی تو التمش نے بے ساختہ کھلے دل سے تعریف کر ڈالی۔

"تھینک یو سو مچ۔" زیمل نے مسکرا کر کہا اور برش پلیٹ میں رکھ کر بوا کو چائے کا کہنے چلی گئی۔

کچھ دیر بیٹھ کر التمش لوٹ گیا' اس کو مسز کاظمی میں اپنی مما کی جھلک نظر آئی ویسی شفقت' نرمی اور دھیما لہجہ' باتوں میں مٹھاس لگتی۔ مسز کاظمی سے بات کر کے التمش کو سکون ملتا۔ نیما کو پتا چلا تو اس نے خوب مذاق بنایا۔

"اچھا تو محترمہ...... وہ محترم گھر تک چلے آئے مطلب لگن سچی تھی۔" لہجے میں شرارت تھی۔

"چپ کرو۔" زیمل اسے گھرکتی مگر چہرے پر مسکراہٹ ہوتی اور واقعی وہ ہو گیا جس کا اشارہ نیما نے بہت پہلے دے دیا تھا۔ التمش منصور اور زیمل کاظمی ایک دوسرے سے ملتے' باتیں کرتے ایک دوسرے کے اتنے قریب آ گئے تھے کہ پتا بھی نہیں چلا دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہو گئے شاید یہی محبت ہوتی ہے جو چپکے چپکے انجانے میں دو اجنبیوں کو اتنے قریب لے آتی ہے کہ پھر دوری کا تصور بھی محال ہو جاتا ہے۔ چپکے چپکے دل میں وہ میٹھا سا احساس' نازک جذبے اور خوب صورت سا احساس جو آہستہ آہستہ روم روم میں بس جاتا ہے۔

کسی کا ہونے کا احساس' کسی کے قرب کی تمنا' کسی کی چاہت کی طلب...... یہی تو محبت ہے۔ محبت کا میٹھا اور کومل سا احساس جس کی لپیٹ میں دھیرے دھیرے التمش منصور اور زیمل کاظمی دونوں آ چکے تھے' احساس تب ہوا جب مسز کاظمی کی کسی دوست نے زیمل کے لیے رشتہ کی بات کی اور نیما کے سامنے وہ روہانسی بیٹھی تھی۔

"نیما مما کو کیسے بتاؤں؟"

"پاگل لڑکی التمش سے کہو کہ وہ آنٹی سے بات کرے اور اپنا رشتہ دے دے سمپل۔" نیما نے حل پیش کیا۔

نہ ظالم سماج درمیان میں آیا نہ ہی خاندانی روایات آڑے آئیں دونوں غیر محسوس طریقے سے ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ یہ قربت محبت میں تبدیل ہوئی اور دونوں کی شادی بھی طے ہو گئی' زیمل جس نے ہمیشہ سے یہی سوچ رکھا تھا کہ وہ صرف اس سے محبت کرے گی جو اس کی زندگی کا ہمسفر ہوگا اور یہی کچھ ہوا بھی۔ ضروری فارملیٹی کے بعد شادی کی تاریخ بھی طے ہو گئی۔ التمش کی خواہش پر شادی اکتیس دسمبر کو رکھی گئی تاکہ وہ اپنی شادی نیو ائیر کے ساتھ سلیبریٹ کرے۔

"مما...... آپ ہماری شادی کے بعد ہمارے ساتھ رہیں گی۔" التمش نے مسز کاظمی سے کہا۔

"ارے نہیں بیٹا' اچھا نہیں لگتا اور پھر میں یہاں اکیلی تھوڑی رہوں گی میرے ساتھ نوکر' بوا ہیں اور جب دل کیا میں تم لوگوں کو بلوا لوں گی۔" مسز کاظمی نے مسکراتے ہوئے کہا تو زیمل آبدیدہ ہو گئی۔ محبت' خواہش اور نئی زندگی کی خوشی' نیا سفر اور نئے ہمسفر کی سنگت کی خوشی اپنی جگہ مگر ہر لڑکی کو میکہ چھوڑنے کا دکھ بھی لازمی ہوتا ہے۔

ایک عمر گزارنے کے بعد نئے گھر' نئی جگہ اور نئے ہمسفر کے ساتھ باقی زندگی گزارنے کی فکر اور اندیشے اپنی جگہ...... یوں زیمل بھی ہنستے روتے اپنے آنگن کو چھوڑ کر التمش کے بڑے سے گھر میں دلہن بن کر آ گئی۔

"زیمل...... میری جان یہ میرا گھر اور مجھ سمیت سب پر آج سے تمہاری مکمل حکومت ہوگی۔ میں نے کسی کو بھی

کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا لیکن تم وہ واحد لڑکی ہو جس نے پہلی دو منٹ کی ملاقات میں میرے دل و دماغ اور وجود کو مکمل اپنے قبضے میں کرلیا تھا۔ میری لگن سچی تھی تب ہی دوبارہ تم ملیں اور...... اور آنٹی نے مجھے اس قابل جانا اور آج الحمدللہ تم میرے سامنے ہو میری زندگی' میری جان میری محبت......" التمش زیمل کے روبرو بیٹھ کر خوب صورت الفاظ میں اظہار محبت کررہا تھا لفظوں کی میٹھی آبشار زیمل کے کانوں میں امرت بن کر اترتی چلی جارہی تھی وہ بے خود ہوتی جارہی تھی۔

"التمش...... تم بھی میری زندگی میں آنے والے پہلے اور آخری مرد ہو۔ مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے سوائے اس یقین کے کہ تم زندگی کے کسی موڑ پر' کسی بھی حال میں' کبھی بھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے' مجھ سے بے وفائی نہیں کرو گے' میں تمہارے اور اپنے درمیان کبھی بھی کسی صورت' کسی حال میں کوئی بے وفائی برداشت نہیں کروں گی۔ میرے علاوہ کوئی بھی تمہاری زندگی میں آیا تو میں مر جاؤں گی التمش۔"

"ارے پاگل ہوگئی ہو یہ کیا کہہ رہی ہو جانِ التمش...... اللہ نہ کرے۔" التمش نے آگے بڑھ کر بے تابی سے اسے بانہوں میں بھرتے ہوئے اعتراف کیا۔ زیمل نے مطمئن ہوکر اس کے سینے میں منہ چھپالیا' خوب صورت عہد و پیماں اور وعدوں دلفریب سرگوشیوں کے ساتھ اس خوب صورت رات کی سحر ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے کی سنگت میں بے حد مسرور و شاداں تھے۔

دن عید اور رات شب برات کی مانند گزر رہے تھے۔ زندگی اچانک سے بہت حسین ہوگئی تھی جس میں صرف اور صرف محبتیں تھیں' خوشیاں تھیں اور ایک دوسرے کا ساتھ۔ ہوش تب آیا جب نیما نے اپنی شادی کا کارڈ تھمایا۔

"بس کردو محترمہ...... تم تو شادی کے بعد ایسی گم ہوئیں کہ کوئی اتا پتا نہ رابطہ میسج کرکے بھی تھک گئی' حد کرتی ہو یار تم بھی ایسی بھی بے مروتی کس کام کی۔" نیما حقیقت میں ناراض تھی۔

"اوہ آئی ایم سوری سوئٹ ہارٹ...... دراصل ہنی مون ٹرپ کی وجہ سے موبائل یوز ہی نہیں کیا۔" زیمل واقعی بے حد شرمندہ تھی۔ نیما تو اس کی بچپن کی دوست تھی' جس سے وہ اتنا اٹیچ تھی اور شادی کے بعد تقریباً کٹ ہی تو گئی تھی۔

"چھوڑو یار...... میں تم سے سخت ناراض ہوں۔" نیما کا منہ بدستور پھولا ہوا تھا۔

"بس معاف بھی کردو ناں غلطی ہوگئی۔" وہ کان پکڑے پیروں میں آ بیٹھی تو نیما کو ہنسی آگئی۔

"شکر ہے اس چہرے پر ہنسی تو آئی۔" زیمل نے اس کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا دونوں کافی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ زیمل نے اس سے شادی کی تیاریوں کے حوالے سے باتیں کیں اور جب زیمل نے یقین دلایا کہ وہ نیما کی شادی کی تمام تقریبات اٹینڈ کرے گی بلکہ سب سے پہلے آئے گی اور سب سے آخر میں جائے گی تب کہیں جاکر نیما مطمئن ہوئی۔

نیما کی شادی خیریت سے انجام پائی۔ نیما شادی کے بعد اپنے میاں کے ساتھ امریکہ چلی گئی التمش نے بھی اب سنجیدگی سے کاروبار پر دھیان دینا شروع کیا۔ زیمل نے بھی گھر کے تھوڑے بہت کام سنبھالے گو کہ گھر میں نوکر چاکر تھے مگر وہ چھوٹے موٹے کام کرلیا کرتی تھی اسے اچھا لگتا تھا۔ التمش آفس میں ہوتا تب بھی جب فارغ ہوتا تو ضرور موبائل پر زیمل سے رابطہ کرتا۔ کبھی میسج اور کبھی کال کرلیتا' زیمل دن میں ایک بار مسز کاظمی سے بات کرکے ان کی خیر خیریت دریافت کرتی۔ التمش کے آنے سے پہلے زیمل فریش ہوجاتی بن ٹھن کر اس کا انتظار کرتی۔ التمش گھر آتا تو زیمل کی ایک خوب صورت دلنشین مسکراہٹ سے پل میں ساری تھکن کافور ہوجاتی۔ زندگی بہت خوب صورت انداز میں گزر رہی تھی اس پُرسکون جھیل میں پہلا کنکر اس وقت پڑا جب ایک روز پرانی پکس دیکھتے ہوئے زیمل نے التمش کے ساتھ ایک پیاری سی لڑکی کی پک دیکھی غالباً کسی پارٹی کی پک تھی۔ زیمل نے مزید پکس دیکھیں اور بھی لڑکے تھے لڑکیاں تھیں اور وہ

لڑکی......وہ لڑکی ہر پک میں تھی۔
"یہ...... یہ کون ہے؟" زیمل نے وہ پک التمش کی نظروں کے سامنے لہرائی اس کا لہجہ شاکی تھا۔
"یہ ردابہ ہے میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔ یہ ساری پکس پارٹی کی ہیں۔" التمش نے نارمل لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔
"یہ شادی کے بعد امریکہ شفٹ ہوگئی ہے دو بچے ہیں اس کے۔ یہ احسان ہے دبئی میں ہوتا ہے۔ یہ فاران ہے لاہور میں لیکچرر ہے یہ شائلہ ہے اسلام آباد میں رہتی تھی۔" التمش نے سب کے بارے میں بتایا۔
"یہ ردابہ کی تم سے کافی انڈرسٹینڈنگ لگتی ہے، ہر پک میں تمہارے ساتھ ہے۔" زیمل نے آنکھیں ٹیڑھی کرکے کریدنے والے انداز میں کہا۔ باقی سب کو قطعی نظر انداز کرکے وہ صرف ردابہ کی طرف متوجہ تھی۔
"لگتی ہے کیا مطلب یار اب تو عرصہ دراز ہوگیا ہے کسی سے بھی بات نہیں ہوتی، سب لوگ اپنی اپنی لائف میں بہت بزی ہوگئے ہیں۔" التمش نے بدستور نارمل لہجے میں کہا۔
"میں نے صرف اس لڑکی کے بارے میں پوچھا ہے۔" زیمل کے لہجے میں تلخی نمایاں تھی۔
"زیمل...... زیمل تمہارا مطلب کیا ہے اور یہ کس انداز میں بات کررہی ہو تم؟" اس بار التمش کا لہجہ تھوڑا سا تیز ہوا۔
"مطلب صاف ہے کہ اتنے سارے لڑکوں کی موجودگی میں یہ صرف آپ کے پاس ہی کیوں ہے؟"
"جیلس ہوگئی ہو؟" التمش نے پوچھا' زیمل نے معصومیت سے اثبات میں سر ہلایا تو التمش کو ہنسی آ گئی۔
"کم آن یار...... پاگل ہوگئی ہو کیا؟ کیسی بچوں والی بات کررہی ہو۔ ارے تمہارے سر کی قسم یہ محض اتفاق ہے اور ایسا کچھ بھی نہیں۔ التمش منصور تمہارا تھا اور تمہارا ہی رہے گا ہمیشہ ہمیشہ...... اور تمہارے علاوہ کسی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اور نہ ہی جھوٹ بولوں گا۔" التمش نے

غزل

سنا ہے تم وفا کی بات کرتے ہو
مقابل کوئی بھی ہو تم جیت جاتے ہو
سنا ہے بہت خاموش رہنے لگے ہو
کس نے سکھا دی ہے کس کی راہ پر چلتے ہو
سنا ہے پہرہ شناس ہوگئے ہو تم
ہر شخص کو بہت غور سے دیکھا کرتے ہو
سنا ہے تم ہواؤں کو بھی سلام کرتے ہو
بھلا اس قدر عقیدت تم کس سے رکھتے ہو
سنا ہے سرشام تمہاری آنکھوں میں لالی اتر آتی ہے
عاشق ہوگئے ہو کیا؟ اس قدر کس کے ہجر میں جلتے ہو
سنا تو یہی ہے کہ گزرے زمانے لوٹ کر نہیں آتے
تو پھر انتظار تم کس کا کرتے ہو
یہ بھی سنا ہے تمہیں محبت شدید ہوئی تھی کبھی
ہم سے تو اکتا جاتے تھے تم بتاؤ اب کس کی یاد میں روتے ہو

کوثر ناز...... حیدرآباد

آگے بڑھ کر زیمل کے نازک ہاتھ ہاتھوں میں لے کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سچے دل سے اعتراف کیا تو زیمل نے معصوم انداز میں اسے دیکھا۔
"التمش میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور...... اور ہرگز ایسا کچھ برداشت نہیں کرسکتی۔"
"اوہ میری جان...... ایسا کبھی بھی نہیں تھا اور نا ہی کبھی ایسا ہوگا۔" التمش نے اسے بانہوں میں بھر کر اپنی محبت کا یقین دلایا۔

☆☆☆......☆☆☆

شادی کو سال ہونے والا تھا التمش اپنے طور پر زیمل کے لیے شادی کی سالگرہ کے لیے سرپرائز گفٹ کا پروگرام بنا رہا تھا۔ نیما بھی آج کل رابطے میں نہیں تھی کہ زیمل التمش کو دینے والے گفٹ کے بارے میں ڈسکس ہی کرلیتی، کچھ دنوں سے التمش کچھ پریشان لگ رہا تھا۔ زیمل نے پوچھا تو کاروباری ٹینشن کہہ کر چپ ہوگیا۔

زیمل نے کریدا بھی نہیں کہ کاروباری معاملے میں کیا دخل اندازی کرے۔

اکتیس دسمبر کا دن تھا کل یکم جنوری بھی تھی اور ویڈنگ اینورسری بھی۔ دونوں کی خواہش تھی کہ کل کے دن کو صرف دونوں مل کر ہی سلیبریٹ کریں گے۔ لنچ کے بعد زیمل نے سوچا کہ بازار سے کچھ ضروری سامان لے آئے وہ ڈرائیور کے ساتھ مارکیٹ آ گئی۔ التمش کے لیے کچھ چیزیں لیں اور گھر کے لیے روزانہ ہوئی۔ گاڑی سگنل پر رکی سامنے ریسٹورنٹ پر اچٹتی سی نظر ڈالی' شیشے کے پار کارنر ٹیبل پر نظر گئی تو لگا جیسے نظریں تھم گئی ہوں لاکھوں' ہزاروں اور کروڑوں میں پہچان سکتی تھی۔

''التمش......'' زیرلب بڑبڑائی بلاشبہ وہ التمش تھا اور اس سے زیادہ حیران کن اور شاکڈ ہونے والی بات یہ تھی کہ اس کے ساتھ کوئی لڑکی بیٹھی تھی سر پر دوپٹہ لیے اس کی پیٹھ اس کی طرف تھی۔ اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

''التمش اس وقت آفس ٹائم میں کسی لڑکی کے ساتھ ریسٹورنٹ میں اکیلا بیٹھا کیا کر رہا تھا؟'' وہ سرتاپا سلگ اٹھی دفعتاً خیال آیا تو موبائل نکال کر کال ملائی۔

''ہائے ڈارلنگ۔''

''التمش...... کیا تم گھر آسکتے ہو مجھے شاپنگ پر جانا ہے۔'' زیمل نے خود پر قابو پاتے ہوئے لہجے کو نارمل بناتے ہوئے پوچھا۔

''اوہو آئی ایم سوری سویٹ ہارٹ...... اس وقت میں میٹنگ میں بزی ہوں تم ویٹ کرو ایک گھنٹے تک آتا ہوں۔'' التمش نے اسی مخصوص انداز میں جواب دیا۔

''او کے......'' کہہ کر زیمل نے کال بند کردی۔ اس کا دماغ بری طرح سلگ رہا تھا۔ سگنل کھلا اور گاڑی آگے بڑھ گئی وہ منظر نظروں سے دور ہو گیا مگر...... مگر گزرے ہوئے چند قیامت خیز لمحات وہ منظر اور وہ پل...... زیمل کے حواسوں پر بجلی بن کر گرے ''میٹنگ میں بزی ہوں'' یہ لفظ بازگشت کی صورت مستقل سماعتوں میں گونج رہے تھے۔

''التمش منصور......!'' زہر کی مانند اس کی رگ رگ میں سرایت کر رہا تھا۔ ''التمش منصور تم نے مجھ سے جھوٹ بولا ایک لڑکی کے ساتھ...... اور مجھ سے جھوٹ کہا......'' دماغ بالکل ماؤف ہونے لگا' کیمسٹ کی دکان پر گاڑی رکوائی کچھ دوائیں لیں اور دوبارہ گاڑی میں آ بیٹھی' دماغ بری طرح سلگ رہا تھا۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ ہوش و حواس جواب دینے لگے تھے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہوئی جارہی تھیں۔ لگتا تھا دماغ پھٹ جائے گا بمشکل تمام گھر پہنچی شاپرز ایک طرف پھینک دیئے۔ دوسری جانب التمش یک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''ان شاء اللہ شام کو بات ہوگی۔''

''بیسٹ آف لک التمش......''

''تھینک یو سو مچ یو تھ آف یو' تم لوگوں نے میرا بہت ساتھ دیا۔'' التمش نے باری باری دونوں کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر تینوں باہر کی جانب چل دیئے۔

التمش گنگناتا ہوا خوشگوار موڈ میں کمرے میں داخل ہوا' اندر کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹنے لگیں زیمل بیڈ پر آڑھی ترچھی نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی تھی اس کے ہاتھ میں نیند کی گولیوں کی بوتل تھی۔ کچھ گولیاں ہاتھ میں تھیں کچھ بیڈ پر پڑی تھیں۔

''زیمل...... زیمل...... کیا ہوا...... خیریت تو ہے' یہ کیا...... کیا تم نے...... زیمل...... زیمل...... تم ٹھیک ہو ناں...... پلیز...... زیمل آنکھیں کھولو...... بوا...... چوکیدار......'' التمش کی حالت پاگلوں جیسی ہو رہی تھی' سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اچانک سے کیا ہو گیا۔ زیمل نے ایسا کیوں کیا اسی لمحے ایمبولینس کو فون کیا' نوکر بھی بھاگے دوڑے آئے۔ وہ پاگلوں کی مانند زیمل کو جھنجھوڑ رہا تھا' چیخ رہا تھا۔ اسٹریچر پر اسے ڈاکٹر اندر لے جارہے تھے تب ہی دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں دبے کاغذ پر التمش کی نظر پڑی اس نے کاغذ مٹھی سے نکال لیا۔

کوریڈور میں سب لوگ بے چین اور پریشان دعائیں مانگ رہے تھے سب کے لبوں پر یہی سوال تھا کہ زیمل

نے ایسا کیوں کیا؟ وہ تو بہت خوش تھی مطمئن تھی دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے اور کل جب کہ ان لوگوں کی شادی کی سال گرہ تھی تو...... آج زیمل کی خودکشی کی کوشش کیا معنی رکھتی ہے۔

"اُف خدایا...... زیمل یہ تم نے کیا کر ڈالا اتنی گھٹیا بات' اتنی چھوٹی سوچ......" وہ پرچہ کھول کر پڑھتے ہوئے التمش کی حالت غیر ہورہی تھی۔

"کیا ہوا یار...... خیریت؟" کاندھے پر ہاتھ محسوس کر کے التمش پلٹا سامنے ہی نیما اور اس کا شوہر کھڑے تھے۔ التمش نے زخمی نظروں سے دونوں کو دیکھا اور کاغذ نیما کی جانب بڑھا دیا۔ نیما نے حیرانی سے پہلے التمش کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ سے کاغذ لے کر ہلکی آواز میں پڑھنا شروع کیا۔

"التمش منصور......

میں نے تم کو دل کی تمام تر گہرائیوں کے ساتھ چاہا اپنی زندگی تمہارے نام سے منسوب کردی۔ میری زندگی میں آنے والے تم پہلے اور آخری مرد ہو لیکن بدلے میں تم سے صرف تم کو ہی مانگا' پورے خلوص اور سچائی کے ساتھ......

میں نے ہمیشہ تم سے یہی چاہا کہ تم صرف اور صرف میرے رہو۔ میں نے تم کو شدتوں سے چاہا اور...... اور کسی صورت میں یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ ہمارے درمیان کبھی کوئی جھوٹ آئے' کوئی عورت آئے مگر آج...... آج میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں کسی لڑکی کے ساتھ ریسٹورنٹ میں دیکھ لیا اور اس پر یہ جھوٹ کہ تم میٹنگ میں ہو۔ التمش منصور میں اتنی ارزاں نہیں' اتنی کمتر نہیں کہ یہ سب کچھ برداشت کرسکوں۔ نہ حوصلہ ہے اور نہ ہمت' میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ جس شخص کو میں پوجتی ہوں وہ...... وہ مجھ سے غلط بیانی سے کام لے گا؟ اس کی زندگی میں میرے علاوہ کسی اور کی گنجائش ہے۔ میں محسوس تو کچھ عرصے سے کررہی تھی مگر آج اپنی آنکھوں سے دیکھ کر میری برداشت جواب دینے لگی ہے۔ تمہیں زندگی مبارک ہو التمش منصور...... خود تمہاری زندگی سے بہت دور چلی جاؤں گی کہ جیتے جی یہ سب برداشت کرنا میرے بس میں نہیں' تم خوش رہو۔

زیمل"

"اُف خدایا...... یہ سب کیا ہے التمش؟" خط ختم کر کے نیما نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ "اتنی بڑی غلط فہمی' اتنی گندی بات...... میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی زیمل...... اس حد تک جذباتی ہے۔"

"ویسے ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہے' وومٹ ہوگئی ہے اور گولیوں کی کم مقدار سے اثر بھی معمولی سا ہوا ہے شاید خوف سے بے ہوش ہوگئی تھی۔" نیما نے خط پڑھ کر مزید باتیں بھی بتائیں۔

"التمش...... چلو ڈاکٹر شاید اب ہمیں اس سے ملنے دیں۔" اس بار نیما کا شوہر بولا۔

"نہیں......" التمش نے پلٹ کر گمبھیر اور فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" نیما نے چونک کر اس کے چہرے کو دیکھا۔

"مطلب یہ نیما کہ میں زیمل کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا' وہ انتہائی جذباتی لڑکی ہے۔ حد ہوتی ہے یار اس قدر بے اعتباری' اتنا زیادہ شک' اتنی گھٹیا سوچ' اسے لاکھ بار یقین دلایا مگر...... مگر اس کے باوجود اس نے اتنی گھٹیا حرکت کردی بنا یہ سوچے سمجھے کہ آگے کیا کچھ ہوسکتا ہے؟ وہ اتنی نادان اور چھوٹی بچی تو نہیں ہے کہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی حرکت نہ صرف اس کے لیے بلکہ ہم سب کے لیے کتنی مشکلات پیدا کرسکتی ہے۔ کتنے مسائل جنم لے سکتے ہیں؟ کم از کم ایک بار' ایک بار وہ پوچھ تو لیتی اس نے مجھ پر شک کیا؟ مجھ پر اعتبار نہیں اس کو؟ اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے ایک بار...... ایک بار اس معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتی' مجھ سے بات تو کرتی' مجھ سے پوچھ تو لیتی۔ یہ...... یہ سب کچھ میں کس کے لیے کررہا ہوں' میں...... میں اس کے لیے کیا سوچ رکھتا ہوں اور وہ...... وہ اتنی گھٹیا' عامیانہ اور تھرڈ کلاس خیالات پال رہی ہے۔ نیما میں اب اس سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتا نہ اس سے ملوں گا اور نہ

کوئی بات کروں گا۔ اس نے مجھے میری نظروں میں ذلیل کیا اور مجھے گرا بھی دیا ہے۔ میں خود کو بہت کمتر اور چھوٹا محسوس کررہا ہوں ہاں مجھے اس کی مما کا خیال ہے' کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ اس کی مرضی ہے وہ جہاں چاہے رہے اور جو چاہے کرے۔"

"التمش...... التمش بات تو سنو۔" نیما آوازیں دیتی رہی لیکن التمش گاڑی کی چابی اٹھائے باہر کی جانب نکلتا چلا گیا۔

"زیمل...... التمش تم سے بہت ناراض ہے' تم نے حقیقت جانے بنا اتنا بڑا قدم اٹھالیا۔ وہ ہسپتال سے جاچکا ہے۔" زیمل کی طبیعت خاصی بہتر تھی تب ہی نیما نے اس کے پاس بیٹھ کر آہستگی سے کہا۔

"نیما...... تمہیں نہیں معلوم التمش کو میں نے خود کسی لڑکی کے ساتھ دیکھا ہے اور اس نے کہا کہ وہ میٹنگ میں ہے۔" زیمل بدستور اپنی بات پر قائم تھی جس کی بناء پر وہ یہاں ہسپتال کے بیڈ پر تھی۔

"ہاں...... ہاں وہ لڑکی کے ساتھ تھا مگر جانتی ہو وہ لڑکی اکیلی نہیں تھی اس کے ساتھ وہاں اس کا شوہر بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ ڈیلنگ کررہے تھے پراپرٹی کی خرید وفروخت کے سلسلے میں میٹنگ کررہا تھا وہاں پر۔" نیما نے چلاتے ہوئے کہا۔

"کیا...... لڑکی اور شوہر......؟" زیمل نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں اور وہ لڑکی میں تھی زیمل...... تمہاری بہن جیسی دوست' وہاں پر میرے ساتھ اشعر بھی تھا اور ہم لوگ لاسٹ ویک پاکستان آئے ہیں خاص طور پر تمہاری اینورسری میں شرکت کرنے کے لیے۔ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا شوہر جسے شاید تم آوارہ گرد اور عیاش سمجھ رہی ہو وہ کتنا معصوم اور تمہیں پیار کرنے والا ہے۔ وہ صرف اور صرف تمہارے بارے میں سوچتا ہے' تمہیں ٹوٹ کر چاہتا ہے۔ وہ اپنی پہلی اینورسری کو یادگار بنانے کے لیے تمہیں انوکھا سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ کتنا پاگل تھا وہ بے وقوف' اسے کیا پتا

جواہرات سے بھی قیمتی

☆ خدا کی راہ میں کوشش کرو اور کبھی پیچھے نہ ہٹو کیونکہ خدا نے تم سے کوشش مانگی ہے نتیجہ نہیں۔

☆ اپنی زندگی میں ایسے لوگوں کو شامل کرو جو کبھی آئینہ اور کبھی سایہ بن کر ساتھ رہیں کیونکہ آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور سایہ کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔

(سوچنے کی بات)

☆ اسلام زندہ ہوتا ہے کربلا کے بعد، اگر یہ بات سچ ہے تو پھر ماتم کس بات پر؟
اسلام کے زندہ ہونے پر؟

☆ اگر تم اپنے اللہ پہ بھروسہ رکھتے ہو تو یہ بھی جان لو کہ تمہارا اللہ اس بھروسے کو کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا۔

☆ کون کہتا ہے کہ اللہ نظر نہیں آتا؟ ایک وہی تو نظر آتا ہے جب کچھ نظر نہیں آتا۔

سعدیہ عظیم...... بہاولپور

پہاڑوں میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ ہمیں اپنی راج دھانی میں کھینچ لائیں جہاں ہمارے وہ دوست ابد تک کے لیے ہوتے ہیں جن کی روحیں کبھی ان بلندیوں تک جانے کے لیے مچلا کرتی تھیں۔ ان کو کوہ پیماؤں کو مت بھلانا جو چوٹیوں سے لوٹ کر نہیں آتے۔

انا تولی بوکریف

اقراء لیاقت...... حافظ آباد

تھا کہ جس کے لیے وہ دن رات محنت اور کوشش سے کچھ کرنے جارہا ہے وہی...... وہی بدنصیب عورت اس پر شک کررہی ہے۔ اس کے کردار پر شک کررہی ہے' لعنت ہے زیمل تمہاری سوچ پر' مجھے تو خود سے بھی گھن آرہی ہے وہ بے چارا التمش جو مجھے بہن کہتا ہے میرے لیے بھائی کی طرح ہے وہ پاگل انسان اپنی بیوی کی خوشی کے لیے تمہارے ایک بار صرف سرسری سے ذکر کرنے پر وہ اشعر کا کلفٹن پر بنا فلیٹ خرید کر تمہیں گفٹ کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ آج کا فنکشن وہ اسی فلیٹ میں سلیبریٹ کرے

گا اور وہ اسی سلسلے میں گزشتہ ایک ہفتہ سے ہم دونوں سے بچ میں تھا اور آج ہماری لاسٹ میٹنگ تھی اور تم نے ایک معصوم شخص کی پاک محبت کا اتنے گھٹیا انداز میں مذاق اڑایا ہے۔ سوچ سوچ کر میرا دماغ ماؤف ہو رہا ہے تو سوچو اس کا کیا حال ہوگا۔"

"اُف نیما...... یہ سب کیا ہوگیا؟" زیمل نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال جکڑ لیے۔ "میں نے جذبات میں آ کر کتنی چھوٹی حرکت کردی ہے پلیز نیما...... تم مجھے معاف کردو میں اندھی ہوگئی تھی شاید۔" وہ نیما کے سامنے ہاتھ جوڑے بری طرح بلک رہی تھی۔

"زیمل...... میرا دل تو خیر دکھا ہے مگر اس کے لیے سوچو جس کے دل میں صرف اور صرف تم ہو۔" نیما نے منہ پھیر کر جواب دیا۔

"نیما میں...... میں التمش سے معافی مانگ لوں گی اپنی غلطی کی اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر اپنی اتنی بڑی غلطی کا اعتراف کرلوں گی پلیز نیما تم...... تم مجھے معاف کردو اور...... اور اس موقع پر میرا ساتھ دو اگر تم بھی ناراض رہو گی تو میں سچ مچ مر جاؤں گی یار...... مانتی ہوں میں نے بہت بڑی غلطی کردی ہے مگر اب اس کی تلافی کرنے کا موقع چاہتی ہوں۔ اللہ کے لیے نیما اشعر بھائی پلیز......" وہ دونوں کے سامنے ہاتھ جوڑے بے تحاشہ رو رہی تھی۔ نیما نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگالیا۔

"میری جان...... اتنا جذباتی ہوجانا کبھی کبھی ناقابل تلافی نقصان بن جاتا ہے۔ تم بچی تو نہیں ہو اگر تمہیں کچھ ہوجاتا تو التمش کا کیا ہوتا؟"

"التمش کہاں ہیں؟" نیما نے پانی کا گلاس بڑھایا تو ایک گھونٹ پانی پی کر زیمل نے سوال کیا۔

"پتا نہیں کہاں گیا بہت ناراض ہے اور تمہاری شکل بھی نہ دیکھنے کا کہہ کر گیا ہے۔ اتنی آسانی سے معاف نہیں کرے گا وہ تمہیں تم نے نہ صرف اس کا دل دکھایا ہے بلکہ اس کی توہین بھی کی ہے۔"

"ہاں نیما...... اس کا غصہ اپنی جگہ درست ہے میں نے واقعی بہت بڑی غلطی کردی ہے لیکن...... لیکن میں اس کے بنا نہیں رہ سکتی نیما...... میں اس کے قدموں میں سر رکھ کر معافی مانگ لوں گی میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ واقعی جذبات میں آ کر کتنی گھٹیا حرکت کرڈالی نہ سوچا نہ سمجھا کہ اس نادانی اور پاگل پن کا انجام کیا ہوگا۔" زیمل حد درجہ شرمندہ تھی۔

نیما نے گھر کال کر کے بوا سے پتا کیا تھا التمش گھر پر نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے زیمل کو فوراً ہی گھر جانے کے لیے کہہ دیا تھا کیوں کہ دوا مکمل طور پر اثر انداز نہیں ہوئی تھی۔ زیمل کو خود پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ یااللہ مجھے معاف کردینا میرے رب...... میں تیری بہت گناہ گار بندی ہوں میرے گناہوں کو معاف فرمادے ایک بار مجھے التمش سے معافی مل جائے میرے پروردگار میں آئندہ کبھی اس پر شک نہیں کروں گی۔"

☆☆☆......☆☆☆

یونہی سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا دل کسی صورت قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ ایک جانب زیمل پر شدید غصہ تھا تو دوسری جانب اس موقع کے ضائع ہونے کا افسوس بھی تھا۔ بارہ بجنے سے کچھ دیر پہلے التمش گھر آیا دل بہت اداس ہو رہا تھا۔ دل و دماغ کی عجیب سی حالت ہو رہی تھی اسے آتا دیکھ کر بوا بھی اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ ٹھنڈ بھی بڑھتی جارہی تھی اپنے کمرے میں داخل ہو کر جیسے ہی لائٹ جلائی اس نے دوبارہ دیکھا یہ جوڑا تو زیمل کا تھا وہ کیسے بھول سکتا تھا اس جوڑے میں دلہن بنی زیمل آج بھی اس کے دل و دماغ میں محفوظ تھی۔ وہ دو قدم آگے بڑھا زیمل تیزی سے اٹھ کر اس کے قریب آ گئی۔

"تم...... تم یہاں کیا کررہی ہو؟ اب تمہاری میری زندگی میں اور میرے روم میں کوئی جگہ نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے تم خود چلی جاؤ یا پھر میں خود چلا جاتا ہوں۔" التمش نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"التمش...... کیا تمہارے دل میں میرے لیے کوئی جگہ

نہیں اب؟" زیمل نے پوچھا۔

"نہیں...... بالکل نہیں، میرے دل میں اور نہ میرے کمرے میں۔ تم میرے گھر میں رہ سکتی ہو کیوں کہ میں تمہارے جیسا سفاک اور بے رحم انسان نہیں جو صرف اپنے بارے میں سوچوں۔ مجھے اب بھی تمہاری مما کی پروا ہے وہ دل کی مریضہ ہیں میرے دل میں کشادگی ہے۔ میرے ذہن میں خرافات نہیں ہیں۔" التمش نے غصے سے گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"التمش پلیز...... مجھے معاف کردو، مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی میں پاگل ہوں واقعی میں تمہاری محبت میں پاگل ہوں تب ہی وہ سب کچھ مجھ سے برداشت نہ ہوا اور......"

"اور تم نے بنا کچھ پوچھے، سوچے سمجھے بغیر اتنا بڑا اقدم اٹھالیا۔ زیمل یہ تمہاری نادانی نہیں ہے یہ تمہارا جنون اور شدت پسندی ہے۔ محبت کرنے والا انسان تو سوفٹ ہوتا ہے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کھو بیٹھنے والا شدت پسند خود پسند انسان کبھی بھی محبت نہیں کرسکتا۔ وہ صرف اپنی انا کی تسکین چاہتا ہے تم کیا جانو محبت کس کو کہتے ہیں۔ کسی پر اعتبار کرنا، کسی پر بھروسہ کرنا اپنے آپ سے زیادہ کسی پر اعتماد کرنا، کسی کا خیال رکھنا، اس کی ضرورتوں کا اس کی خواہشات کا خیال رکھنا اس کی چاہت کی خوشبو کے سچے جذبوں کا احساس کرنا اس کے لیے خود کو بدل لینا یہ محبت ہے زیمل، اور میں نے کی ہے محبت سچی، پاکیزہ اور شکوک و شبہات سے پاک کی ہے۔ اعتماد اور بھروسہ والی محبت ارے تم تو محبت کے "م" سے بھی واقف نہیں ہو زیمل...... اگر تم محبت کے معنی سمجھتیں تب تمہیں احساس ہوتا ہے کہ کسی کو کھودینے کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ کسی پیار کرنے والے سے اس کی محبت چھن جائے تو وہ جیتے جی مرجاتا ہے۔ تم نے تو جذبات میں آ کر نہ میرے بارے میں سوچا اور نہ اپنی بوڑھی ماں کے بارے میں سوچا کہ اگر تم کو کچھ ہوجائے تو ہمارا کیا ہوگا؟ تم خود غرض ہو زیمل، خود پسند اور جنونی، میں میں تمہارے ساتھ ایک پل بھی

آہ...... یہ موسم

گل زباں پر وہی سردیوں کا موسم ہے
تمہاری ہاں پر وہی سردیوں کا موسم ہے
درخت پر جو کبھی چوڑیوں سے ڈالا تھا
اس اک نشاں پر وہی سردیوں کا موسم ہے
سلگ رہی ہیں ذہن میں قبائیں لفظوں کی
مگر زباں پر وہی سردیوں کا موسم ہے
تمہارے آنے پر سورج کے ہاتھ چمکیں گے
میرے مکان پر وہی سردیوں کا موسم ہے
تیری جدائی کے پل سے ہوا ہے عشق
کہ اس جہاں پر وہی سردیوں کا موسم ہے
وہ مجھ کو سونپ گیا فرصتیں فروری کی
درختِ جاں پر وہی سردیوں کا موسم ہے
ہمارے لب تو دعائیں جلائے رکھتے ہیں
پر آسماں پر وہی سردیوں کا موسم ہے

وقاص عمر بنگڑ تو...... حافظ آباد

نہیں رہ سکتا۔" شدت جذبات سے التمش کانپ رہا تھا اس کی آواز میں ارتعاش تھا، اس کے چہرے کی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔

"التمش...... تمہاری باتیں بالکل ٹھیک ہیں، میں واقعی اس لمحے پاگل ہوگئی تھی صرف اپنے بارے میں سوچا تھا۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کھو بیٹھی تھی، میں نے واقعی بہت بڑی غلطی کردی تھی۔"

"تم نے ایک بار نہیں کئی بار ایسی باتیں کی ہیں زیمل...... میں کتنی بار تمہیں اس بات کا یقین دلاؤں کہ میری زندگی میں صرف اور صرف تم ہو اور کوئی نہیں ہے مگر اب یہ سب بے سود اور غیر ضروری ہے۔ کیوں کہ اب آئندہ تم کچھ بھی سوچو اور کچھ بھی کرو میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔" زیمل کو ہاتھوں سے دھکا دے کر وہ کمرے سے جانے کے لیے پلٹا۔

"التمش میری جان...... مانا کہ میری غلطی ناقابل

معافی ہے' تم اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہو میں نے بہت غلط اور چھوٹی حرکت کردی تھی لیکن اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں التمش یہ نادانی یہ پاگل پن اور یہ جنون صرف اور صرف تمہارے لیے ہے۔ یہ محبت نہیں عشق ہے عشق لازوال ہے' عشق کی آخری منزل ہے شاید میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن میں میں بیان کرسکوں اور شاید اسی وجہ سے میں نے انتہائی قدم اٹھایا۔ میں سوچنے سمجھنے کی حدوں کو پار کرگئی' میں نے بنا سوچے سمجھے وہ سب کرڈالا جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"اوکے سب ہوگیا ناں' اب راستے سے ہٹو۔" التمش نے اس کی بات سن کر خشک لہجے میں کہا۔

"التمش پلیز...... ایک بار صرف ایک بار مجھے معاف کردو' آئندہ کبھی بھی ایسی حرکت نہیں کروں گی۔ تم اگر مجھے معاف نہیں کرو گے تو میں زندہ نہ رہ پاؤں گی۔ سچی التمش میں تمہاری بے رخی' بے اعتنائی بالکل بھی سہہ نہ پاؤں گی۔ تم سے دور ہونے کا جیتے جی تصور بھی نہیں کرسکتی پلیز...... پلیز ایک بار مجھے معاف کردو۔" زیمل التمش کے سامنے ہاتھ جوڑے زاروقطار رو رہی تھی حد درجہ شرمندہ اور خفت محسوس کررہی تھی۔

"پلیز التمش!" وہ ہاتھ جوڑے جوڑے اس کے قدموں میں بیٹھتی چلی گئی۔ "مجھے معاف کردو' مجھے معاف کردو......" وہ بکھر رہی تھی' اپنے کیے پر حد درجہ نادم اور شرمندہ تھی۔ التمش نے غور سے اس کے حسین چہرے کی جانب دیکھا۔ احساس ندامت' آنسوؤں سے تر چہرہ' ایک لمحے کے لیے التمش کا دل ڈول گیا وہ تو التمش کو دل و جان سے زیادہ عزیز تھی اس کی محبت تھی۔ التمش کا دل پسیجنے لگا لیکن وہ بدستور منہ موڑے کھڑا رہا۔

"ارے یار...... بس بھی کردو اتنی سزا کافی ہے آج کے دن' اب اور دوریاں نہ بڑھاؤ جو ہوگیا اسے بھول جاؤ۔ آئندہ سے ایسی غلطی نہیں ہوگی اسے معاف کردو پلیز۔" تب ہی نیہا اور اشعر بھی کمرے میں آگئے اور التمش کے قریب آکر اس کے کاندھے تھام کر نرم لہجے میں کہا۔

"ارے تم لوگ......" التمش چونک کر پلٹا۔

"ہاں بھئی آج کی اس رات کو حسین اور یادگار بنانے کے لیے تمہاری بیگم کی اس تیاری میں نوے فیصد میرا ہاتھ اور آئیڈیا بھی ہے اس لیے ہمارے آئیڈیا کو سو فیصد کامیاب کردو اور غصہ ختم کردو پلیز۔" نیہا نے کہا' التمش نے پلٹ کر ایک نظر زیمل پر ڈالی' دونوں ہاتھوں سے کان پکڑے روتی شکل کے ساتھ وہ بہت معصوم لگ رہی تھی۔ التمش نے اپنی بانہیں وا کیں اور زیمل اس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

"بس کرو اب کیا مسئلہ ہے اب مان گیا ناں۔" التمش نے اس کے بالوں کو سنوارتے ہوئے کہا۔

"آہم...... آہم...... باقی شوٹنگ اپنے نئے گھر میں کرنا یار کچھ باقی رہنے دو۔" اشعر کی شرارت پر دونوں جھینپ گئے۔

کچھ دیر بعد نیہا اور اشعر ان دونوں کو دعائیں دے کر رخصت ہوئے' التمش اور زیمل بھی اپنے نئے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ بارہ بج چکے تھے۔ ساری دنیا میں خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ زیمل التمش کے کاندھے سے سر ٹکائے مطمئن اور شاداں دکھائی دے رہی تھی اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کررہی تھی کہ اللہ پاک نے اسے ایک موقع دیا تھا اپنی زندگی کو سیدھی راہ پر لانے کے لیے وہ دل سے تمام کدورتیں مٹا کر اپنی اینورسری کو بھرپور طریقے سے منانا چاہتی تھی۔

سنڈریلا میرا انتظار کرنا
یاسمین نشاط

مجھے خلاء میں بھٹکنے کی آرزو ہی سہی
کہ تو ملے نہ ملے تیری جستجو ہی سہی
بڑے خلوص سے ملتا ہے، جب بھی ملتا ہے
وہ بے وفا تو نہیں ہے، بہانہ جو ہی سہی

سارا گھر بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ آج آمنہ کی مہندی تھی۔ ہر طرف رنگ برنگے لہراتے آنچل، ہنسی، شوخیاں، باہر لان میں بجتے میوزک کا شور ہر بندے کی عجیب سی مصروفیت، کپڑے، میک اپ، جیولری، کسی کا ٹیکہ غائب تو کسی کے جھومر کا موتی گم، کسی کے میچنگ شوز نہیں آئے اور کسی کے سوٹ کا ہم رنگ دوپٹہ ڈائی ہو کر نہیں آیا تھا۔ کوئی بائیک پر سوار بازار بھاگ رہی تھی اور کوئی آٹو پر..... سوائے رضی کے کوئی بھی لڑکا کام کا نہیں تھا۔ (یہ ایمن کا خیال تھا) کیونکہ رضی ہی وہ واحد لڑکا تھا جو ہمہ وقت دستیاب ہو جاتا تھا، ہر کام کے لیے۔ صبوحی تو اسے غلام اور آپ کا خادم کہہ کر پکارتی تھی۔ ابھی ابھی وہ مہندی کا سارا سامان لے کر پہنچا تھا کہ ربیعہ کو یاد آ گیا مہندی کے فنکشن میں منہ میٹھا کروانے والی چاکلیٹس تو منگوائی ہی نہ تھیں، سو اسے واپس دوڑا دیا گیا اور ابھی شاید وہ موڑ پر ہی پہنچا تھا کہ کال آ گئی کہ واپسی پر آتے ہوئے وہ بی جان کا دوپٹہ مارکیٹ سے لیتا ہوا آئے جو کہ پیکو کروانے کے لیے دیا تھا اور وہ لانا بھول گیا تھا۔ عجیب افراتفری تھی جو پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی۔

فنکشن کمبائن تھا اس لیے سب کو وقت کی پابندی ملحوظ خاطر رکھنے کی تاکید کی تھی۔ اچانک ہی باہر ٹریک چینج ہوا اور جیسے سارے ایک لمحے کو تھم سے گئے تھے۔ وہ آ گیا..... سب نے بے اختیار سوچا۔

"کسی اور کی دلہن نہ بن جانا.....
سنڈریلا..... میں راستے میں ہوں
میرا انتظار کرنا..... کسی اور کی دلہن نہ بن جانا....."

سجاد علی کی آواز اونچی سے اونچی ہوتی چلی گئی۔ تبھی تایا ابا کی دھاڑ اس شور پر حاوی ہوئی اور اس کے تھرکتے قدم رک گئے۔

"حد ہوتی ہے شاہ ویز..... ہر جگہ اپنا جنون دکھانا ضروری ہے کیا؟" اس نے لال ہوتی آنکھوں سے بول دہرائے۔

"میں آ رہا ہوں..... میں راستے میں ہوں
کسی اور کی دلہن نہ بن جانا..... !
سنڈریلا..... سنڈریلا....."

"بس....." انہوں نے بلے آف کیا اور اس کو بازو سے پکڑا اور اندر کی طرف گھسیٹنے لگے۔

"چھوڑ دیں تایا ابو ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا۔" اس نے اپنا آپ چھڑانا چاہا لیکن انہوں نے بھی جب تک اسے کمرے میں لے جا کر باہر سے کنڈی نہیں لگا دی سکون میں نہیں آئے۔

دو منٹ بعد ٹریک چینج ہوا تو رکی ہوئی چیزوں میں پھر سے ارتعاش پیدا ہوا اور سب کچھ نارمل ہونے لگا لیکن بند کمرے کے اس پار کچھ تھا جو نارمل نہیں تھا۔ وہ اب بھی اسی پوزیشن میں بیڈ سے ٹانگیں لٹکائے، سر دھن رہا تھا۔

"سنڈریلا..... میں راستے میں ہوں
میرا انتظار کرنا..... کسی اور کی دلہن....."

❁ ..... ☆ ..... ❁

اسٹیج رنگ برنگی روشنیوں سے سجا تھا۔ ہال حاظرین

سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آج اسکول کا اینول اسپورٹس ڈے تھا۔ اس دن کے لیے کئی ہفتوں سے تیاریاں جاری تھیں۔ سہیل صاحب جو کہ ایڈمنسٹریٹر تھے بذات خود اس فنکشن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے اور کیوں نہ لیتے یہ ان کے اسکول کا پہلا اینول فنکشن تھا جس میں انٹرٹیمنٹ کے علاوہ بچوں کو سال بھر کی کارکردگی پر انعامات دیے جانے والے تھے۔ بچوں نے بہت زبردست پروگرام تیار کیے تھے جن میں ٹیبلوز' مزاحیہ خاکے ہیر رانجھا' سنڈریلا اور قومی نغمات شامل تھے۔ ہر ایک نے بھرپور محنت کی تھی۔ پروگرام کی مناسبت سے سیٹ لگائے گئے تھے۔ ٹیچرز نے تو محنت کی ہی تھی' بچوں نے بھی اپنے جوہر بھرپور دکھائے تھے۔

"ہیر رانجھا......" آٹھویں کلاس کے بچے کررہے تھے جبکہ "سنڈریلا" فورتھ کلاس کے بچے۔ دونوں ڈراموں پر ٹیچرز نے خوب محنت کی تھی۔ سنڈریلا کا کردار وجیہہ کررہی تھی۔ وجیہہ بہت معصوم اور پیاری بچی تھی۔ پرنس کا کردار شاہ ویز بابر کررہا تھا۔ وہ بھی بہت پیارا بچہ تھا۔ دونوں نے زبردست ایکٹنگ کی تھی۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ ننھے بچوں نے بھرپور پرفارمنس دی تھی۔

☆......☆......☆

اس نے کھڑکی کے پردے ہٹائے۔ باہر مہندی کی رسم جاری تھی۔ آئمہ کی سسرال والے مہندی لے کرآئے تھے۔ کمبائن فنکشن تھا۔ رسم کے بعد ڈانس پرفارمنسز تھیں جو کہ پچھلے ایک ماہ کی محنت سے تیار کی گئیں تھیں۔ اسٹیج کے سامنے ڈانس کے لیے باقاعدہ فلور لگایا گیا تھا۔ ڈی جے کی کارکردگی لاجواب تھی۔ دائروں کی صورت گرتی روشنیاں ماحول کو پرفسوں بنارہی تھیں۔

"پچاس ہزار کا تو خالی یہ فلور لگوایا ہے نعمان صاحب نے۔" چچی کسی مہمان کے سامنے اترا رہی تھیں۔

"اور یہ لائٹس اور ڈیکوریشن' بس بہن' آج کل سادگی سے بھی شادی کرو تو خالی فنکشنز ارینجمنٹس کا خرچہ ہی لاکھوں میں آتا ہے۔ کھانا اور سلامیاں الگ۔"

مہمان خاتون نے ان کی اتراہٹ کے جواب میں ناک چڑھائی...... گویا جتایا تھا کہ یہ تمام انتظامات سادگی میں شمار ہوتے ہیں۔ رسم مکمل ہوتے ہی تمام لائٹس بجھادی گئیں۔ صرف فلور پر دائروں کی صورت روشنیاں گردش کررہی تھیں۔

"مائی نیم از شیلا......" آواز اونچی ہوئی اور فلور پر پیر تھرکنے لگے۔ کھڑکی زیادہ دور نہیں تھی۔ آواز اور تصویر وہ بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ "اوہ مائی گاڈ" ایسے ایسے اسٹیپس تھے کہ کیا ہیروئن نے کیے ہوں گے اس نے بیزاری سے کھڑکی بند کردی۔ میوزک کے ساتھ اب تالیوں کی آواز بھی آنے لگی تھی۔ اس نے پردے برابر کیے اور اپنا لیپ ٹاپ کھول لیا اور تصویریں دیکھنے لگا۔ "سنڈریلا...... میرا انتظار کرنا۔" وہ زیرلب گنگنانے لگا۔ ایک ایک کرکے وہ تصویریں دیکھتا رہا اور یہ آخری تصویر تھی جس میں وہ اور سنڈریلا ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔ پیچھے ان کی کلاس ٹیچر لبنیٰ اور ساتھ آرٹ ٹیچر مس ماریہ تھیں۔ ان دونوں کو بیسٹ پرفارمنس پر ٹرافی ملی تھی۔ وجیہہ تو آل راؤنڈر تھی۔ کلاس میں اول آنے کا انعام' بیسٹ اسٹوڈنٹ' بیسٹ ڈسپلن' ریس میں اول' اداکاری میں بھی اول۔

شاہ ویز کی نظریں اس کی ٹرافیوں پر تھیں۔ وہ اسے کبھی اپنے سے آگے نہیں نکلنے دیتی تھی اور کبھی کبھی وہ اس پر بہت غصہ بھی کرتا تھا۔ کتنی معصوم ہوتی ہے نا یہ عمر بھی۔ اس نے لیپ ٹاپ پر نظر آتی تصویر پر ہاتھ پھیرا۔

"کاش تمہیں معلوم ہو وجیہہ' یہ پرنس تمہیں ڈھونڈ رہا ہے پاگلوں کی طرح' بچپن کی یہ یاد میرے دل ودماغ پر نقش ہوگئی ہے۔ میں چاہ کر بھی نہیں بھلاسکتا کہ تمہاری چاہت میرے ساتھ ساتھ پروان چڑھی ہے اور اب یہ ایک تناور درخت بن چکی ہے۔ جس کی جڑیں میرے اندر تک پھیل گئی ہیں۔ کاش تم کسی دن اچانک میرے سامنے آجاؤ۔ میں تمہیں پہچان لوں گا آنکھیں بند کرکے۔" وہ تصور میں بڑی ہوتی وجیہہ کو دیکھ رہا تھا۔

اماں کو جتنا پیارا اپنے اکلوتے بیٹے سے تھا۔ اتنی ہی

شکایت بھی تھی۔ بچپن سے لے کر اب تک وہ جس عشق میں مبتلا نظر آتا تھا' اس کا کوئی سر پیر ان کو تو نظر نہیں آتا تھا۔ اس کی دیوانگی سے تنگ آ کر وہ اس لڑکی کے گھر بھی ہو آئی تھیں' لیکن وہاں کوئی اور لوگ رہتے تھے اور ان لوگوں کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کدھر چلے گئے۔ ففتھ اسٹینڈرڈ میں بوائز اور گرلز کیمپس الگ الگ کر دیے گئے تھے۔ اس لیے شاہ ویز کو وجیہہ سے دوستی ترک کرنا پڑی تھی۔ پوری کلاس میں اس کی دوستی تھی بھی صرف وجیہہ سے۔

وجیہہ کا خیال اس کے دل میں پختہ کرنے میں ایک ہاتھ آئمہ باجی کا بھی تھا' وہ بچپن سے اس کو وجیہہ کا نام لے کر چھیڑا کرتی تھیں۔

''بھئی ہم تو اپنے پرنس کی شادی سنڈریلا سے ہی کریں گے۔ دیکھو وہ کتنی اچھی لگتی ہے شاہ ویز کے ساتھ۔'' اور آئمہ باجی کی اس شرارت میں امی جان بھرپور ساتھ دیتیں۔

''ارے ہاں ہاں...... دیکھنا بڑا ہو کر کیسا ہیرو نکلے گا۔ لڑکیوں کی مائیں ہنس کر رشتہ دیں گی میرے شاہ ویز کو۔''

وہ آٹھ سالہ شاہ ویز کا منہ چوم ڈالتیں اور شاہ ویز وہ پرانی البم نکال کر دیکھنے لگ جاتا اور امی اور باجی کی باتوں پر الجھ جاتا پتہ نہیں وہ کیوں اس کے حواسوں پر چھاتی چلی گئی تھی۔ وہ جیسے جیسے شعور کی منزلیں طے کرتا چلا جا رہا تھا' ویسے ویسے اس لڑکی کے جنون میں مبتلا ہوتا چلا جا رہا تھا۔ ہر لڑکی کے چہرے میں اس لڑکی کا چہرہ کھوجنا اس کی عادت بن گئی تھی۔ یہ اور بات کہ کئی بار اسے اس عادت کی وجہ سے سنگین نتائج کا سامنا کرنا بھی پڑا تھا۔ گالیاں' گھونسے وغیرہ وغیرہ۔

صبح جب وہ ناشتے کے لیے اٹھا تو سب کزنز کے ساتھ لاؤنج میں اسے ایک نیا چہرہ بھی نظر آیا۔ اس نے جلدی سے اسے اپنے تصور کے ساتھ میچ کرنا چاہا۔ اس کے ذہن میں بڑی وجیہہ کا ایک مضبوط خاکہ بن گیا تھا۔ اسے لگا شاید اس لڑکی کی ناک اور آنکھیں وجیہہ سے مماثلت رکھتی تھیں۔ فاریہ کی نظر اس پر پڑی تو اس نے ساتھ بیٹھی ثوبیہ کو متوجہ کیا۔

''لو بھئی آ گیا...... سنڈریلا...... میں راستے میں ہوں...... میرا انتظار کرنا۔ کسی اور کی دلہن نہ بن جانا...... ہے سنڈریلا......'' اس نے باقاعدہ تالی بجا کر گایا تو سب ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''آئیں شاہ ویز بھائی...... آ جائیں۔ آپ کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔'' ثوبیہ نے ان کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔

''نہیں بس...... میں ناشتے کے لیے آیا تھا...... سب لوگ کر چکے کیا؟'' وہ کچن کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

''جی سب کر چکے...... بلکہ سب لڑکے تو ہال روانہ ہو چکے' آپ نے جانا ہو تو چلے جائیں' چیک کر لیں...... اور ہاں تایا جان نے آپ کو یاد فرمایا تھا۔'' ثوبیہ نے ساتھ ہی پیغام بھی پہنچا دیا۔ وہ منہ بگاڑتا ناشتے کا ارادہ ملتوی کر کے تایا جان کے کمرے کی طرف آ گیا۔ وہ بھی کہیں جانے کے لیے نکل رہے تھے۔ اسے دیکھ کر رک گئے۔ وہ سلام کرنے کے بعد منتظر نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

''آج بارات میں آ رہے ہو یا نہیں؟'' ان کا طنزیہ کاٹ دار لہجہ اس کا خون کھولا گیا لیکن ابا جی نے اسے صبر کے جو پیالے تھما رکھے تھے وہ ان کو غٹا غٹ پی گیا اور چہرے پر مسکراہٹ سجا کر بولا۔

''کیسی باتیں کر رہے ہیں تایا جان' میں تو تیاری دیکھنے ابھی ہال کی طرف ہی جا رہا تھا۔ آپ بھی شاید ادھر ہی جا رہے ہیں؟''

''ہاں...... اور اب تم جا رہے ہو تو اکٹھے چلتے ہیں۔'' انہوں نے جھٹ پٹ اپنا پروگرام سیٹ کیا وہ کچھ کہہ بھی نہ سکا۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ اس کے پیچھے بائیک پہ بیٹھے اسے اپنی ہمراہی کا شرف بخش رہے تھے اور ساتھ ہی احسان بھی جتا رہے تھے۔

''تم شکر کرو (کس بات پہ؟) میں تمہارے ساتھ

بائیک پر آ بیٹھا ورنہ...... آج تک میں کبھی اس فضول سی سواری پر نہیں بیٹھا۔" (جی جی دادی اماں بتا چکی ہیں کہ آپ پیدل ہی رہے ساری عمر) وہ دل ہی دل میں ان کی بات کے ساتھ بات ملتا رہا تھا۔ انہوں نے بات پلٹی۔

"ویسے ایک بات تو بتاؤ شاہ ویز یہ تصویر کا کیا چکر ہے؟ تمہارا بچپنا ختم نہیں ہوا ابھی تک۔ یہ لڑکیوں والے کام خفیہ عشق' بنا دیکھے کی محبت' بچپن کی پسند' سب فضول اور بے ہودہ ہیں۔' (جی میں آپ کے اس دھواں دار عشق سے اچھی طرح واقف ہوں جب آپ نے اپنی محبوبہ کو متاثر کرنے کے لیے کلائی کاٹ لی تھی۔ خالصتاً لڑکیوں والی حرکت) اور ڈھونڈو گے کہاں تم اس لڑکی کو...... نہ اتا نہ پتا' نہ خاندان کی کوئی خبر' کیا خبر وہ کون تھی' کہاں سے تعلق رکھتی تھی اور اب کیا بن گئی ہو گی۔" (جی جی کیا پتہ را کی ایجنٹ ہو یا پھر کسی اسرائیلی خاندان سے تعلق ہو) اس نے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھائے۔

بائیک میرج ہال کے سامنے روکتے ہی اس نے ایک گہری سانس بھری۔ اصل میں سارے بزرگ اپنی عمر بھرپور جوانی گزار چکنے کے بعد نصیحتیں ایک پٹارے میں بند کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر بچوں میں زبردستی ٹافی کی مانند بانٹتے رہتے ہیں۔ اس وقت ان بچوں کو بھی یہ باتیں فضول بکواس لگ رہی ہوتی ہیں' بالکل ایسے ہی جب اپنے وقت میں ان بزرگوں کو اپنے بڑوں کی لگ رہی ہوتی ہیں لیکن زندگی کا پہیہ اسی طرح چلتا ہے اور چلتا رہے گا۔

وہ تایا جان کی تقلید کرتا ہال میں آیا۔ جہاں ابھی ڈیکوریشن کا کام جاری تھا۔ انٹیریئر کا کام ایک لیڈی انجام دے رہی تھیں۔ ہوں گی یہی کوئی بیس بائیس سال کی۔ شاہ ویز میاں نے فوراً تصویر نکال لی۔ کیا خبر یہی وہ لڑکی ہو۔ وہ اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک تیکھے نقوش والی لڑکی تھی۔ شولڈر کٹ بال تنگ جینز پر کرتا پہنے...... سن گلاسز کو سر پر ٹکائے وہ بڑی تندہی سے اپنے کام میں مصروف تھی۔

"یہاں سفید پھول...... ہاں...... اور یہ...... سرخ گلاب کدھر ہیں؟" اس نے ورکر سے پوچھا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ وہ فوراً موبائل پر کسی کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ چہرے پر جھنجلاہٹ تھی۔

"ہاں قیصر......" دوسری جانب سے آواز آتے ہی وہ بولی اور اتنا بولی تھی کہ شاہ ویز نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔ بات کرتے کرتے اس کی نظر شاہ ویز پر پڑی تھی جو ایک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اس نے رخ موڑ لیا۔ "جس دن پاکستان کے مردوں نے لڑکیوں کو تاکنا بند کر دیا' ترقی کے پہلے زینے پر چڑھ جائیں گے۔" اس نے جل کر سوچا۔ "حد ہو گئی...... دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور یہاں کے مرد ابھی تک عورت پر ہی اٹکے ہیں۔" وہ بنا پیچھے دیکھے ٹک ٹک کرتی آگے بڑھ گئی۔ شاہ ویز نے منہ بسورا اور مزید اس کو تاکنے کا پروگرام کینسل کر دیا۔

"سنڈریلا ہوتی تو کوئی نشانی چھوڑ کے جاتی۔" وہ واپس پلٹ آیا۔

"تمہارے خیال میں وہ اپنا جوتا چھوڑ جاتی وہاں۔" ریحان لنگوٹیا اس کی حالت زار کو انجوائے کر رہا تھا۔

"یار جوتا نہیں...... تو سیل نمبر ہی چھوڑ جاتی ایک آدھ میسنگ ڈجٹ کے ساتھ۔" اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"ایک بات بتا شاہ ویز......" ریحان نے پُرخیال نظروں سے اسے دیکھا جو پھر اپنے موبائل پر تصویریں دیکھ رہا تھا۔

"کیا واقعی تو اس لڑکی سے اس حد تک محبت کرتا ہے؟"

"تجھے کیا لگتا ہے میں مذاق کر رہا ہوں؟ یہ جو پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈتا پھر رہا ہوں تو بس ایسے ہی دل لگی کے طور پر یا پھر میں دنیا جہاں کا نکما آدمی ہوں جسے اور کوئی کام نہیں سوائے عشق معشوقی کے۔ تمہیں پتا ہے ریحان جب ہم نے یہ ڈرامہ کیا تھا' ہم بالکل معصوم تھے۔ اس ڈرامے کی کیا تھیم تھی' اس سے قطعی ناواقف...... لیکن جب ٹیچر سونیا ہمیں سمجھاتی تھیں' بتاتی تھیں کہ اب کیا بولنا ہے' کیا ریسپانس دینا ہے تو ہم ویسے ویسے بولتے جاتے تھے۔ ایک سین میں جب مجھے سنڈریلا کو پرپوز کرنا تھا تو میں اپنے ڈائیلاگز بھی بھول گیا اور ایکٹنگ بھی۔ سنڈریلا میرا

مطلب ہے وجیہہ نے اشاروں سے مجھے بتایا کہ میں نے کیا کہنا ہے اور کیا بولنا ہے اور میں نے جلد ہی سمجھ لیا۔ وہ اتنی چھوٹی سی تھی اور کیسی باکمال تھی۔ مجھے یاد ہے سب نے ہماری خوب تعریف کی تھی۔ ہم دونوں ایک ساتھ بہت بجچے تھے۔" وہ بولتے بولتے رکا اور ریحان لنگوٹیا نے دیکھا اس سے اس کی آنکھیں عجب الوہی جذبے سے چمک رہی تھیں۔

ایسی پاگل محبت اسے اس کی حالت پر دکھ ہونے لگا۔ اگر وہ لڑکی اسے نہ ملی تو...... کیا کرے گا یہ...... اس نے سوچا اور لبوں پر لے آیا۔

"میں اس بارے میں نہیں سوچتا۔" وہ بلاتکلف بولا۔
"وہ مجھے ملے گی اور ہر حال میں ملے گی۔" اس کے چہرے پر عجب طرح کا عزم تھا۔

❁......☆......❁

اس نے بالکونی میں کھڑے ہوکر نیچے جھانکا۔ مہمان رخصت ہورہے تھے۔ آغا حسن الوداعی مصافحہ کررہے تھے۔ شام کا ملگجا اندھیرا در و دیوار پر اتر آیا تھا اور فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ اس نے پیچھے مڑ کر کرسی پر رکھی اپنی شال اٹھائی اور شانوں پر پھیلائی اور پھر سے نیچے جھانکنے لگی۔ گاڑی پورچ سے باہر نکل گئی اور چوکیدار اب گیٹ بند کررہا تھا۔ اس نے اپنی نظر سامنے کی...... پہاڑیوں پر بنے گھروں میں اب روشنیاں جگمگانے لگی تھیں اور دور سے وہ جلتے دیوں کا عکس پیش کرتی تھیں۔ یوں جیسے کسی نے بہت سارے چراغ جلا کر ان پہاڑیوں پر رکھ دیے ہوں۔ یہ گھر بہت خوب صورت جگہ پر واقع تھا۔ اونچی نیچی پہاڑیوں پر بنا یہ وسیع و عریض گھر جتنا خوب صورت باہر سے دکھتا تھا اندر سے اس کی خوب صورتی اس سے کہیں بڑھ کر تھی۔ اس پر آغا حسن کا شوق آرائش اس گھر کی ہر شے سے ٹپکتا تھا۔ فانوس سے لے کر کینڈل اسٹینڈ تک ایک ایک چیز مالک کی حیثیت اور شوق کی آئینہ دار تھی۔ آغا حسن دنیا کے ہر کونے سے نوادرات اکٹھے کرکے لائے تھے۔ اسے اس گھر میں رہتے ڈیڑھ ماہ ہوچکا تھا۔ اور اس ڈیڑھ ماہ میں آغا حسن نے جس تفصیل سے ان نوادرات کی ہسٹری اور جائے خرید بتائی تھی وہ آنکھ بند کرکے سب دہرا سکتی تھی۔

یہ ڈیڑھ ماہ...... اس کے اندر کرب کی لہر اتری۔ انسان بھی کیا سے کیا ہوجاتا ہے وقت اور حالات کے سامنے...... اس کی آنکھوں میں تین ماہ قبل کی زندگی لہرانے لگی تھی کہ ملازمہ دستک دے کر اندر چلی آئی۔

"بی بی...... آغا حسن آپ کو یاد کررہے ہیں۔" اس نے پیغام پہنچایا اور باہر نکل گئی۔ جواب سننے کی زحمت اس گھر کے ملازم نہیں کرتے تھے...... یا پھر ان کو صرف بات پہنچانے کا حکم تھا۔

وہ شال کو اپنے گرد اچھی طرح لپیٹتی باہر چلی آئی۔ ٹیرس سے جھانکا‘ آغا حسن ٹی وی لاؤنج میں براجمان تھے۔ اس کا دل چاہا وہ واپس کمرے میں جاکر دروازہ زور سے بند کرلے...... لیکن وہ ایسا کر نہیں سکی سو آہستگی سے سیڑھیاں اترتی نیچے آگئی۔

"آیئے مس جہاں۔" آغا حسن نے ایک بھرپور نظر اس کے سوگوار حسن پر ڈالی۔ وہ خطرناک حد تک حسین لڑکی تھی‘ کسی کا بھی ایمان ڈانواں ڈول کرسکتی تھی۔ وہ خود بھی حسن و وجاہت کا نمونہ تھے لیکن عمر عزیز کی چالیس بہاریں گزار چکنے کے بعد اب بڑھاپا ان کے بالوں کی سفیدی میں چمکنے لگا تھا۔

"کیا لیں گی‘ چائے یا کافی؟" انہوں نے اس پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"اوکے...... جمیل...... بی بی کے لیے فریش جوس لے آؤ۔ آئیں بیٹھیں۔" انہوں نے پہلے ملازم اور پھر اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

وہ صوفے کے ایک طرف ٹک گئی۔ آغا حسن نے ایک بار پھر اس کا جائزہ لیا۔ ان کے ذہن میں کیا چل رہا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔

جمیل جوس لے آیا لیکن اس نے ایک نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ وہ ہنوز ٹیبل کے کنارے پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

''آپ جانتی ہیں کہ..... آپ کس قدر خوب صورت ہیں؟'' آغاحسن نے قدرے توقف کے بعد اپنا جملہ پورا کیا۔

وہ اندر تک لرز گئی۔ کاش وہ اتنی خوب صورت نہ ہوتی۔ ایک عام سی شکل وصورت والی ایک لڑکی ہوتی تو آج حالات یکسر مختلف ہوتے۔

''کاش آغاحسن تم مجھ سے کبھی نہ ملے ہوتے میں تمہیں کبھی نظر نہ آئی ہوتی۔ کاش..... کاش۔'' اس کے دل میں ''کاش'' بڑھتا ہی جارہا تھا۔

''آپ سوچ رہی ہیں کس جہاں کہ کاش آپ اس قدر خوب صورت نہ ہوتیں ہے ناں؟'' آغاحسن نے کس کمال سے اس کی سوچ پڑھی تھی۔ وہ ششدر رہ گئی۔ آغاحسن نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

''آپ اللہ کی دی ہوئی نعمت کو ٹھکرا رہی ہیں۔ کفران نعمت کی مرتکب ہورہی ہیں۔ شکل جیسی بھی ہو قسمت تو وہی رہتی ہے ناں جو اوپر والے نے لکھ دی اور آپ شکر ادا کریں کہ آپ کی قسمت بہت اچھی ہے۔'' آخری جملہ بڑے ذومعنی انداز میں کہا گیا اور پریزے نے بڑی کٹیلی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ آغاحسن کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی ایک دلنشین مسکراہٹ۔ بلاشبہ اب بھی وہ ایک مسکراہٹ سے دل چھین لینے کا ہنر رکھتے تھے۔

''اب کہیں وہ اس شخص کے سحر میں گرفتار ہو ہی نہ جائے۔'' اس نے جل کر سوچا اور خود کو سختی سے تنبیہہ کر ڈالی۔

''کل میں شکار پر جارہا ہوں آپ تو ظاہر ہے جانا پسند نہیں کریں گی..... بس اتنا دھیان رکھیے گا کہ جب تک میں نہ آجاؤں اپنے کمرے میں رہیے گا اور ویسے میرے کتے اور محافظ ہمہ وقت باہر گیٹ پر موجود رہیں گے۔ گھر پر ملازم بھی ہیں جو چاہیے ہو وہ انٹرکام کے ذریعے منگا لیجیے گا اور..... آخری اور سب سے اہم بات..... بھاگنے کی کوشش مت کیجیے گا نقصان اٹھائیں گی..... اب آپ جائیں۔ ڈنر کے لیے ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے تیار ہوکر نیچے آجایئے گا۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے۔'' آغاحسن نے بات مکمل کرکے اپنا رخ دیوار پر نصب اسمارٹ ٹی وی کی طرف کرلیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی اس لیے فوراً اپنی جگہ سے نہیں اٹھی۔ اپنی ہمت مجتمع کرتی رہی۔

''کچھ کہنا چاہتی ہو؟'' آغاحسن بھانپ کر بولے۔ دھیان ٹی وی کی طرف ہی رکھا۔

''میرے گھر والوں..... گھر والوں کا کچھ پتا چلا؟'' اس نے اٹک اٹک کر پوچھا۔

''ہاں۔'' آغاحسن نے ٹی وی آف کرکے ریموٹ ٹیبل پر رکھا اور اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ جو آنکھوں میں امید کا جہاں بسائے ان کو تک رہی تھی۔

''سب کے سب ملبے تلے دب گئے۔ کچھ نہیں ملا..... تمہارا گھر بھی باقی سب گھروں کی طرح مسمار ہوگیا تھا اور.....''

وہ کچھ اور بھی کہہ رہے تھے لیکن اس کی سماعتیں مفلوج ہوگئی تھیں اور بصارت پتھر..... اسے صرف آغاحسن کے ہلتے لب نظر آرہے تھے۔

''سب کے سب..... سب ہی اماں بابا علیزے عینا اور اس کا پیارا اور اکلوتا بھائی شان..... سب ہی.....'' وہ وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اکیلے رہ جانے کا دکھ بہت بڑا ہوتا ہے اور وہ آج اکیلی رہ گئی تھی۔ پچھلے ڈیڑھ ماہ سے وہ ایک آس اور امید پر جی رہی تھی کہ شاید ان سب کا پتہ چل جائے اور وہ ان کے پاس جاسکے لیکن آج یہ آس ختم ہوگئی تھی۔

''کاش وہ بھی ان کے ساتھ ہی ختم ہوگئی ہوتی کیا کرنا تھا اسے اکیلے اس دنیا میں رہ کر اور جی کر..... کیا آغاحسن جیسے لوگوں کے لیے تفریح کا سامان بن کر..... تف..... لعنت ہے ایسی زندگی پر۔'' وہ رو رہی تھی اور ذہن مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنتا جارہا تھا۔

آغاحسن نے اسے چپ کروانے کی کوشش نہیں کی۔ وہیں خاموشی سے بیٹھے اسے دیکھتے رہے جس کے رونے میں شدت آرہی تھی۔ پھر اٹھ کر چلے گئے۔ اسے نہیں پتہ

چلا کیا وہ اسی طرح روتے روتے ٹی وی لاؤنج میں ہی سوگئی تھی اور آغا حسن رات بھر اپنے بیڈروم کی کھڑکی سے اسے تکتے رہے تھے۔

❀......☆......❀

مجھے اس سے محبت ہے
محبت بھی کچھ ایسی
جیسے صحرا کو بارش سے......
جیسے......!

''بس......بس۔'' وہ آنکھیں موندے وجیہہ کے پیکر کو دیکھتا آہستہ آہستہ بول رہا تھا کہ ریحان نے اس کے خیالات کا تسلسل توڑا۔ اس نے ناگواری سے آنکھیں کھولیں۔ وہ ڈھٹائی سے ہنس پڑا۔

مجھے اس سے محبت ہے......
جیسے گاڑی کو پیٹرول سے
جیسے دودھ کو اسپغول سے
جیسے نشئی کو خارش سے
جیسے ایوب کو نازش سے
جیسے خالہ کو عداوت سے
مجھے اس سے محبت ہے......!

وہ بڑے مزے سے اپنی ''شاعری'' کرنے لگا۔ شاہ ویز کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ اس نے اٹھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''میں تمہارا گلا بھی دبا سکتا ہوں۔'' اس نے دانت پیسے۔

''جانتا ہوں۔'' اس نے اپنا آپ چھڑا کر کہا۔

''فی الحال میں ایک آئیڈیا لے کر آیا ہوں۔ سو فیصد ہیلپ فل۔''

''تمہارے سارے آئیڈیاز تمہاری طرح بوگس اور فلاپ ہیں۔'' شاہ ویز نے ذرا بھی انٹرسٹ نہیں دکھایا۔

''سنے گا تو اچھل پڑے گا۔'' وہ رازداری سے گویا ہوا۔

''بکو......'' وہ جھنجلایا۔

''نیٹ پر ڈال دیتے ہیں ساری فوٹوز۔ ہوسکتا ہے وہ بھی فیس بک پر ہو۔ اس کی نظر سے گزریں تو خود ہی رابطہ کرلے گی۔''

''ہاں تم ایسا کیوں نہیں کرتے سارے شہر میں اشتہار لگوادو۔ بلکہ شہر کیوں تلاش گمشدہ کا اشتہار دے دو۔ ساتھ یہ ضرور لکھنا کہ اسے ڈھونڈا کیوں جارہا ہے۔ بے شرم اس سے زیادہ واہیات آئیڈیا نہیں آیا تمہارے دماغ میں...... میں اس سے محبت کرتا ہوں اور تم اسے بدنام کرنا چاہتے ہو۔ نیٹ پر ڈال دو تاکہ اگر اسے ملنا بھی ہو تو کبھی نہ ملے۔ یار کوئی اور طریقہ نہیں ہے؟'' وہ بے بسی سے سر تھام کر بولا۔

''ہے ناں۔'' وہ کاؤچ پر نیم دراز ہوتا بولا۔

''تو بتاؤ ناں۔'' وہ بے تابی سے گویا ہوا۔

''تو سارا معاملہ اللہ پر چھوڑ دے۔ دیکھ اگر وہ تیری قسمت میں لکھی ہے' جہاں کہیں بھی ہوگی مقررہ وقت پر آملے گی اور اگر نہیں ہوگی تو لاکھ کوشش کرلے نہیں ملنے والی۔ اس لیے میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے' تم فی الحال اس سب کو اپنے ذہن سے جھٹک دو میں محبت کرنے سے نہیں منع کررہا' لیکن دیکھ اپنا مستقبل بنا' اپنی اسٹڈیز کمپلیٹ کر' انکل آنٹی کے سارے خواب تم سے جڑے ہیں' وہ تمہارے ان حالات سے بہت پریشان ہیں۔ ایک ان دیکھی چاہت کے لیے تم اپنی ساری زندگی داؤ پر لگا کر بیٹھے ہو۔ اگر کل کو وہ تم سے آن بھی ملی تو تم کیا بن کر اسے ملو گے...... خالی عاشق؟ وہ تمہیں پہلی فرصت میں ریجکیٹ کردے گی کیونکہ آج کل پہلے پیٹ پھر عشق معشوق...... جب تم اسے اچھی لائف نہیں دے سکو گے' اس کا خرچہ نہیں اٹھا سکو گے تو اسے تمہاری محبت سے کیا لینا دینا۔ اس لیے میرے بھائی...... عقل سے کام لو...... انکل جہاں کہہ رہے ہیں وہاں اپلائی کرو' آفس جانا شروع کرو' ہوسکتا ہے وہ تمہیں ایسی ہی کسی جگہ پر مل جائے۔'' ریحان نے اچھا خاصا لیکچر دیا اور وہ ایسا کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہا تھا۔ اسے واقعی پریکٹیکل ہوجانا چاہیے تھا۔ اس کے چہرے پر سوچ کے آثار پیدا ہوئے تو ریحان سمجھ گیا کہ تیر ٹھیک نشانے پر لگا ہے۔

✿......☆......✿

جانے آغا حسن نے شکار سے واپس کب آنا تھا' وہ پچھلے تین دن سے کمرے میں قید تھی۔ قید ہی تھی' حکم جو تھا کمرے سے باہر نہ نکلنے کا۔ اس کمرے میں ہر سہولت میسر تھی لیکن پنجرہ تو پنجرہ ہی ہوتا ہے' خواہ سونے کا ہی کیوں نہ ہو؟ وہ کب سے کھڑکی میں کھڑی باہر جھانک رہی تھی۔ شام ہونے کو آئی تھی۔ پہاڑ پراسرار منظر پیش کرنے لگے تھے۔ انہی پہاڑوں کے پیچھے کہیں اس کا بھی ایک چھوٹا سا گھر تھا' خوب صورت اور محبت سے بھرا' ابا فارسٹ آفیسر تھے' بہت شروع میں ان کی جب نئی نئی جاب ہوئی تھی اور وہ اس علاقے میں آئے تھے' تو انہوں نے یہاں کی خوب صورتی سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لیے یہاں بسنے کا پروگرام بنالیا تھا اور آہستہ آہستہ انہوں نے اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے سرمایہ جمع کرنا شروع کردیا تھا۔ وہ جانتے تھے شہروں میں عمریں گزار دینے والے اماں ابا کبھی ان پہاڑوں پر آبسنے کو تیار نہیں ہوں گے اس لیے انہوں نے بہت چوری چوری یہ سب کیا تھا۔ چلو جوانی میں نہ سہی بڑھاپا ہی سہی...... انہوں نے ثروت کے ساتھ کے بہت خواب دیکھ رکھے تھے۔ ثروت ان کی پھوپی زاد تھیں' خوش شکل اور خوش مزاج' اماں ابا کی مشترکہ پسند۔ زندگی میں ان کے لیے کبھی کچھ مشکل نہیں رہا تھا' سو بڑے آرام سے ان کی شادی ثروت سے ہوگئی تھی۔ زندگی بہت خوب صورت ہوئی جب ان کے گھر رحمت اتری۔ پھر یکے بعد دیگرے دو اور رحمتیں اور پھر نعمت...... زندگی مکمل ہوگئی تھی۔ انہوں نے ثروت اور بچوں کو اماں ابا کے پاس ہی چھوڑا تھا۔ خود مہینے میں ایک بار گھر آتے تھے۔ وہ دبے لفظوں میں اماں ابا کو کئی بار ساتھ چلنے اور مستقل وہیں رہنے کا کہہ چکے تھے لیکن انہوں نے سختی سے منع کردیا تھا۔ دونوں بڑی بچیاں اسکول جانے لگی تھیں۔ دونوں پڑھائی میں بے حد ہوشیار تھیں۔ ابا کو ان پر بے حد فخر تھا۔ وہ مستقبل میں انہیں کسی اونچے عہدے پر دیکھنے کے خواہاں تھے۔ کئی سال گزر گئے تھے پھر جب یکے بعد دیگرے اماں اور ابا چل بسے تو پھر زوار احمد کے لیے کوئی وجہ نہیں تھی اس شہر میں رکنے کی...... انہوں نے فی الفور سامان سمیٹا' مکان بیچا اور بارہ کہو شفٹ ہوگئے۔ عارضی طور پر انہوں نے کرائے کا مکان لیا تھا کیونکہ گھر ابھی زیر تعمیر تھا۔ زوار احمد نے پھرتی دکھائی اور زیادہ لیبر لگا کر چند ہی ماہ میں نہ صرف گھر تعمیر کرلیا' بلکہ انٹیریئر بھی کروالیا۔ وہ سب کے سب اس نئے گھر میں آکر بہت خوش تھے۔ سب کے الگ الگ کمرے تھے اور ہر ایک نے اپنی مرضی سے انٹیریئر کروایا تھا۔ زندگی اپنی ڈگر پر رواں دواں تھی۔ ابا کے سر میں سفیدی جھلملانے لگی تو ان سب نے بھی جوانی کی سرحد پر قدم رکھ دیا تھا۔ ابا کی ریٹائرمنٹ اب قریب تھی اور وہ چاہتے تھے کہ ریٹائرمنٹ سے پہلے وہ کم از کم پریزے اور علیزے کے فرض سے سبکدوش ہوجاتے۔

عینا اور شان تو ابھی چھوٹے تھے۔ ایک دو رشتے نظر میں تھے بھی اور وہ ابا نے پریزے کی تعلیم مکمل ہونے تک ملتوی کر رکھے تھے۔ اس روز پریزے اسلام آباد یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے لیے گئی تھی۔ اس کی بیسٹ فرینڈ سارہ اس کے ساتھ تھی۔ فارم جمع کروانے کے بعد وہ دونوں کینٹین آکر بیٹھی تھیں۔ دونوں کی باتیں فیوچر پلاننگ پر ہی مبنی تھیں...... جب ایک دم ہی سب کچھ گھومنے لگا۔

"سارہ......"

"پریزے......" دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر چلائی تھیں۔ پھر کینٹین میں موجود دوسرے لوگوں کی دیکھا دیکھی وہ بھی فرش پر لیٹ گئی تھیں۔ شور و چیخیں اس قدر شدید زلزلہ تھا۔ کئی ثانیے تو وہ سنبھل ہی نہ پائی تھیں۔

دل ہی دل میں آیۃ الکرسی اور قل شریف کا ورد کرتی رہی تھیں۔

جب ذرا سکون ہوا تو وہ باہر کی طرف بھاگی تھیں۔ ہر طرف شور تھا' جانے کیا کچھ تباہ ہوگیا تھا۔ کتنے لوگ چھتوں تلے دب کے مرگئے تھے۔ فیکٹریاں' کارخانے' زمین بوس ہوگئے تھے' اللہ نے اپنی ناراضگی کا ایک ہلکا سا اشارہ ہی تو دیا تھا۔ وہ جیسے تیسے ٹیکسی پر بارہ کہو پہنچی تھیں اور اپنے گھر

کے سامنے کھڑی وہ پھٹی آنکھوں سے اس ملبے کو دیکھ رہی تھی، جس کے نیچے سب کچھ دب گیا تھا۔ اس کی ماں، باپ، بہن، بھائی، سب کچھ...... امدادی کارروائیاں جاری تھیں مگر اس کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا رہا تھا۔ ایک زلزلہ اس کے اندر بھی موجزن تھا۔ سب کچھ گنوا دینے کا دکھ اس کی آنکھوں میں اترا اور وہ وہیں گرتی چلی گئی تھی۔

آنکھ کھلی تو وہ کسی انجان جگہ پر تھی۔ ایک بڑے سے بیڈ روم میں...... وہ جلدی سے اٹھی تھی۔ وہ کہاں تھی اور کس کے گھر میں...... ایک پل میں اس کے ذہن نے سوچا تھا اور پھر جیسے ساری حسیات ایک دم ہی بیدار ہوئی تھیں۔

''اماں، ابا، علیزے، عینا اور شان......'' اس نے ایک ساتھ چاروں کے نام زیر لب دہرائے تھے اور پھر زور زور سے چیخنے لگی تھی۔

اکیلے رہ جانے کے دکھ نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور اسے کہیں جائے پناہ نظر نہ آرہی تھی، رو رو کر، چیخ چیخ کر وہ خود ہی چپ ہوگئی تھی۔ کوئی اسے دلاسا دینے نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس کے پاس کوئی مہربان کندھا تھا جس پر سر رکھ کر وہ اپنا دکھ منا سکتی۔

رات اسی طرح چھت کو تکتے گزاری تھی اس نے......

وہ کتنے دنوں سے یہاں تھی، اسے کچھ اندازہ نہ تھا اور اس کے ساتھ کیا کچھ ہو چکا تھا یا کیا ہونے والا تھا، اس کے بارے میں بھی اس کا ذہن سوچنے سے قاصر تھا۔ کمرے میں لگے وال کلاک کی ٹک ٹک کے علاوہ دوسری کوئی آواز یہاں نہیں تھی۔ کھڑکی کے اس پار چہچہانے والی چڑیوں نے اسے صبح کا پتہ دیا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی دبیز پردوں نے سارے کمرے کا ماحول نیم تاریک سا بنا رکھا تھا۔ اس نے پردے ہٹائے اور کھڑکی کی سلائیڈنگ کھول دی۔ ٹھنڈی ہوا کا ایک مست جھونکا اس کے چہرے سے آن ٹکرایا تھا۔ اس نے بے اختیار اپنے اڑتے بالوں پر ہاتھ رکھا تھا اور جھک کر نیچے جھانکنے لگی تھی اور اسے اندازہ ہوا تھا کہ یہ گھر کافی اونچائی پر واقع تھا اور یہاں سے بھاگ نکلنا مشکل ہی تھا۔ ویسے بھی یہاں سے بھاگ جانے والی کوئی سوچ ابھی تک اس کے دماغ میں آئی نہ تھی۔ وہ یہاں کیوں اور کس مقصد کے تحت لائی گئی تھی...... ابھی تک تو یہ بھی معلوم نہ تھا۔ وہ قید تھی یا آزاد...... یہ بھی مبہم ہی تھا۔ اس نے ذرا سا اور آگے ہو کر جھانکا، بیرونی گیٹ کھلا تھا اور ایک گاڑی اندر آرہی تھی۔ جیسے ہی گاڑی رکی، چوکیدار نے آگے بڑھ کر گیٹ بند کردیا۔ وہ گاڑی کی طرف متجسس نظروں سے دیکھنے لگی۔ فرنٹ ڈور کھلا اور برانڈڈ جوتوں میں قید یکے بعد دیگرے دونوں پاؤں گاڑی سے باہر آئے تھے۔ ڈور پہ رکھا سفید مردانہ ہاتھ اور کلائی پہ بندھی قیمتی رسٹ واچ، آستینوں سے سوٹ کا کلر ڈارک گرے محسوس ہوتا تھا۔ ایک ملازم لپک کر قریب آیا تھا اور اس کے ہاتھ سے بریف کیس پکڑ لیا تھا۔ وہ ششدر سی اس شخص کو دیکھتی رہ گئی تھی۔ وہ اس شخص کو لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔ یہ اس کی شخصیت کا سحر تھا یا پھر اس کی اچھی یادداشت...... اسے یہ شخص بھولا نہیں تھا۔ چھ ماہ قبل جب ان کا اینول پرائز ڈسٹری بیوشن تھا اور اسے بیسٹ ڈسپلن، بیسٹ اسٹوڈنٹ آف دی ایئر اور بیسٹ پلیئر کے اعزازات ملے تھے تو یہ آغا حسن ہی تھے جنہوں نے اسے پرائز دیتے ہوئے کہا تھا۔

''لوگوں سے تو ایک ''بیسٹ'' نہیں سنبھلتا آپ اتنے سارے بیسٹ کیسے سنبھالے پھرتی ہیں مس پریزے؟''

اور وہ بس مسکرادی تھی مہمان خصوصی کو دیکھ کر۔

''اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے مجھ پر...... بچپن سے لے کر آج تک ''بیسٹ'' ہونے کا اعزاز مجھے ہی ملا ہے اور میں اپنے پروردگار کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھ ادنیٰ کو اتنا نوازا ہے۔'' اس کے چند الفاظ گویا آغا حسن کے دل میں اتر گئے تھے۔ وہ تو تھے ہی اعلیٰ چیزوں کے شیدائی۔ ان کے پاس اس قدر اعلیٰ کلیکشن تھی کہ شاید ہی کسی کے پاس ہو...... لیکن مدمقابل کھڑی کوئی چیز نہیں تھی ایک جیتا جاگتا شاہکار تھی، جسے اس کی مرضی کے بغیر وہ کسی بھی قیمت میں حاصل نہ کرسکتے تھے۔ اسی لیے تو انہوں نے ہال سے باہر نکلتے ہی پریزے کو پروپوز کردیا تھا۔ اتنی

آہستگی سے کہ وہ بھی ٹھیک طرح سے سمجھ نہ پائی تھی۔ اس لیے حیرت سے انہیں تکتی رہی تھی اور تبھی انہوں نے قدرے بلند آواز سے اپنی بات دہرائی تھی۔

''آپ مجھ سے شادی کریں گی مس پریزے؟''

''نن...... نہیں۔'' اس نے گھبرا کر فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔

''میں کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ ہمیشہ امید رکھتا ہوں' انتظار کروں گا۔'' وہ ہولے سے کہتے آگے بڑھ گئے تھے اور وہ یوں بھاگ کر کالج کے مین گیٹ سے باہر نکلی تھی گویا ایک پل اور رک گئی تو آغا حسن اسے ابھی اٹھا کر لے جائیں گے۔ ان جیسے پاور فل شخص سے کچھ بھی بعید نہ تھا۔

یہ بھی شکر تھا کالج میں چھٹیاں ہوگئی تھیں۔ ایگزامز نزدیک تھے اور وہ تندہی سے اپنی پڑھائی میں جت گئی تھی۔ اسے ہمیشہ کی طرح ٹاپ کرنا تھا اور اپنے بابا کے خوابوں کی تکمیل کے لیے ایک سیڑھی اور چڑھنا تھا۔ سی ایس ایس صرف اس کا ہی نہیں بابا کا بھی خواب تھا۔ اس روز بہت عرصے بعد اس نے کمرے کی کھڑکی سے جھانکا تھا۔ موسم بدل رہا تھا۔ آسمان پر اودے نیلے بادل ایک دوسرے سے اٹھکیلیاں کرتے پھر رہے تھے۔ دور ہر طرف پھیلی ہریالی اور اونچے نیچے گھر بہت خوب صورت منظر پیش کررہے تھے اس کا جی چاہا پہاڑوں کے بیچوں بیچ گزرتی پگڈنڈی پر واک کر آئے اپنا رین کوٹ پہن کر اس نے امبریلا اٹھائی اور اماں کو بتا کر باہر نکل آئی۔

''شکر ہے تم بھی کمرے سے باہر نکلی۔'' انہوں نے پیار سے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

''بابا ایسے ہی اس وادی پر عاشق نہیں ہو گئے تھے۔'' اس نے سوچا۔ دفعتاً اس کے چہرے پر بارش کا پہلا قطرہ آن گرا۔

''اوہ......'' اس نے انگلی کی پور سے اس قطرے کو چنا اور آسمان کی طرف نگاہ کی۔ شریر بادل دھواں دھار برسنے کو تیار ہی کھڑے تھے۔ ہر طرف سرمئی اندھیرا چھا گیا تھا اس نے سوچا واپس چلی جائے...... تیز بارش میں وہ کہاں چھپتی پھرے گی؟ اس نے مڑ کر دیکھا...... وہ گھر سے کافی دور آچکی تھی۔ بادل زور سے گرجے اور پانی کے موٹے موٹے قطرے اس کے وجود کو بھگونے لگے۔ اس نے اپنی چھتری کھول کر سر پر تان لی۔ بھیگنے کا خدشہ تو نہ تھا۔ البتہ راستہ ایک دم سے سنسان سا لگنے لگا تھا۔ اس نے دائیں طرف نظر دوڑائی کافی اونچائی پر ایک گھر نظر آیا۔ وہاں پناہ لینے کا سوچا نہیں جاسکتا تھا یونہی مڑ کر بائیں طرف بھی دیکھ لیا۔ تھوڑی سی اترائی کے بعد ایک کھلے گراؤنڈ کے بیچوں بیچ ایک عالی شان گھر پورے طمطراق سے کھڑا تھا۔ یہ گھر کسی وڈیرے کا لگتا تھا۔ آتے جاتے بہت دفعہ اس پر نظر پڑی تھی لیکن یہاں کون رہتا تھا' کبھی نہ سوچا تھا' نہ خیال آیا تھا۔

پناہ تو ادھر بھی نہیں لی جاسکتی تھی' کیا کرے' بارش زور پکڑتی جارہی تھی اور اندھیرا ہر سو قابض ہونے لگا تھا۔ یااللہ گھر سے ہی کوئی ڈھونڈتا ہوا ادھر آجائے۔ اس نے امبریلا سر پر ٹکا کر دونوں ہاتھ آپس میں رگڑے۔ جو کہ ٹھنڈے یخ ہوگئے تھے۔ تبھی اترائی کی طرف سے اسے ایک ٹمٹماتی سی روشنی آتی دکھائی دی۔ شاید کوئی ٹارچ لے کر آرہا تھا۔ جانے کون ہو' خوف نے اسے لرزا کر رکھ دیا تھا۔ وہ اس وقت کو کوسنے لگی جب اس نے باہر آنے کا پلان کیا تھا۔ وہ آنکھیں موندے آیۃ الکرسی کا ورد کرنے لگی۔ ٹارچ کی روشنی اب اس کے بہت قریب آنے لگی تھی۔ تین قدم' دو قدم اور پھر لائٹ سیدھی اس کے چہرے پر آپڑی تھی۔ وہ جس قدر سر کو جھکا سکتی تھی جھکالیا۔

''چلیے گھر چھوڑ دوں آپ کو؟'' بارش کے شور میں ایک ڈوبتی ابھرتی آواز آئی تھی۔ ٹارچ کی روشنی اب پگڈنڈی پر پڑنے لگی تھی۔

اس نے چند لمحے سوچا اور چل پڑی۔ ہوا اس قدر شدید تھی کہ چھتری اڑ اڑ کر پیچھے جارہی تھی اور بارش اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔ آنے والا مزید کوئی بات کیے ٹارچ سے راستہ تلاش کرتا اس سے چند قدم کے فاصلے پر چل رہا تھا اور انہیں چلتے چلتے کافی دیر ہوگئی تھی یا پھر اسے محسوس

ہورہا تھا۔
"لیجیے آپ بحفاظت اپنے گھر تک پہنچ گئیں۔" آواز پر اس نے سر اٹھایا' وہ واقعی اپنے گھر کے سامنے تھی باہر بنے چھجے کے نیچے اماں اور بابا پریشان کھڑے تھے۔ اس نے ہاتھ ہلایا اور چڑھائی چڑھنے لگی۔ شکریہ ادا کرنا تو دور اس نے مڑ کر دیکھا بھی نہیں۔
"کس کے ساتھ آئی ہو...... اتنے خراب موسم میں گھر سے نکلی کیوں؟" بابا غصے اور پریشانی دونوں میں مبتلا تھے۔ اماں اسے پکڑ کر جلدی سے اندر لے گئیں۔
"سوری بابا' اندازہ نہیں تھا پھر پتہ بھی نہیں چلا کہ کتنی دور پہنچ گئی ہوں۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔ اماں فٹ فٹ اس کے لیے کافی کا بھاپ اڑاتا مگ لے آئی تھیں۔
اس نے ایک لمحے کو بھی نہیں سوچا تھا کہ اسے اس طوفان میں گھر پہنچانے والا تھا کون؟ لیکن اگلی صبح جب رین کوٹ کی جیب سے وہ کاغذ نکلا تو اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ چٹ پر جو لکھا تھا' اس کے نیچے کسی کا نام تحریر نہیں تھا لیکن وہ جان گئی تھی اور اب اس کا رواں رواں کانپ رہا تھا۔
"میں اب بھی منتظر ہوں پریزے۔" چٹ اس کی جیب میں اس نے کب اور کیسے ڈالی؟ اور کیا وہ جانتا تھا کہ اس کی ملاقات مجھ سے ہوگی؟ کیا وہ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت وہاں آیا تھا لیکن وہ کیسے جانتا تھا کہ میں یہاں آنے والی تھی؟ اس کا دماغ بری طرح چکرا رہا تھا۔
یہ شخص کیوں اس کے پیچھے پڑ گیا تھا وہ تو کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اگر اسے بے ہوش کر کے کہیں گھسیٹ لے جاتا؟ بے ہوش نہ بھی کرتا' تو زبردستی ہی کہیں لے جاتا اور ان پہاڑوں اور تیز بارش کے بیچ آواز دب ہی جاتی اس کی۔
وہ یہاں موجود تھا' کہیں آس پاس ہی' کسی گیسٹ ہاؤس میں یا پھر کسی گھر میں؟ کیا اس کی نگرانی کے لیے؟ سوالات اس کے دماغ میں اودھم مچاتے پھر رہے تھے اور اس کے پاس کسی بھی سوال کا واضح جواب موجود نہ تھا۔
اگلے چند دن اس کے بیماری میں کٹے۔ بارش میں

بھیگنا رنگ لایا تھایا پھر آغا حسن کا خوف' بہر حال وہ سنبھل کے نہ دے رہی تھی اور اس روز جب وہ اماں کے ساتھ ڈاکٹر فیاض کے کلینک سے چیک اپ کروا کر نکل رہی تھی' سامنے کھڑی بلیک پیجارو میں وہ پھر نظر آ گیا۔ حرکتوں میں تو اس نے بیس پچیس سال کے نوجوان کو بھی مات دے دی تھی۔ وہ واقعی اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ شاید اس اینول فنکشن کے بعد سے۔ اس قدر بااثر شخصیت سے اس چھچھورپن کی توقع اسے ہرگز نہ تھی۔ وہ اسے پوری طرح نظر انداز کر کے آگے بڑھ جانے کو تھی مگر عین اسی وقت اماں کو فضیلت بی نظر آ گئیں اور وہ ان سے علیک سلیک کرنے کھڑی ہو گئیں۔ وہ لب کاٹتی ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرتی رہی اور نجانے کب وہ اس کے بالکل قریب آ کھڑا ہوا...... اس کی ٹانگیں واضح طور پر تھرتھرانے لگی تھیں۔ اس نے چہرہ تو دوسری سمت کر لیا مگر اپنی سماعتوں میں اس کی آواز اترنے سے نہ روک سکی۔

ہم انتظار کریں گے تیرا قیامت تک
خدا کرے کہ قیامت ہو اور تو آئے

دھیمے لہجے میں وہ اپنی آواز کا فسوں بکھیرتا آگے بڑھ گیا تھا۔ کسی کو پتہ بھی نہ چلا۔ کسی نے دھیان ہی نہ دیا اور اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑا کر گرتی' اماں نے سنبھال لیا۔

"کیا ہوا پری' کیا طبیعت زیادہ خراب ہے؟" وہ فکرمندی سے اس کا پیلا پڑتا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

"کچھ نہیں اماں' شاید چکر آ گیا' نقاہت کی وجہ سے۔" اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے اماں کو تسلی دی اور وہ سر ہلاتی اسے سہارا دیے اترائی کی طرف بڑھنے لگی تھیں۔

❀......☆......❀

یزدانی ٹیکسٹائل کے بڑے سے سائن بورڈ کے نیچے کھڑے شاہ ویز نے ایک لمحے کے لیے دل کو ٹٹولا اور پھر اندر قدم رکھ دیا۔

"جاب نہیں دیں گے تو کیا گھر بھی نہیں آنے دیں گے۔" اس نے اپنے نروس پن پر قابو پانے کے لیے خود کو تسلی دینی چاہی تھی۔ وہ اس وقت قطعی خالی دماغ تھا ابا اور تایا ابو کے اصرار پر وہ یہاں آ تو گیا تھا لیکن دل میں یہ خیال بھی قوی تھا کہ یہ جاب اسے ہرگز نہیں ملنے والی۔ ہر چند کہ اس نے اپنا مجنونانہ حلیہ کافی حد تک ٹھیک کر لیا تھا۔ ویٹنگ روم میں لڑکوں اور لڑکیوں کی لمبی قطار دیکھ کر اسے کچھ اور تسلی ہوئی تھی۔ اب وہ بہت مطمئن انداز سے سائیڈ پر رکھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ اول تو اس کی باری آنے تک آفس ٹائم ہی ختم ہو جائے گا۔ وہ خود کو مطمئن کرنے کے لیے نئے جواز ڈھونڈ رہا تھا اور اس وقت اس کی خوشی دیدنی تھی جب اعلان کیا گیا کہ انٹرویو ختم ہو چکے ہیں۔ باقی ماندہ افراد واپس جا سکتے ہیں۔ تمام ہال میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ انٹرویو ہوئے ہی کتنے تھے' بس سفارشی' خوامخواہ کا ڈرامہ' جبکہ نوکریاں تو پہلے ہی بٹ چکی ہوتی ہیں۔ ہر کوئی بڑبڑاتا باہر نکل گیا تھا' شاہ ویز بابر نے بھی اطمینان سے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی اور اٹھنے کو تھا کہ رک گیا۔ اسے اپنی سماعتوں پر شبہ سا ہوا تھا۔ شاید کسی نے اس کا نام پکارا تھا۔

"اٹینشن پلیز' علیزے احمد اور شاہ ویز بابر کچھ دیر رکیں۔ ان کا انٹرویو لنچ بریک کے بعد ہوگا۔"

"نہیں۔" وہ ڈھے سا گیا۔ یقیناً تایا ابا نے یہاں بھی اپنی پرچی چلا دی تھی اور اس کا یہ خیال حقیقت بن گیا تھا جب چند روز بعد اسے اپائنٹمنٹ لیٹر ملا تھا۔

"شکر مناؤ میاں......" تایا ابا کا لیکچر شروع ہو گیا تھا۔

"لوگ تو ایسی نوکریوں کے لیے دھکے کھاتے پھرتے ہیں تمہیں تو پلیٹ میں رکھ کر مل گئی۔ اب ذرا من مار کر رہنا اور کیا ہے وہ تمہاری معشوقہ سنڈریلا' اس کا خیال ذرا دل سے نکال دو۔ تب ہی کچھ بن سکو گے ورنہ اس عاشقی کے ہاتھوں تو ذلت اور خواری ہی ہوئی ہے ہمیشہ۔ آیا ذہن شریف میں کچھ اور پھر بہن کی عزت کا بھی کچھ خیال کر لینا' کہیں سسرال میں سبکی نہ ہو جائے۔" انہوں نے سمجھانے کا فریضہ ادا کر دیا تھا آگے شاہ ویز میاں جانے یا نوکری۔

"اوہ...... تو یہ آئمہ باجی کے سسرال میں ملی ہے نوکری...... اور چند ہی دنوں میں اسے پتہ چل گیا تھا کہ یزدانی ٹیکسٹائل مشہور انڈسٹریلسٹ حسن یزدانی کی ملکیت

تھی جو حماد بھائی اور ابرار بھائی کے سگے چچا تھے (آئمہ کے شوہر) حسن یزدانی کے سگے چچا تھے۔ تبھی تو اسے بہن کی لاج نہ صرف رکھنے بلکہ نبھانے کی بھی تلقین کی جارہی تھی۔

"چلو..... ایسی کوئی بری جاب بھی نہیں تھی۔" اس نے طوعاً وکرہاً اپنی زندگی کے اس "نفیئر" سے سمجھوتا کرنا شروع کردیا تھا۔

علیزے کی اپائمنٹ بھی اس کے ساتھ ہی ہوئی تھی لیکن وہ باہر ریسپشن پر مس ماریہ کے ساتھ بیٹھتی تھی۔ علیزے بہت پیاری اور دھیمے لہجے والی لڑکی تھی اور جلد ہی اس نے آفس کی ہر لڑکی سے دوستی کرلی تھی۔ اس روز اسے کچھ دیر ہوگئی تھی وہ کام ختم کر کے باہر نکلا تو دیکھا علیزے بھی اپنی چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

"ہیلو مس علیزے!" اس نے ہاتھ ہلایا جواباً اس نے بھی مسکرا کر ہاتھ ہلایا۔ جب وہ لفٹ کی طرف بڑھا اور فسٹ فلور پر جانے کے لیے پش کیا تو علیزے بھی بھاگ کر اس کے ساتھ سوار ہوگئی۔

"آپ کہاں رہتے ہیں؟" اس نے یونہی پوچھا۔

شاہ ویز بتانے لگا اسی وقت اس کا موبائل بجا۔ وہ فائل دائیں بازو کے نیچے دبائے بیگ کی زپ کھول کر موبائل تلاش کرنے لگی۔ اسی اثنا میں وہ فرسٹ فلور پر پہنچ گئے تھے۔ لفٹ کا دروازہ کھلتے ہی شاہ ویز نے قدم باہر کی طرف بڑھائے اور اسی دم اس کی نظر علیزے کے قدموں میں پڑے اس ادھ کھلے لفافے کی طرف جا پڑی جو موبائل ڈھونڈتے ہوئے شاید بیگ میں سے گر گیا تھا۔ علیزے موبائل پہ مصروف باہر نکل گئی تھی۔ شاہ ویز نے لپک کر وہ لفافہ اٹھایا اور تصویر باہر نکال لی۔ تھی تو غیر اخلاقی حرکت لیکن اسے جو شبہ ہو رہا تھا وہ اس کی تصدیق کرنا چاہ رہا تھا' اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ تصویر اس کے ہاتھ میں تھی اور اس کا پورا وجود دل بن کر آنکھوں میں دھڑکنے لگا تھا۔ یہ وہی تصویر تھی جس نے اب تک اس کی پوری زندگی کا احاطہ کر رکھا تھا۔

"سنڈریلا..... میرا انتظار کرنا' میں آرہا ہوں' کسی اور....." اس کا رواں رواں رقص کرنے لگا تھا۔ اس کی تلاش ختم ہوگئی تھی۔

شاید اللہ اسی لیے اسے یہاں لے کر آیا تھا۔ اس سے ملانا لکھ رکھا تھا۔ نوکری تو ایک بہانہ بنی تھی۔ وہ بہت مشکل سے خود پر ضبط کرتا گھر پہنچا تھا۔

آندھی طوفان کی طرح وہ اپنے کمرے میں پہنچ کر لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گیا۔ بلاشبہ یہ وہی تصویر تھی' جب پرنس' سنڈریلا کا ہاتھ تھامے اسے پروپوز کر رہا تھا۔

"پرنس..... وہی تھا..... اور سنڈریلا..... سنڈریلا بھی وہی تھی' وجیہہ..... وجیہہ' ایک دم اسے جھٹکا لگا۔ تصویر تو علیزے کے پاس تھی' تو وجیہہ..... کیا علیزے وجیہہ کو جانتی ہے؟ لیکن وجیہہ نے اپنی تصویر علیزے کو کیوں دی؟ دونوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ کیا بہن کا..... دوست کا یا پھر..... اوہ میرے اللہ۔" اس کا سر پھٹنے لگا۔ باہر کوئی دروازہ ناک کرنے لگا تھا۔ اس نے جلدی سے لیپ ٹاپ بند کیا اور تصویر دوبارہ لفافے میں ڈال دی۔

"شاہ ویز..... بیٹا کیا بات ہے' طبیعت تو ٹھیک ہے آتے ہی بند ہو گئے؟" باہر امی تھیں فکر مندی سے پوچھ رہی تھیں۔

"جی آرہا ہوں..... چینج کر رہا ہوں۔" اس نے جلدی سے خود کو نارمل کیا اور چینج کر کے نیچے آ گیا۔ خوب رونق لگی تھی' آئمہ باجی آئی ہوئی تھیں اور خوب چہک رہی تھیں۔ ربیعہ اور صبوحی چپکی بیٹھی تھیں۔ سینٹرل ٹیبل پر دھرے گفٹس پیک یقیناً وہی لائی تھیں۔ وہ سلام کر کے ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اور سناؤ شاہ ویز تمہاری جاب کیسی چل رہی ہے؟" وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"جی ابھی تک تو ٹھیک چل رہی ہے۔" اس نے کہا اور پھر سے اس تصویر کے بارے میں سوچنے لگا۔

"کچھ پتہ چلا تمہاری سنڈریلا کا؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔ صبوحی اور ربیعہ کی کھی کھی شروع ہوگئی۔ وہ جواب دینا نہیں چاہتا تھا اس لیے

خاموش رہا۔
"میری مانو تو اب اس قصے پر مٹی ڈال دو۔" آئمہ نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ سب بچپنے کی باتیں تھیں۔ لڑکیوں کی کمی ہے بھلا...... جانے وہ کہاں ہوگی اور کیا پتہ اب تک اس کی شادی بھی ہوگئی ہو۔ تم بھی کوئی اچھی سی لڑکی پسند کرو بلکہ گھر میں تین تین لڑکیاں موجود ہیں تائی اماں کی خواہش بھی ہے کسی ایک کے بارے میں سوچ لو۔ زندگی ایسے فضول کاموں کے پیچھے گنوانے کے لیے نہیں ہوتی۔" وہ بولتے بولتے رکیں۔ وہ عدم توجہی سے سن رہا تھا۔ ربیعہ اور صبوحی چپ چاپ اٹھ کر کچن میں چلی گئی تھیں۔ کیونکہ دل سے تو وہ بھی یہی چاہتی تھیں کہ شاہ ویز ان کا انتخاب کرلے۔
"مجھے پتہ ہے تمہیں میری باتیں اچھی نہیں لگ رہیں۔" انہوں نے سلسلہ کلام جوڑا۔ "لیکن یہی حقیقت ہے کب تک ایک خیال کے پیچھے بھاگتے رہو گے۔ سب ہنستے ہیں تم پر...... مذاق اڑاتے ہیں تمہارا۔ میرا دل دکھتا ہے۔ میرا اکلوتا بھائی کیوں ایک ان دیکھی لڑکی کے پیچھے اپنی زندگی خراب کررہا ہے۔" اب ان کے لہجے میں ہلکا سا دکھ کا عنصر بھی آ گیا تھا۔
"ایسی بات نہیں ہے آئمہ باجی۔" اس نے پہلو بدلا۔ آئمہ باجی کو بتائے یا نہ بتائے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔
"پھر کیسی بات ہے...... امی، ابا جی، تایا ابو سب تمہارے لیے کس قدر پریشان رہتے ہیں۔ تمہیں کچھ اندازہ نہیں۔ تم کیوں نہیں سوچتے کہ جانے دوسری طرف حالات کیا ہوں اور یہ تمہاری عجیب سی محبت...... بلکہ دیوانگی...... کچھ نہیں رکھا اس میں۔ کوئی اتا پتہ، نام نشان تک نہیں ہے تمہارے پاس اور پھر تم تو اس کی شکل بھی نہیں پہچانتے۔ زندگی کے کسی موڑ پر وہ کئی بار تم سے ٹکرائی بھی ہوگی اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلا ہوگا۔ مت ضائع کرواپنے آپ کو۔" ان کا لہجہ دکھی سا ہوگیا تھا۔
"آئمہ باجی......" وہ اٹھ کر بالکل ان کے ساتھ آن بیٹھا۔

"مجھے اس کے بارے میں کچھ تھوڑا سا پتہ چلا ہے اور امید ہے باقی کا بھی چل جائے گا۔ بس آپ سے مجھے فور چاہیے۔ آپ میرا ساتھ دیں گی۔ چاہے کچھ ہوجائے۔" اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔
"کیا پتہ چلا ہے مجھے بھی بتاؤ؟" وہ ایک دم سے ایکسائٹڈ ہوئیں۔
"ابھی نہیں...... کچھ دن رک جائیں۔ بس میں کنفرم کرلوں۔" وہ مسکرایا۔ اسی دم حماد بھائی اندر داخل ہوئے تو ماحول اور موضوع دونوں چینج ہوگئے تھے۔
یہ رات اس کی زندگی کی سب سے طویل رات تھی۔ وہ جلد از جلد علیزہ سے ملنا چاہتا تھا۔ جاننا چاہتا تھا کہ یہ تصویر اس کے پاس کہاں سے آئی۔ وہ کون تھی؟ اس تصویر سے اس کا کیا تعلق؟ صبح ہوتے ہی وہ تیار ہوکر آفس کے لیے نکل گیا تھا۔ بنا کچھ کھائے پیے۔
علیزہ نے آج آنے میں کافی دیر کردی تھی۔ وہ مین گیٹ سے ذرا دور کھڑا اس کا انتظار کررہا تھا۔ وہ باہر ہی سے سب کچھ جان لینا چاہتا تھا۔ اللہ اللہ کرکے اسے علیزے آتی دکھائی دی۔ وہ بائیک سائیڈ پر کھڑی کرکے اس کی طرف لپکا۔
"شکر ہے آپ آگئیں۔" اس نے بے تابی سے کہا۔ علیزے نے پہلے حیرانی اور پھر اسے خفگی سے دیکھا۔ ان کے ایسے کون سے تعلقات تھے جو وہ اتنی بے صبری سے بولا تھا۔
"میں کافی دیر سے آپ کا انتظار کررہا تھا۔" وہ اس کے تاثرات دیکھے بنا بولا۔ علیزہ نے اس کی طرف ذرا بھی دھیان نہیں دیا اور مین گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ گویا وہ اس کی بات سننا نہیں چاہ رہی تھی۔ اس نے اپنی بائیک کی طرف دیکھا پھر اندر جاتی علیزہ کی طرف۔
"چلو اندر چل کر ہی بات کرتا ہوں۔" اس نے اپنی بائیک اسٹینڈ کی طرف لے جاتے ہوئے ارادہ کیا۔
جب وہ اندر داخل ہوا تو علیزہ کاؤنٹر پر مس مریم کے ساتھ مصروف تھی۔ وہ اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔ علیزہ نے

سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اپنی پرابلم مسٹر شاہ ویز؟" اس نے ابرو چڑھائے۔

"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ بہت ضروری تھوڑا سا ٹائم دیں گی؟" اس نے بے حد آہستگی سے کہا..... علیزہ نے کچھ دیر سوچا پھر عندیہ دے دیا۔

"او کے لنچ ٹائم میں بات کرتے ہیں۔"

"تھینک یو..... تھینک یو ویری مچ۔" وہ مشکور ہوا اور لنچ ٹائم میں کینٹین پر ملتے ہی اس نے فوراً تصویر نکال کر اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ علیزہ نے پہلے تصویر اور پھر شاہ ویز کو حیرانگی سے دیکھا۔

"یہ تصویر آپ کے پاس تھی۔ میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئی۔ شاید کل آپ کو ملی ہوگی لفٹ میں؟" اس نے تصویر اٹھاتے ہوئے کہا۔ شاہ ویز نے دیکھا اس کا لہجہ اور چہرہ بے تاثر تھا جیسے وہ تصویر اسے نہ بھی ملتی تو ایسی کوئی فکر والی بات نہ ہوتی۔

"یہ آپ کی ہے؟ میرا مطلب ہے اس میں جو بچی ہے وہ یا پھر بچہ؟" اسے اپنا مدعا سمجھانے میں وقت پیش آرہی تھی۔

"ارے..... یہ....." وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ پھر ایک دم سیریس ہوگئی۔

"یہ تصویر میری ایک دوست کی ہے بچپن کی۔ شاید اس نے اسکول میں کوئی پلے کیا تھا۔ اسے تصویر بہت پسند تھی اصل میں ہم ساری فرینڈز مل کر اپنے بچپن سے لے کر آج تک کی تمام اچھی تصویروں کا ایک کولاج بنا رہی تھیں اور تبھی اس نے یہ تصویر مجھے دی تھی لیکن افسوس کچھ عرصہ پہلے آنے والے زلزلہ میں جو تباہی مچی اس کا شکار علیزے کی فیملی بھی ہوگئی۔ وہ پورے کا پورا خاندان اپنے گھر کے ملبے تلے دب گیا۔ ہم دونوں میں بہت محبت تھی ہم دونوں نہ صرف ہم نام تھیں بلکہ ہم مزاج بھی تھیں لیکن آپ..... آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" علیزہ نے بولتے بولتے چپ بیٹھے شاہ ویز کو دیکھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا اور چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ وہ ملے بنا ہی اپنی محبت سے محروم ہوگیا تھا۔

"کیا ہوا مسٹر شاہ ویز؟" وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں..... کچھ بھی نہیں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے پورے وجود پر قیامت گزر رہی تھی۔ ایک لمحہ میں وہ خالی ہوگیا تھا۔ محبت نے اسے خالی ہاتھ خالی دل کر دیا تھا۔ اس کے ملنے کی امید نے چند گھنٹوں پہلے اس کے دل میں جو پھول کھلائے تھے انہیں مرجھانے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے چھبیس سال اس محبت کی نذر کر دیے تھے صرف اس امید پر کہ ایک دن وہ اس کو پالے گا اور پھر وہ ان چھبیس سالوں کی محبت کا احوال اس کو سنائے گا اور پوچھے گا کہ اس کی محبت کی ذرا سی بھی حدت اس تک نہیں پہنچی اور تب شاید وہ اقرار کرے لیکن یہاں تو سب کچھ فنا ہوگیا تھا۔ وہ رویا..... جی بھر کر رویا..... دھاڑیں مار مار کر رویا..... وہ مرگئی تھی اور اس کی محبت نے اسے خبر تک نہ دی تھی۔ وہ کہاں پھول چڑھاتا؟ وہ کہاں جا کر اس کا آخری دیدار کرتا جو اسے صبر آجاتا..... وہ پچھلے پانچ دن سے کمرے میں بند تھا اس کے بیڈ پر وہ تصویریں بکھری تھیں جو اس کا سب کچھ تھیں جن تصویروں کو دیکھ دیکھ کر اس نے اپنی زندگی بتا دی تھی کاش وہ..... اس نوکری پر گیا ہی نہ ہوتا..... وہ علیزہ سے ملا ہی نہ ہوتا..... یا پھر اسے وہ تصویر نہ ملی ہوتی..... اور نہ ہی وہ امید کے دیے جلاتا..... اور نہ ہی علیزہ کی بتائی ہوئی حقیقت اس کی روح تک کو چھید ڈالتی۔ سب لوگ دروازہ کھٹکھٹا کر تھک گئے تھے اس نے صرف اتنا کہا تھا۔

"وہ مرگئی ہے ماں..... مجھے رو لینے دو۔" اور انہوں نے اس کی دیوانگی دیکھتے ہوئے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔

❀ ..... ☆ ..... ❀

"اور کتنا وقت لیں گی مس جہاں؟" آغا حسن نے کافی کا سپ لیتے ہوئے نگاہیں اس کے چہرے پر جمائی تھیں (ایک تو جب وہ اسے مس جہاں کہتا تھا اس کا دل چاہتا تھا اس کا سر کسی دیوار میں دے مارے..... مگر ہائے بے بسی)

"مجھے آپ سے محبت نہیں ہے۔" اس نے دھیرے سے کہا۔ آغا حسن کا چہرہ بجھ سا گیا۔ چند لمحے وہ کچھ بول ہی نہ سکے۔ بس اسے دیکھتے رہے۔

"میں نے آج تک شادی نہیں کی مس جہاں۔" کافی دیر بعد وہ گویا ہوئے۔ پریزے نے ایک نظر ان کے چہرے پر ڈالی جیسے پوچھ رہی ہو کیا میں نے کہا تھا؟

"مجھے اپنے لیے ایک پرفیکٹ لڑکی کی تلاش تھی 'دی بیسٹ' جس روز میں نے آپ کو پہلی دفعہ دیکھا اس وقت ہی میں نے فیصلہ کرلیا تھا آپ کو اپنا بنانے کا...... آپ کو حیرت ہوگی مس پریزے......" انہوں نے پہلی دفعہ نام لیا اور جانے کیا ہوا تھا اس کا دل یونہی دھڑک اٹھا تھا۔ (ہائے کہیں وہ اس محبت کے جال میں آ ہی نہ جائے)

"عورت' لڑکی...... میرے لیے کچھ مشکل چیز نہیں' جس مقام اور اسٹیٹس کا مالک ہوں میں' یوں چٹکی بجاتے حسین سے حسین لڑکی میرے بیڈروم کی زینت بن جائے لیکن پتہ ہے کیا مس پریزے' میں نے ساری زندگی ایمان داری سے گزاری ہے' اللہ بخشے میرے ابا جی مسجد میں امام تھے اور انہوں نے ساری عمر ہمیں حلال رزق کی تلقین کی' ہمارے منہ میں کبھی ایک نوالہ بھی حرام کا نہیں گیا اور لاکھ لاکھ شکر ہے اس پروردگار کا' میں نے بھی اپنے جسم کو کسی حرام کام میں نہیں لگایا' میں نے بھی پوری ایمان داری اور سچائی سے خود کو اس ہستی کے لیے بچا کر رکھا ہے جو میری شریک حیات ہے' پاک بازی و وفاداری کی شرط صرف عورت کے لیے ہی کیوں؟ ستر کی حفاظت تو دونوں پر یکساں فرض کی گئی ہے۔ اگر ایک عورت اپنے آپ کو اپنے مجازی خدا کے لیے سینت سینت کر رکھ سکتی ہے تو مرد کیوں نہیں......؟ میں نے ارادتاً کبھی کسی عورت پر بری نظر نہیں ڈالی' مگر مس جہاں...... میں آپ کے معاملے میں بے بس ہوگیا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی...... میں بارہا آپ کے پیچھے آیا...... مگر کبھی آپ کو خبر نہیں ہونے دی۔ آپ کو روزانہ دیکھنے کے لیے میں نے وہ گھر خریدا...... صبح سے رات گئے تک میں اس چٹان پر بیٹھا پینٹنگ بناتا رہتا' جو آپ کے گھر کے بالکل سامنے ہے اور آپ کے کمرے کی ادھ کھلی کھڑکی صاف نظر آتی ہے۔"

"اف اللہ......" وہ بڑبڑائی۔ تہذیب اس شخص کو چھو کر نہیں گزری تھی اور وہ اپنی پاک بازی کے قصے بیان کرکے اترا بھی رہا تھا۔

"اس روز جب آپ موسم انجوائے کرنے نکلی تھیں۔ میں وہیں موجود تھا آپ کے پیچھے پیچھے' ایزل اور کینوس اٹھائے' لیکن آپ تو اپنے آپ میں ہی اتنی مگن تھیں کہ پتہ ہی نہ چلا آپ کو جب ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوئی تو میں آپ سے آگے نکل گیا۔ بارش تیز ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگنی تھی اور ایسی صورت میں شاید آپ میرے گھر پناہ لینے آجاتیں۔"

"توبہ استغفار...... پلاننگز دیکھو اس بہروپیے کی۔" اس نے ایک بار پھر تلملا کر اس شخص کو دیکھا۔ آغا حسن نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

"لیکن...... میری ساری خواہشوں کی طرح یہ خواہش بھی بارش میں بھیگ کر ٹھٹھر کر مر ہوگئی (کیسے کیسے الفاظ بولتا ہے یہ؟) خیر...... میں ایک بار پھر آپ کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہوں آپ کا احسان ہوگا مجھ پر اگر اس ناچیز کو شریک حیات ہونے کا شرف بخش دیں تو۔"

"آپ کتنے شریف ہیں یہ تو گزشتہ ڈھائی ماہ سے میں دیکھ رہی ہوں۔" اس نے زبان کھولی۔ آغا حسن نے بے یقین نظروں سے اسے دیکھا گویا پوچھ رہے ہوں انہوں نے کب دائرہ شرافت کو توڑا؟

"ایک بے بس...... بے سہارا لڑکی کو بے ہوشی کی حالت میں آپ نے اغوا کیا اور اپنے گھر میں قید کر کے رکھا ہوا ہے اور اس پر پریشر ڈال رہے ہیں کہ وہ آپ سے شادی کرلے نہ چاہتے ہوئے بھی۔ یہ سب کچھ منہ بولتا ثبوت ہے آپ کی شرافت کا...... اور جو اس سے انکار کرے آپ اس کو جہنم واصل کردیں۔ میری طرح نجانے اور کتنی لڑکیوں کو آپ کے کارندے اسی طرح اٹھا کر لائے ہوں گے...... اور آپ نے اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد

پھنکوا دیا ہوگا یہیں کسی کھائی میں۔ آپ جیسے لوگ ایسا ہی تو کرتے ہیں۔ اپنے گناہوں کا ثبوت تک مٹا دیتے ہیں اور ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں اپنی پارسائی کا...... اونہہ تف ایسی مردانگی اور شرافت و پاکیزگی پر......" وہ کھری کھری سنا کر اوپر جانے کو پلٹی کہ آغا حسن نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ یہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ سناٹے میں رہ گئی۔ اس نے پلٹ کر آغا حسن کو دیکھا ان کی آنکھیں لال انگارہ ہوگئی تھیں اور چہرہ شدت ضبط سے سرخ۔

پریزے نے اپنا بازو چھڑانا چاہا مگر گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ وہ ایسا نہ کرسکی۔ کلائی پر ان کی گرفت مضبوط تر ہوتی گئی اور پریزے کو لگا کہ یہ باتیں سنا کر اس نے ایک بھیڑیے کو خود پر حملے کی دعوت دے دی تھی۔ "یا اللہ مجھے بچانا۔" اس نے آنکھیں میچے رب کو پکارا۔

"مم...... مجھے چھوڑیں......" اس نے جدوجہد کی۔ اس کا پورا وجود تھرتھرانے لگا تھا۔ آغا حسن نے ایک جھٹکے سے اسے خود کے قریب کیا اتنا قریب کہ ان کی سانسیں اس کے چہرے کو چھونے لگیں۔ اس نے خوف سے آنکھیں اور سختی سے میچ لیں اور قریب تھا کہ وہ چیخنے لگتی۔ آغا حسن نے اسے زوردار دھکا دے دیا۔ وہ لڑھکتی ہوئی دور جاگری۔ اس کا سر سیڑھیوں کی ریلنگ سے جا ٹکرایا۔ آغا حسن تیزی سے باہر نکل گئے تھے۔ اسے اپنے سر پر چوٹ کا احساس ہوا۔ اس نے ہاتھ لگایا تو خون بہہ رہا تھا۔ خون دیکھتے ہی خوف سے اس کی گھگھی بندھ گئی اور اسے چند لمحے ہی لگے تھے بے ہوش ہونے میں۔

❁......☆......❁

زندگی کے معنی اس کے لیے بالکل ہی بدل گئے تھے۔ وہ اس کے بعد آفس گیا ہی نہیں تھا' وہ تو اس لمحے کو کوس رہا تھا جب اس نے نوکری کی تھی۔ کم از کم زندگی ایک آس ایک امید کے سہارے گزر تو رہی تھی۔ بیرونی دنیا سے اس کا رابطہ ختم تھا' ریحان کئی بار اسے فون کرچکا تھا' آمنہ باجی کئی بار آچکی تھیں' امی' ابا جی' سب اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئے تھے' لیکن اس کی حالت میں سر مو فرق نہ آیا تھا۔ وہ زندہ رہنا ہی نہیں چاہتا تھا' کوئی اس کی اندرونی کیفیت کو کیوں سمجھ نہ پارہا تھا' سب کی اپنی کہانیاں' اپنی ضرورتیں' ارے کوئی اس کے اندر بھی جھانکتا' کیسے اجڑ کر رہ گیا تھا اس کا دل۔

"شاہ ویز...... شاہ ویز...... دروازہ کھولو......" تایا ابا نے دروازہ زور سے پیٹا۔ پہلے تو وہ ڈھیٹ بن کر لیٹا رہا۔ جب دروازہ پیٹے جانے میں شدت آنے لگی تو اس نے اٹھ کر لاک کھول دیا۔ وہ آندھی طوفان کی طرح اندر داخل ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں' ان کا چہرہ غیض و غضب کا شاہکار لگ رہا تھا۔

"کیا سمجھتے ہو تم...... ہاں' کیا چیز ہو تم؟ کسی رومیو مجنوں کی اولاد اور جانشین ہو تم؟ تم میں ذرا بھی حیا نہیں رہی' جوان لڑکیوں کا گھر ہے اور تم عشق معشوقی کا پرچار کرتے پھر رہے ہو۔ مرگئی وہ' کون سا رشتہ جڑ گیا تھا تمہارا جو تمہارا سوگ ختم ہونے میں نہیں آرہا' غضب اللہ کا دو ماہ ہوگئے' تم نے سارے گھر والوں کا جینا حرام کردیا...... آدھی زندگی اس نادیدہ سے عشق کرنے میں گنوادی اور باقی ماندہ اس کے مرجانے کا سوگ منانے میں گنوا رہے ہو' نا ہنجار تمہیں اپنے بوڑھے ماں باپ کا بھی خیال نہیں اس دن کے لیے انہوں نے تمہیں پال پوس کر بڑا کیا کہ تم اپنی ساری زندگی عشق میں کھپا دو اور وہ دھکے کھاتے پھریں۔" وہ بولتے بولتے رکے شاہ ویز ناگواری سے سر جھکائے خاموش کھڑا رہا۔

"کان کھول کر سن لو میری بات' دو دن دیتا ہوں میں صرف دو دن' انسانوں والی جون میں واپس آجاؤ' دو دن کے بعد...... چاہے مجھے کسی راہ چلتی بھکارن کی منت کیوں نا کرنی پڑے میں تمہارا نکاح اس سے پڑھوا دوں گا۔ پھر کرتے رہنا بیٹھ کر عشق...... سمجھ میں آئی بات۔" وہ اسے وارننگ دیتے باہر نکل گئے۔ شاہ ویز نے دوبارہ چٹخنی چڑھا دی۔ جیسے وہ ابھی اسے نکاح کرانے لے جائیں گے۔

"اونہہ...... انہیں تو سراسر اپنی بیٹیوں کی فکر ہے۔" اس

نے کڑھ کر سوچا۔
"میری دنیا لٹ جانے کا تو احساس ہی نہیں۔ میں بھی کسی بھکارن سے کرلوں گا شادی' لیکن ان کی بیٹیوں سے نہیں۔" اس نے مصمم ارادہ کرلیا۔ "یہ تو سدا ہی میرے دشمن رہے ہیں' ہمیشہ بد دعائیں ہی دی انہوں نے۔ کبھی اچھا لفظ نہیں نکالا' اور سنڈریلا...... تم نے بھی تو اچھا نہیں کیا میرے ساتھ...... میں تو تمہاری طرف سے کسی کلیو کا متلاشی رہا اور تم نے سب نشان ہی مٹا ڈالے۔ اپنے تک آنے والا ہر راستہ ختم کر ڈالا۔ تم نے اچھا نہیں کیا سنڈریلا...... بالکل بھی نہیں۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

امی نے اس کی آواز سنی تو اور مضطرب ہوگئیں۔ انہوں نے فوراً عظمیٰ کے گھر کی راہ پکڑی۔ اب عامل بابا کے پاس جانا ضروری ہوگیا تھا۔ انہی کی دعا اور تعویذ سے شاہ ویز زندگی کی طرف لوٹ سکتا تھا۔ عظمیٰ کا تو یہی کہنا تھا اور کوئی راہ نہ پاکر بالآخر انہیں اس راہ پر چلنا پڑا تھا۔

❀......☆......❀

اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک اجنبی جگہ پر پایا۔ اس کا دل گھبرا اٹھا پھر کوئی نیا امتحان' وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔ کمرے میں انرجی سیور کی مدھم سی روشنی تھی۔ وہ کتنی دیر سمجھ ہی نہ پائی وہ تھی کہاں آخر؟ اس نے دھیرے سے اپنے اوپر سے لحاف ہٹایا اور چارپائی سے نیچے اتر آئی۔ اس کی چپلیں پاس ہی رکھی تھیں۔ اس نے پاؤں میں اڑسیں اور ادھ کھلے دروازے کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ شاید کچن تھا دوسری جانب۔ ایک عورت دروازے کی طرف پشت کیے روٹی بیل رہی تھی اور دوسری سنک پر برتن دھو رہی تھی۔ اسے قدرے اطمینان ہوا کہ گھر میں کوئی عورت تو موجود تھی۔ اس نے دروازہ کھولا تو دونوں عورتوں نے بے ساختہ مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ روٹی بیلتی عورت بیلن پرے پھینک کر بھاگ کر اس کی طرف آئی۔ وہ ایک دم دیکھ نہیں سکی تھی۔ لیکن جب اس عورت نے "پریزے...... میری وجیہہ......" کہہ کر اسے بلایا تو وہ چونک اٹھی۔ یہ آواز......

اس آواز سے تو اس کا کئی سالوں کا رشتہ تھا' کانوں میں اذان کے بعد جس آواز نے سب سے پہلے چاشنی گھولی تھی وہ اس کی ماں کی آواز تھی۔
"ماں...... امی......" وہ تڑپ کر آگے بڑھی اور اگلے ہی پل وہ ان مہربان بانہوں میں سسک سسک کر رو رہی تھی۔ دوسری لڑکی علیزے تھی' اس کی بہن' وہ اس کو سنبھال رہی تھی۔ اسے پانی پلا رہی تھی اور پریزے پر تو شادی مرگ والی کیفیت طاری تھی۔ اس کی ماں اور بہن زندہ تھیں اور وہ اتنا عرصے لاعلمی میں جیتی رہی...... اور پھر جیسے ایک دم سے یاد آ گیا...... وہ تو آغا حسن کے محل میں تھی' یہاں کیسے آ گئی اور...... یہ امی اور علیزے...... عینا...... اور شان...... بابا جان...... اس نے امی کا ہاتھ پکڑا۔ سوال ابھی اس کی زبان کی نوک پر تھا کہ امی نے جان لیا۔
"جب زلزلے سے گھر منہدم ہوئے تو گھر میں صرف تمہارے ابا' عینا اور شان تھے۔ میں علیزے کو لے کر مارکیٹ جا رہی تھی۔ جب ایک دم سے زمین ہلنے لگی' میں نے علیزے کا ہاتھ پکڑا اور دائیں طرف بنے گھر کے لان میں جا بیٹھی۔ سب کچھ ہوتے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تباہی' شور' چیخ وپکار' وہ گھر بھی ایک طرف سے منہدم ہوگیا۔ جب سکون ہوا میں اور علیزے وہاں پہنچے تو......" امی کی آواز بھرا گئی۔ "کچھ بھی نہیں تھا' وہاں' تمہارے ابا' عینا' شان' سب ہی' میں تو سمجھی شاید تم بھی واپس آ گئی ہوگی اور اسی ملبے تلے دب گئی' امدادی ٹیمیں آئیں' کچھ زخمی نکالے بھی لیکن...... دو ماہ ہم نے ایک امدادی کیمپ میں گزارے' امداد کا اعلان ہوا لیکن وہ صرف اعلان تک محدود رہا' پھر ایک دن ایک چوہدری صاحب ہمارے کیمپ میں تشریف لائے' انہوں نے تمہارے ابا کا نام لیا اور یہ کہا کہ وہ ان کے بہت پرانے ملنے والے ہیں اور یہ کہ تمہارے ابا کے ان پر بہت احسانات ہیں اور اسی کا بدلہ چکانے کے لیے وہ ہمیں اس گھر میں لے آئے' بہت اچھے آدمی ہیں اور بہت خیال رکھ رہے ہیں ہمارا...... علیزہ کو انہوں نے کہیں جاب بھی دلادی ہے اور آج...... جب وہ تمہیں یہاں لے

کرآئے تو...... میرا تو رواں رواں ان کے لیے دعا گو ہے۔ وجیہہ...... میری بیٹی کو مجھ سے ملا دیا۔" وہ اس کا منہ چومنے لگیں۔ جبکہ آنکھوں سے بہتے آنسو اس کا بھی چہرہ گیلا کرنے لگے۔ اس نے ایک ہاتھ سر پر بندھی بینڈیج پر رکھا اور چوہدری صاحب اور آغا حسن کے رشتے کے بارے میں سوچنے لگی۔ علیزہ اس کے لیے گرما گرم سوپ لے کر آئی تو امی روٹی ڈالنے اٹھ گئیں۔ آج انہوں نے اس کی پسند کی ساری ڈشز تیار کی تھیں۔

اور عرصہ بعد ماں اور بہن سے ملنے کی خوشی میں اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور رات نیند بھی یوں ٹوٹ کر آئی تھی کہ اس کی آنکھ صبح گیارہ بجے کھلی۔ اسے بڑا اچھا محسوس ہو رہا تھا۔ بلاآخر آغا حسن تنگ آ کر اسے چھوڑ ہی گیا تھا...... لیکن کیوں؟ اور یہ چوہدری صاحب کون سے دوست ہیں بابا کے جو اس طرح ساتھ نبھا رہے ہیں؟ وہ کھلے بالوں میں برش کرتی کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی۔ مسلسل سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ وہ ادھر اُدھر نظر گھما رہی تھی۔ تبھی اس کی نظر سامنے لگے ٹاور پر پڑی۔

یہ مشہور ٹاور تھا "ارفع کریم ٹاور" اوہ...... اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ کیا وہ لاہور میں تھی؟ اتنی جلدی وہ اسے کیسے یہاں پہنچایا گیا تھا؟ اسی وقت ثروت اندر داخل ہوئیں۔

"اٹھ گیا میرا بچہ؟" ان کے لہجے میں حلاوت ہی حلاوت تھی۔

"امی کیا ہم لاہور میں ہیں؟" اس نے بے دھیانی سے پوچھا۔

"ہاں...... اور اپنے پرانے والے گھر میں۔" وہ خوشی سے چہکیں۔

"چوہدری صاحب نے ہی یہ گھر خریدا تھا۔ اب انہوں نے واپس کر دیا ہے میرا تو رواں رواں ان کا احسان مند ہے کیسے ان کا قرض اتار پاؤں گی میں...... اور بھی تو میں نے تمہیں تمہارے پرانے نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے۔ تمہارے دادا ابا کو بہت پسند تھا یہ نام لیکن تمہارے ابا کو ہمیشہ پریزے اچھا لگا۔ تبھی تو دوسرے اسکول میں ایڈمیشن کراتے ہوئے انہوں نے تمہارا نام تبدیل کر دیا تھا۔" وہ بستر کی چادر کی شکنیں دور کرتے ہوئے اسے بتا رہی تھیں۔

"امی مجھے یہاں کون چھوڑ کر گیا؟" اس کی نظریں کسی نادیدہ نقطے پر مرکوز تھیں۔ اسے کیوں لگ رہا تھا کہ چوہدری صاحب اور آغا حسن ایک ہی شخص ہے۔

"بتایا تو تھا چوہدری صاحب۔" اب وہ دوسری طرف کھلنے والی کھڑکی کے پردے ہٹا رہی تھیں۔ دھوپ چھن چھن کر اندر آنے لگی تھی۔

"میں انہیں ملی کہاں سے؟"

"تم تھیں کہاں؟" انہوں نے الٹا سوال داغا۔ وہ ایک دم چپ کر گئی۔ کیا بتا دے کہ ایک شخص نے اسے یرغمال بنا رکھا تھا۔ "نہیں اس کے کردار پر سو سوال اٹھیں گے۔" اس نے خود کو کچھ بھی کہنے سے روکا۔

کون اس کی پارسائی پر یقین کرے گا اور آغا حسن کی شہرت یقیناً اتنی اچھی نہیں تھی ایک طویل عرصہ وہ جس کے ساتھ اکیلی اس کے گھر میں رہ کر آئی تھی کیا اس نے اسے کچھ نہیں کہا ہوگا؟ نہیں وہ اس بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتائے گی۔ وہ کہہ دے گی یہ عرصہ وہ امدادی کیمپ میں رہی تھی اور اس نے ایسا ہی کہا اور امی نے یقین بھی کر لیا تھا۔

❀......☆......❀

ماؤں کی وہ ساری قسمیں جانے اسی ایک موقع پر ہی کیوں کام آتی ہیں، کبھی دودھ نہ بخشنے کا عزم، بہنوں کی لاج، باپ کی محبتوں کا بھرم، عزیز رشتہ داروں کے حقیقت پسندی کے مشورے سب کچھ اس قدر زیادہ ہو گیا تھا کہ شاہ ویز کے لیے کوئی راہ فرار نہ بچی تھی اسے تایا جان کی صبوحی سے شادی کے لیے ہامی بھرنا ہی پڑی تھی۔ اس نے صبوحی کو تمام ممکنہ خطرات سے آگاہ کر دیا تھا۔

"میں تمہیں کبھی محبت نہیں دے سکوں گا۔" اس نے کہا تھا اور صبوحی جو کہ اسے پا لینے کے نشے سے سرشار تھی، لاپروائی سے سر ہلا دیا تھا۔

"جانتی ہوں۔"

"میرے دل میں تمہارے لیے کبھی جگہ نہیں بن پائے گی۔"

"چلے گا۔" اس نے اطمینان سے کیونکس کھرچی۔

"میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں' بے وقوف۔" وہ جھنجلایا۔

"میں فیوچر کی ٹینشن نہیں لیتی مسٹر شاہ ویز......" وہ مسکرائی۔

"کل کیا ہوگا' دیکھا جائے گا' میرے لیے تو آج اہم ہے اور میں نے ہمیشہ آج کی فکر کی ہے' تم کس سے محبت کرتے تھے' تمہارے دل میں میرے لیے جگہ نہیں' یا تم مجھے کچھ نہیں دے سکتے' اس کا تعین آنے والا وقت کرے گا' ہوں...... اور ویسے بھی میں نے کبھی بہت زیادہ کی تمنا نہیں کی' جتنا مل جائے اس پر شاکر ہو جاتی ہوں اور فی الحال میں اسی بات پر خوش ہوں کہ تمہارا نام میرے نام کے ساتھ جڑ رہا ہے' باقی سب کچھ ہم بعد میں طے کرلیں گے' ابھی آپ جائیں مجھے شام کے لیے ڈریس تیار کرنا ہے...... کبھی شام کو ہماری منگنی کے ساتھ شادی کی ڈیٹ فکس ہونا ہے...... ہوں۔" اس نے اسے بازو سے پکڑ کر کمرے سے باہر کیا اور شاہ ویز کو جس بلا کا غصہ آیا اور جی میں آیا تھا کہ فوراً سے پیشتر یہ گھر چھوڑ کر بھاگ جائے۔

لیکن...... اماں کے دودھ کا قرض' بہن کی لاج اور ابا کی محبت کا بھرم یہ سب کچھ زنجیر بن کر اس کو جکڑ گئے تھے اور یہی وجہ تھی جب اگلے ہفتے جمعہ کے روز شام سات بجے اس کا نکاح رکھا گیا' تو اس نے کچھ بھی کہے بنا یہ فیصلہ تسلیم کرلیا اور جمعہ کا دن تو جیسے پر لگا کر اڑا چلا آیا تھا۔ صبوحی جس طمطراق سے دلہن بن کر اس کے کمرے اور زندگی میں داخل ہوئی تھی اسے لگ رہا تھا وہ اپنے دعوؤں پر زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکے گا...... اور اسی خدشے کے پیش نظر اس نے ساری رات صوفے پر سگریٹ پیتے گزار دی تھی اور کم صبوحی بھی نہیں تھی۔ اس نے کپڑے بدل کر ایک نگاہ مصروف شاہ ویز پر ڈالی اور پھر لمبی تان کر سوگئی تھی اور شاہ ویز کو اس کی اس حرکت پر غصہ آیا تھا جانے کیوں؟ شاید اس کی مردانگی کو ٹھیس پہنچی تھی۔ اس نے تو سوچا تھا کہ وہ اپنی محبت کی دیوانگی کی تمام داستان اسے سنائے گا اور اس سے معذرت کرے گا لیکن اس سے پہلے ہی وہ لڑکی اسے جھنڈی دکھا گئی تھی۔

"چلو اچھا ہوا...... اسے سب کچھ دہرانا نہیں پڑا۔" اس نے خود کو طفل تسلی دی اور آخری سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ بھی ہو نیند تو سولی پر بھی آ ہی جاتی ہے۔ سو نیند کا غلبہ بری طرح ہوا اور اگلے چند سیکنڈ میں وہ بھی گھوڑے گدھے سب بیچ کر محو خواب ہوگیا تھا۔ کچھ اسپیشل قسم کے بندے ہوتے ہیں اور ان کو ٹریٹ بھی اسپیشل طرح سے کیا جاتا ہے اور صبوحی جان گئی تھی شاہ ویز کا "اسپیشل ٹریٹ منٹ" کیا تھا۔ اس نے ذرا سا کمبل سرکا کر بے خبر سوئے شاہ ویز پر ڈالی تھی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مزہ آئے گا اس شخص کے ساتھ زندگی گزارنے میں۔" اس نے اپنے بالوں کو کیچر میں کستے ہوئے سوچا۔

❁ ......☆...... ❁

"پہلے تو میں ڈر ہی گئی کہ تصویر کہاں گم گئی' پھر میں نے ساری لفٹ چھان ماری لیکن تصویر تو یوں غائب ہوئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ...... پھر اگلے دن جب مسٹر شاہ ویز نے تصویر میرے سامنے رکھی تو میں حیران ہی رہ گئی۔ اس آدمی کو بھلا اس تصویر سے کیا دلچسپی تھی' لیکن ان کا کیا گیا سوال اس سے بھی حیران کن تھا' پری...... وہ سنڈریلا کو ڈھونڈ رہا تھا' یعنی تمہیں...... اس کی آنکھوں میں اس وقت جو بے چینی تھی جو بے قراری تھی' لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتی' لیکن جب میں نے کہا کہ یہ تصویر میری دوست کی ہے اور وہ زلزلہ کی زد میں آ گئی' تو یقین مانو اس کا چہرہ' آنکھیں سب کچھ بجھ گیا تھا' کئی ثانیے تو وہ بول ہی نہ پایا' شاید وہ تصویر والا پرنس تھا اور تمہیں ڈھونڈ رہا تھا اب تک...... پریزے کبھی تم نے بھی سوچا ایسا' اس تصویر کے بارے میں۔" تملیزے پوچھ رہی تھی اور پریزے سوچ میں پڑ گئی تھی۔

”شاید...... کئی بار۔“ اس نے اعتراف کیا۔ ”شاید تب...... جب سپنے نئے نئے آنکھوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ خواہشوں کی ٹہنیوں پر نئی نئی کونپلیں پھوٹتی ہیں‘ میں نے بھی سوچا تھا اس بارے میں...... کیسا ہوگیا ہوگا یہ لڑکا؟ اور آج رئیل لائف میں اس ڈرامے کی کیا حیثیت ہوگی؟ لیکن بس پھر یہ سمجھ کر سوچنا چھوڑ دیا کہ جانے وہ کہاں‘ میں کہاں‘ زندگی آگے کیا لے کر آئے گی‘ یہ تو کوئی نہیں جانتا‘ بس یہ سب اس تصویر میں ہی اچھا لگ رہا ہے‘ حقیقی زندگی میں کہاں ہوتا ہے یہ سب؟“ اس نے سر جھٹکا۔

”لیکن پری مجھے ایسا لگا وہ لڑکا اس تصویر کو لے کر بہت سیریس تھا۔ شاید بچپن سے لے کر اب تک وہ تم سے‘ اس سنڈریلا سے محبت کرتا آرہا ہے اور ڈھونڈ بھی رہا ہے۔“ علیزے اس بات کو سیریسلی سوچ رہی تھی۔ پتہ نہیں کیوں اسے احساس ہورہا تھا کہ اس نے جھوٹ بول کر اچھا نہیں کیا۔ اس کی ایک وجہ شاید یہی تھی کہ اس نے دوبارہ اسے آفس میں نہیں دیکھا تھا۔ اور وہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھ رہی تھی۔

”اچھا...... چھوڑو‘ یہ بتاؤ...... یہ جو چوہدری انکل ہیں ادھر آتے جاتے بھی ہیں۔ میرا مطلب ہے اتنی نوازشات کے پیچھے ان کا کیا مطلب ہے؟“ اس نے بات بدلی۔ علیزے نے ایک نظر اس پر ڈالی اور خفگی سے بولی۔

”تم ہر وقت شک میں ہی کیوں مبتلا رہتی ہو۔ وہ اتنے اچھے ہیں‘ سر چھپانے کو آسرا دیا‘ مجھے اپنے آفس میں رکھا اور تو اور یہ گھر بھی انہوں نے ہمیں واپس لوٹا دیا اور کوئی کتنا کرسکتا ہے کسی کے لیے‘ رہی بات ان کے آنے جانے کی...... تو ٹوٹل دو دفعہ...... یہاں آئے ہیں وہ...... ایک بار‘ جب وہ ہمیں یہ گھر سونپنے آئے تھے اور دوسری بار...... دوسری بار...... یاد نہیں لیکن دو بار سے زیادہ وہ کبھی یہاں نہیں آئے۔ تم نے نہیں بتایا‘ تم اتنے ماہ کہاں رہیں؟“ اس نے بھی بات کا رخ بدلا تھا۔

”میں...... بتایا تو ہے‘ کیمپ میں تھی‘ تمہیں یقین نہیں ہے کیا؟“ اس نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

”نہیں......“ اس نے ترنت جواب دیا۔ وہ چونکی۔

”کیا علیزے جانتی تھی وہ کہاں رہی اتنے دن؟“

”ارے‘...... وجیہہ...... علیزے...... چائے رکھو...... چوہدری صاحب آئے ہیں۔“ ثروت گھبرائی گھبرائی سی اندر داخل ہوئیں۔ علیزے نے بے ساختہ پریزے کو دیکھا اور پریزے نے علیزے کو...... لیکن دونوں کے دیکھنے میں فرق تھا۔ ایک جاننا چاہتی تھی دوسری چھپانا...... علیزے جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”پری تم ریسٹ کرو...... میں چائے تیار کرکے دے آؤں۔ پھر باتیں کرتے ہیں۔ میں تمہیں تمہاری تصویروں کا کولاج دکھاتی ہوں جو تمہاری غیر موجودگی میں میں نے بنایا تھا۔ ٹھیک......“ وہ باہر نکلنے کو تھی کہ پری نے اسے جالیا۔

”رکو تو...... میں بھی ملوں گی چوہدری انکل سے۔ آخر اتنے مہربان شخص سے میری بھی شناسائی ہونی چاہیے۔“

”نہیں...... تم رہنے دو۔“ وہ اسے ہر ممکن روکنے کی کوشش کررہی تھی۔ لیکن پریزے اسے پرے دھکیلتی باہر نکل گئی وہ اپنے اندر کا وہم ختم کرنا چاہتی تھی ڈرائنگ روم کے ادھ کھلے دروازے کے باہر رک کر اس نے ایک لمحہ کو سوچا وہ اندر جائے کہ نہیں...... اگر اس کا وہم سچ نکل آیا تو...... اس تو کے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

”آپ شاید مجھ سے ملنے آئی ہیں؟“ آواز اتنے قریب سے آئی تھی کہ وہ بری طرح چونکی۔ وہ اس کے بے حد قریب کھڑا تھا۔ آغا حسن...... اس کا دل یونہی گواہیاں نہیں دیتا پھر رہا تھا۔ یہ نوازشات کسی ”چوہدری“ کی مرہون منت نہیں تھیں اور کون کرتا ہے آج کل ایک مرے شخص کے خاندان کے لیے‘ لوگ تو زندوں کی جائیداد کھا کر انہیں دھکے کھانے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور یہ آدمی...... سراسر جھوٹ بول رہا تھا‘ شروع دن سے...... اس سے جھوٹ بولا کہ اس کا سارا خاندان مرگیا اور ان سب سے جھوٹ بولا کہ وہ ابا کے دوست ہیں...... امی کو کیا ہوگیا تھا؟ وہ ایک اجنبی پر اس قدر کیوں بھروسہ

کرنے لگیں کہ اپنی جوان بیٹی ان کے سپرد کردی اور اس کی نوازشات پر خوش ہوتی رہیں۔ دفعتاً کوئی اس کے بے حد قریب سے بولا۔

"شاید آپ کسی اور سے ملنے کی مشتاق تھیں چلیں...... میں ہوں مشتاق جفا' مجھ پہ جفا اور سہی
تم ہو بے داد سے خوش' اس سے سوا اور سہی"

وہ گنگنائے اور پریزے کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت وہ کیا کرے...... وہ تو سمجھ رہی تھی اس شخص نے اسے گھر پہنچا کر اس کا پیچھا چھوڑ دیا ہوگا۔ وہ مایوس ہوگیا ہوگا اس سے لیکن یہاں تو بساط ہی اور بچھی تھی' اور وہ سارے مہرے اپنی مرضی سے چل رہا تھا' وہ الٹے قدموں اندر بھاگی' کیوں یہ شخص اس کی راہ میں بار بار آ کر کھڑا ہو رہا تھا؟ وہ کیوں کھیل رہا تھا اس کے ساتھ؟ جب وہ کچھ نہ کرسکی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور مزے کی بات یہ ہوئی کہ اس کو کوئی چپ کرانے آیا اور نہ ہی رونے کی وجہ پوچھی۔ وہ خود ہی رو دھو کر چپ ہوگئی۔ کافی دیر بعد علیزے اس کے لیے کافی کا مگ لے کر آئی' حقیقتاً اسے کافی کی طلب شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

"شکریہ علیزے۔" اس نے مشکور نگاہوں سے بہن کو دیکھا۔

"اٹس او کے۔" اس نے سر ہلایا۔ پھر اس کے سامنے آ بیٹھی۔ چند ثانیے اس کا رویا رویا چہرہ دیکھتی رہی پھر بولی۔

"آغا حسن تم سے محبت کرتے ہیں؟" علیزے کے منہ سے یہ بات اتنی غیر متوقع تھی کہ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"میں جانتی ہوں سب؟" اس کی خاموشی پر علیزے نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔

"جب انہوں نے تمہیں پہلی دفعہ پرپوز کیا۔ تمہاری خاطر ہمارے گھر کے قریب گھر خریدا...... روز محض تمہیں دیکھنے کے لیے وہ گھنٹوں اس چٹان پر بیٹھنا' تمہیں چھوٹی چھوٹی چٹھیاں بھیجنا' تمہارے پیچھے پھرنا' پل پل کی خبر رکھنا' ہیں تو چھچھوری حرکتیں اور جوان کی عمر ہے اس کے حساب سے واہیات بھی' لیکن ایک بات سوچو پریزے دل پر کس کا زور چلا ہے ہاں؟" وہ پوچھ رہی تھی اور پریزے تو شاکڈ رہ گئی تھی۔ یہ ساری باتیں اس کو کس نے بتائی تھیں۔

"تمہیں کس نے بتایا؟" وہ کافی دیر بعد بول پائی۔

"آغا حسن نے خود...... جب ہم حادثے کے بعد گھر پہنچے تھے ناں پریزے تو ابا اور شان اس حادثے کی نذر ہو چکے تھے اور ہم نے سمجھا تھا شاید تم بھی لوٹ آئی ہوگی اور تم بھی اس ملبے تلے دب کر ختم ہو چکی ہوگی۔ آغا حسن یعنی چوہدری صاحب ہمیں وہیں ملے تھے' وہ شہر سے تمہاری خاطر آئے تھے' تمہاری فکر میں' پھر وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے' وہی گھر جہاں تم اتنے دن رہی ہو' انہوں نے ہم سے یہی کہا تھا کہ وہ اباجی کے پرانے جاننے والے ہیں' اسی لیے امی ان کے ہمراہ آ گئیں' اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں تھا' ایک ہفتہ ہم وہاں رہے' پھر انہوں نے ہمیں لاہور بھجوا دیا' ان کے کوئی عزیز تھے یہاں...... مجھے اپنی فیکٹری میں ملازمت بھی دی اور پچھلے ہفتے یہ گھر بھی ہمیں واپس دلا دیا۔ ان کے بڑھتے ہوئے احسانات کے بدلے میں انہوں نے کچھ نہیں چاہا۔ وہ امی کی عزت کرتے ہیں تو میری طرف بھی کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ کچھ دن قبل ہی انہوں نے تمہارے ساتھ اپنی گہری محبت کا اظہار میرے سامنے کیا اور یہ کہ تمہاری وجہ سے ہی انہوں نے ہمیں یہ سب دے رکھا ہے۔" اب کہ علیزے نے نظریں چرائی تھیں۔

"تم لوگوں کو معلوم تھا کہ اس شخص نے مجھے قید کر رکھا ہے اور اس کے باوجود تم لوگوں نے ایک دفعہ بھی میرے لیے کوئی کوشش نہیں کی۔" پریزے کا تو غم و غصے سے دماغ ہی الٹ گیا۔

"تم لوگوں نے اپنی آسائشوں کے لیے مجھے بیچ دیا۔ میری قیمت وصول کرلی۔ یہ بھی نہ سوچا کہ میں اس کی قید میں کیسی زندگی گزار رہی ہوں۔ اس سے تو اچھا تھا میں

یہاں آتی ہی ناں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''ایک منٹ پریزے بات ایسے نہیں ہے۔'' وہ اسے چپ کرانے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس نے اس کو پرے دھکیل دیا۔ اسے اس وقت شدید گھٹن محسوس ہورہی تھی۔ اس کے اپنوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا...... محض خود کو پُرآسائش رکھنے کے لیے انہوں نے آغا حسن سے ایک بار بھی باز پرس نہیں کی تھی۔ گھر' تحفظ اور ان کی بیٹی پریزے......

اسے سب سے نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ علیزے باہر چلی گئی اور اس نے خود کو کمرے میں قید کرلیا تھا۔ بعض حقیقتیں بہت تلخ ہوتی ہیں۔

❁......☆......❁

صبوحی نے بجتا الارم بند کیا اور کھڑکی کے پردے ہٹانے لگی۔ نرم دھوپ کی کرنیں شیشوں سے چھن کر اندر آنے لگیں۔ شاہ ویز نے چہرے پر سے کمبل ہٹایا اور گھور کر اسے دیکھا' جواباً وہ مسکرادی۔

''تم کیوں مجھے چین سے سونے نہیں دیتی؟'' وہ جھنجلایا۔

''سونے کا ٹائم حد صبح آٹھ بجے ہے مسٹر شاہ ویز اور اب گیارہ بج رہے ہیں۔ اٹھ جائیں' ناشتہ کریں اور پھر روزگار کی تلاش میں نکلیں۔ فارغ بیٹھ کر گھر نہیں چلتے۔'' اس نے کمبل کھینچا' شاہ ویز بگڑ گیا۔

''کیا سمجھتی ہو تم اپنے آپ کو...... کیا تکلیف ہے تمہیں' میں کیا تمہاری مرضی کا پابند ہوگیا ہوں تم کہو گی اسٹینڈ اپ' تم کہو گی سٹ ڈاؤن اور میں کرنے لگوں گا۔ نکلو میرے کمرے سے اور مت دخل اندازی کیا کرو میرے معاملات میں۔ مجھے تم میں کوئی انٹرسٹ نہیں سمجھیں تم۔'' اس نے تکیہ اٹھا کر ہوا میں اچھالا اور پاؤں پٹختا باتھ روم میں گھس گیا۔ صبوحی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور بستر درست کرنے لگی۔ مرد کتنا خود غرض اور بے حس ہوتا ہے صرف اپنی محبت' اپنی غرض کے بارے میں سوچتا ہے' ذرا مرضی کے خلاف بات ہوئی اور احتجاج پر اتر آئے اور ایک یہ عورت...... کمپرومائزنگ کے سارے اصول شروع دن سے رٹوا دیے جاتے ہیں۔

''اگر اسے تم سے محبت نہیں تو گھبرانا مت' تمہاری محبت اور خدمت اس کا دل جیت لے گی اور وہ تم سے ایسے ہی محبت کرنے لگے گا جیسے تم کرتی ہو یا پھر جیسی محبت وہ اس لڑکی سے کرتا ہے۔'' اماں نے کیسے اسے دلاسہ دیا تھا اور اس نے پوچھا تھا۔

''اور اگر ساری عمر اسے میری محبت کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی تو......؟''

''ایسا کبھی ہوتا نہیں۔'' اماں نے کہا تھا۔ ''بالآخر مرد کو قدر ہو ہی جاتی ہے۔ عورت کی وفاشعاری کی' کچھ وقت لگتا ہے' پھر سب کچھ ٹھیک ہوجاتا ہے۔'' اماں کا اپنا تجربہ تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ مطمئن نہ تھی' ابا کے فیصلے پر سر جھکاتے ہوئے اس نے سارے نفع نقصانات سوچ لیے تھے اور پھر اس کے سامنے بی بی آغا بھی تھیں' جو برسوں سے ان کے ہاں کام کرتی چلی آرہی تھیں' ساری عمر انہوں نے شوہر کا سکھ نہ دیکھا تھا' ان کی محبت اور وفاشعاری کا صلہ سوکن کی صورت میں انہیں ملا تھا' کیا انہوں نے محبت نہیں کی ہوگی...... کیا خدمت نہیں کی ہوگی؟ یہ دو چیزیں تو مشرقی عورت کو گھٹی میں دی جاتی ہیں اور نکاح کے تین بولوں کے ساتھ صبر کا پیالہ بھی تھما دیا جاتا ہے کہ یہ لو بی بی زندگی کا پیمانہ چاہے بھر جائے صبر کا پیمانہ لبریز مت کرنا' ورنہ یہ جو شوہر ہے گھر سے نکال باہر کرے گا اور اس گھر میں پڑی رہنے کے لیے عورت ساری عمر ہر زیادتی ہر دکھ برداشت کرتی ہے' بے عزتی سہتی ہے' طعنے تشنے سہتی ہے پھر بھی اُف کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ کتنی بار روٹی تھی وہ شاہ ویز کے رویے سے۔ جتنی حقارت' جتنی نفرت اس کے لہجے میں ہوتی تھی کئی بار اس کا دل چاہتا تھا وہ اس پر اور اس کمرے پر لعنت بھیجے لیکن اسے ابا کا خوف تھا تو اماں کی ملتجی نظروں کا پاس بھی' ورنہ ایک ایسا شخص جس کی صبح اور شام کسی دوسری عورت کے تصور کے ساتھ گزرے وہ اسی کو سوچے' اسی کو پیار کرے اور کسی صورت اپنی اس دنیا سے

باہر آنے کو تیار نہ ہو تو ایسے شخص کے ساتھ رہنا انگاروں پر رہنے کے مترادف ہے اور ان انگاروں سے بننے والے آبلے دن رات کس قدر تکلیف دیتے تھے اسے وہ کس کو بتا نہیں سکتی تھی۔ ہاں صبر کا آئینمنٹ لگا کر وہ کمرے سے ہنستی مسکراتی ہی نکلتی تھی۔ شاہ ویز شاور لے رہا تھا اس نے کمرے کا پھیلاوا سمیٹ کر اس کے کپڑے نکال کر رکھ دیے تھے اور ناشتہ بنانے کے لیے کچن میں آ گئی تھی۔ اس کی تمام تر نفرتوں کے باوجود وہ اس کے سارے کام اپنے ہاتھوں سے ہی کرتی تھی۔ وہی خدمت والا فلسفہ کبھی کبھی تو اسے لگتا تھا اس کا فیوچر بھی بی بی آ کا سے کچھ مختلف نہیں ہونے والا اگر شاہ ویز کی سنڈریلا مر گئی ہے تو کوئی دوسری آ جائے گی اور وہ بھی ساری عمر چپ چاپ اسی گھر کے کسی کونے میں گزار دے گی۔

جب تک شاہ ویز تیار ہو کر باہر نکلا وہ ناشتہ ٹیبل پر لگا کر چچی کو چائے دینے ان کے کمرے میں چلی گئی تھی۔ چچی کے جوڑوں کا درد آج کل عروج پر تھا آمنہ باجی کی ڈلیوری بھی نزدیک ہی تھی سو کچھ اس کی تیاریوں میں لگی رہتی تھی، بچھونیاں، اون کے بنے ننھے منے سوئیٹر، چھوٹے چھوٹے کپڑے، کھلونے انہوں نے کتنی چیزوں کا انبار لگا لیا تھا اور دن میں ایک بار تو ضرور نکال کر دیکھتیں۔ خاندان کا پہلا بچہ تھا، سب ہی بہت پُرجوش تھے، کتنا کچھ تو صبوحی کی امی نے بنا کر دے دیا تھا۔ اس نے سلام کیا اور چائے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

''اٹھ گیا شاہ ویز۔'' انہوں نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

''جی..... نہا رہے ہیں۔ میں ناشتہ رکھ آئی ہوں۔ آپ کو کوئی کام تو نہیں؟'' اس نے پردے ہٹاتے ہوئے پوچھا۔ بڑے دنوں بعد سورج نے شکل دکھائی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی شاہ ویز کے جانے کے بعد باہر لان میں بیٹھ کر کینو کھائے گی۔

''نہیں بس، شاہ ویز چلا جائے تو ذرا میرے سر میں تیل ڈال دینا۔ سوچ رہی ہوں آج نہا لوں، دھوپ تو نکل ہی آئی ہے۔'' انہوں نے ایک نظر کھڑکی کے پار ڈال کر کہا تو صبوحی اثبات میں سر ہلاتی باہر آ گئی۔

شاہ ویز جا چکا تھا اور ٹیبل پر ناشتہ جوں کا توں دھرا تھا۔ اس نے کرسی گھسیٹی اور آرام سے بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگی۔ جیسے واقعی میں اسے یقین تھا ایک نہ ایک دن حالات اس کے حق میں ہو ہی جائیں گے اور شاہ ویز اسے اپنی سنڈریلا مان ہی لے گا۔ ناشتے کے بعد اس نے کچن سمیٹا اور چچی جان کو لے کر لان میں آ گئی۔

''مالش بھی کر دیتی ہوں، بعد میں کینو اور مونگ پھلیاں کھائیں گے۔'' اس نے اوپر سے ربیعہ اور اماں کو بھی آواز دے ڈالی اور پھر شام تک کا سارا وقت بہت اچھا گزر گیا تھا۔ کم از کم ان چار پانچ گھنٹوں میں اس نے شاہ ویز اور اس کے رویے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔

❋......☆......❋

''تم کیا کرو گی اس کا نمبر لے کر؟'' پریزے کے پانچویں دفعہ کہنے پر علیزہ نے جھنجلا کر پوچھا۔

''کچھ نہیں...... بس دیکھوں گی کتنا دم خم ہے اس کی محبت میں؟'' پریزے کا رویہ آج کل بڑا عجیب سا ہو رہا تھا اسے اپنی ماں اور بہن کی خود غرضی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ آغا حسن تو غیر تھا، اس سے کیا شکوہ...... لیکن انہوں نے ایک بار بھی نہ کہا کہ وہ پریزے کو اپنے گھر میں لے کر کیوں بیٹھا ہے اور اب کیسے چھوڑ گیا۔ کیسے بے حس تھے یہ لوگ...... اس کا جی چاہتا تھا اس گھر سے کہیں دور چلی جائے، وہ کسی اور سے محبت کرے اور آغا حسن کے سامنے اس سے شادی کر کے کہیں اور چلی جائے۔ کم از کم اس شخص کو اپنی جاہلانہ حرکت پر پشیمانی تو ہو اور شاید اسی لیے وہ علیزہ کے پیچھے پڑی تھی کہ وہ اسے شاہ ویز کا نمبر دے۔

''تم ایک غلط کام کو غلط ثابت کرنے کے لیے ایک اور غلط کام کرنے کا سوچ رہی ہو پری۔'' علیزہ نے سمجھانا ضروری سمجھا۔

''میں آغا حسن سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہوں اور بس...... میں اس کو بتانا چاہتی ہوں کہ کوئی اور بھی ہے جو مجھے بچپن سے چاہ رہا ہے اور آج تک اس نے یہ بات

منظر عام پر آنے نہیں دی۔ کبھی گلیوں' سڑکوں پر کھڑے ہو کر میرا راستہ نہیں روکا اور نہ ہی اپنا مطلب پورا کرنے کے لیے مجھے اٹھا کر گھر لے گیا...... یہ دولت واختیار کے نشے میں چور جو آغا حسن ہے ناں' مجھے اس سے شدید نفرت اور چڑ ہے۔" علیزے نے دیکھا اس کے چہرے پر تناؤ بڑھ گیا تھا۔

"ایک بات کہوں پری...... آغا حسن جیسی محبت تم سے کوئی نہیں کرے گا۔ وہ گلیوں' سڑکوں پر تمہارے لیے کھڑا ہوا' مگر کبھی تمہاری عزت پر حرف نہیں آنے دیا' تمہیں محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ تمہارے لیے کھڑا ہے اور یہ جو تم سمجھ رہی ہو کہ وہ تمہیں اٹھا کر گھر لے گیا اور اس کے پیچھے کوئی اور بات ہے۔ وہ جہاں سے تمہیں نکال کر لایا' اگر تمہیں بتادوں تو...... خیر چھوڑو...... مجھے کیا ضرورت ہے تمہیں یہ سب بتانے کی۔ تم نمبر مانگ رہی ہو' میں تمہیں اس کے گھر کا ایڈریس بھی دینے کو تیار ہوں لیکن صرف اتنا کہوں گی کہ راستے بندمت کرتی جانا' کیا خبر تمہیں لوٹنا پڑے تو کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیے نازادراہ کے لیے۔ تم میری بڑی بہن ہو...... اس کے باوجود مجھے تمہاری بے حد فکر ہے۔ میں تمہارے لیے بہت اچھے کی دعا کرتی ہوں۔ باقی کبھی فرصت ملی اور تمہارا دل چاہے تو پھر میں تمہیں سناؤں گی کہ میں اور اماں آغا حسن کے اتنے طرف دار کیوں ہیں اور کیوں ہم نے ان سے باز پرس نہیں کی۔" علیزہ نے شاکی لہجے میں کہتے ہوئے اپنی اس بدگمان بہن کو دیکھا جس کے چہرے کے تناؤ میں کمی نہیں آئی تھی۔

اگلے دن اس نے آفس ریکارڈ میں سے شاہ ویز کا نمبر اور ایڈریس نکالا۔ اس کا عرصہ ملازمت گو کہ تھوڑا تھا لیکن مالکان کا رشتہ دار ہونے کی صورت میں اسے اس کے بارے میں کافی معلومات بھی مل گئی تھیں لیکن فی الحال وہ پریزے کو کچھ بھی بتانا نہیں چاہتی تھی وہ یقین ہی نہ کرتی' اس نے اسے فی الحال اس کے حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

پریزے نے علیزہ کے سینڈ کیے نمبر کو دیکھا اور پھر اپنے دل اور دماغ دونوں کو ٹٹولا...... کیا اسے یہ سب کرنا چاہیے تھا' شاہ ویز سے رابطہ کرنا اس کے لیے کسی مصیبت کا پیش خیمہ تو نہ بن جاتا' لیکن وہ آغا حسن کی محبت بھی کسی صورت قبول کرنے کو تیار نہیں تھی۔ ایک بار رابطہ کرنے میں کیا حرج ہے۔ پتا تو چلے بچپن کی محبت اس پر کس حد تک حاوی ہے اور وہ کون سا اس سے بار بار رابطہ کرے گی' بس ایک بار...... پہلی بار اور آخری دفعہ...... اس نے موبائل میں نمبر سیو کرنے کے بعد ڈائل کرلیا' کافی دیر بیل جاتی رہی مگر ادھر سے ریسیو نہ ہوا۔ اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی' شام کے ساڑھے چار بج رہے تھے' اس وقت یا تو وہ آفس میں ہوسکتا تھا یا پھر کسی دوست کے ساتھ...... گھر پر بھی ہوسکتا تھا اور کیا پتا وہ اجنبی نمبرز اٹھاتا ہی نہ ہو۔ اس نے وقفے وقفے سے دو تین بار ٹرائی کیا لیکن جواب ندارد' اس نے ٹیکسٹ کرنے کا سوچا لیکن وہ لکھے گی کیا؟ اور کیا شاہ ویز یقین کرے گا' جبکہ علیزہ اسے کچھ اور ہی بتا چکی تھی۔ پھر کافی رات گئے اس نے اسے ٹیکسٹ کیا تھا۔

ہیلو آئی ایم وجیہہ سنڈریلا اور نیند آنے سے قبل اس نے کئی بار اپنا موبائل چیک کیا تھا لیکن کوئی جواب نہ پا کر وہ مایوس سی نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔

❀ ☆ ❀

"میں سوچ رہا ہوں کہیں مجھے تم سے محبت نہ ہوجائے۔" شاہ ویز نے بیڈ پر آڑے ترچھے لیٹے ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی صبوحی کو دیکھ کر ہولے سے کہا۔ وہ اس وقت کسی فنکشن میں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ بلیک اور ریڈ ساڑھی میں اس کی گوری رنگت دمک رہی تھی۔ اپنے بھرے بھرے ہونٹوں پر سرخ لپ اسٹک لگا کر گویا اس نے انگارے دہکا دیے تھے۔ شربتی آنکھوں پر سایہ فگن گھنی پلکیں اور دراز گیسو جو اس کی کمر کو چھو رہے تھے' شاہ ویز کا دل ڈانواں ڈول ہونے لگا تھا۔ یہ دھان پان سی خوب صورت لڑکی اس کی تایازاد تھی اور اس نے کبھی نظر بھر کر دیکھا تک نہ تھا اور وہ تو تب کی بات تھی ناں...... اب تو پچھلے چھ ماہ سے وہ اس کی زوجیت میں تھی اور اس کے کمرے میں تھی تب

بھی اس نے کبھی توجہ نہ کی تھی۔ بس جب وہ اس کو نظر آتی تھی اس کا پارہ ساتویں آسمان پر جا پہنچتا۔ اس کا جی چاہتا وہ اس پر چیخے چلائے اتنا کہ وہ کمرے سے باہر چلی جائے۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ تھی کہ اسے لگتا تھا اس نے اس کی سنڈریلا کا تصور بھی اس سے چھین لیا ہے۔ چلتی پھرتی صبوحی اس کو زہر لگا کرتی۔ اس پر اسے اور تاؤ آنے لگتا جب وہ زبردستی اس پر اپنی مرضی تھوپنے لگتی...... اٹھ جاؤ ناشتہ کرلو...... یہ کپڑے پہن لو...... نوکری ڈھونڈو...... کپڑے بدل کر سوؤ...... جیسے وہ کوئی اس کا شوہر نہیں بلکہ دودھ پیتا بچہ ہو اور جیسے اس کے آنے سے پہلے تو وہ بدحال زندگی گزار رہا تھا (حالانکہ تھا تو ایسا ہی)

''آپ چلیں گے شاہ ویز......؟'' صبوحی نے اپنے میک اپ کو فائنل ٹچ دیتے ہوئے پوچھا۔ وہ جو یک ٹک محویت سے اسے تک رہا تھا چونکا۔

''کیا کہا؟'' وہ انجان بنا۔

''ہم لوگ آمنہ باجی کے دیور کی منگنی میں جا رہے ہیں' اصولاً تو آپ کو بھی چلنا چاہیے اکلوتے بھائی ہیں آپ۔''

''اف توبہ...... ایک تو اس کی یہ لیکچر بازیاں۔'' اسے پھر غصہ آ گیا۔

''تمہیں ہر وقت استانی بننے کا شوق کیوں ہے؟ جب دیکھو نصیحتیں' نہیں جاتا میں' تم جاؤ اپنے یہ حسن کے جلوے لے کر' بتا دینا آمنہ باجی کو' آج فنکشن میں روشنیاں نہ لگوائیں یہ کام تم آسانی سے کرلوگی۔'' صبوحی کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ چلو اس نے کچھ تو رسپانس دیا۔

''ہاں بتا دیا' لیکن ان کا کہنا تھا اصل روشنی تو ان کے چاند سے بھیا کے آنے سے ہی ہوگی۔ سو...... اپنی بہن کی خواہش کا پاس کریں اور جلدی سے اٹھ کر تیار ہو جائیں۔ آپ کے پاس پندرہ منٹ ہیں۔ کپڑے الماری میں تیار رکھے ہیں...... فٹافٹ۔'' وہ مسکراتے ہوئے اپنا پرس اٹھا کر باہر نکل گئی۔ وہ تلملا اٹھا پھر وہی ہدایات...... نہیں جاتا میں' اس نے تکیہ اچھالا اور اوندھے منہ لیٹ گیا۔ لیکن یہ صرف چند منٹ کے لیے تھا دس منٹ بعد ہی وہ تیار ہو کر ان سب سے پہلے گیٹ پر موجود تھا اور لاؤنج کی کھڑکی سے جھانکتی صبوحی کے چہرے پر بڑی دل نشین مسکراہٹ پھیلی تھی۔

''مجھے سمجھ نہیں آتی تم اتنی خوب صورت کیسے ہوگئی ہو؟'' جب وہ فرنٹ ڈور کھول کر امی جان کا بیگ رکھ رہی تھی تو اس نے بے حد آہستگی سے کہا تھا۔ صبوحی نے ان سنی کردی تھی گویا پتھر میں جان پڑ رہی تھی اور پھر پورے فنکشن میں اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ شاہ ویز کی نظروں کا مرکز بنی رہی ہے۔ اس کے اندر یک گونہ اطمینان سا اتر آیا تھا اماں جان ٹھیک ہی کہتی ہیں شاید' مرد بالآخر عورت کی محبت اور وفاداری کا اسیر ہو ہی جاتا ہے بالآخر...... لیکن گھر آتے ہی شاہ ویز نے اسے جس طرح نظر انداز کیا تھا اور دوسری جانب منہ کر کے سو گیا تھا اس کی ساری خوش فہمیاں پھر سے اپنی موت آپ ہی مر گئی تھیں۔ اس بندے کو جانے کیا چیز متاثر کرے گی...... ساری رات کروٹیں بدل بدل کر صبح دم بالآخر اس کی آنکھ لگ ہی گئی تھی۔ اسے ٹیکسٹ پڑھنے کی عادت نہیں تھی اور ویسے بھی زیادہ تر ٹیکسٹ سم کمپنی کے ہی ہوتے تھے ہفتہ دس دن بعد وہ آل ڈیلیٹ کی آپشن لگا کر سب کچھ ختم کر ڈالتا تھا۔ ہاں البتہ ایک ہی نمبر سے جو تین چار بار کال آئی تھی وہ اس کو تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔ نمبر انجانا تھا' اس نے سوچا کال بیک کر کے پتہ کرلے لیکن اسی وقت تایا ابا کو کوئی ضروری کام پڑ گیا۔ وہ موبائل کمرے میں رکھ کر اوپر آ گیا۔ کچھ بھی تھا تایا ابا کے خلاف ہونے کے باوجود وہ ابھی تک ان کے کسی حکم سے سرتابی نہ کرسکتا تھا۔ ان کے کمرے کا انرجی سیور خراب تھا' وہ بدلنا تھا' اسٹور میں لگا کپڑے لٹکانے والا پائپ ایک طرف سے لٹک گیا تھا اس کو ٹھیک کرنا تھا۔ دھوبی نے ابھی تک ان کی واسکٹ گھر نہ پہنچائی تھی' یہ سارے کام انہیں شاہ ویز سے ہی کرا کے مزا آتا تھا۔ وہ چڑ تا' ان کے کام سر انجام دیتا رہا۔

فارغ ہوا تو تائی اماں نے کھانا آگے رکھا' مٹر قیمہ اور آلو کی بھجیا تھی دونوں اس کی پسندیدہ' وہ چپ چاپ تناول

کرنے بیٹھ گیا۔
اماں نے صبوحی کو آواز بھی لگائی لیکن اس نے مصروفیت کا بہانہ کردیا۔ پیٹ بھر کے کھا چکنے کے بعد گرما گرم کافی کا کپ اور لذیذ گاجر کا حلوہ واہ...... آج تو تایا ابا کے کام کرنے کا لطف ہی آ گیا تھا۔ وہ اسی طرح کافی کا بھاپ اڑاتا مگ اور پلیٹ میں گاجر کا حلوہ لیے نیچے آ گیا۔ صبوحی تب تک قیلولہ کرنے لیٹ گئی تھی۔
"یہ نوکری کیوں نہیں ڈھونڈ رہا' بھائی صاحب نے جو سفارش سے لے کردی اس پر تو موصوف لات مار کر آ گئے۔ اب کرتا کیا چاہتا ہے' سو خرچے ہوتے ہیں بیوی کے' کل کو بچے ہوں گے' کہاں سے کھلائے گا انہیں؟" اماں کے کمرے سے آتی ابا کی آواز نے اسے جیسے جگا سا دیا تھا۔
"ارے ہاں بھئی کہہ تو ٹھیک رہے ہیں۔" اس نے دل ہی دل میں تائید کی اور کمرے میں آ گیا۔
"واہ جی...... واہ بڑے ریسٹ ہورہے ہیں۔" اس نے صبوحی کو دیکھتے ہی طنزیہ کہا۔ وہ ایک نظر اس پر ڈال کر کروٹ بدل گئی۔ اس کا موڈ نہیں تھا اس کی کڑوی کسیلی باتیں سننے کا۔ سو کانوں پر تکیہ بھی رکھ لیا۔ اس کی اس حرکت پر وہ تلملا گیا۔
"اتنا زہر لگتا ہوں میں تمہیں جو میری شکل دیکھ کر منہ موڑ لیا اور میری آواز اتنی بری ہے کہ تم سننا ہی نہیں چاہتی...... کانوں پر تکیہ رکھ لیا۔ کون سا وقت تھا جو میں نے تایا ابا کے دباؤ میں آ کر یہ فیصلہ کرلیا۔ چھین لیا تم نے مجھ سے میرا سب کچھ...... میری یادیں' میری محبت' سب کچھ۔" حسب عادت وہ پھر سے چیزیں اٹھا کر پھینکنے لگا۔ صبوحی کو بھی غصہ آ گیا۔ اس نے تکیہ ہٹایا اور اٹھ بیٹھی۔
"کیا مسئلہ ہے آپ کا مسٹر شاہ ویز' کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے۔ میں آپ کو نظر آؤں تو مسئلہ ہے' آپ کی آنکھوں میں قہر بھر جاتا ہے' آپ منہ موڑ کر یا تو موبائل پر مصروف ہوجاتے ہیں یا پھر ٹی وی کی طرف' آپ کو میری ہر بات پر اعتراض ہے اور جو میں منہ موڑ لوں' آپ سے بات نہ کروں تو بھی مسئلہ ہے' آپ کو...... کیا چھین لیا ہے میں نے آپ سے؟ آپ نے اپنی محبت مجھے تھمائی تھی کیا جو میں نے نہیں گم کردی اور اب اس کا بدلہ آپ مجھ سے لے رہے ہیں؟ ایک خیالی محبت کے پیچھے آپ جیتے جاگتے انسانوں کو بھول چکے ہیں۔ ان کے جذبات' احساسات' کیا معنی رکھتے ہیں آپ کو تو اس سے بھی کوئی سروکار نہیں...... اور آپ...... آپ نے کیا دیا ہے مجھے' چھ ماہ میں کبھی آپ کو محسوس ہوا ہو کہ اس کمرے میں آپ کے علاوہ کوئی اور بھی ہے' جو آپ کی منکوحہ ہے' آپ کی تمام تر توجہ اور محبت کی حق دار...... لیکن نہیں...... میں تو جیسے انسان ہوں ہی نہیں' ابا کے دباؤ میں صرف آپ ہی نہیں آئے' مجھ پر اتنا ہی دباؤ ڈالا گیا ورنہ مجھے بھی کوئی شوق نہیں تھا ایک ایسے مرد سے شادی کرنے کا جو خالی ہاتھ ہو اور اس کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں تھا' اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے آپ سے آپ کی محبت چھینی ہے تو میں بھی یہ کہتی ہوں...... مجھے بھی آج تک آپ نے کچھ نہیں دیا۔ نہ ایک نگاہ محبت اور نہ ہی کوئی اچھی یاد اور مجھے آپ سے کوئی توقع ہے بھی نہیں۔" وہ بول بال' اپنا دوپٹہ اٹھا کر کمرے سے نکل گئی۔ کوئی کب تک پتھر بن کر زندگی گزار سکتا ہے۔ اس نے سوچ لیا تھا آج کے بعد وہ کبھی شاہ ویز کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرے گی۔ شاہ ویز نے حیرت سے اس کا یہ روپ دیکھا اور پھر خاموشی سے لیٹ گیا تھا۔
کہہ تو وہ صحیح رہی تھی مسٹر شاہ ویز' اس نے خود سے کہا اور اس سے پہلے کہ وہ اس کے بارے میں مزید کچھ سوچتا...... موبائل پر آتی کال نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔
"ہیلو!" اس نے یس کا بٹن پش کرتے ہوئے کہا اور دوسری جانب سے آتی آواز گویا صحرا میں بارش کی مانند ثابت ہوئی تھی۔
"ہیلو...... میں وجیہہ بات کررہی ہوں' کیا آپ مسٹر شاہ ویز ہیں؟"
"وجیہہ...... سنڈریلا...... کسی اور کی دلہن نہ بن جانا...... میں آ رہا ہوں......" کوئی اونچی اونچی گنگنانے لگا تھا۔
"جی میں شاہ ویز...... کیا آپ سچ مچ......" وہ بے یقینی

سے پوچھ رہا تھا اور پھر اگلے ایک گھنٹے میں جو کچھ پریزے نے اسے بتایا تھا اسے یقین آ گیا تھا کہ وہ اس کی کھوئی ہوئی سنڈریلا ہی تھی۔

"مجھ سے ملو سنڈریلا...... میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ بے تابی سے بولا۔

"میں بھی......" جواباً اس نے دھیرے سے کہا اور وہ ساری رات شاہ ویز نے سپنے بننے میں گزار دی تھی۔ وہ بھول گیا تھا کہ اب وہ ایک شادی شدہ مرد تھا' صبوحی بھی ساری رات کمرے میں نہیں آئی تھی اور ویسے بھی اسے اس کی پروا ہی کب تھی اب تو اسے دوسرے دن شام پانچ بجے کا بے چینی سے انتظار تھا۔ جب وہ اپنی کھوئی ہوئی محبت سے ملنے والا تھا۔ وہ دن شاید اس کی زندگی کا طویل ترین دن تھا۔ مایوسی میں ڈوبے ایک شخص کو جیسے اندھیرے میں روشنی کی کرن نظر آئی تھی۔ وہ بڑے اہتمام سے تیار ہوا تھا' وہ نہیں چاہتا تھا۔ "دی بیسٹ" کے سامنے اس کی شخصیت کم تر نظر آئے' ویسے تو اس کی محبت ہی بہت قد آور تھی۔ پچیس سالہ محبت کے سامنے تو سب کچھ ہیچ ہی تھا اس نے تو دیوانہ وار محبت کی تھی۔ بنا دیکھے بنا سوچے۔

"کسی اور کی دلہن نہ بن جانا' ہے سنڈریلا' میرا انتظار کرنا' میں آ رہا ہوں۔" خود پہ پرفیوم اسپرے کرتے ہوئے وہ اونچی آواز میں گنگنا رہا تھا عرصے بعد اس گیت نے لبوں کو چھوا تھا۔

صبوحی نے باہر سے گزرتے ہوئے یہ گیت سنا اور خود کو بی بی آ کا کے ساتھ لا کھڑا کیا تھا۔ سنڈریلا کہاں مرتی ہے' بلکہ ہر شخص کی اپنی ایک سنڈریلا ہوتی ہے جیسے ہر لڑکی کا اپنا ایک پرنس چارمنگ' اب چاہے وہ خوابوں تک ہی محدود کیوں نہ رہے۔ ایک بار تو چاہت کی حدوں کو چھو جاتا ہیں اور یہ بھی سچ ہے سنڈریلا اور پرنس بدلتے رہتے ہیں حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ...... یوں بھی ہوتا ہے ناں کوئی مرگ جاں کے قریب ہوتا ہے اس کے بغیر جینا محال لگتا ہے' بچھڑنے کا خیال ہی روح کو لرزا کے رکھ دیتا ہے' لیکن پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ دل اس سے کنی کتراتا ہے' وہ زندگی کے کسی موڑ پر نظر نہ آ جائے دل یہ دعا کرتا ہے اور جو کبھی کہیں اچانک مل بھی جائے تو یوں نظر انداز کیا جاتا ہے جیسے کبھی جانتے ہی نہ ہوں۔ اسے شاہ ویز سے کوئی طوفانی قسم کا عشق نہیں تھا کزن ہونے کے ناطے ایک پسندیدگی ضرور تھی دل میں' پھر ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے ہر وقت کا سامنا' ابا کا تو ویسے بھی ہر کام شاہ ویز کے بنا نامکمل ہی ہوتا تھا' حالانکہ شفیقہ خالہ کا رضی ماہر الیکٹریشن ہونے کے ساتھ دیگر امور میں بھی طاق تھا لیکن ابا کو تسلی شاہ ویز سے ہی ہوتی تھی اور پھر جب گھر میں اس کے اور شاہ ویز کے رشتے کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں تو اس نے شاہ ویز کو کسی اور نظر سے دیکھا۔ کسی اور دل سے سوچا تو وہ اسے بہت اچھا لگا سنڈریلا نامی کوئی چیز جو اسے شاہ ویز کی باتوں میں دکھائی دیتی تھی اس سے اس کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بڑھتے جنون نے سب کو ہی تشویش میں مبتلا کیا تھا اور اب پھر ایک نئی سنڈریلا...... اس نے الگنی سے اتارے کپڑے تہہ کرنے شروع کیے اور نظریں دور کسی غیر مرئی نقطے پر جما دیں۔ کچھ بھی تھا اس میں شاہ ویز کو کھونے کا حوصلہ بالکل بھی نہ تھا۔

❀......☆......❀

"وہ ایک ریسٹورنٹ میں ایک لڑکے کے ساتھ گئی تھی۔" آج کی تازہ رپورٹ آغا حسن کو سنادی گئی تھی اور آغا حسن کا خون بوائلنگ پوائنٹ پر پہنچ گیا تھا۔ اسے علیزے نے سب کچھ بتا دیا تھا محض ان کی ضد میں وہ اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ اس طرح کی حرکتیں کرتی پھر رہی تھی۔ وہ کیا کرتے' کر بھی کیا سکتے تھے' بے بس تھے۔ وہ زور زبردستی کے قائل ہی نہ تھے' انہیں پریزے سے پہلی نظر میں محبت ہوئی تھی اور اس کے بعد انہوں نے خود پر ہر عورت حرام کر لی تھی' صرف پریزے اور کوئی نہیں' انہوں نے مہر لگا دی تھی' اگرچہ انہوں نے ہر ممکن کوشش کر لی تھی لیکن اس بے حس لڑکی کی ناں کو ہاں میں نہ بدل سکے اور تبھی اس روز جب وہ لڑکھڑا کر گری تھی اور سر پر چوٹ لگوا

لی تھی، وہ اسے گاڑی میں ڈال کر گھر چھوڑ گئے تھے اب وہ چاہتے تھے کہ وہ خود ان کے پاس آئے، ان کی محبت سے مجبور ہوکر، لیکن وہ تو، کسی اور راہ پر چل نکلی تھی۔

ان کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اسے اغوا کرلیں اور کسی دوسرے ملک لے جائیں پھر تو وہ مجبوراً ان سے شادی کرلے گی، لیکن نہیں...... شاید وہ پھر بھی نہیں کرے گی، انہوں نے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا کہا اور خود علیزے کا نمبر ملانے لگے۔ آج دوٹوک بات کرنا چاہتے تھے، جس وقت وہ ان کے گھر پہنچے اسی وقت پریزے شاہ ویز کی گاڑی سے اتر رہی تھی۔ ان کا خون کھول اٹھا، پہلی ملاقات میں ہی نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ یہ کس راستے پر چل پڑی تھی وہ...... شاہ ویز گاڑی آگے بڑھا لے گیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ گیٹ کے اندر داخل ہوتی، آغا حسن تیز قدموں سے چلتے اس کے قریب جا پہنچے۔ پریزے نے ایک ناگوار نظر ان پر ڈالی اور کھلے گیٹ سے اندر داخل ہونے کو تھی کہ آغا حسن نے اس کا بازو پکڑلیا، وہ دوبارہ ان کی اس جرأت پر دنگ رہ گئی۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ۔" وہ چلائی۔ لیکن آغا حسن اس وقت مکمل غصے میں تھے۔

"تم مجھ سے محبت کرتی ہو یا نہیں؟" انہوں نے غرا کر پوچھا۔ پریزے چند ثانیے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی رہی۔

"کیا چاہتے مس آپ کو مجھ سے؟" بے بسی دکھ کیا کچھ نہیں تھا ان کے لہجے میں۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑے تھے، اس سے پوچھ رہے تھے، اور جانے کیا ہوا تھا پریزے ہمیشہ کی طرح ان سے نظریں نہ چرا سکی تھی۔

"آپ کو میرے حال پر رحم نہیں آتا، میں پاگلوں کی طرح آپ کے پیچھے پھر رہا ہوں آپ کو مجھ سے محبت نہیں نا سہی، میں کبھی اس کی ڈیمانڈ بھی نہیں کروں گا، لیکن پلیز...... مجھے یوں بے موت نہ ماریں، میں مرجاؤں گا مجھے لگتا ہے اگر آپ نے مجھے قبول نہ کیا تو میں مرجاؤں گا۔" ان کا لہجہ ملتجیانہ نہیں تھا لیکن بے بس ضرور تھا۔

"میں کوئی خیراتی شے نہیں ہوں، آغا صاحب، جو اٹھا کر آپ کی جھولی میں ڈال دی جائے۔ مانگنے اور اپنانے میں فرق ہے مسٹر اور یہ فرق آپ نہیں جانتے، آپ تو ہر چیز چاہے وہ جیتا جاگتا انسان ہی کیوں نہ ہو؟ یا چھین لیتے ہیں یا پھر ہتھیا لیتے ہیں، میں تو یہ دیکھ رہی ہوں، آپ مجھے چھین کر حاصل کریں گے یا پھر......" وہ بات ادھوری چھوڑ کر اپنی کلائی آزاد کرانے لگی۔ آغا حسن نے اس کی کلائی پر گرفت ڈھیلی کی تو وہ دور جا کھڑی ہوئی۔

"تم اس لڑکے سے میری ضد میں مل رہی ہو ناں؟" انہوں نے پوچھا۔

"کیوں...... آپ سے میرا رشتہ ہی کیا ہے جو آپ کی ضد میں میں کوئی کام کروں...... آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ میرے بچپن کی محبت ہے اور ہم پہلی بار ملے ہیں، یوں کیسے تقدیر نے ہمیں لا ملایا...... اور میں تقدیر سے کیسے منہ موڑ سکتی ہوں۔ بتائیے بھلا؟" وہ زہرخند مسکراہٹ ان کی طرف اچھالتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

آغا حسن پیچھے ہی آئے تھے وہ اس کی والدہ سے بات کرنا چاہتے تھے۔ باقاعدہ پروپوزل دینا چاہتے تھے، وہ تو کمرے میں بند ہوگئی تھی لیکن ثروت جہاں کی سوچ کے کئی در کھل گئے تھے۔ آغا حسن کے پروپزل میں اگر کوئی برائی تھی تو صرف ان کی عمر...... ورنہ ان کا اسٹیٹس، اثر ورسوخ، جائیداد سب کچھ ہی اٹریکٹو تھا اور پھر وہ تو احسان بار تھیں اس برے وقت میں جب وہ بے یار و مددگار دھکے کھاتی پھر رہی تھیں تو آغا حسن نے ایک باعزت پناہ کے ساتھ ساتھ ان کے لیے باعزت زندگی گزارنے کا موقع بھی فراہم کیا تھا، علیزے کی نامکمل تعلیم کے باوجود باعزت نوکری بھی دی تھی، پریزے کو ان غنڈوں کے چنگل سے بچا کر جس طرح وہ لائے تھے وہ تو بے خبر ہی تھی اور انہوں نے کچھ چھپایا بھی تو نہیں تھا، پہلے دن ہی بتادیا تھا کہ وہ پریزے کو اپنانے کے خواہش مند ہیں اور وہ یہ سب پریزے کے لیے کررہے ہیں۔ لیکن یہ کہ پریزے کو اس

بات کا پتہ نہ چلے۔ چوہدری صاحب والی کہانی من گھڑت تھی۔ وہ تو خود جی جان سے چاہتی تھیں کہ انہیں کوئی مضبوط سہارا مل جائے۔ ورنہ دو جوان اور خوب صورت بچیوں کے ساتھ اس معاشرے میں رہنا کس قدر مشکل امر تھا۔ انہوں نے وعدہ کرلیا تھا کہ وہ پریزے کو منانے کی کوشش کریں گی' حالانکہ پریزے کے تیور دیکھ کر وہ کچھ زیادہ پُرامید نہیں تھیں۔

پریزے تو ویسے ہی آج کل اور ہی ہواؤں میں تھی۔ آغا حسن کی محبت ٹھہرا ہوا پانی تھی جبکہ شاہ ویز کی محبت شوریدہ سر لہریں' جو ٹکرا ٹکرا کر حد سے باہر نکل آتی ہیں۔ شاہ ویز کی باتوں میں امنگ تھی' جوش تھا' ولولہ تھا' جبکہ آغا حسن کا زیادہ وقت خاموشی سے اسے گھورنے میں لگ جاتا تھا۔ کوئی بھی بات کہنے سے قبل شاید سو بار تو لتے تھے' جبکہ شاہ ویز کے پاس تو محبت ہی اتنی تھی اس کے لیے کہ اس کی آنکھیں' ہاتھ' اس کی باتیں اس کے جسم کی ایک ایک حرکت سے اس کی محبت' ٹپکتی تھی' یہ پچیس سال اس نے کیسے اس سے محبت کرتے گزارے تھے وہ ہر بار نئے طریقے سے بیان کرتا اور وہ ہر بار اسی دلچسپی اور شوق سے سنتی اور انجوائے کرتی' جب جب وہ اس سے اس کے بارے میں دریافت کرتا تو وہ جھوٹ نہ بول پاتی۔ اس نے کبھی اس کے بارے میں ایسا نہ سوچا تھا' بچپن کی وہ باتیں بچپن کی طرح ہی وقت کی ڈبیا میں قید ہوگئی تھیں' وہ تو علیزے نہ ذکر کرتی اور شاید آغا حسن کا پریشر نہ ہوتا تو شاید وہ کبھی شاہ ویز سے نہ ملتی۔ امی نے علیزے کے ہاتھ آغا حسن کا پیغام بھیجا تھا۔

"باقاعدہ پروپوزل دے دیا ہے انہوں نے آج۔" علیزے ہمیشہ کی طرح ان کا مقدمہ لڑنے کو تیار تھی۔

"ایک بات بتاؤ علیزے؟" اس نے ٹیکسٹ کرتے ہوئے سر اٹھا کر پوچھا۔

"دنیا کیا آغا حسن سے شروع ہوکر آغا حسن پر ہی ختم ہوتی ہے' یا وہ دنیا کا پہلا اور آخری مرد ہے؟"

"نہیں۔" وہ اطمینان سے بولی۔ "لیکن وہ پہلا اور آخری مرد اس لحاظ سے ضرور ہے کہ اس کے علاوہ تمہیں محبت' عزت اور تحفظ کوئی نہیں دے سکتا۔ وہ شاہ ویز بھی نہیں' وہ تم سے مخلص ہے' وفادار ہے' یہ میں تمہیں لکھ کر دے سکتی ہوں۔" اسے یقین تھا پریزے کو غصہ آیا۔

"ایک بات تو بتاؤ علیزے اس کی فیور کرنے کے عوض تمہیں کیا مل رہا ہے' یہ گھر' یہ جاب' یہ آسائشیں' یہ سب کچھ ناں' اور صرف انہی کے لیے تم یہ سب کررہی ہو' اپنی بہن کے مخالف جارہی ہو۔"

"مس پریزے زوار...... تم اپنی آنکھوں سے خود ساختہ نفرت کی پٹی اتار کے دیکھو تو زندگی کی تلخ حقیقتیں تم پر آشکار ہوں گی' جس مشکل دور سے ہم گزرے اور گزر رہے ہیں ناں اکیلی عورتوں کا سروائیو کرنا کتنا مشکل تھا تم سوچ بھی نہیں سکتی ہو اور ان امدادی کیمپوں کا حال تو میں تمہیں کیا بتاؤں' تقسیم ہند کی تاریخ دہرائی جاتی ہے وہاں ہم کیسے چھپ چھپ کر رہے اور پھر آغا حسن نے کیسے ہمیں بچایا اور سر چھپانے کو ٹھکانہ دیا' چلو مان لیا یہ سب اس نے تمہاری خاطر کیا' تمہیں حاصل کرنے کے لیے کیا' لیکن ایک منٹ سوچو ذرا کیا اس نے تمہیں پالیا' حالانکہ تمہیں حاصل کرلینا اس کے لیے کچھ مشکل نہیں تھا' دن رات اس کے بنگلے میں اکیلی گزار کر آئی ہو تم اور مجھے یقین ہے وہ کبھی تمہارے کمرے تک نہیں آیا ہوگا۔ کبھی تم سے دست درازی کی کوشش نہیں کی ہوگی' پریزے زوار صرف اس بات کو فوکس کرو' تمہیں حاصل کرلینا بہت آسان تھا' لیکن اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ ابھی بھی تمہارے پیچھے گڑگڑاتا پھرتا ہے۔ بات کمٹ منٹ کی ہے' اسے تم سے محبت ہے یا عشق' لیکن حقیقت یہی ہے وہ تم سے مخلص ہے بلاوجہ کی ضد بازی میں تم اپنا ہی نقصان کروگی۔" علیزے جتنا سمجھا سکتی تھی سمجھا دیا لیکن جانے پریزے کیوں سمجھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ فی الحال تو اسے شاہ ویز سے بڑھ کر کوئی نظر نہ آتا تھا۔

✿......☆......✿

"مبارک ہو نئی سنڈریلا مل گئی؟" صبوحی نے توس پر

جیم لگاتے ہوئے بڑی گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
"نئی نہیں......" اس نے گرم گرم چائے کا گھونٹ بھرا تو زبان جل گئی۔
"پرانی مل گئی میری محبت اتنی کمزور نہیں تھی میڈم میری پچیس سالوں کی ریاضت تھی۔" اس کے لہجے میں فخر غرور مان کیا کچھ نہیں تھا۔ صبوحی کے اندر بہت کچھ ٹوٹا تھا لیکن اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔ مسکرا کر کہنے لگی "ابلیس بھی کئی سو سالوں کی ریاضت و عبادت کے بعد ایک غلطی پر دھتکارا گیا تھا اور شیطان کہلایا۔
"ایک بات کہوں مس صبوحی...... یہ جو تم طنزیہ گفتگو کرتی ہو ناں اس سے پرہیز کیا کرو ایسا نہ ہو یہ دھتکارا تمہارے ہی حصے میں آجائے۔" اس نے غصے سے کپ ساسر میں پٹخا اور کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ صبوحی اطمینان سے سلائس کا کونا کترتی رہی۔ وہ اس کے ایسے رویوں کی اب عادی ہو چکی تھی۔
"اب کہاں کی تیاری ہے؟" اس نے پوچھا۔
"جہنم میں جارہا ہوں۔ ہر وقت کی دخل اندازی۔" وہ دھاڑا۔
"اوہو......" وہ زور سے ہنسی۔ "نئی پالیسی بن گئی ہے کیا۔ اب جہنم میں انٹری انٹرویو کے بعد ہوا کرے گی......
لو جی اچھے دی سفارشاں (یہاں بھی سفارش) چلو اچھی بات ہے اللہ تہانوں کامیاب کرے تے ساڈے غریباں داوی بھلا ہو جاوے۔" (اللہ آپ کو کامیاب کرے اور کچھ ہم غریبوں کا بھی بھلا ہو جائے) اس نے ہنستے ہنستے دعا دی اور شاہ ویز چیئر کو ٹھوکر مارتا ہوا باہر نکل گیا۔
"منحوس...... کمینی......" دل ہی دل میں اسے کوسنوں سے نواز گیا۔ آج اس نے انٹرویو کے لیے جانا تھا جب سے اس کی پریزے سے ملاقات ہوئی تھی اس نے زندگی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا شروع کردیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ پریزے کے سوال کرنے سے پہلے وہ ایک مضبوط مقام پر کھڑا ہو اور اسے اپنے بارے میں بتانے پر شرمندگی نہ ہو۔ اسے امید تھی یہ جاب اسے مل جائے گی اور وہ سرخرو ہو جائے گا۔
انٹرویو کے بعد اسے آئمہ باجی کی طرف جانا پڑ گیا۔ ان کی کال آ گئی تھی۔ اسے انہوں نے کبھی بلایا تو نہیں تھا۔ وہ مختلف اندازے لگاتا ان کے گھر کے دروازے تک آ گیا۔ آئمہ کے شوہر نکل رہے تھے اس نے سلام کیا انہوں نے خوشدلی سے جواب دیا اور ساتھ ہی معذرت بھی کرلی انہیں ایک ضروری میٹنگ میں جانا تھا۔ انہوں نے تاکید کی کہ وہ کھانا کھا کر جائے۔ آئمہ باجی لان میں ہی مل گئیں وہ اور ان کی ساس دھوپ میں بیٹھی مٹر چھیل رہی تھیں۔ آئمہ بہت خوش قسمت تھی اسے شوہر کے ساتھ ساتھ بہت اچھا سسرال ملا تھا۔ وہ اسے اور اس کے گھر والوں کو بھرپور عزت اور محبت دیتے تھے اور جواباً آئمہ باجی نے بھی کبھی بہو بن کر نہ دکھایا تھا۔ وہ بھی اس گھر میں ایسے ہی رہتی تھی جیسے حماد کی دونوں بہنیں، بہو اور بیٹیوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔
آئمہ باجی اسے دیکھ کر خوش ہوئیں۔ وہ سلام کر کے وہیں بیٹھ گیا۔ سب کا حال احوال پوچھ لینے کے بعد آئمہ کی ساس تو نماز پڑھنے کا کہہ کر اٹھ گئیں وہ آئمہ باجی کی طرف منتظر نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ چند لمحے تو فروا کے ساتھ مصروف رہیں شاید تمہید باندھ رہی تھیں۔
"وہ...... حماد بتا رہے تھے تم آج کل کسی لڑکی کے ساتھ پھرتے ہو۔" ان کا کہا اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ کئی لمحے جواب نہ دے سکا۔ چوری پکڑی گئی تھی اور وہ بھی ایک ایسے بندے کے ہاتھوں جو اس کی بہن کا شوہر تھا۔
"وہ...... وہی ہے......" کافی دیر بعد اس سے یہی جواب بن پڑا۔ اب تو وہ سیریسلی سوچ رہا تھا کہ اگر وہ شادی کو پانچ چھ ماہ لیٹ کر دیتا تو کیا قیامت آ جاتی۔
"کوئی بھی ہو۔" انہوں نے کوئی دلچسپی نہیں دکھائی۔
"تم شاید بھول گئے ہو کہ تم ایک شادی شدہ مرد ہو اور دوسری بڑی بات جس لڑکی کے ساتھ تم پھرتے ہو حماد بتاتے ہیں کہ اس کی ریپوٹیشن کچھ اچھی نہیں۔" انہوں نے فروا کے ساتھ کھیلتے ہوئے بات جاری رکھی۔

”نہیں آئمہ باجی۔“ وہ تڑپ اٹھا۔ ”وہ بہت اچھی لڑکی ہے اور باکردار بھی۔“

”ہاں غیر مردوں کے ساتھ گھومنا پھرنا اگر اچھی بات اور باکردار ہونے کی علامت ہے پھر تو واقعی وہ دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہے۔“ وہ استہزائیہ ہوئیں۔

”ایسی بات نہیں ہے آئمہ باجی۔ وہ ایسی لڑکی ہرگز نہیں ہے۔ حماد بھائی کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔“ وہ اب بھی اس بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ پریزے ایسی ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ اس کا دل اتنا بڑا دھوکہ نہیں کھا سکتا تھا آئمہ باجی صبوحی کی وجہ سے ایسا کہہ رہی ہوں گی۔

”شاہ ویز اس لڑکی کے آغا حسن کے ساتھ تعلقات ہیں۔ جانتے ہو آغا حسن کو..... کون ہیں؟ حماد کے چچا اور اس وقت کے بزنس ٹائیکون۔ یہ لڑکی کئی ماہ ان کے اسلام آباد والے گھر میں رہ چکی ہے۔ حماد نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس کی ماں اور بہن کو بھی آغا حسن نے گھر لے کر دے رکھا ہے اس کی بہن علیزے انہی کی ٹیکسٹائل مل میں کام کرتی ہے اور اچھی سیلری لیتی ہے یہ سب کچھ جھوٹ نہیں ہوسکتا۔ آج کل بغیر کسی مطلب کے کون مراعات دیتا ہے لیکن ہمیں ان سب سے کوئی غرض نہیں۔ میں نے تمہیں صرف اس لیے یہاں بلایا ہے کہ تمہیں کہہ سکوں اس لڑکی سے بہت دور رہو کیونکہ حماد کے بقول یہ لڑکی آغا حسن کی منظور نظر ہے اس لیے تمہیں اس سے ہرگز نہیں ملنا چاہیے ورنہ آغا حسن تمہارے ساتھ کچھ بھی کرسکتا ہے۔“ انہوں نے بالآخر سچ بات اگل ہی دی تھی۔ ”اور ہمیں تمہاری زندگی بہت عزیز ہے شاہ ویز۔ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے بوڑھے ماں باپ کے بارے میں ضرور سوچ لینا۔“ انہوں نے بات ختم کی تھی۔ شاہ ویز تو یوں بیٹھا تھا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

ایسا کیسے ممکن تھا وہ اس سے گھنٹوں باتیں کرتا اور کبھی محسوس نہ ہوا تھا وہ لڑکی اسے دھوکہ دے رہی ہے یا اس کی محبت بناوٹی ہے وہ نہیں جانتا تھا کہ آئمہ کے گھر سے اپنے گھر تک وہ کیسے پہنچا۔

صبوحی لان میں بیٹھی شام کی چائے پی رہی تھی۔ پاس دھرے ٹرانسسٹر پر گانا بج رہا تھا اور وہ دونوں پاؤں سامنے ٹیبل پر پسارے دنیا و مافیہا سے بے خبر تھی صبوحی کے شوق سارے کے سارے اولڈ فیشن کے تھے دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی اور وہ ابھی تک امی کے ٹرانسسٹر پر فرمائشی گیتوں والا پروگرام بھی سنا کرتی تھی۔

اک آگ غم تنہائی کی جو سارے بدن میں پھیل گئی
جب جسم ہی سارا جلتا ہو پھر دامن دل کو بچائیں کیا
کوئی مہر نہیں کوئی قہر نہیں پھر سچا شعر سنائیں کیا
عشق جو ہم سے روٹھ گیا اب اس کا حال سنائیں کیا

اتنی پرانی آواز میں ایک نئی آواز شامل ہوگئی تھی۔ صبوحی گلوکارہ کی ہم سرائی کررہی تھی اور بلاشبہ وہ بہت اچھا گارہی تھی۔ شاہ ویز تھکے قدموں سے لان میں بنے اسٹیپس پر بیٹھ گیا اور بے دھیانی میں ہی نظریں صبوحی پر جمادیں وہ اب بھی اس کی موجودگی سے بے خبر تھی۔

اک ہجر جو ہم کو لاحق ہے تادیر اسے دہرائیں کیا
اک زہر جو دل میں اتار لیا پھر اس کے ناز اٹھائیں کیا
کوئی مہر نہیں کوئی قہر نہیں پھر سچا شعر سنائیں کیا
وہ عشق جو ہم سے......!

ہم نغمہ سرا کچھ غزلوں کے ہم صورت گر کچھ خوابوں کے
جذبہ شوق بتائیں کیا کوئی خواب نہ ہو تو سنائیں کیا
کوئی مہر نہیں کوئی قہر......!

باہر سے کوئی گیند ٹھک سے ٹرانزسٹر پر لگی اور وہ زمین بوس ہوگیا تھا اس سے آتی آواز بھی بند ہوگئی تھی۔ صبوحی نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولی اور ایک دم ہی سامنے بیٹھے شاہ ویز پر نظر پڑی تھی۔ جانے کب سے وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا اس نے جلدی سے ٹرانزسٹر اٹھایا خالی کپ ٹرے میں رکھا اور چیزیں لیے اندر جانے کو تھی کہ شاہ ویز کی بات نے روک دیا۔

”تم اندر سے اتنی پرانی ہو امی کے زمانے کے گانے کتنے شوق سے سنتی ہو۔“

”جو مزہ پرانے گانے سننے میں ہے ناں آج کل

کے گانوں میں نہیں۔ موسیقی، شاعری، سب کچھ ملے گا اس میں...... چائے پئیں گے؟" وہ دوبارہ اندر کی طرف مڑی تھی۔

"ہاں کمرے میں لے آؤ۔" وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا اس سے پہلے اندر چلا گیا۔ صبوحی نے شانے اچکائے اور کچن میں آگئی۔

"وہ عشق جو ہم سے......" اب وہ خود گنگنا رہی تھی۔

چائے لے کر جب وہ کمرے میں آئی تو شاہ ویز آڑا ترچھا بیڈ پر لیٹا تھا۔ اس نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر دھری اور دراز میں سے کچھ تلاش کرنے لگی۔ شاید کمرے میں رکے رہنے کا جواز ڈھونڈ رہی تھی۔ شاہ ویز کا موبائل مسلسل بج رہا تھا لیکن وہ سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

صبوحی نے تھوڑا اچک کر دیکھا' اسکرین پر سنڈریلا لکھا آرہا تھا۔ اس نے موبائل اٹھا کر شاہ ویز کے پاس رکھ دیا۔

"سنڈریلا ہے......" وہ کہہ کر باہر نکل گئی اب اس کے یہاں رکے رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

"اک ہجر جو ہم کو لاحق ہے" وہ دوبارہ گنگنانے لگی تھی۔

☆......☆

آج موسم خطرناک ہو رہا تھا۔ کالے بادل امڈے چلے آرہے تھے۔ ماحول نیم تاریک تھا' گھروں میں مدھم مدھم سی لائٹیں جگمگا اٹھی تھیں اور ایسے میں جب شاہ ویز نے کہا کہ وہ اس کے گھر آرہا ہے تو اس کی عجیب سی کیفیت ہوگئی تھی۔ اس نے موسم کی مناسبت سے پکوڑوں اور میٹھے پوڑوں کی تیاری کرلی تھی۔ اماں اس کے اتنے ایکسائیڈ ہونے سے جان گئی تھیں کہ کیا معاملہ ہے' انہوں نے چائے کے ساتھ کچھ اور لوازمات منگوا لیے تھے۔ اگر پریزے خوش ہے تو انہیں کیا...... آغا حسن ان سے سب کچھ چھینتا ہے تو چھین لے' بادل نے زور سے گرج کر اپنے غصے کا اظہار کیا تھا اور تیز موسلا دھار بارش شروع ہوگئی تھی۔ اسے سردیوں کی بارش پسند تھی' اس نے دیکھا شاہ ویز اپنی گاڑی کھلے گیٹ سے اندر لا رہا تھا' اس نے ایک نظر اپنے سراپے پر ڈالی اور پھر کھڑکی پار برستی بارش پہ...... شاہ ویز نے گاڑی سے نکلتے ہی امبریلا کھول کر سر پر تان لی تھی۔

"اکیلا ہی آیا ہے؟" علیزے نے پیچھے سے اچک کر شاہ ویز کو دیکھنا چاہا۔

"تم تو کہہ رہی تھیں شاید اس کے گھر والے بھی......"

"میں نے کب کہا' وہ تو امی کا اندازہ تھا۔ اچھا جاؤ ناں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولو۔" اس نے بے حد تاؤلے پن سے کہا' علیزے باہر نکل گئی۔ اس نے ایک بار پھر اپنا جائزہ لیا۔ مجنڈا کلر کے ہلکے کام والے سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"مجھے پریزے سے کچھ کام ہے پلیز اسے جلدی بلا دیں۔" علیزے کے اسے بٹھاتے ہی اس نے ترنت کہا۔ اس کے تیور کچھ اچھے نہیں لگ رہے تھے۔ وہ جاکر پریزے کو بلا لائی' وہ اسے پکوڑے جلد لانے اور امی کو بھیجنے کا کہہ کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوگئی۔ اس نے سلام کیا۔ شاہ ویز کے اندر اٹھتے جوار بھاٹے نے اسے جواب دینے ہی نہ دیا اس نے فوراً سوال داغا۔

"یہ گھر آغا حسن نے تمہیں کیوں لے کر دیا؟" کوئی اسے فائر دے مارتا تو بھی شاید اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ سوال اتنا تکلیف دہ نہیں تھا جتنا کہ اس کا لہجہ۔

"تم آغا حسن کے گھر کیا بن کر رہتی رہی ہو؟ تم نے بتایا نہیں؟" اگلا سوال آیا۔ وہ تو اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دے رہا تھا۔ وہ جواب کیسے دیتی۔ ماؤف دماغ کے ساتھ وہ ایک ٹک اس کی شکل دیکھے گئی۔ وہ کیا پوچھ رہا تھا اور کیوں؟ پریزے سمجھ ہی نہ پا رہی تھی۔ یہ یک بیک اسے آغا حسن کے بارے میں کیسے پتہ چل گیا اور اگر چل بھی گیا تھا تو وہ کیا سوچ کر اس کے گھر میں بیٹھ کر اس کے ساتھ یہ سوال جواب کر رہا تھا۔

"تم جواب نہیں دے رہیں۔ اس کا مطلب ہے لوگ جو کچھ کہتے ہیں تمہارے بارے میں سچ ہے۔ تم نے ایک وقت میں دو دو لوگوں کو محبت کا جھانسہ دے رکھا ہے۔ ایک کے گھر میں رہ رہی ہو اور دوسرے کے گھر میں گھسنے کے

پلان بنا رہی ہو۔" وہ اونچی اونچی آواز میں بول رہا تھا اور پریزے ہولے ہولے نفی میں سر ہلاتے روئے چلی جارہی تھی۔ شاہ ویز کے منہ سے یہ باتیں اس کے لیے کسی شاک سے کم نہیں تھیں۔

"ایسا نہیں ہے شاہ ویز......" اس نے ہلکی سی صدائے احتجاج بلند کی۔

"ایسا ہی ہے۔ شکل سے کتنی معصوم اور بھولی لگ رہی ہو تم لیکن تمہارا بیک گراؤنڈ یہ ہوگا میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ تم نے میرے چھبیس سال کی محبت داغ دار کردی۔ تم سنڈریلا ہو ہی نہیں سکتی...... میری سنڈریلا اتنی بے حیا نہیں ہوسکتی......" وہ گرج رہا تھا اور پریزے کانوں پر ہاتھ رکھے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں شاہ ویز تمہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" وہ گڑگڑائی اور محبت بھیک مانگ کر نہیں لی جاتی اس کے کان میں ہلکی سی سرگوشی ہوئی تھی۔ سامنے والا سیخ پا تھا' دونوں ہاتھوں سے کیچڑ بھر بھر اچھال رہا تھا اور وہ اپنا آپ بچانے کی سعی میں خود کو زخمی کیے جارہی تھی۔ یہ وہی آدمی تھا جب ملتا تو گویا منہ سے پھول جھڑتے تھے۔

"تم جیسی عورتیں...... اخ تھو......" اس نے فرش پر تھوک دیا۔ "قابل نفرت اور قابل......"

"شٹ اپ مسٹر شاہ ویز۔" اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی۔ علیزے چلائی۔

"کس ناتے سے آپ اتنا کیچڑ اچھال رہے ہیں۔ آپ ہوتے کون ہیں میری بہن سے سوال کرنے والے اور اس کے کردار کی تضحیک کرنے والے' پہلے اپنے گریبان میں تو جھانکو...... شادی شدہ ہو تم' ایک کے ساتھ گھر بسایا اور دوسری کو تم اپنی محبت کے جال میں پھنسائے سارا دن شہر میں گھومتے پھرتے ہو...... یہ ہے تمہاری شرافت' میں تھوکتی ہوں تم پر اور تمہاری نام نہاد محبت پر اور آج کے بعد کبھی میری بہن کے راستے میں مت آنا...... ورنہ بخیے ادھیڑ کر رکھ دوں گی سمجھے تم' نکلو یہاں سے۔" علیزے نے سائیڈ پر ہو کر اس کے لیے راستہ بنایا' پریزے تو وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اونچی اونچی آواز سے رونے لگی تھی۔ امی دم بخود یہ ساری کارروائی دیکھ رہی تھیں۔ کیا ہو رہا تھا یہ سب' یہ الزامات کی بوچھاڑ ایک بارش باہر تھی ایک اندر۔

"چار دن ہوئے نہیں تمہارے تعلق کو اور تم ہم سے ہمارے کردار کی وضاحتیں مانگو۔" علیزہ پھر چیخی۔ "سنا نہیں تم نے نکلو یہاں سے آئندہ کبھی اس گھر کی دہلیز پار مت کرنا۔ خوامخواہ ایک معصوم لڑکی بیوہ ہوجائے گی۔" علیزہ کا غصہ تو تھمنے میں ہی نہ آرہا تھا۔ شاہ ویز اسے ایک طرف دھکیلتا باہر نکل گیا اور وہ نیچے بیٹھ کر اسے بہلانے لگی۔

❁......☆......❁

کتنے دن گزر گئے تھے اسے یوں بے حس و حرکت پڑے۔ شاہ ویز کے الفاظ کسی انی کی طرح روح میں پیوست ہو کر رہ گئے تھے۔ تکلیف اس قدر زیادہ تھی کہ کوئی بات اس کی شدت کو کم نہیں کرسکی تھی۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ اتنی گہری محبت تو نہ تھی اسے شاہ ویز سے پھر اس کے لفظوں نے کیوں اس کی روح تک کو چھید ڈالا تھا۔ وہ آغا حسن کے بنگلے میں خوشی سے تو جا کر نہیں رہی تھی۔ اس نے ایک بار بھی ان ساری باتوں کا بیک گراؤنڈ جاننے کی کوشش نہ کی تھی اور مغلظات کا طوفان ان پر برسا کر چلا گیا تھا۔ اپنی چھبیس سال کی محبت کو ایک لمحے میں خاکستر کر گیا تھا۔ علیزے اور اماں نے اس کے بعد اس سے ایک لفظ نہ کہا تھا' وہ کچھ کہہ ہی نہ سکتی تھیں۔ اسے خود ہی اس فیز سے باہر آنا تھا اور اس کے لیے وہ جتنا ٹائم چاہے لیتی انہیں کوئی مسئلہ نہ تھا۔

❁......☆......❁
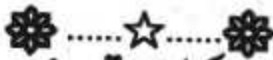
اور وہ ایک بے حد چمکیلی صبح تھی' اوائل مارچ کے دن تھے' ہر طرف بہار نے ڈیرے ڈال لیے تھے۔ فضا میں خوشگوار سی مہک رچ ہوئی تھی اور شاید اس کے حنائی ہاتھوں کی مہک بھی شامل تھی۔ اس نے ذرا سا نیچے جھک کر دیکھا۔ آغا حسن نیچے لان میں کھڑے ملازم سے کچھ کہہ رہے تھے۔ یہ وہی کھڑکی تھی اور وہی کمرہ...... لیکن آج اسے سب کچھ بہت حسین لگ رہا تھا۔ آج ذہن پر کوئی

بوجھ نہیں تھا۔ وہ اسیر محبت ہو کر یہاں آئی تھی۔ اس نے علیزہ کی بات پر یقین کرلیا تھا کہ صرف آغا حسن ہی ہے جو اسے محبت، عزت اور تحفظ دے سکتا ہے۔ شاہ ویز کے چند دنوں کے ساتھ کو اس نے ایک برا خواب سمجھ کر بھلا دیا تھا۔ وہ واقعی اس کے قابل نہیں تھا۔

"بی بی...... صاحب ناشتے پر آپ کا انتظار کررہے ہیں۔" ملازمہ نے اندر آ کر کہا۔ اس نے آئینے میں اپنے سراپے کا جائزہ لیا۔ فان کلر کے انتہائی نفیس کام والے جوڑے میں بنا میک اپ اور بنا زیورات کے ہی وہ قیامت ڈھا رہی تھی۔ محبت کا اپنا ایک حسن ہوتا ہے اور آغا حسن نے اپنی بے لوث محبت کا سارا حسن اسے سونپ دیا تھا۔ وہ سج سج چلتی نیچے آئی تھی۔ آغا حسن اس کے منتظر تھے۔ آنکھوں میں شوق کا جہاں سمیٹے۔ وہ اپنے آپ میں سمٹتی ان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"نئی زندگی میں خوش آمدید جہاں......" ان کے لہجے نے اسے نظریں جھکانے پر مجبور کردیا۔ وہ اسے اپنا جہان سمجھتے تھے اور اسی نام سے بلاتے تھے۔ زندگی میں اب سب کچھ اچھا ہی تھا، وہ شکر مناتی پھر رہی تھی اور یہ کوئی ڈیڑھ سال بعد کی بات ہے۔ آئمہ کی نند کی شادی کے موقع پر وہ اور شاہ ویز ایک بار پھر روبرو تھے۔ وہ صبوحی کے ناز نخرے اٹھاتا پھر رہا تھا۔ جب ایک دم ہی وہ سامنے آ گئی تھی۔ وہ ایک لمحے کو تو گھبرا ہی گیا تھا۔

"میرا نام مسز آغا حسن ہے۔" اس نے اپنا تعارف کروایا۔ وہ چپ ہی رہا۔ صبوحی ایک نظر اس پر ڈال کر پھر شاید اٹھانا بھول گئی تھی وہ تھی ہی ایسی۔

"تو مسٹر شاہ ویز...... میں آپ کو یہ بتانے آئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پرنس کے لیے ایک سنڈریلا اتاری ہے اور سنڈریلا کا ایک پرنس...... بس ہم پہچان نہیں پاتے، غلطی کر جاتے ہیں، لیکن اس میں شاید ہمارا قصور نہیں ہوتا، اللہ ان غلطیوں سے ہمیں سکھاتا ہے، صحیح راستہ دکھاتا ہے اور ہمیں ہمارے پرفیکٹ پارٹنر سے ملواتا ہے۔ وہ جانتا ہے ہمارے لیے بہتر کیا ہے، آپ نے پوچھا تھا ناں مسٹر شاہ ویز میں آغا حسن کے گھر کیوں رہی تھی؟ تو مسٹر شاہ ویز، آغا حسن نے مجھے ان غنڈوں سے بچایا تھا جو امدادی کیمپ سے مجھے اٹھا کر لے گئے تھے۔ وہ اثر ورسوخ والے لوگ تھے اور انہوں نے اپنے کسی بڑے کے ہاں مجھے پہنچانا تھا اور آغا حسن ان سے بچا کر مجھے اپنے گھر لے گئے تھے تاکہ میں ان لوگوں سے محفوظ رہ سکوں۔ انہوں نے مجھے چھپا کر رکھا تھا وہاں کیونکہ وہ مجھ سے محبت کرتے تھے، مجھے یہ حقیقت بہت بعد میں پتہ چلی اور جس دن پتہ چلی میں نے اسی دن آغا حسن سے شادی کرلی۔ کیونکہ میں جان گئی تھی کہ آغا حسن سے بڑھ کر کوئی اور مجھے چاہ نہیں سکتا اور نہ ہی مجھے عزت اور تحفظ دے سکتا ہے۔ تمہاری چھبیس سالہ محبت سچی تھی یا جھوٹی...... مجھے اس بارے میں کچھ پتہ نہیں لیکن میں اتنا ضرور جان گئی کہ ہر سنڈریلا ہر کسی کے لیے نہیں ہوتی...... اور یہ کہ ہر سنڈریلا کو اس کا پرنس اور ہر پرنس کو اس کی سنڈریلا ہی ملتی ہے بس ذرا پہچاننے کی ضرورت ہوتی ہے اور تھوڑا سا صبر کرنا پڑتا ہے اور شکر بھی...... ہوں......" وہ اپنی بات مکمل کرکے رکی نہیں تھی۔

شاہ ویز سر جھکائے کھڑا تھا۔ صبوحی شاکی نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ کسی نے ٹریک چینج کیا تھا۔ سجاد علی کی مدھر آواز بکھری تھی۔

کسی اور کی دلہن نہ بن جانا
ہے سنڈریلا...... میرا انتظار کرنا
میں راستے میں ہوں، میرا انتظار کرنا

شاہ ویز نے صبوحی کی طرف دیکھا اور کسی خیال کے تحت مسکرا دیا۔

"انتظار کیسا" اس کی دلہن اس کے پاس کھڑی تھی، اور وہ اس کی سنڈریلا تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر صبوحی کو اپنے قریب کرلیا۔ پریزے صحیح کہہ گئی تھی، ہر کسی کو اس کی سنڈریلا مل ہی جاتی ہے، بس پہچاننے کی ضرورت ہے۔

تیری زلف کے سر ہونے تک
اقرا صغیر احمد

قسط نمبر 5

دل گیا، ہوش گیا، صبر گیا جی بھی گیا
شغل میں غم کے تیرے ہم سے گیا کیا کیا کچھ
حسرت وصل، غم و ہجر و خیال رخ دوست
مر گیا میں، یہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

نوفل اور بابر کے بروقت پہنچنے پر غنڈے انشراح کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں دوسری طرف مزاحمت کے دوران انشراح کو خاصی چوٹیں آتی ہیں ایسے میں نوفل تو پروا نہیں کرتا مگر بابر فکر مند ہوتے عاکفہ کو تمام صورت حال سے آگاہ کرتا ہے، عاکفہ اس کی حالت پر افسوس کرتے اسے اپنے گھر لے جاتی ہے جہاں اس کی والدہ نہایت شفقت سے پیش آتی ہیں اور بے حد خیال رکھتی ہیں انشراح کو اپنے گھر کا ماحول یہاں سے بہت مختلف لگتا ہے اور عاکفہ کی والدہ کی محبت اسے جہاں آرا کے سامنے کھڑا کر دیتی ہے جہاں آرا انشراح کے بدلتے رویے پر خائف ہو کر عاکفہ کے گھر جانے پر پابندی عائد کر دیتی ہیں مگر وہ ان کی روک ٹوک کو خاطر میں نہیں لاتی۔ عمرانہ کی بڑی بہن رضوانہ اپنی دونوں بچیوں کے ساتھ پاکستان شفٹ ہو جاتی ہیں ایسے میں مائدہ اور عمرانہ ان سے ملنے جاتے ہیں رضوانہ چاہتی ہیں کہ ان کی بیٹیوں میں سے کسی ایک کا رشتہ زید سے طے ہو جائے مگر زید عفرا اور عروہ دونوں کی طرف سے بیگانہ رہتا ہے۔ مدثر کا بیٹا شاہ زیب جو دوسری بیوی سے ہوتا ہے وہ اپنے بڑے بھائی زید سے کافی متاثر رہتا ہے جبکہ زید کے دل میں اس کے لیے وہ مقام نہیں ہوتا، شاہ زیب اکثر اپنے بھائی سے ملنے کی خاطر گھر آتا ہے اور سودہ سے بھی اس کی دوستی ہو جاتی ہے، ایسے میں صوفیہ کو اپنے بھائی کا یہ بیٹا بے حد اچھا لگتا ہے جو انہیں عزت اور مان دیتا ہے جبکہ زید کی ذات سے انہیں بہت سے گلے شکوے رہتے ہیں، اچھی آپا سودہ کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں مگر صوفیہ کے لیے یہ بات قابل قبول نہیں ہوتی ایسے میں وہ بیٹی کے لیے فکر مند رہتی ہیں شاہ زیب سودہ کو باہر لے جانا چاہتا ہے اور صوفیہ بھی سودہ کو جانے کی اجازت دے دیتی ہیں وہ دونوں ڈنر کے بعد واپس کے لیے روانہ ہوتے ہیں مگر گاڑی خراب ہو جاتی ہے اسی لمحے پیٹرولنگ کے دوران رینجرز کے سپاہی انہیں مشتبہ قرار دے کر ہیڈ کوارٹر لے جاتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

❀ ❀ ❀

سودہ کی جان پر بن آئی تھی۔ پہلی بار گھر سے نکلی تھی اور کس طرح یکے بعد دیگرے واقعات رونما ہوتے چلے گئے تھے۔ رینجرز کے سپاہی ان کو ہیڈ کوارٹر لے گئے تھے جہاں ایک آفس میں بیٹھے نوعمر آفیسر کے سامنے انہیں پیش کیا گیا تھا۔ وہ آفیسر نرم مزاج و خوش اخلاق تھا اس نے کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بغور دونوں کی طرف دیکھا تھا۔ سودہ جھکا سر اٹھا ہی نہ سکی تھی جبکہ شاہ زیب آفیسر کے پوچھے گئے تفتیشی سوالات کے جواب دے رہا تھا اس وقت وہاں ان تینوں کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔

"لگتے تو آپ لوگ کسی اچھی فیملی سے ہیں لیکن......" آفیسر نے نگاہیں سودہ کے چہرے پر ڈالتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ اس کے گلابی رخساروں سے آنسو شفاف موتیوں کی مانند گر رہے تھے۔

"سر...... آئیڈیا نہیں تھا کار خراب ہوجائے گی اور وہ بھی ایسے راستے پر جہاں کوئی ہیلپر بھی دستیاب نہیں ہوگا ورنہ کون ایسا اسٹوپڈ ہوگا جو سسٹر کو ویرانوں میں لے کر گھومے گا؟" ان کی ایک ہی تکرار سے وہ عاجز آ کر گویا ہوا۔

"ہے تو یہ سراسر بے وقوفی کے شہر کے حالات اور واقعات کی نزاکت کو نہ سمجھتے ہوئے آپ اپنی سسٹر کو لے کر نکل پڑے ہیں اگر پیٹرولنگ ٹیم وہاں نہ پہنچتی کوئی غلط قسم کے لوگ پہنچ جاتے پھر کس طرح تنہا مقابلہ کرتے آپ؟ خود کو بچاتے یا اپنی ہمشیرہ کو؟" آفیسر کسی طرح جان چھوڑنے پر آمادہ دکھائی نہ دیتا تھا۔

"سر...... میری مما کہتی ہیں جب کوئی کسی کے لیے بُرا نہیں کرتا' اس کے لیے بھی بُرا نہیں ہوتا ہے اور میں نے آج تک کسی کے لیے بُرا نہیں چاہا تو میرے ساتھ بھی بُرا نہیں ہوسکتا ان شاءاللہ۔" اس کے لہجے میں اعتماد تھا۔

"زندگی مفروضوں پر نہیں گزرتی یہاں قدم قدم پر عمل وعقل کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ وقت سے بڑھ کر کوئی بے رحم نہیں ہے۔" نامعلوم کب تک وہ زیر حراست رکھتا کہ خاموشی سے گرتے سودہ کے آنسو و بے آواز سسکیوں نے اس کا دل پگھلا ڈالا اور اس نے شاہ زیب کو کال کرنے کی اجازت دے دی تھی پھر اس نے زید کو مختصر صورت حال بتا کر یہاں آنے کو کہا تھا۔ سودہ کو محسوس ہوا اس کا دل گہری گہرائیوں میں ڈوبنے لگا ہو۔

❁......❁......❁

کار لڑکی کو ہٹ کرتی ہوئی فٹ پاتھ کی دوسری سمت سڑک پر اتر گئی تھی۔ یہ سب آناً فاناً ہوا تھا ان دونوں کو بھی سنبھلنے کا موقع نہیں ملا تھا' صد شکر تھا کہ اس وقت بھاری ٹریفک کا گزر وہاں نہیں تھا۔ چند گاڑیاں تھیں جو رک گئی تھیں' جہاں لڑکی گری تھی وہاں لوگ پہنچنا شروع ہوگئے تھے۔ گاڑی جس خطرناک انداز میں اچھلتی ہوئی فٹ پاتھ کراس کرکے سڑک پر رکی تھی وہ بے حد خطرناک ہی نہیں جانی نقصان کا سبب بھی بن سکتا تھا وہ معجزانہ طور پر محفوظ رہے تھے۔ نوفل کو یقین تھا یہاں بھی ماما کی دعاؤں کا حصار ان کی حفاظت بن گیا تھا البتہ کوئی دوسرا وجود لاریب کی غلطی کی لپیٹ میں آچکا تھا۔

"او مائی گاڈ...... مجھے یقین نہیں آرہا ہم بچ گئے۔" لاریب کا نشہ بھی ہرن ہوا تھا۔

"لیکن کوئی لڑکی ہٹ ہوئی ہے یہ بہت بُرا ہوا ہے۔" نوفل کار کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔

"تم کہاں جارہے ہو...... چھوڑو ابھی لوگ ہماری طرف متوجہ نہیں ہیں' موقع اچھا ہے ہم بھاگ نکلتے ہیں ورنہ پولیس کے چکروں میں......" اس نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"شٹ اپ......" نوفل نے غصے سے کہتے ہوئے جھٹکے سے بازو چھڑایا اور کار سے نکل کر اس طرف آیا جہاں فٹ پاتھ پر لڑکی کروٹ کے بل پڑی تھی۔ وہ بے ہوش تھی سر کے کسی حصے میں چوٹ آئی تھی' خون اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ فٹ پاتھ کے فرش کو بھی سرخ کر گیا تھا۔

"پلیز آپ لوگوں نے کیا تماشا لگا رکھا ہے دور ہٹیں' جائیں یہاں سے۔" لوگوں کا ہجوم وہاں جمع ہوگیا تھا وہ سب ایک دوسرے سے چہ مگوئیوں میں مصروف تھے۔ کسی نے بھی لڑکی کو آگے بڑھ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی' نوفل ایمبولینس منگوانے کی خاطر کال کرنے میں مصروف تھا۔

لاریب نے وہاں آ کر سخت لہجے میں کہتے ہوئے لوگوں کو منتشر کرنا شروع کیا اور چند لمحوں میں ہی لوگ دور ہٹنا شروع ہوگئے تھے۔

"اس لڑکی کا خون تیزی سے ضائع ہورہا ہے اگر یہ مرگئی تو......"

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

"پھانسی تمہیں ہی لگے گی' تمہاری ڈرنک کی وجہ سے ہوا ہے یہ حادثہ۔"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے' میں یوسف انکل کو کال کر رہا ہوں وہ ہی ہینڈل کریں گے اس ایکسیڈنٹ کو۔" وہ تیزی سے سائرن بجاتی ہوئی آتی ایمبولینس کو دیکھتا ہوا گویا ہوا جیب سے موبائل فون نکالا تھا۔

❀......❀......❀
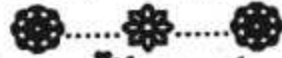
زید آفس ورک میں مصروف تھا جب شاہ زیب کی کال آئی تھی چند لمحے وہ بے یقینی انداز میں بیٹھا رہ گیا تھا۔ وہ لڑکی جس کے سر سے کبھی دوپٹہ نہ ڈھلکتا تھا جو چپ چاپ کالج سے آنے کے بعد ہر ایک کا کام کرتی پھرتی تھی' وہ کبھی قہقہے نہیں لگاتی تھی نہ ہی تیز تیز باتیں کرتے اسے دیکھا تھا۔ شاہ زیب کھلنڈرا اور لاابالی سا نوجوان۔ جس کی شوخیاں بے ضرر سی ہوتی تھیں۔ سودہ اور شاہ زیب دونوں ہی اس کے ناپسندیدہ لوگ' کسی ویرانے میں آوارہ گردی کے شبے میں پکڑے گئے تھے۔ آوارہ گردی...... بہت گہری کاٹ تھی ان لفظوں میں...... ناپسندیدگی کے باوجود وہ ان لفظوں کو ہضم نہیں کر پایا تھا۔ ہاتھ میں دبا سنہری قلم وہیں رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"زید بیٹے...... زید بیٹے...... غضب ہو گیا آدھی رات ہونے کو آئی ہے اور سودہ بٹی کا اتا پتا نہیں ہے۔ اللہ خیر کرے نہ جانے کیا ہوا ہے' وہ تو جانے کو تیار نہیں تھیں صوفیہ بٹی نے زبردستی بھیجا تھا اور خود سو گئی ہیں' مجھے مارے فکر کے نیند نہیں آ رہی۔" وہ جیکٹ پہنتا لاؤنج میں آیا تو بناری بوا جو وہاں بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں اسے دیکھ کر پریشانی سے گویا ہوئیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں بوا...... شاہ زیب کی گاڑی خراب ہو گئی ہے وہ اس وجہ سے نہیں آ سکی ہیں میں جا رہا ہوں ان کو پک کرنے۔"

"شکر ہے میرے اللہ کا' شیطان نا معلوم کیا کیا وسوسے میرے دل میں ڈال رہا تھا جلدی لے کر آ جاؤ بیٹا...... میں یہیں شکرانے کے نفل ادا کر رہی ہوں۔" ان کو معلوم تھا زید کبھی بھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتا اس کی زبانی ان کے خیریت سے ہونے کی خبر سن کر وہ اٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"نہیں بوا...... آپ اپنے کمرے میں جائیں اگر تایا' تائی یا ممااتفاقاً ان میں سے کوئی بھی یہاں آئے اور آپ کو دیکھا تو پریشان ہوں گے۔"

"یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں ہے اچھا ٹھیک ہے۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔"

"آپ اب سو جایئے گا بوا...... میں جا رہا ہوں ان کو لینے۔" صوفیہ کو بٹی کی فکر نہیں تھی ان کو سدا سے اپنی نیند عزیز تھی اور وہ جانتا تھا۔ وہ عشاء کی نماز پڑھتے ہی سو گئی ہوں گی اور بوا ماں نہ ہوتے ہوئے بھی اس کے لیے جاگ رہی تھیں' دعائیں کر رہی تھیں۔ اس کے دل میں ان کا احترام مزید بڑھ گیا تھا' بوا اس کو دعائیں دیتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھیں۔

وہ کار دوڑاتا ہوا ہیڈ کوارٹر پہنچا تھا' شاہ زیب کسی کمسن بچے کی مانند اس سے لپٹ گیا' اس نے ایک اچٹتی ہوئی نظر سودہ پر ڈالی تھی جس کی گردن جھکی ہوئی تھی' سر پر لپٹا دھانی و سیاہ دوپٹہ نمایاں تھا۔ آفیسر سے رسمی باتیں اور خانہ پری میں کچھ وقت لگا تھا جب وہ ان کو لے کر باہر نکلا تو فضاؤں میں خنکی کے ساتھ ساتھ دھند بھی بڑھ گئی تھی۔

"تھینکس بھائی...... اگر آپ نہیں آتے تو یہ آفیسر ہمیں چھوڑنے والا نہیں تھا۔" شاہ زیب ممنونیت کے ساتھ ایک بار پھر اس کے گلے لگا۔

"اٹس اوکے...... بار بار مجھے گلٹ مت کرو تھینکس کہہ کر۔ یہ میرا فرض ہے جو میں نے ادا کیا ہے۔ تم کو یہ سبق کس نے پڑھایا تھا کہ رات کو کسی فی میل کے ہمراہ اس جگہ پر آؤ؟" اس کا صاف اشارہ سودہ کی طرف تھا جو اُن کے پیچھے کسی پھانسی کے مجرم کی طرح خوف زدہ گردن جھکائے بے دم قدموں سے چل رہی تھی۔

''مجھ سے غلطی ہوگئی یہ..... دراصل ہم ڈنر کے بعد کافی پینے کے لیے وہاں بیٹھے رہے پھر کار نے خراب ہو کر رہی سہی کسر بھی پوری کردی اور جو کسر باقی تھی وہ رینجرز نے پوری کردی تھی۔'' پریشانی سے نجات پاتے ہی وہ اپنی جون میں لوٹ آیا تھا۔

''بائی دا وے میں نے اس تھرل کو بے حد انجوائے کیا' لیکن یہ سودہ کی بچی رو رو کر موڈ خراب نہ کرتی تو خوب ایکسائٹمنٹ رہتی۔'' پھر اس نے مڑ کر پیچھے آتی سودہ کا ہاتھ پکڑا اور اس کے بھیگے چہرے کو دیکھ کر حیرانی سے گویا ہوا۔

''تم ابھی تک رو رہی ہو وائے یار...... اب کیوں رو رہی ہو؟'' اس نے اس کے دوپٹے سے آنسو صاف کرتے ہوئے اپنائیت سے کہا تھا چند قدم کے فاصلے پر چلتے ہوئے زید نے یہ منظر کنکھیوں سے دیکھا اور اس کے ہونٹ سختی سے بھینچ گئے تھے۔ وجیہہ چہرے پر لحظہ بھر کو سرخی ابھری تھی۔

''سمجھ نہیں آتی بات بات پر رونے کیوں بیٹھ جاتی ہو اب تو پرابلم سولو ہوگئی ہے بھائی کی بدولت' اگر بھائی ہیلپ نہ کرتے تو پھر مجھے بھی تمہارے ساتھ بیٹھ کر رونا ہی تھا۔''

''تم ساتھ نہیں چل رہے ہو؟'' وہ کار کے قریب پہنچے تو زید نے استفسار کیا۔

''سوری بھائی...... میرا گھر جانا ضروری ہے پاپا اور مما میرا انتظار کررہے ہیں۔''

''چلو میں وہاں ڈراپ کردیتا ہوں۔'' اس نے گویا کوئی کڑوی گولی نگلی تھی۔ شدید ترین ناگواری اس کے چہرے سے عیاں تھی شاہ زیب بھی اس کے دلی جذبات سے بخوبی آگاہ تھا کہ وہ وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس جگہ جانے کو تیار ہوگیا تھا جہاں جانا ہی اس کے لیے زندگی و موت کا مسئلہ تھا لیکن اس وقت اس کی اس پیشکش نے ثابت کردیا تھا وہ باہر سے کس قدر بھی سخت دل و کٹھور نظر آئے مگر اندر سے بالکل موم تھا۔

''سودہ ساتھ نہ ہوتی یا وقت تیزی سے نہ گزر رہا ہوتا تو میں اس سعادت سے کبھی محروم نہیں ہوتا مگر گھر کا راستہ اپازٹ ہے مجھے ڈراپ کر کے گھر جاتے ہوئے آپ دونوں کو کئی گھنٹے لگ جائیں گے۔''

''باقی رات یہیں گزارنے کا ارادہ ہے؟''

''نہیں...... نہیں...... میں نے اپنے دوست کو کال کردی تھی وہ آنے والا ہے آپ جائیے میں اس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔'' اس کا انداز مؤدب تھا۔

شاہ زیب کے اصرار کے باجود وہ گیا نہیں تھا' عجیب دلی جذبات تھے۔ وہ اس سے محبت بھی نہیں کرتا تھا اور اس کو اس تنہائی میں تنہا چھوڑ کر جانے کو تیار بھی نہ تھا۔ وہ اس کے دوست کے آنے تک جانے سے انکار کرچکا تھا۔ شاہ زیب نے فرنٹ ڈور کھول کر سودہ کو اندر بٹھادیا تھا پھر دس منٹ کے بعد ہی اس کا دوست آ گیا تھا۔ اس نے بڑی محبت سے زید سے اس کا تعارف کروایا تھا اس کے دوست وہاج نے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''بہت تعریف کرتا ہے شاہ زیب آپ کی' بہت لائک کرتا ہے آپ کو۔''

''میرے بھائی بہت گریٹ اور نائس ہیں۔'' وہ عقیدت بھرے لہجے میں بولا۔

''اوکے...... اب ہمیں چلنا چاہیے۔'' اس نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔ اس پر وہ ہی پتھریلا خول چڑھ چکا تھا جو مقابل کو بے تکلف نہیں ہونے دیتا تھا۔ انہوں نے الوداعی مصافحہ کیا اور شاہ زیب اس کی طرف بڑھ گیا۔

''شاہ زیب...... تم ساتھ چلتے تو اچھا تھا نہ۔'' اس کے ساتھ نہ جانے کا سن کر وہ اضطراب میں مبتلا تھی اس کے قریب آتے ہی وہ بے ساختہ گویا ہوئی۔

''بھائی ہیں نہ تمہارے ساتھ پھر ڈر کیوں رہی ہو۔''

"ان ہی سے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ سخت حواس باختہ ہو رہی تھی۔
"ہاہاہا...... میرے بھائی انسان ہیں کوئی آدم خور نہیں ہیں جو تمہیں کھا جائیں گے۔" وہ قہقہہ لگاتے ہوئے شوخی سے بولا اور اللہ حافظ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس طرف آتے زید نے شاہ زیب کو دور سے جھک کر کچھ کہتے اور قہقہہ لگاتے دیکھ لیا تھا' وہ قریب گیا تو وہ پھر سے اس کے گلے لگا اور اس کا گال چوم کر اس طرف بڑھ گیا جہاں کار میں اس کا دوست انتظار کر رہا تھا۔ وہ بھی کار میں بیٹھا تو اس کا چہرہ بالکل سپاٹ اور لب بھینچے ہوئے تھے۔

❁......❁......❁

یوسف صاحب ان سے پہلے ہی ہسپتال پہنچ گئے تھے اور تمام کارروائیاں پوری کر دی تھی۔ ان کو سیاست چھوڑے ایک طویل مدت گزر چکی تھی مگر ان کی شناسائی ماند نہیں پڑی تھی تمام جگہوں پر ان کو پزیرائی ملتی تھی۔ ان کا اثر ورسوخ باقی تھا یہی وجہ تھی کہ اس لڑکی کو فوری ٹریٹمنٹ دی گئی تھی اس کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹی تھی سر پر بھی گہری چوٹ آئی تھی۔ اس کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا' کئی گھنٹے آپریشن تھیٹر میں گزارنے کے بعد اسے پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا تھا۔ نوفل اور لاریب وہیں تھے اور پریشان تھے کہ کس طرح اس لڑکی کے گھر والوں سے رابطہ کیا جائے کہ لڑکی بالکل اجنبی تھی۔
"میں سخت بور ہو رہا ہوں یار...... کوئی حد ہوتی ہے کسی سے ہمدردی کی بھی' رات کے دو بج رہے ہیں اور تم اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے ہو اگر وہ صبح تک ہوش میں نہیں آئی تو ہم یونہی بیٹھے رہیں گے؟" لاریب کے صبر کی حد ہوگئی تھی وہ جھنجلا کر گویا ہوا۔
"میں نے تمہیں نہیں کہا کہ یہاں رکو' شوق سے جا سکتے ہو۔" وہ سخت لہجے میں گویا ہوا اس کا یہی انداز اس کے حوصلے توڑ دیتا تھا۔
"اس لڑکی کا کوئی اتا پتا بھی تو نہیں ہے نا معلوم کہاں سے آئی ہے؟"
"یہی معلوم کرنے کے لیے میں رکا ہوا ہوں' نا معلوم اس کے گھر والوں پر کیا گزر رہی ہوگی؟ وہ کہاں کہاں تلاش کر رہے ہوں گے؟" اس کی حساسیت انتہاؤں کو چھو رہی تھی یہاں معاملہ ایک بے قصور لڑکی کا تھا وہ جانوروں تک سے ہمدردی کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ آدھی رات تک ہسپتال میں موجود تھا۔
"بہت عجیب ہو تم نوفل...... ویسے تم لڑکیوں کے نام سے بھی چڑتے ہو اور اب ایک بالکل انجان لڑکی کی خاطر یہاں خوار ہو رہے ہو۔" لاریب کے لہجے میں ایک نہ سمجھ آنے والی کیفیت تھی وہ حیران و پریشان تھا۔
"یہاں بات لڑکی کی نہیں اصول و ذمہ داری کی ہے۔ ایکسیڈنٹ ہماری غلطی سے ہوا ہے' اس لڑکی کو کتنی چوٹیں آئی ہیں' جانتے ہو۔ صرف ہماری وجہ سے اس کو کتنا عرصہ بستر پر گزارنا ہوگا۔ کتنی تکلیف برداشت کرنی ہوگی؟ حالانکہ اس کا قصور بھی کچھ نہیں تھا وہ فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔"
"کول ڈاؤن...... کول ڈاؤن برادر...... میں تو کہہ رہا تھا کہ......"
"کچھ کہنے سے بہتر ہے خاموش ہی رہو پلیز۔" اس نے غرا کر کہا...... وہ چپ ہو گیا تھا معاً کمرے سے نرس باہر نکلی۔
"سسٹر...... مریضہ کو ہوش کب تک آئے گا؟" نوفل نے پوچھا۔
"وہ تھوڑا تھوڑا ہوش میں آرہی ہیں' مکمل ہوش میں آنے کے لیے ابھی وقت لگے گا وہ دواؤں کے زیر اثر ہیں جلدی ہوش نہیں آئے گا۔" نرس تفصیل بتا کر وہاں سے چلی گئی۔
"اب کیا کہتے ہو؟ شاید وہ صبح تک ہی ہوش میں آئے گی۔ کیا ہم صبح تک اسی طرح خوار ہوتے رہیں گے؟" وہ نرمی

سے اس سے مخاطب ہوا۔
"میری مانور یسپشن پر ہمارے موبائل نمبرز موجود ہیں ہم ڈاکٹر کو کہہ دیتے ہیں لڑکی کے ہوش میں آتے ہی وہ ہمیں کال کردیں اور ہم اسی وقت یہاں آجائیں گے۔ رات ہم یہاں نہیں گزار سکتے پلیز...... سمجھنے کی کوشش کریں۔"
"ہوں......" وہ کہتا ہوا آگے بڑھا' سوچتے ہوئے نگاہ کھڑکی کے شیشے پر گئی تھی وہ چونکا تھا بیڈ کھڑکی کے نزدیک تھا' وہ اور آگے بڑھا تھا وہ پٹیوں میں جکڑی بے سدھ لیٹی لڑکی کچھ شناسا سی محسوس ہوئی تھی۔ نوفل کو کچھ ادراک ہوا اور وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور بیڈ کے قریب جا کر دیکھا تو وہ لڑکی انشراح تھی۔

❁......❁......❁

کار پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی' زید کا چہرہ سپاٹ تھا مگر آنکھوں میں الاؤ دہک رہا تھا۔ سودہ دروازے سے تقریباً چپک کر بیٹھی ہوئی تھی' کاٹن کا بڑا دوپٹہ اس نے لپیٹا ہوا تھا وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ چند گھنٹوں میں جو کچھ ہوا تھا وہ اس جیسی احتیاط پسند و ڈرپوک لڑکی کو خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھا مستزاد زید کی انٹری اور اس کی تصدیق پر آفیسر کا ان کو چھوڑنا زید جیسے پر معتبر شخص کے لیے شاید ہی قابل معافی جرم ہوگا کہ وہ عزت و وقار کے معاملے میں کمپرومائز کرنے والا بندہ نہ تھا۔
شاہ زیب کو وہ نرم و گرم لہجے میں سمجھا چکا تھا مگر اس سے ایک لفظ بھی بولنا گوارہ نہ کیا تھا اس کی خاموشی کسی کوڑے کی مانند اس پر برس رہی تھی۔ رات گہری ہوگئی تھی سڑک پر جلد ہی شاہ زیب اور اس کے دوست کی کار ٹرن لے کر غائب ہوچکی تھی سڑک پر صرف زید کی کار تھی۔
باہر ہواؤں کا زور تھا کہر آلود فضاؤں میں چاند کی روشنی ٹھٹھری ہوئی لگ رہی تھی۔ ساتھ ساتھ سمندر چل رہا تھا اندھیرے میں ڈوبے سمندر کی لہریں خاصی بلند اور ڈراؤنی لگ رہی تھیں۔ ماحول کی تمام سرد مہری و ہیبت برابر میں ڈرائیو کرتے بندے میں سرائیت کرگئی تھی۔ عجیب پُرہول خاموشی تھی اس بندے کی خاموشی میں کہ اس کے اندر وحشتیں اترنے لگی تھیں۔ اس کا دل کررہا تھا وہ اسے بھی شاہ زیب کی طرح سرزنش کرے' کھری کھری سنائے' برا بھلا کہے۔ مگر اس طرح اجنبیت و بیگانگی کی کند چھری سے ذبح نہ کرے' اپنی لاتعلقی سے یہ ظاہر نہ کرے کہ گویا اسے اس کی پروا ہی نہیں ہے' کوئی تعلق کوئی رشتہ ہی نہ ہو اس کے اندر گھٹن بڑھنے لگی۔
"زید بھائی...... سوری......" دل میں اترتی وحشتوں سے گھبرا کر وہ کہہ اٹھی۔
"کیوں......؟" وہ ہی روکھا لہجہ' بے اعتنائی دکھاتا ہوا انداز۔
"آپ ہماری وجہ سے ڈسٹرب ہوئے اس وقت۔"
"ناٹ مینشن' میں اپنی قسمت میں پرابلم لکھوا کر ہی لایا ہوں جو مجھے ہی فیس کرنی ہیں جو کہ کررہا ہوں' ضرورت نہیں ہے کوئی ایکسکیوز کرنے کی۔" وہ ہی پتھر مار لہجہ' وہی بے دردانداز سودہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔
"گھر سے نکلنے کے بعد گھر واپسی کا راستہ یاد رکھنا چاہیے' پھوپو نے بتایا ہی نہیں ہوگا کہ واپس کس وقت آنا ہے؟ وہ ایسی ذمہ داری سے دور رہتی ہیں' بھلا تم کو کیا سمجھاتیں۔" وہ جلے بھنے انداز میں اس کی طرف دیکھے بنا کہنے لگا۔
"ان کی فیورٹ ہابی سونا ہے' خواہ آندھی آئے یا طوفان' دنیا تلپٹ ہوجائے ان کے محو استراحت میں ذرا خلل نہیں پڑتا...... ان سے بہتر تو وہ بزرگ ملازمہ ہیں جو گھر کی بیٹی کی گھر سے غیر موجودگی میں فکر سے دعاؤں میں مشغول تھیں۔" وہ جو بھی کہہ رہا تھا اس سے اسے اختلاف نہیں تھا۔
"گھر میں کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے اس کارنامے کے بارے میں۔" کچھ دیر بعد گھر والی اسٹریٹ پر گاڑی

موڑتے ہوئے حکم دیا۔

"اگر کسی کو پتا چل گیا تو......؟" بے ساختہ گویا ہوئی۔

"نہیں چلے گا شاہ زیب کو بھی میں منع کردوں گا اور کسی کو معلوم ہو جائے بھی تو یہ میرا مسئلہ ہے تم خاموش رہنا۔" لہجے میں مخصوص سرد مہری و خود اعتمادی تھی۔ وہ سر کر جھکا کر رہ گئی کہ بھلا اس کو کون سا ڈھنڈورا پیٹنا تھا۔

بنگلے کا بیرونی حصہ نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا وہ لان اور برآمدہ عبور کرکے کاریڈور کی طرف بڑھنا ہی چاہتی تھی دور سے کاریڈور میں ٹہلتی ہوئیں عمرانہ بیگم کو دیکھ کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا' وہ تیزی سے ستون کی آڑ میں ہو گئی تھی وگرنہ عمرانہ کی نگاہوں سے بچنا محال تھا۔

"کیا ہوا......؟" وہ کار کھڑی کرکے آیا تو اسے دیکھ کر متعجب سا بولا۔

"کوریڈور میں ممانی جان ہیں۔" وہ سخت خوف زدہ ہو رہی تھی۔

"مما......" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا...... ماں کی نیچر کو وہ بھی بخوبی جانتا تھا اگر انہوں نے ان کو ساتھ دیکھ لیا تو بنا پوچھے وہ ہنگامہ مچا دیں گی۔

"مما کو لے کر جاتا ہوں پھر تم روم میں جانا۔" وہ آہستگی سے کہہ کر آگے بڑھ گیا...... عمرانہ اسے دیکھ کر آگے بڑھی تھیں۔

"زید...... اتنی رات کو آپ کہاں گئے تھے؟" وہ اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر پریشانی سے پوچھ رہی تھیں' وہ چند لمحے تو کچھ بول ہی نہیں سکا۔

"آپ اس وقت تک کیوں جاگ رہی ہیں؟ طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟" وہ ان کو بازو کے حصار میں لیتا ہوا فکر مند انداز میں استفسار کرنے لگا۔

"ہاں ٹھیک ہوں' میں نے روم کی کھڑکی سے آپ کو جاتے دیکھا تھا لیٹ نائٹ آپ کہاں گئے ہیں یہ سوچ کر فکر سے مجھے نیند ہی نہیں آئی' کہاں گئے تھے آپ بہت دیر سے آئے ہیں؟" ان کا یہ روپ ممتا سے بھرپور تھا۔

❀......❀......❀

"کیا ہوا تم اتنے پریشان ہو کر اندر کیوں آئے ہو؟" لاریب اس کے پیچھے آتا ہوا حیرانی سے استفسار کرنے لگا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا' نچلا ہونٹ دانتوں سے کچلتا ہوا لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

"واؤ...... لڑکی بیوٹی فل ہے۔" لڑکی پر نظر پڑتے ہی اس کے اندر کا شکاری مرد جاگ اٹھا تھا' وہ اس کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"لڑکی کو صرف لڑکی کی نگاہ سے نہیں دیکھا کرو۔" اس کے انداز پر اس نے پلٹ کر تنبیہی لہجے میں کہا۔ اس کی سرد مہری پر وہ سنبھل کر گویا ہوا۔

"میرا مطلب غلط ہرگز نہیں تھا' مجھے دکھ ہو رہا ہے میری وجہ سے یہ اس حال میں پڑی ہے اور نا معلوم کتنی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔" اس کی نگاہیں بار بار بے ہوش انشراح کے چہرے پر بھٹک رہی تھیں۔

"میں جانتا ہوں تمہارے دکھ کی نوعیت کیا ہوگی' اپنے دکھ کو اپنے اندر ہی محدود رکھنا' یہ میری وارننگ ہے۔" وہ اس کی آنکھوں سے جھلکتی دلی کیفیت کو بھانپ کر سخت لہجے میں بولا تھا۔

"آدمی اگر غلطی سے ایک بار گر جائے تو لوگ اسے گرا ہوا ہی سمجھ لیتے ہیں' یہی معاملہ تم میرے ساتھ کر رہے ہو۔" وہ شکایتی انداز میں بولا۔

"تم کیا ہو یہ اپنے بارے میں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو اور شاید تم پیدا ہی اس لیے ہوئے کہ میرے لیے پرابلم کری ایٹ کرتے رہو۔" اس کا موڈ بری طرح آف ہو گیا تھا۔ وہ اس کو ساتھ لیے کمرے سے باہر آ گیا تھا ساتھ ہی موبائل نکال کر بابر سے رابطہ کیا اور مختصراً اسے صورت حال سمجھا کر ہسپتال بلایا۔

یہ پرائیوٹ ہسپتال تھا جس کے سیکنڈ فلور پر پرائیوٹ رومز تھے وہاں مخصوص اداسی و خاموشی کا راج تھا جو ہسپتال کا خاصہ ہوتا ہے وہ ونڈو سے باہر دیکھنے لگا تھا جہاں ہلکی ہلکی کہر ہر سو چھائی ہوئی تھی۔

"اچھا تم اس لڑکی کو جانتے ہو کلاس فیلو ہے تمہاری؟ میں حیران ہوا تھا تمہیں دیکھ کر جب تم کھڑکی سے اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے روم میں گئے تھے تمہاری اس وقت کی فیلنگ اب سمجھ پایا ہوں میں۔"

"بکواس مت کرو وہ میری کلاس فیلو نہیں ہے جونیئر ہے مجھ سے۔" اس نے بری طرح سے اسے جھاڑ پلائی...... اس نے منہ بند رکھنے میں عافیت محسوس کی تھی پھر کچھ دیر بعد ہی بابر وہاں آ گیا تھا۔

"ہوش آیا انشراح کو کیسی ہے وہ؟" اس کی آنکھیں خمار آلود تھیں۔

"ہوش نہیں آیا...... خطرے سے باہر ہے کوئی خطرے کی بات نہیں۔"

"یار...... یہ بات شام کی ہے اور تم نے کال اب کی ہے اس کے گھر والوں کو انفارم نہیں کیا ہے ابھی تک؟" وہ اس کی طرف دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

"تمہیں اس وقت بلانے کا مقصد یہی ہے کہ تم اس کے گھر والوں کو کال کرو اور بتاؤ یہ حادثہ ہوا ہے۔ میں نے اتفاقاً کچھ دیر قبل اسے دیکھا تھا اگر پہلے دیکھ لیتا تو تب ہی کال کرتا تمہیں۔" اس کا لہجہ بوجھل و تھکن سے چور تھا وہ تھکن عام نہ تھی اعصاب کو ریزہ ریزہ کرنے والی تھکن تھی۔

"حد ہوگئی ہے بے حسی کی تم نے اس لڑکی کا چہرہ دیکھنا بھی گوارا نہ کیا جو تمہاری غفلت و بے پروائی کے باعث لاوارثوں کی طرح پڑی ہے اور اگر اس پر بائی چانس تمہاری نظر نہ پڑتی تو وہ اسی......"

"یہ سب میری وجہ سے ہوا میرے فرینڈز نے زبردستی کچھ زیادہ ہی ڈرنک پلا دی تھی اور نوفل بھی غیر ارادی طور پر مجھے مل گیا تھا میں نے ہی اسے آفر کی تھی کہ میرے ساتھ گھر چلے اور راستے میں میں کار کنٹرول نہ کر سکا اور کار نے لڑکی کو ہٹ کر دیا۔" اس نے کھلے دل سے غلطی کا اعتراف کیا۔

"میں انشراح کے بارے میں اتنا ہی لاعلم ہوں جتنا تم ہو میں عاکفہ کو کال کرتا ہوں وہ یقیناً اس کے بارے میں جانتی ہوگی۔" کئی کالز کے بعد عاکفہ نے کال ریسیو کی تھی۔

"او مائی گاڈ کیسی ہے انشراح کیا ہوا ہے اسے؟" دوسری طرف سے عاکفہ نے سنتے ہی رونا شروع کر دیا تھا۔

"پلیز یہ جذباتی ہونے کا وقت نہیں ہے آپ پہلے ان کے گھر والوں کو انفارم کریں۔" وہ اسے ہسپتال کا نام و پتا بتاتا ہوا گویا ہوا۔

"عاکفہ اپنی ممی پپا کو بتائے گی وہ ہی انشراح کے گھر پر اطلاع کریں گے پھر وہ لوگ یہاں پر آئیں گے۔ تم ان لوگوں کو نہیں بتانا کہ ایکسیڈنٹ تم سے ہوا ہے خوامخواہ بات بگڑ جائے گی۔" بابر نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے مشورہ دیا۔

"نہیں...... سچ سے فرار ممکن نہیں...... میں جھوٹ نہیں بول سکتا کسی سے کوئی کچھ بھی کہے میں سچ بتا کر رہوں گا۔" وہ اس کی بات کی نفی کرتا ہوا سنجیدگی سے گویا ہوا۔

❀ ❀ ❀

"ایک دوست کے ساتھ کچھ پرابلم ہوگئی تھی اس کی ہیلپ کے لیے جانا پڑا۔" وہ ان کو اسی طرح بازو کے حصار میں

لیے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔
"اچھا' کوئی بہت کلوز فرینڈز ہے جو آپ اس کی ہیلپ کے لیے گئے تھے ورنہ آپ اس وقت گھر سے نکلنے والے نہیں۔"

"جی......" اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا اور اوپر جا کر تیز آواز میں دروازہ بند کیا تھا کہ سودہ اندر آسکے۔
دروازہ بند کرنے کی آواز پر وہ دبے قدموں احتیاطاً چلتی ہوئی اپنے کمرے تک آئی تھی' مائدہ بے خبر سو رہی تھی اس کا گہری نیند سونا اسے عموماً جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیتا تھا اس وقت غنیمت لگا تھا ورنہ اس سے کس طرح چھپاتی اور اس سے وہ یوں بھی مطمئن تھی کہ شاہ زیب کے ساتھ جانے کی وجہ سے وہ صبح بھی اس سے یہ نہیں پوچھے گی کہ وہ کہاں گئی تھی اور واپس کب آئی تھی۔ ان کے یہ سوتیلے پن کے رشتے اسے تکلیف دہ لگا کرتے تھے آج اس کے لیے آڑ کا باعث بن گئے تھے۔

کبھی کبھی تکلیف بھی راحت بن جایا کرتی ہے' وہ شوز اتار کر بیڈ پر لیٹ گئی پے در پے اتنی ذہنی تکلیف برداشت کی تھی کہ لباس بدلنے کی بھی ہمت نہ رہی تھی۔ وقت جب چالیس چلتا ہے تو ایک کے بعد ایک چلتا چلا جاتا ہے۔ باہر اتنا کچھ بھگتنے کے بعد عمرانہ ممانی کی صورت نے اسے خوف و دہشت کے سمندر میں ڈبا دیا تھا۔ وہ اس کو زید کے ہمراہ دیکھ لیتیں تو نا معلوم وہ کیا کرتیں؟ سب ہی جانتے تھے وہ زید کو اس کی پرچھائیں سے بھی دور رکھتی ہیں۔ افسوس ماں کی بے خبری پر بھی ہو رہا تھا پھر زید کے طعنوں نے بھی رنجیدہ کر دیا تھا' ٹھیک کہہ رہا تھا وہ جوان بیٹیوں کی ماں کو ایسی بے خبری کی نیند نہیں سونا چاہیے۔ لاکھ وہ اس پر اور شاہ زیب پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کرتی تھیں اور ایسا اعتبار ہر ماں کو اپنی اولاد پر ہوتا ہے لیکن ہر وقت کا الگ تقاضہ ہوتا ہے۔ عمرانہ ممانی جیسی خود غرض و بے حس عورت بھی اپنی اولاد کے لیے موم تھیں۔ کس بے قراری سے وہ اس کے لیے رات کو جاگ رہی تھیں۔

"امی...... اس وقت مجھے آپ کی بے حد ضرورت محسوس ہو رہی ہے' میرا دل چاہ رہا ہے آپ کی گود میں سر رکھ کر ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لوں۔ آج جس کانٹوں بھری راہ پر چلی ہوں اگر زید بھائی کی لاعلمی میں یہ سب رہتا تو میں چند دنوں میں وہ سب بھول جاتی جو گزری ہے مگر مسیحا ہی وہ بنا ہے جو صرف چرکے لگانا جانتا ہے اور لگاتا رہے گا۔"

❁......❁......❁

انشراح کو دوسرے دن ہوش آیا تھا لیکن تکلیف کے باعث ڈاکٹر اسے نیند آور دواؤں کے تحت سلا رہے تھے۔ رات بابر اور عاکفہ نے تمام معاملہ سنبھال لیا تھا وہ ہی لوگ جہاں آرا اور بالی کو لے کر آئے تھے۔ جہاں آرا اس حادثے کا سن کر اس قدر حواس باختہ ہو گئی تھیں کہ وہ فراموش کر گئیں کہ چند گھنٹوں قبل وہ عاکفہ اور اس کے والدین کو ان کے گھر پر کتنا ذلیل کر کے آئی تھیں اور وہ لوگ اس مصیبت کی گھڑی میں ان کا سہارا بنے تھے انہوں نے اس کو کبھی تیز لہجے میں ڈانٹا نہ تھا اور آج پہلی بار ہی اس کو عاکفہ کے گھر جانے پر سرزنش کی تھی وہاں جانے سے روکا تھا۔ وہ لبرل عورت تھیں' دنیا پرستی میں مبتلا رہنا ان کا شعار تھا اور انہوں نے محسوس کیا تھا انشراح بہت تیزی سے عاکفہ کے گھرانے میں دلچسپی لے رہی ہے۔ عاکفہ کی فیملی ایک مذہبی جماعت سے تعلق رکھتی تھی بالکل اسی طرح جس طرح نوریہ اور اس کا شوہر مذہبی جماعت سے وابستہ تھے۔

وہ خود بھی ایسی جماعتوں سے دور رہتی تھیں اور انشراح کو بھی دور رکھنا چاہتی تھیں یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اس پر عاکفہ کے گھر جانے پر پابندی لگائی تھی۔ وہ غصے میں اپنے کمرے میں جا کر لاک ہو گئی تھی اور وہ خود بالی کے ہمراہ رشتہ دار کے ہاں گئی تھیں اس کے بیٹے کے ولیمے کا فنکشن اٹینڈ کرنے وہاں سے واپسی میں دیر ہو گئی تھی اور گھر آ کر وہ اور بالی اپنے

اپنے کمروں میں چلی گئی تھیں کہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا انشراح ان کے جانے کے بعد گھر سے باہر گئی ہوگی۔

بابر نے ان لوگوں کے آنے کے بعد نوفل اور لاریب کو گھر بھیج دیا تھا نوفل نے جہاں آراء سے حادثے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے معذرت کی تھی۔ نامعلوم وہ اس وقت صدمے میں مبتلا تھیں یا ان کے سوٹ بوٹ و چہروں سے جھلکتی خاندانی رکھ رکھاؤ و امارت کی چمک نے ان کو سخت الفاظ کہنے سے باز رکھا تھا کہ وہ حادثے کو حادثہ کہہ کر چپ ہوگئی تھیں۔

ویسے بھی ان کو یہاں ایک روپیہ خرچ کرنا نہیں پڑا تھا' وی آئی پی روم میں ان کو ہر سہولت موجود تھی۔ سارا اسٹاف بہت خیال رکھ رہا تھا' عزت سے پیش آ رہا تھا وہ سمجھ گئی تھیں' نوفل کا تعلق کسی معمولی خاندان سے نہیں ہے۔

''ماسی...... میں نے کہا تھا نہ بے بی کو نہیں ڈانٹو' وہ برداشت نہیں کرے گی۔ اس کو کبھی پھول سے نہیں چھوا تھا کہاں کانٹوں بھرے لہجے سے ایسا گھائل کیا کہ دیکھو کس حال میں پڑی ہے۔'' بالی جو صبح سے کئی بار رو چکی تھی اب بھی بے سدھ پڑی انشراح کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ جہاں آرا نے کوئی جواب نہیں دیا وہ کھڑی انشراح کو دیکھ رہی تھیں۔ جس کے بائیں بازو میں پلستر چڑھا تھا سر سفید پٹیوں میں جکڑا تھا۔ دائیں بازو میں ڈرپ لگی ہوئی تھی سر پر لگنے والے زخم کے باعث اس کے چہرے پر خاصی سوئلنگ تھی' جس سے چہرہ ابھرا ابھرا لگ رہا تھا۔

''مجھے کیا معلوم تھا بالی...... میری ڈانٹ کی سزا اتنی تکلیف دے گی میری بچی کو' لیکن یہ کبھی بھی مجھے بتائے بغیر کہیں نہیں جاتی ہے پھر رات کو کہاں جا رہی تھی؟ ایسی کیا آفت آ گئی تھی جو اس کو گھر سے نکلنا پڑا؟'' ان کے لہجے میں الجھن تھی جو رات سے ان کو بے چین کر رہی تھی۔

''ماسی...... میں بھی یہی سوچ رہی ہوں اور پھر وہ لوگ بھی کتنے اچھے تھے جو بے بی کو یہاں لے آئے اور فل وی آئی پی روم میں رکھا اور یہاں کا اسٹاف دیکھو کس طرح قدموں میں بچھے جا رہا ہے ورنہ یہ لوگ تو سیدھے منہ بات کرنا نہیں جانتے۔ مریض اور لواحقین کو انسان بھی نہیں سمجھتے۔'' نرس کو مسکراتے ہوئے اندر آتے دیکھ کر سرگوشی میں بولی۔

''وہ چہروں سے ہی کسی بڑے اثر ورسوخ والے خاندان کے لگ رہے تھے۔''

❁ ❁ ❁

موسم سرد ہو رہا تھا وہ واک کر کے اپنے روم میں آیا تھا عام دنوں میں وہ یہ سارا وقت لان میں ماما کے ساتھ گزارتا تھا پھر سورج طلوع ہونے کے بعد کچھ دیر آرام کرتا پھر تیار ہو کر ناشتا کر کے یونیورسٹی روانہ ہو جاتا تھا۔ رات کو ہونے والے حادثے نے اس کو مضمحل کر دیا تھا' ہسپتال سے آنے کے بعد نیند اس کی آنکھوں سے دور تھی۔

وہ سنگ دل و سخت مزاج تھا محض ان سر پھری و خودداری و نسوانیت اور شرم و انا کو بھلا کر خود کو پیش کرنے والی لڑکیوں کے لیے۔ انشراح کی پہلی ملاقات کی بہادری و اعتماد نے در حقیقت اس کے اندر غصے کی آگ بھر دی تھی اور بات بچی یہ تھی کہ وہ جو روکھے و سپاٹ و سرد مہر رویے کے باوجود لڑکیوں کی طرف سے ستائشی و توصیفی رویوں کا عادی ہو چکا تھا۔ انشراح کی بولڈ نیس انداز اور متاثر نہ ہونا ہی اس کے شدید ترین ردعمل کا باعث بنا تھا اور پھر بنتا ہی چلا گیا لیکن اب اس کو بے بس و بے حس حرکت دیکھ کر اس کے اندر کا ہمدرد و پرخلوص شخص بیدار ہوا تو اس کے اندر احساسات کے چشمے پھوٹ نکلے تھے اور وہ اس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ وہ پارہ صفت لڑکی جو ہر وقت متحرک دکھائی دیتی تھی' جس بے بسی کے عالم میں پڑی تھی اس کا ذمہ دار وہ خود کو سمجھ رہا تھا۔ یہ سوچ کر ابھی تک کوفت میں مبتلا تھا کہ وہ لاریب کی طرف سے اتنا غافل کیوں رہا' یہ کیوں نہیں پہچان سکا کہ اس نے ڈرنک کی ہوئی ہے اگر پہچان لیتا تو اس کو ڈرائیو نہیں کرنے دیتا۔ نہ وہ ڈرائیو کرتا اور نہ ایکسیڈنٹ ہوتا' نہ اس کے دل پر بھاری بوجھ آ پڑتا۔

''چھوٹے صاحب...... ناشتا تیار ہے۔'' امینہ نے وہاں آ کر اطلاع دی۔

"میرا ناشتے کا موڈ نہیں ہے۔"

"آپ یونیورسٹی نہیں جائیں گے...... طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟" امینہ کی گود میں اس کا بچپن گزرا تھا اس کا لگاؤ فطری تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آج یونیورسٹی نہیں جاؤں گا۔" وہ تکیوں کے سہارے نیم دراز نرمی سے جواب دے رہا تھا۔ ناشتے کے انکار نے امینہ کو نہیں چونکایا تھا کیونکہ عموماً وہ ناشتا گول کردیا کرتا تھا۔ اس کے لیے فکرمندی کی بات یہ ہوئی تھی اس نے یونیورسٹی جانے سے انکار کردیا تھا جو غیر معمولی بات تھی کیونکہ پڑھائی کا وہ شیدائی تھا۔ امینہ نے جا کر زرقا بیگم کو بتایا تو وہ بھی پریشان ہو کر اس کے پاس آئی اور ان کو دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھا۔

"فیور تو نہیں ہے پھر بھی چہرے سے ہفتوں کے بیمار لگ رہے ہیں۔" انہوں نے آتے ہی اس کی پیشانی چھو کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ماما...... آپ بھی امینہ بی کی باتوں میں آ گئیں...... میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں ایسا لگ رہا ہے ساری رات سو نہیں سکے...... آنکھیں دیکھیں کس قدر سرخ ہو رہی ہیں چہرے پر تھکن ہی تھکن ہے رات کو بھی آپ نا معلوم کب آئے میں انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔" وہ محبت سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔

"رات میں نیند نہیں آئی تھی ماما...... اس لیے طبیعت سست ہو رہی ہے۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں رات کو نیند کیوں نہیں آئی اور آپ مڈنائٹ تک کہاں غائب رہے؟" انہوں نے امینہ کو ناشتا کمرے میں لانے کو کہا۔

"ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا رات میں، ہسپتال میں وقت لگ گیا تھا۔"

"ارے کس کا ہو گیا ایکسیڈنٹ' خیریت تو رہی نا؟" ان کا پریشان ہونا ایک فطری عمل تھا' وہ بے حد پریشان ہو گئی تھیں۔

"آپ پریشان نہیں ہوں' لاریب سے کار کنٹرول سے باہر ہو گئی تھی اور اس کی زد میں ایک لڑکی آ گئی تھی۔"

"لڑکی......! اللہ خیر کرے کوئی سیریس معاملہ تو نہیں ہوا؟"

"نہیں' سر میں چوٹ آئی اور ہاتھ میں فریکچر ہوا ہے۔"

"یہ تو بہت تکلیف دہ بات ہے بیٹا۔"

"ماما...... ہڈی معمولی سی فریکچر ہوئی ہے پھر بھی احتیاطاً پلستر سے کور ڈ ہے اور سر کی چوٹ بھی خطرناک نہیں۔ دو تین ہفتے میں ٹھیک ہو جائے گی۔" ان کی حساس طبیعت یک دم ہی بے چین ہو گئی تھی۔

"اس کے گھر والوں نے کچھ کہا تو نہیں؟ اس لڑکی کو بہت چوٹیں آئی ہیں' تکلیف میں بھی بہت ہو گی وہ بچی...... مجھے آپ کے ساتھ عیادت کے لیے جانا چاہیے ناشتے کے بعد ہم چلتے ہیں۔" انہوں نے فوراً ہی پروگرام بھی بنالیا تھا' وہ بھونچکا رہ گیا۔

"آپ کیوں اس کی عیادت کو جائیں گی ماما؟"

"اس میں اس قدر حیرانی کی کیا بات ہے' نادانستگی میں ہی سہی بیٹا...... غلطی آپ کی اور لاریب کی ہے حادثے کے ذمہ دار آپ دونوں ہیں۔"

"کام...... کام اور صرف کام...... قائداعظم کے اس قول کی عملی تصویر صرف تم بنے دکھائی دے رہے ہو میری جان...... دنیا میں اور بھی بہت کچھ ہے کرنے کے لیے کام کے سوا۔" وہ فائلوں میں گم تھا معاجنید کی شوخ آواز پر وہ سر اٹھا کر بولا۔

"وہ بہت کچھ میں تمہارے نام کرچکا ہوں تم عیش کرو۔"

"وری فنی...... تم کیا جوگ لینے کا ارادہ رکھتے ہو؟" پھر جھک کر شرارتی انداز میں بولا۔

"بائی دا وے جوگ وہ لیا کرتے ہیں جنہیں محبت کا روگ لگا کرتا ہے۔ محبت لاحاصل کے روگی اور تم تو محبت پروف ہو۔ تمہیں محبت وچاہت کے جراثیم کہاں لگیں گے۔" وہ اس کے روبرو بیٹھ چکا تھا۔

"اچھا...... اب یہ اپنا بے مقصد راگ الاپنا بند کرو اور یہ بتاؤ کہاں غائب تھے خاصے دنوں بعد آئے ہو۔" وہ ایزی ہو کر بیٹھا۔

"ڈوب گیا تھا یار......" سرد آہ بھری۔

"مائی گاڈ...... کہاں...... تم تو بہت اچھے تیراک ہو پھر کیسے ڈوب گئے؟"

"اس لڑکی کی جھیل سی گہری آنکھوں میں تیرنے کی جگہ کہاں تھی۔"

"ایسا ہی ہوگا تمہارا انجام' کسی کی آنکھوں میں ڈوب کر مرو گے تو کسی کے دل میں دفن ہو گے نان سینس......" اس کے قہقہے پر وہ چڑ کر گویا ہوا۔

"واہ میری جان...... کیا دلکش بات کی ہے ابھی مرنے کو دل چاہ رہا ہے۔"

"تم تھکتے نہیں ہو لڑکیوں کے پیچھے بھاگ بھاگ کر اسکول لائف سے تمہاری یہی ہابی رہی ہے۔ اب تم کو معتوب ہو جانا چاہیے۔" وہ سنجیدہ ہوا۔

"کوئی نہ کوئی لڑکی ایسی آئے گی میری زندگی میں کہ اس کے آنے کے بعد پھر کسی اور کی گنجائش نہیں رہے گی۔" وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

"تمہارے خیال میں کس طرح کی لڑکی ہو گی وہ؟"

"نیک' پارسا' کلیوں کی طرح پاکیزہ' چھوئی موئی کے پودے کی مانند حیادار۔" وہ خلاؤں میں دیکھتا ہوا بول رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کسی انجانے پیکر کا عکس تھا۔

"نیک اور پارسا؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا طنز سے بولا۔

"قرآن کہتا ہے نیک عورتوں کے لیے نیک مرد اور برے مردوں کے لیے بری عورتیں۔ تم اپنی من پسند زندگی گزارنے کے ساتھ کس طرح دعویٰ کر سکتے ہو کہ تم کو باحیا وباکردار جیون ساتھی مل جائے گی۔" زید کی سچی وکھری بات پر چند لمحے توقف کے بعد وہ بولا۔

"کیچڑ میں کھلنے والے کنول کی پاکیزگی کی گواہی وہ خود دیتا ہے۔"

"تم اپنے کردار کی گواہی خود دو گے بھی تو کون یقین کرے گا؟"

"سب کریں گے اور جو نہیں کرے گا وہ صرف تم ہو گے۔"

"آف کورس...... میں بالکل یقین نہیں کروں گا۔"

"ہوں' یہی الزام مجھ پر جولی بھی لگاتی ہے اب تم کہو گے جولی کون ہے؟"

"نہیں...... میں ہرگز نہیں پوچھوں گا۔" وہ انٹر کام پر کافی آڈر کرتا بولا۔

''میں پھر بھی بتاؤں گا' وہ پاپا کے دوست کی بیٹی سوئٹزرلینڈ سے آئی ہے یار...... محبت کی مٹی سے بنی جذبوں سے بھری ایسا فیل ہوتا ہے اس کے اندر دل نہیں جذبے دھڑکتے ہیں۔ رگوں میں خون نہیں چاہت بہتی ہے۔''

''کب تک کی مہمان ہے وہ؟''

''ایک ماہ کے بعد چلی جائے گی واپس سوئٹزرلینڈ۔''

''پھر جمیلہ آجائے گی' جولی جائے گی تو......''

''ہاہاہا...... یہ پکا ہے کہ تم سے زیادہ مجھے کوئی اور جان ہی نہیں سکتا مگر میری جان تم یہ بھی جان لو کہ تم سے زیادہ میں کسی سے بھی محبت نہیں کرتا خواہ وہ جولی ہو یا جمیلہ' شکیلہ یا شیلا۔'' اس کے لہجے میں محبت و دل لگاؤ تھا۔

''پلیز یہ محبت و عشق کی باتیں اپنی گرلز فرینڈز کے لیے ہی رکھو' میری زندگی تمہاری محبت کے بنا بھی اچھی گزر رہی ہے۔'' زید اس انداز میں بولا کہ وہ کھسیا کر رہ گیا' پیون کافی سرو کر کے چلا گیا تھا۔

''کیا کروں...... اب پاپا کے دوست کی بیٹی کا دل بھی نہیں توڑ سکتا۔'' وہ مگ اٹھا کر سپ لیتا ہوا بے چارگی سے گویا ہوا۔

''پکے کمینے ہو تم' باپ کی دولت پر سب ہی ہاتھ صاف کرتے ہیں مگر تم تو باپ کے دوستوں کی بیٹیوں تک کو مال غنیمت سمجھتے ہو۔ کچھ ضابطہ اخلاق کا پاس بھی ہے یا بالکل ہی اخلاقی طور پر دیوالیہ پن کا شکار ہو چکے ہو۔''

''یار...... ہر جگہ کچھ لو اور کچھ دو کے زریں اصولوں پر معاملات آگے بڑھتے ہیں۔ اس دور میں لڑکیوں نے مغربی اندھی تقلید میں بے باکی و فلرٹ میں لڑکوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے وہ خود دوستی کی آفر لے کر آتی ہیں۔''

''کیوں نگاہیں اٹھا کر دیکھتے ہو نگاہوں کی حفاظت کرنا سیکھو۔''

''جی ضرور...... مولانا مفتی زید مدثر صاحب...... دعاؤں کی درخواست ہے۔'' اس نے بڑی نیاز مندانہ انداز میں اس کے آگے سر جھکایا۔ اس نے کچھ نہیں کہا' مسکراتا ہوا کافی پیتا رہا۔

''زید......'' اس بار اس کے لہجے میں سنجیدگی و بردباری تھی۔

''یہی دن ہیں جو ہم بےفکری سے راحت و سکون کے ساتھ انجوائے کر سکتے ہیں' کل جب معاشی و گھریلو ذمہ داریاں ہمارے کاندھوں پر ہوں گی' یہ بےفکری و لاابالی پن سب بھول جائیں گے ایسے میں گزرے دنوں کی ان دلکش یادوں سے دل کو بہلا کر ریلیکس ہوا کریں گے۔''

''دلکش یادیں' یا بدصورت لغزشیں اپنی اپنی سوچ ہے۔''

''چھوڑو یار...... مجھے تمہاری فکر رہتی ہے تم نے اپنی زندگی میں اندھیروں کے سوا معمولی سا کوئی روزن بھی نہیں چھوڑا...... روشنی کے لیے اپنی زندگی کو مشکل تر بنا لیا ہے۔ بڑے بڑے لوگ باپ کی کمائی پر عیش کرتے ہیں اور ایک تم ہو جو باپ کی دولت پر ٹھوکر مار کر میدان عمل میں اتر آئے ہو۔''

''سب جانتے ہو میں کن کانٹوں بھری راہوں پر ننگے پاؤں چلتا ہوں' اب تو میری روح بھی لہولہان ہوتی جا رہی ہے۔'' اس کے لہجے میں درد ہی درد تھا۔

''یو ڈونٹ مائنڈ...... ہمارے کلچر میں مرد ایک سے زائد شادیاں کرتے ہیں پھر انکل کی دوسری شادی اتنا بڑا ایشو کیوں بن گئی کہ سب بکھر گیا۔''

''وہ عورتیں آہنی اعصاب کی مالک ہوتی ہوں گی' میری مما بہت پولائٹ اور سوفٹ ہارٹ ہیں پھر پاپا سے محبت بھی کچھ زیادہ ہی کرتی تھیں پاپا کی بے وفائی وہ برداشت نہیں کر سکیں اور......'' وہ گہرا سانس لے کر چپ ہو گیا۔ اس کی

آنکھوں میں نمکین جہاں ہلکورے لینے لگا تھا۔

''ان کی بے وفائی کا بدلہ مما نے خود سے لیا اور بالکل بدل گئیں۔'' دکھ دھواں بن کر ماحول میں پھیل گیا' دونوں کے درمیان گویا پھر کچھ کہنے کو نہ رہا تھا۔ دونوں گم صم ہو گئے تھے اور یہ کیفیت نامعلوم کب تک رہتی کہ زید کے موبائل پر آنے والی کال نے ماحول کی خاموشی کو توڑا۔

''بیٹا...... آفس میں ہی ہو یا گھر جا چکے ہو؟'' دوسری طرف منور صاحب تھے۔

''ابھی آفس میں ہی ہوں آپ کیوں پوچھ رہے ہیں خیریت ہے؟''

''بیٹا آپ کو معلوم ہوگا عمرانہ اور مائدہ آپ کی خالہ کی طرف گئی ہیں اور ہم تینوں بھی بوا کے ہمراہ صابرہ خالہ کے گھر عیادت کو آئے ہیں۔ صابرہ خالہ کی حالت سیریس ہے' ہمیں واپسی میں دیر ہو سکتی ہے۔ موسم کے تیور اچانک بگڑ گئے ہیں اور سودہ گھر پر تنہا ہے وہ بارش اور بجلی چمکنے سے بے حد ڈرتی ہے۔ تم گھر چلے جاؤ ہم بھی موقع دیکھ کر جلد آنے کی سعی کریں گے۔'' وہ عجلت میں کہہ کر اس کا جواب سنے بغیر لائن ڈسکنیکٹ کر چکے تھے زید کے چہرے پر ناگواری پھیلتی چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

ایک ہفتے میں اس کے زخموں کی بہتر امپرومنٹ ہو گئی تھی' سر کا زخم بھر چکا تھا۔ معمولی چوٹیں جو بھی آئی تھیں وہ ٹھیک ہو گئی تھیں صرف ہاتھ کی تکلیف باقی رہ گئی تھی لیکن ابھی ہسپتال سے ڈسچارج نہیں کیا گیا تھا۔ اس دوران نوفل بھی بابر کے ہمراہ دو تین بار آیا تھا کھڑے کھڑے ہی جہاں آرا کے اصرار کے باوجود وہ بیٹھا نہیں تھا اور اتفاق سے ہر بار اس نے انشراح کو سوتے ہی پایا تھا۔ ماما کو وہ ٹالتا رہا تھا جو یہاں آنے اور عیادت کے ساتھ ساتھ معذرت کرنے کی بھی خواہش مند تھیں۔ وہ جانتا تھا انشراح منہ پھٹ لڑکی ہے اور ایسے لوگ کبھی کسی کی عزت کی پروا کرنا جانتے نہیں اور وہ ماما کی طرف ایک نگاہ غلط کسی کا دیکھنا برداشت کرنے کا اہل نہ تھا۔

ڈاکٹر اس کو چند دنوں میں ڈسچارج کرنے والے تھے اس نے تہیہ کیا تھا وہ اس کے ڈسچارج ہونے تک اس کی عیادت کو آتا رہے گا۔ یہ اس کی خواہش نہیں مجبوری تھی کیونکہ انشراح کی نا نو کی ہسپتال کے اسٹاف سے کوئی نہ کوئی ڈیمانڈ رہتی تھی اور اس کو چیک دینے وہاں آنا پڑا تھا۔

آج بھی وہ پےمنٹ دینے کے بعد انشراح کے روم میں جانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ بابر کسی کام کی وجہ سے نہیں آیا تھا' وہ بھی جانے کا ارادہ ترک کر کے واپس جانے کے لیے نیچے آ گیا تھا۔ گیٹ کے دائیں طرف دوسری رو میں کھڑی سرخ رنگ کی کار دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا قریب جا کر نمبر پلیٹ نے اس کی کشادہ پیشانی پر شکنیں بکھیر دی تھیں پھر وہ واپس اوپر کی طرف چل پڑا تھا۔

''نوفل آ ؤ یار......'' لاریب بے تکلفی سے جہاں آرا سے بیٹھا گفتگو کر رہا تھا اس کو دیکھ کر بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا تھا اس کے انداز میں سراسیمگی تھی۔

''تم کب آئے اور کیوں آئے ہو؟'' اس کی آنکھوں سے ہی نہیں لہجے سے بھی چنگاریاں نکل رہی تھیں وہ جو اس کی غیر متوقع آمد پر پہلے ہی سٹپٹا گیا تھا مستزاد اس کے سلگتے لہجے نے بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔

''میں تم سے ہی پوچھ رہا ہوں۔'' جہاں آرا نے سرسری نگاہ ان پر ڈالی اور اٹھ کر انشراح کی طرف بڑھ گئیں جو کچھ غنودگی میں بڑبڑا رہی تھی۔

''میں...... میں ان کی طبیعت معلوم کرنے آیا تھا ابھی کچھ دیر قبل ہی......''

''میں نے تمہیں سختی سے منع کیا تھا کہ ادھر کا رخ بھول کر بھی نہ کرنا۔''

"وہ میں یہاں سے گزرا تو سوچا عیادت ہی کرتا جاؤں۔" وہ بولتے ہوئے اس سے نگاہیں چرا رہا تھا۔
"میں جا رہا ہوں چند لمحوں کے لیے ہی آیا تھا۔" وہ کہہ کر اس پھرتی سے وہاں سے نکلا تھا گویا بدروحیں پیچھے لگی ہوں۔
"ارے یہ لاریب کو کیا ہوا بنا سلام دعا کیے چلے گئے؟" جہاں آرا حیرانی سے گویا ہوئی اور ساتھ ہی اسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔
"لاریب کو کوئی ضروری کام یاد آ گیا تھا۔" وہ بیٹھنے سے معذرت کرتا بولا۔
"اچھا کچھ ضروری کام ہی ہوگا وگرنہ انہوں نے کبھی ایسی حرکت کی نہیں بہت ہی بااخلاق وخوش مزاج ہیں لاریب۔ روز آ کر ہمیں ڈھارس دیتے ہیں بیٹا...... ہم تنہا عورتوں کو ان کی آمد سے بڑا حوصلہ ملتا ہے۔" وہ نجانے کیا کیا کہہ رہی تھیں اور اس کے اندر عجیب سی کیفیت سرائیت کرتی جا رہی تھی۔ لاریب کی فطرت رسّی کی مانند تھی جلنے کے بعد بھی جس کے بل یوں ہی موجود رہتے ہیں، جل کر بھی نہیں جلتے۔
"جی ہاں اس کے مزاج کے لوگ معترف ہوتے ہیں آپ بتائیے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے آپ کو؟" وہ رسٹ واچ دیکھتا ہوا گویا ہوا۔
"کوئی ضرورت نہیں ہے ہمیں آپ کی ہیلپ کی۔" انشراح جو کچھ دیر قبل ہی جاگی تھی آنکھیں کھول کر اس کی طرف غصے سے دیکھتے ہوئے بولی۔ نوفل نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا تھا۔ خوب صورت چہرے پر زردیاں نمایاں تھی؛ براؤن بڑی بڑی آنکھوں میں شعلے لپک رہے تھے۔ گولڈن براؤن سلکی بالوں کا جنگل بکھرا ہوا تھا۔
"آپ غلطی کریں تو حادثہ، ہم غلطی کریں تو واجب القتل ٹھہرائے جاتے ہیں، یہ قانون تو جنگل میں بھی لاگو نہ ہوگا۔" وہ سخت مشتعل تھی۔
"حادثے غلطیوں سے ہی ہوا کرتے ہیں۔"
"اوہ...... اب آپ کو احساس ہوا حادثے غلطی سے ہوا کرتے ہیں۔" وہ اس کی بات قطع کر کے چیخی۔
"انشی بیٹی تمہاری طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے پھر تم نوفل بیٹے پر غصہ کیوں کر رہی ہو؟ ایکسیڈنٹ ان سے نہیں بلکہ ان کے کزن لاریب سے ہوا ہے۔ انہوں نے تمہاری جان بچائی ہے، ہسپتال لا کر۔" جہاں آرا پہلے ہی ان کی دولت و شخصیت سے مرعوب ہو چکی تھیں اس کو اس طرح برا بھلا کہتے دیکھ کر وہ مصالحانہ انداز میں کہنے لگیں۔
"نوفل بیٹا...... مائنڈ نہ کیجیے گا دراصل اس کے دماغ پر گہری چوٹ آئی ہے یہی وجہ ہے کہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگی ہے۔"
"نانو...... دماغ خراب نہیں ہوا ہے میرا پاگل نہیں ہوئی ہوں۔" نوفل نے اس کی طرف دیکھا...... وہ مضطرب تھی؛ تکلیف میں مبتلا۔
"کیوں آئے ہو آپ میرا تماشہ دیکھنے؟ مجھے اس حال میں پہنچا کر بھی آپ کو سکون نہیں ملا...... اب کیا جان سے مارنا چاہتے ہیں؟" اسے سامنے دیکھ کر اپنی بے بسی و بے کسی کی حالت نے اسے ہذیانی کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ غصے سے بے حال ہوتی ہوئی بیڈ سے اترنا ہی چاہ رہی تھی کہ نوفل نے سرعت سے آگے بڑھ کر اسے سہارا دے کر گرنے سے بچاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔
"میں اپنی صفائی میں ایک لفظ بھی کہنا اپنی توہین سمجھتا ہوں لیکن اتنا ضرور کہوں گا میں مقابلہ ہمیشہ برابری کی بنیاد پر کیا کرتا ہوں۔" وہ کہہ کر نانو کو سلام کرتا ہوا چلا گیا۔
انشراح بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی کیا کہہ گیا تھا وہ پھر ایک کمتری کا طعنہ پھر ایک کمزوری کا احساس دلاتا مسرور لہجہ۔

"میں کہتی ہوں سچ مچ ہی تمہارا دماغ خراب ہوگیا" کیوں منہ لگ رہی تھیں اس کے۔ جانتی بھی ہو لاکھوں روپے خرچ کررہا ہے وہ تم پر یہ شاہانہ کمرہ اور ٹھاٹ باٹ اسی کے مرہون منت ہیں۔" اس کے جاتے ہی نانو کا پارہ ہائی ڈگری کراس کرنے لگا۔ "دیگر اسٹاف کو چھوڑو ڈاکٹرز جو کسی کو ایک نظر ڈھنگ سے نہیں دیکھتے ہمارے پاؤں کی جوتی بنے ہوئے ہیں۔ ایک حکم پر سر کے بل چل کر آتے ہیں' ہمارے کھانے کی ہر چیز یہاں کے سب سے مہنگے ہوٹل سے آتی ہے۔"

"نانو...... میرا ایکسیڈنٹ آپ کے لیے لاٹری ثابت ہوا ہے وہ بھی لاکھوں کی۔"

"تمہاری باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں دل جلانے والی۔"

"آپ کو میری تکلیف کا احساس بالکل بھی نہیں ہے میں یہاں کئی دنوں سے پڑی ہوں معذور بن کر اور آپ کو یہاں ملکہ بن کر رہنا اچھا لگ رہا ہے۔"

"خود اپنی حرکتوں سے تم نے یہ معذوری پالی ہے' کیوں بنا بتائے گھر سے نکلی تھی' نہ گھر سے نکلتی اور نہ یہ انجام ہوتا تمہارا۔" وہ کٹھور پن سے بولیں۔

"آپ گھر پر موجود ہوتیں تو آپ کو بتا کر جاتی نہ۔"

"ایک ہفتے سے منہ بند کیے پڑی تھیں لاکھ پوچھنے پر بھی منہ نہ کھولا تھا اور اب کھولا ہے تو بتادو' کہاں جارہی تھیں؟"

"عاکفہ کے گھر اس کے مما پپا سے معافی مانگنے آپ جو اُن کی بے عزتی کر کے آئی تھیں۔ آپ کی اس حرکت نے مجھے پاگل کردیا تھا' بے سکون ہوگئی تھی میں۔"

❀......❀......❀

بارش اتنی شدت سے برسے گی اس کا اسے گمان بھی نہ تھا تایا جان کی کال کے بعد وہ چند لمحے بیٹھا سوچتا رہا تھا کہ کیا کرے؟ تایا کا اس کی ذات پر حد سے زیادہ اعتماد اسے کبھی کبھی ایک اذیت بھرے امتحان میں ڈال دیا کرتا تھا۔ اسی طرح جیسے ابھی وہ دل میں ہونے کے باوجود انہیں انکار نہ کرسکا۔ کچھ رشتے تاوان مانگتے ہیں اور وہ تاوان ادا کرنے میں ہی رشتوں کی بقا ہوتی ہے' وہ جنید کے ساتھ آفس سے نکلا تھا باہر چھاجوں چھاج مینہ برس رہا تھا۔

ڈنر کے بعد وہ اس کے ساتھ بیٹھا دوبار کافی پی چکا تھا' اس کی کوشش تھی اس کے جانے سے پہلے وہ لوگ گھر آجائیں لیکن ایسا نہیں ہوا تھا وقت گزرنے کے ساتھ موسم بھی بگڑتا جارہا تھا۔ تایا جان کی کال دوبارہ بھی آئی تھی اس کا واضح مقصد یہی تھا کہ ان کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی ہے پھر اس سے رابطہ نہ کرنے کا مطلب بھی یہی تھا۔ وہ اس حد تک اعتماد کرتے ہیں کہ وہ ان کی کال سن کر فوراً ہی گھر چلا گیا ہوگا اور یہی خیال کرتے ہی وہ نادم سا کھڑا ہوا۔ بہت تیز بارش تھی باہر ہر سمت دھواں دھواں پھیلا ہوا لگ رہا تھا' گرج و چمک شدت سے جاری تھی۔

❀......❀......❀

لگتا تھا بارش آج کے بعد پھر کبھی نہ برسے گی' بادلوں کی گرج سے ایسی کہ محسوس ہورہا تھا ہزاروں ہاتھی غصے سے چنگھاڑ رہے ہوں اور کڑکڑاتی بجلیوں تڑتڑاہٹوں سے اس کا دل پسلیوں سے باہر نکلنے کو بے تاب ہورہا تھا۔ ماموں' ممانی اور امی کو گھر سے گئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سارے دن سے ہلکے ہلکے ابر آلود بادلوں نے ایک دم ہی سیاہ چولا پہنا اور بارش ہونے لگی تھی۔ بارش اس کو بے حد پسند تھی لیکن اس گرج چمک سے اس کی ہمیشہ جان جاتی تھی اور وہ بارش کو بھول کر کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جاتی تھی۔ اب گھر میں وہ تنہا تھی' فون ڈیڈ پڑا تھا اور موسم کی جولانیاں کسی ظالم کے ظلم کی مانند بڑھتی جارہی تھیں' کچن کے کام سے فارغ ہو کر اس نے نماز عشاء ادا کی تھی۔ ان لوگوں کے جلدی سے گھر آنے اور گرج چمک کے ختم ہونے کی دعا کی تھی۔ آج بوا بھی ان کے ساتھ گئی تھیں ورنہ عموماً وہ اسے تنہا نہیں چھوڑتی تھیں' صابرہ خالہ سے

ان کی بھی بے حد دوستی تھی۔
وہ نوٹس بنانے بیٹھ گئی تھی لیکن دل تنہائی کے خوف سے بیٹھا جارہا تھا' اس کی نگاہیں بار بار دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ یہ لاؤنج کا واحد دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا باقی وہ سب بند کرکے پردے ڈال چکی تھی۔ وقت گزرتا رہا نہ موسم کے تیوروں میں کوئی نرمی آئی نہ گھر والے آئے اور رہی سہی کسر لائٹ کے جانے سے پوری ہوگئی تھی ہر سو گھپ اندھیرا پھیل گیا مارے خوف کے قلم اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا وہ اپنی جگہ پر سمٹ گئی۔ لاؤنج میں لگا بھوت و چڑیلیں ایک دم ہی حملہ آور ہوگئی ہوں اور اپنے گندے ناخنوں و سرخ منہ کھولے اس کی طرف بڑھ رہے ہوں' خوف سے وہ پسینے پسینے ہوگئی تھی۔
"ماموں...... ممانی...... ممی......" وہ چیختی ہوئی اٹھ کر ان کو آوازیں لگاتی ہوئی بھاگی تھی اور اندھیرے میں کسی چیز سے ٹکرا کر گری تھی پھر اس میں اٹھنے کی تاب ہی نہ رہی تھی۔

❁......❁......❁

بالی نے روشن کو اس کے ایکسیڈنٹ کی اطلاع دی تھی اور اس کا فوراً ہی فون آگیا تھا۔ وہ رو رہی تھی' بے حد پریشان و متفکر ہو رہی تھی' جہاں آرا نے مخصوص انداز میں تسلی دی تھی پھر انشراح نے بھی ہر ممکن اپنے لہجے سے کمزوری اور تکلیف ظاہر نہیں ہونے دی تھی مگر اس کو کسی پل چین نہیں آرہا تھا۔
"اماں...... اس کو آپ میرے پاس بھیج دیں' آپ کیئر نہیں کر پارہی۔ میں خود اس کی دیکھ بھال اچھی طرح کر سکتی ہوں۔" اماں کے کٹھور لہجے نے روشن کو جھنجلا کر کہنے پر مجبور کر دیا تھا۔
"ہمت ہے تو بلوالو لیکن اپنے میاں سے پہلے پوچھ لینا وہ ایک غیر محرم لڑکی کو کتنا عرصہ اپنے گھر میں برداشت کر سکتا ہے؟" ان کا لہجہ سو فیصد استہزائیہ و چبھتا ہوا تھا' دوسری طرف خاموشی رہی۔
"ہاں ہاں بولو...... سانپ کیوں سونگھ گیا تمہیں؟"
"اماں...... تم بھی آجاؤ نہ ساتھ' یہاں کوئی نہیں ہے ہمارا۔"
"نہیں بھئی...... مجھے غیروں کے دیس میں سکون نہیں ملتا میں مر کر اس مٹی میں دفن ہونا چاہتی ہوں۔ خیر ان باتوں کو چھوڑو اور میری بات سن ذرا دھیان سے سنو......" ان کا لہجہ پل بھر میں بدلا تھا۔ بالی اور انشراح کو باتوں میں مگن دیکھ کر وہ ٹہلتی ہوئی گیلری میں آ گئیں۔
"کوئی خاص بات ہے اماں؟"
"ہاں' خاص ہی ہے۔ جن لڑکوں کی گاڑی سے اُشی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے' وہ بڑے ہی دولت مند لوگ ہیں۔ وہ اپنی غلطی پر شرمندہ ہیں اور ازالے کے لیے پیسہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔"
"دولت گئی ان کی جہنم میں' آپ پولیس میں رپورٹ کرانے کے بجائے ان کی دولت سے مرعوب ہو رہی ہیں' حیرت ہے اماں۔" اس کے انداز میں گہرا رنج و تاسف نمایاں تھا۔
"لو چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں' بڑے میاں بھی سبحان اللہ......" وہ مشتعل ہوئیں۔
"دولت کی آپ کو بھی کمی نہیں ہے پھر آپ کیوں دوسروں کی دولت کے گن گا رہی ہیں؟ میں کہتی ہوں ابھی وقت نہیں گزرا آپ ان کا پیسہ ان کے منہ پر مار کر ان کو ان کے کیے کی سزا دلوائیں۔"
"ارے بس بیٹھی رہو۔ آئی بڑی مجھے مشورہ دینے والی' وہ لوگ کوئی ایسے ویسے نہیں ہیں۔ چہرے سے ہی کسی بڑے اونچے خاندان کے فرد لگ رہے ہیں بلکہ ان میں سے ایک تو بڑا ہی مغرور و بد دماغ لگتا ہے مجال ہے کبھی ایک بار ہی سیدھے منہ بات کی ہو۔ اصل میں پیسہ سارا اس کے ہاتھ میں ہی ہے وہ ہی سارے بل وغیرہ بھرتا ہے دوسرا تو باتیں

بنانے میں ماہر ہے۔"

"تم کیا چاہتی ہو اماں؟" وہ اکتا کر گویا ہوئیں۔

"انشی کو سمجھاؤ تم، وہ تمہاری بات مانتی ہے۔ آج بھی وہ اس لڑکے سے لڑی ہے جس کے ہاتھ میں پیسہ ہے نوفل نام ہے اس کا۔"

"انشی نے بالکل ٹھیک کیا...... ایسے لوگوں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کرنا چاہیے جو سڑک کو اپنی جاگیر سمجھ کر گاڑیاں دوڑاتے ہیں۔"

"دھت تیرے کی...... تم اس کو کیا سمجھاؤ گی پہلے اپنے اندر سمجھداری پیدا کرو۔ بالوں میں چاندی اتر آئی ہے مگر عقل بچکانہ ہی ہے۔" ان کا انداز ایسا تھا کہ روشن ان کے سامنے ہوتی تو گدی سے پکڑ کر دو تھپڑ لگا تیں اب دانت پیس کر رہ گئی تھیں۔

"اچھا اب انشی کے الٹے سیدھے کان بھرنے کی ضرورت نہیں ہے ایک وہ پہلے ہی کیا کم بگڑی ہوئی ہے۔"

"اماں...... آپ کو بھی کسی کی دولت سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ان سے آپ کوئی بل پے کروائیں گی میں کل ہی آپ کے اکاؤنٹ میں خطیر رقم ٹرانسفر کروادوں گی۔" روشن کے لہجے میں خودداری وانا موجود تھی۔

"ارے بس...... اپنا پیسہ اپنے پاس رکھو آئی بڑی پیسے والی۔" بات نہ بنتے دیکھ کر ان کو غصہ عود کر آیا تھا۔

"ان سے پیسہ لینا ہمارا حق ہے انہوں نے میری بچی کو زخمی کیا ہے۔"

❁......❁......❁

گہری تاریکی نے اس کا گھر میں استقبال کیا تھا اس گرجتے برستے ماحول میں گھر اندھیرے میں ڈوبا کسی بھوت بنگلے کا منظر پیش کررہا تھا۔ وہ کار پورچ میں کھڑی کرکے بارش سے بچتا بچاتا اندر داخل ہوا تھا وہ اسے کہیں دکھائی نہ دی۔ کہاں چلی گئی؟ کچن، گیلری، روم غرض ہر جگہ وہ اسے دیکھ آیا تھا۔ اس کے فون سیل میں بیٹری بھی لو ہوگئی تھی اس کے قدم لاؤنج کی طرف اٹھنے لگے تھے اور وہاں قدم رکھتے ہی بجلی بہت زور سے چمکی تھی اس کی روشنی سے پورا لاؤنج روشن ہوکر رہ گیا اور اس روشنی نے ایسا منظر پیش کیا تھا کہ وہ لمحے بھر کو حیرانی سے ساکت ہوکر رہ گیا تھا۔ وہ دیوار سے لگی گھٹنوں میں منہ چھپائے بیٹھی تھی دونوں ہاتھ سختی سے کانوں پر رکھے ہوئے تھے۔ اس کا وجود برگ نازک کی مانند کانپ رہا تھا شاید وہ رو رہی تھی۔ پوری شدت کے ساتھ ہچکیوں سے پورا وجود لرز رہا تھا۔

"سودہ گھر پر تنہا ہے موسم ایک دم ہی بگڑ گیا ہے وہ بجلی کڑکنے سے بے حد ڈرتی ہے۔ تم فوراً گھر چلے جاؤ۔" تایا کے الفاظ اس کی سماعتوں میں گونجنے لگے تھے۔ وہ ان کو انکار نہ کرسکا تھا مگر دل میں چھپی نفرت ولاتعلقی کے باعث فوراً گھر آنے کے بجائے خوب وقت گزار کر آیا تھا اور یہاں اس کی حالت دیکھ کر اس کے اندر کا انسان دل کھول کر شرمندہ ہوا تھا جب ضمیر زندہ ہو تو غلطیوں کا محاسبہ کرنے پر وقت ضائع نہیں کرتا وہ ششدر کھڑا تھا۔

کوئی اس شدت سے اس موسم سے خوف زدہ ہوسکتا ہے یہ اس کے وہم وگمان میں نہ تھا مائدہ بھی اس کی ہم عمر تھی لیکن وہ کبھی بھی ایسے موسم میں ڈری نہ تھی۔ تایا کی جلد گھر پہنچنے کی تاکید وفکر مندی سب کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کے لیے ڈرامہ بازی لگ رہی تھی سودہ کی مگر اب اسے اس حال میں دیکھ کر وہ اپنی سوچ پر شرمندہ تھا۔ بجلی کی چمک ختم ہوئی تو پھر ہر سو اندھیرا تھا اور باہر سے آتی طوفانی بارش کی خوف ناک آوازیں تھیں۔

"سو...... وہ......" نا معلوم کتنے عرصے بعد یہ نام اس کے ہونٹوں پر آیا تھا۔ ایک تو اس نے پکارا دھیمے سے تھا دوسرا بارش کا بے ہنگم شور اور وہ کانوں پر سختی سے ہاتھ رکھے منہ گھٹنوں میں چھپائے بیٹھی تھی۔

"سودہ......" وہ اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہوا بولا لیکن جواب ندارد وہ کسی مجسمے کی مانند اسی انداز میں بیٹھی رہی۔

"سودہ......واٹس اپ؟" اس نے اس کے سر پر دھیرے سے ہاتھ رکھا۔ اس نے میکانکی انداز میں سر اٹھایا تھا وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا......اس طرح کیوں بیٹھی ہو یہاں پر؟" بے حد نرم لہجہ تھا اس کی غزال آنکھوں میں عجیب خوف تھا۔ چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا' زید نے موبائل کی ٹارچ آن کی' بھیگا چہرہ جس پر آنسوؤں کی رم جھم ابھی بھی رواں تھی۔ سرخ ناک' بھیگی پلکوں والی بھیگی آنکھیں خوف و دہشت سے سہمی ہوئی تھیں۔ پہلی بار اس کو بے حد قریب سے دیکھا تھا اور وہ بہت اجنبی لگی تھی ایسے ہی گویا صحرا میں کوئی پُراسرار سا سنہری جھرنا گر رہا ہو۔ دل بہت ناآشنا احساسات سے دوچار ہوا تھا۔

سودہ اس کے احساسات سے بے خبر بے ساختہ چہرہ ہاتھ میں چھپا کر رونے لگی تھی' گزرے چند گھنٹے اس کی ساری زندگی پر بھاری تھے۔

"حد ہوتی ہے نالائقی کی بھی بارش سے بھی کوئی ڈرا جاتا ہے۔" وہ کھڑا ہوتا ہوا نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ہری اپ' کینڈلز جلاؤ' کھانا نہیں لگانا میں کھا کر آیا ہوں۔" وہ جاتے جاتے گویا ہوا۔

"کافی لاتی ہوں آپ کے لیے۔" جس کی موجودگی اسے ہمیشہ خائف رکھتی تھی۔ اب وہ ہی ڈھارس کا باعث تھا پھر اس کا رویہ بھی بہتر تھا۔

"نہیں' وہ بھی پی کر آیا ہوں' کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا' سودہ نے جلدی جلدی سائیڈ کارنر سے کینڈل اسٹینڈ اٹھایا تھا جس میں موم بتیاں پہلے سے لگی ہوئی تھیں۔ قریب ہی لائٹر بھی موجود تھا یہ سب بوا کی سلیقہ مندی تھی۔ موسم کے خیال سے وہ انتظام کر کے گئی تھیں کیونکہ یہاں لائٹ ایسے موسم میں ہی فیل ہوتی تھی عام دنوں میں لوڈشیڈنگ کا تصور بھی نہ تھا۔ اس وجہ سے یہاں یو پی ایس اور جنریٹر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

"پھوپو اور تائی جا رہی تھیں تو بوا کو جانے کی کیا ضرورت تھی؟ ان کو تو یہاں رکنا چاہیے تھا' بعض دفعہ بہت ہی چیپ فیصلے ہوتے ہیں گھر میں۔" کچھ دیر بعد وہ کمبل' تکیہ اور کوئی ناول اٹھائے وہاں آ کر گویا ہوا۔

وہ خاموش رہی' کیا جواب دیتی' تھوڑی دیر قبل جو لہجے میں نرمی تھی وہ غائب ہو چکی تھی لہجے میں غصہ و جھنجلاہٹ نمایاں تھا۔

"مسلسل بارش ہو رہی ہے وہ لوگ اب صبح ہی آئیں گے رات زیادہ ہو گئی ہے تم اپنے روم میں جاؤ میں لاؤنج میں ہوں۔" وہ درمیانی صوفے پر تکیہ سیٹ کر کے بیٹھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سودہ کی جان پر بن آئی تھی تنہا کمرے میں جانے کا تصور بھی ہولناک تھا۔

"کیا ہوا جاتی کیوں نہیں؟" کینڈل کی روشنی کمرے کے اندھیرے کے مقابل کمزور ثابت ہو رہی تھی دھیمی سی روشنی میں نیم اندھیرا کسی ماورائی دنیا کا منظر پیش کر رہا تھا اور اس ملگجے اندھیرے میں کھڑی وہ کوئی بھٹکی روح لگ رہی تھی' زید نے نگاہیں چرا کر خشک لہجے میں کہا۔

"وہ......مجھے......ڈر......"

"شٹ اپ......دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا' یہ ڈر کیا ہوتا ہے؟" اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے؟ زید کی موجودگی اسے تحفظ کا احساس دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ یہاں رات بھر رہنا تو گوارا تھا۔

"میں یہاں ہوں' اپنے روم میں نہیں جا رہا۔ تم اب گھر میں تنہا نہیں ہو' اپنے روم میں چلی جاؤ۔ ڈر' خوف یہ صرف ہمارے اندر ہوتے ہیں' حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں۔" اس نے نرم لہجے میں سمجھایا...... وہ وہاں سے چلی آئی تھی پھر نامعلوم اس کے سمجھانے کا اثر ہوا تھا یا کئی گھنٹے خوف و دہشت سے نڈھال اعصاب آرام پاتے ہی ارد گرد سے بے خبر ہو گئے تھے۔

❁......❁......❁

رات برسنے والی طوفانی بارش نے جہاں پیڑ و پودوں کو دھو کر نکھار دیا تھا' وہیں کئی کمزور و پرانے درختوں اور پودوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ نوفل کلاس کے بعد باہر لان کی بینچ پر بیٹھ گیا تھا۔ کل سے اس کی طبیعت میں اضطراب و بے چینی حد درجہ پھیل گئی تھی۔ وجہ انشراح کی سرد و ترش باتیں نہیں تھیں کہ وہ اس کے مزاج سے واقف تھا اور جانتا تھا وہ جب بھی اس کے روبرو ہوگی اسی بدتمیزی و بدلحاظی سے پیش آئے گی اسی سبب وہ ماما کی خواہش کے باوجود ان کو نہیں لایا تھا' وہ اس کی کسی بات کو معمولی سی بھی اہمیت دینے کا قائل نہیں تھا۔ اس کے اضطراب و سوچوں کا محور لاریب کی ذات تھی وہ اس کی آزاد خیالی اور رنگین مزاجی سے بخوبی واقف تھا' لڑکیاں اس کی کمزوری تھیں۔

اس معاملے میں وہ کسی سے بھی کمپرومائز کرنے کو تیار نہ تھا' پہلے دن ہسپتال میں اس نے اسے سختی سے وہاں کا دوبارہ رخ کرنے کو منع کر دیا تھا اور خود مطمئن ہو گیا تھا کہ جانتا تھا وہ اس کی بات کبھی بھی رد نہیں کرتا تھا۔ گھر کے تمام افراد میں وہ اس کے زیادہ قریب تھا' وہ ہر بات اس سے شیئر کرتا تھا لیکن کل اس کو وہاں دیکھ کر اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اس کی وعدہ خلافی کی وجہ بیڈ پر سوتی انشراح تھی کیونکہ اس سے مختصر سی گفتگو کے دوران گاہے بگاہے بے ساختہ اس کی نگاہیں انشراح کے چہرے پر ٹھہر ٹھہر جا رہی تھیں۔ وہ شکاری تھا اور اس کی آنکھوں میں وہ ہی چمک تھی جو کئی معصوم لڑکیوں کی زندگی ویران کر چکی تھی وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ کس طرح انشراح کی حفاظت کی جائے؟ وہ لاکھ ناپسند سہی مگر اس کی حمیت اجازت نہیں دیتی تھی کہ کوئی لڑکی اس کے سامنے برباد ہو جائے۔ لاریب کی غلط بیانی اور وعدہ خلافی اس امر کی گواہ تھی کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔ وہ اس کھیل کا ماہر کھلاڑی بن چکا تھا' بابر جو کیفے سے کافی لینے گیا تھا۔ وہ دور سے دیکھتا آ رہا تھا نوفل کسی گہری سوچ میں گم ہے قریب آ کر گویا ہوا۔

"کیا پرابلم ہے؟ دور سے دیکھتا آ رہا ہوں کسی گہری سوچ میں اس طرح گم ہو کہ ارد گرد کا ہوش ہی نہیں۔" وہ کافی کا مگ دیتا ہوا بولا۔

"کچھ خاص نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے بھاپ اڑاتی کافی کا سپ لیا۔

"اُف...... اتنی گرم کافی پی رہے ہو؟" وہ متعجب ہوا۔

"میرے اندر بھڑکتی آگ سے زیادہ گرم کچھ بھی نہیں ہے۔" اس نے سوچا۔

"انشراح کی باتوں سے ڈسٹرب ہوئے ہو شاید تم۔"

"مائی فٹ! ایسے لوگوں کی اور ان کی باتوں کی کوئی امپورٹنس نہیں ہوتی۔" وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوا۔

"پھر کوئی تو بات ہے۔ جس سے تم ڈسٹرب ہوئے ہو' کوئی ایسی بات ہے کیا' جو مجھ سے بھی شیئر نہیں کی جا سکتی؟" وہ اس کے وجیہہ چہرے کی طرف دیکھتا ہوا سنجیدگی سے استفسار کرنے لگا۔

"ہاں' ہوتی ہیں کچھ باتیں ایسی جو آدمی کو اپنی پرچھائیں سے بھی چھپانی پڑتی ہیں بلاشبہ تم میرے بہت بہترین و قابل فخر دوست ہو لیکن میں تمہیں لاریب کے بارے میں نہیں بتا سکتا۔ یہاں میرے خاندان اور اس کی عزت کا سوال ہے' اس کی کہانیاں ہم ایک دوسرے سے چھپاتے ہیں۔ میں تمہیں کیسے بتا سکتا ہوں' عزت ایک بار نیلام ہو جائے تو پھر

انمول موتی

☆ زندگی میں انسان کامیابیوں سے نہیں ناکامیوں سے سیکھتا ہے۔

☆ ہر انسان کو چاہیے کہ ناکامیوں سے گھبرانے کے بجائے ان کا مقابلہ کرے۔ انسان تو وہ عظیم ہے جو ناکامیوں کو بھی کامیابیوں میں بدل دیتا ہے۔

☆ ہر مسکراتا ہوا انسان بھی اندر سے خوش نہیں ہوتا بلکہ اس کی مسکراہٹ کے پیچھے طوفان چھپے ہوئے ہوتے ہیں درد کے طوفان جو انسان کی تنہائی کے ساتھی ہوتے ہیں۔

☆ وقت کی قدر کرو اسے ضائع مت کرو۔

☆ محبت پھول بن کر برسے تو دعا ہوتی ہے اور اگر یہی پھول آگ بن جائیں تو محبت انسان کو جلا کر رکھ دیتی ہے اتنا کہ وہ انسان نظر ہی نہیں آتا۔

☆ برسات کے موسم میں ہر کوئی خوش نظر آتا ہے لیکن کسی کو بھی دوسرے کی آنکھ سے گرے موتی نظر نہیں آتے۔

☆ خدا کو یاد کرو کیونکہ وہ سات آسمان پار ہوتے ہوئے بھی تمہارے دل میں بستا ہے۔

نامعلوم......نامعلوم

کسی قیمت پر دوبارہ خریدی نہیں جاسکتی ہے۔ زندگی' موت' عزت ایک بار ہی ملتی ہے۔"

"نوفل...... تم ٹھیک تو ہونا؟" اس کی طویل خاموشی پر وہ گڑبڑا کر بولا۔

"ہوں...... ہاں ایم رائٹ۔" اس نے مگ ہونٹوں سے لگالیا۔

"بہت عجیب ہو یار...... پریشان بھی ہو اور گریز بھی کررہے ہو۔"

"پریشانیاں بانٹنے سے بڑھتی ہیں میں یہ بانٹنے کا قائل نہیں ہوں۔"

"میں نے سنا تھا دکھ بانٹنے سے کم ہوتے ہیں اور خوشیاں بٹنے سے بڑھتی ہیں۔"

"پریکٹیکل لائف میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا...... غم والوں کے غم' غم ہی رہتے ہیں اور خوشیوں والوں کی خوشیاں ان کی اپنی ہوتی ہیں۔" ان کی بحث کا دورانیہ عاکفہ کے وہاں آنے سے کم ہوگیا تھا۔

"نوفل بھائی...... آپ سے ایک بات کرنی ہے کیا آپ فری ہیں؟" عاکفہ نے وہاں آکر آہستگی سے دریافت کیا۔

"ارے...... ابھی تک آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی؟"

"جی...... کون سی بات؟"

"نوفل صاحب کسی لڑکی سے فری نہیں ہوتے ہیں کبھی بھی۔"

"لیکن...... میں صرف لڑکی ہی نہیں ان کی بہن بھی ہوں اور بہنیں ہمیشہ بھائیوں سے فری ہوا کرتی ہیں یہ میرا حق ہے کیوں نوفل بھائی؟" عاکفہ کے لہجے میں سادگی کے ساتھ بے حد اعتماد و بھروسہ تھا۔

"شیور...... کیا بات کرنا چاہتی ہیں آپ؟" اسے عاکفہ کا انداز بھایا تھا۔

"انشراح ہسپتال سے ڈسچارج ہونا چاہتی ہے وہ تنگ آگئی ہے وہاں۔"

"ان کی نانو کا لانگ ٹائم اسٹے کرنے کا ارادہ ہے ڈاکٹرز ان کو ڈسچارج کرنے پر ایگری ہیں لیکن وہ وہاں سے جانا نہیں چاہتیں۔"

"یار...... ان کی نانی' نانی نہیں لگتیں' بہت عجیب خاتون ہیں وہ۔"

''پھراب کیا کریں؟'' عاکفہ نے دونوں کی طرف دیکھا۔
''آپ اپنی دوست کو کہیں وہ اپنی نانو کو کہیں اگر وہ ایگری ہوں گی تو کل ہی ڈاکٹر ڈسچارج کردیں گے۔'' نوفل نے جواب میں کہا۔

❀......❀......❀

ساری رات بارش برستی رہی تھی' نیند روٹھ گئی تھی ناول میں بھی دل نہیں لگا۔ ایک بے نام بے چینی تھی جو اس کے پور پور میں اترتی چلی جارہی تھی۔
''یہ کیا ہوا ہے مجھے؟ یہ سب کیوں کررہا ہوں' اپنا روم چھوڑ کر یہاں پر کیوں پڑا بے آرام ہورہا ہوں؟ اس لڑکی کے لیے جس کی میری نگاہوں میں ذرا بھر وقعت نہیں...... میرے اپنے لوگوں میں جس کا نام ہی نہیں۔'' اس نے بڑبڑاتے ہوئے کروٹ بدلی تھی۔
''تایا جان کے حکم پر...... لیکن ان کا حکم یہی تھا میں گھر آجاؤں' انہوں نے یہ نہیں کہا تھا میں یہاں بیٹھ کر اس کا خیال رکھوں اسے ڈر سے بچاؤں' اس کو ڈر سے بچانے کے لیے یہاں بیٹھ کر اپنا آرام برباد کروں۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا دونوں ہاتھوں سے سر تھامے سوچ رہا تھا۔ صبح تک وہ اس لڑکی کی پرچھائیں سے بھی گریزاں تھا۔ اب اس کی خاطر بنجارہ بنا بیٹھا تھا پھر نا معلوم کس پہر نیند نے اس کو اپنی آغوش میں بھر لیا تھا۔
عمرانہ جو رات تک واپسی کا کہہ کر گئی تھیں وہ صبح اچانک ہی آگئی تھیں اور لاؤنج میں صوفے پر بے خبر سوتے ہوئے زید کو دیکھ کر وہ پریشان ہوگئیں۔
پورے گھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا وگرنہ اس وقت ناشتے کی گہما گہمی پھیلی ہوتی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چھوئی تو وہ چونک کر بیدار ہوگیا تھا۔
''آپ یہاں کیوں سو رہے ہیں؟ کیا ہوا میری جان' ایسا کیا ہوا ہے آپ تو کبھی بھی اپنے روم کے علاوہ کہیں نہیں سوتے......''
''آپ بیٹھیں تو سہی مما۔'' ان کی خلاف توقع آمد نے اسے ٹینس کردیا تھا۔
''آپ کے یہاں سونے کی وجہ کیا ہے...... گھر کے سب لوگ کہاں ہیں؟''
''مما...... گھر میں کوئی بھی نہیں ہے صرف بھائی کے علاوہ سودہ ہے وہ بھی بخار میں بے ہوش ہے۔'' مائدہ نے آکر پریشان لہجے میں بتایا۔
''کیا...... ساری رات وہ لڑکی اور زید گھر میں تنہا رہے ہیں؟''

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

اک عہد زیاں خواب سدا ہوگیا مجھ میں
اک اور برس آ کے فنا ہوگیا مجھ میں
اب تیرا کوئی بھی رنگ مجھ پر نہیں کھلتا
اے شہر خرابات یہ کیا ہوگیا مجھ میں

بعض جذبے بے نام ہوتے ہیں، جنہیں کوئی نام دینا مشکل ہوتا ہے، انہیں ہم عقل کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھ نہیں سکتے، مگر وہ سینے میں موجود دل کی دھڑکن کی طرح اپنے ہونے کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ مایا منظور بھی پچھلے چند مہینوں سے سمجھ میں نہ آنے والے جذبوں کے ہاتھوں بیزار ہوگئی تھی، یوں ہوا کہ اس کا خود سے نگاہیں ملانا مشکل ہونے لگا تھا۔ شہیر عباسی کو دل سے نکالنے کی ہر کوشش ناکام ثابت ہورہی تھی۔ کبھی کبھی وہ ایسی یک طرفہ محبت پر خود کو جی بھر لعن طعن کرتی تو کبھی خود ترسی کے نشانے پر آجاتی مگر چاہ کر بھی ایسی سچائی کو جھٹلانا ناممکن ہوتا جارہا تھا۔ جب کچھ اور نہ بن پڑتا تو تھک ہار کر اعتراف شکست کرلیتی۔ ابھی کچھ دیر قبل بھی ایسے ہی خود سے لڑتے، تکیے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کچھ دیر بعد جب بھڑاس نکل گئی تو اٹھ بیٹھی، کھڑکی سے باہر جھانکا، شام ہر سو اپنے پَر پھیلا چکی تھی۔ سورج کی روشنی کچھ ملگجی سی محسوس ہوئی۔ اسے خیال آیا کہ اس وقت تو سب کو چائے کی طلب ہوتی ہے۔

مایا نے خوشبودار الائچی والی گرما گرم چائے نفیس کپ میں انڈیلی اور شیشے کی چھوٹی سی ٹرے تھام کر کچن سے اس کے کمرے کی طرف چل دی۔ اسے جب سے خبر ہوئی تھی کہ شہیر دن میں کئی بار چائے پینے کا عادی ہے تو سارہ بن کر اس کی یہ خواہش پوری کردیتی تھی۔

مایا نے کوریڈور سے گزرتے ہوئے دیوار گیر آئینے میں اپنا عکس دیکھا، نیوی بلیو کرتے اور وائٹ شلوار میں سارہ کی گوری رنگت مزید نکھری نکھری لگ رہی تھی، وہ کافی اعتماد سے سفید دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ سامنے ہی شہیر کرسی پر براجمان اپنے کام میں محو دکھائی دیا، اس کے ہونٹوں میں پین پھنسا دیکھ کر وہ ہنس دی اور پھر حیران رہ گئی، شہیر نے بھی نیوی بلیو کرتے پر سفید شلوار زیب تن کی ہوئی تھی، وہ ان کپڑوں میں بہت ہینڈسم دکھائی دے رہا تھا، اس حسین اتفاق پر سارہ کے لب بے اختیار مسکرا اٹھے مگر برا ہو اس لیپ ٹاپ کا جس پر نگاہیں جمائے شہیر کام میں یوں غرق رہا تھا کہ بس ایک بار جو نگاہ اٹھائی تو دوسری بار اس کی طرف بھولے سے بھی نہ دیکھا۔

"میری کوئی بات بھی اس کے لیے ذرا سی اہمیت کی حامل نہیں۔" مایا کا دل ٹوٹ سا گیا۔ اپنی شرارتی سی لٹ کو کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے اس نے سوچا۔

شہیر کی انگلیاں کھٹ کھٹ کی بورڈ پر چل رہی تھیں، ماتھے پر بکھرے سیاہ گھنے بال اس کی خوبروئی کو بڑھا رہے تھے۔ مایا نے خاموشی سے تھوڑی دیر کھڑے رہ کر اس کا جائزہ لیا، دل چاہا کہ ایک بار وہ بھی اس خوب صورت اتفاق پر غور فرمالے..... مگر وہاں بے نیازی سی بے نیازی، اس نے بے چینی سے پہلو بدلا، کوئی فائدہ نہیں ہوا، آخر اس کی کھنکھار پر شہیر نے انگلی سے ٹیبل پر چائے رکھنے کا اشارہ کیا اور واپس اپنے کام میں جت گیا، گویا کہ بڑی عزت سے وہاں سے جانے کا عندیہ دے دیا۔ مایا بری طرح سے جل بھن گئی اور ہونٹ چباتے ہوئے زور سے کمرے کا دروازہ بند کرتی ہوئی باہر نکل گئی، دروازے کے ٹھک سے بند ہونے پر شہیر نے حیرانی سے اسے باہر جاتے دیکھا اور سر کھجایا۔ پھر کاندھے اچکا کر ایک بار پھر کام میں منہمک ہوگیا۔

شہیر کی بے نیازی، مایا کے دل کی بے چینی کا سبب بن گئی۔ اندر سے اٹھنے والی خلش کو تھپکتے تھپکتے، جانے کب وہ خود سے بے خبر ہوگئی تھی۔

......☆☆☆......

"ہائے مائرہ..... یہ تمہارا کزن تو بہت ہی ہینڈسم ہے۔" انا نے سامنے سے آتے شہیر کو دیکھ کر سراہا۔

"اوں۔" مائرہ نے لاپروائی سے کاندھے اچکائے۔

"اتنا روکھا سا اوں کیوں بھئی؟" انا نے آنکھیں مٹکا کر پوچھا۔

"کچھ اتنے خاص بھی نہیں ہیں۔" وہ منہ بنا کر شہیر کو نگاہوں کی زد پر رکھتے ہوئے بولی، جو اب اندر کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔

"اے لڑکی تو کہیں اس کی محبت میں تو گرفتار نہیں ہوگئی۔" انا نے مائرہ کو کھویا کھویا سا دیکھا تو معنی خیز انداز میں چٹکی کاٹی۔

"ہائیں..... پرے ہٹو بدتمیز کہیں کی جو منہ میں آتا ہے بک دیتی ہو۔" مائرہ نے برا مانتے ہوئے دھپ جمائی۔

"تم جو اس قدر محویت سے صاحب کو جاتا دیکھ رہی تھی تو مجھے لگا کہ دل ول تو نہیں لگا لیا۔" وہ ہنوز اپنے موقف پر جمی رہی۔

"اچھا مگر مجھے تو کچھ اور شک ہو رہا ہے۔" مائرہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے مخروطی انگلیاں لہرائیں۔

"وہ..... کیا؟" انا نے حیرت زدہ ہو کر دوست سے پوچھا۔

"کہیں تمہیں تو میرے کزن سے پہلی نگاہ کا عشق نہیں ہوگیا، جب ہی تو مسلسل ان کا ذکر چھیڑ رکھا ہے۔" اس کی رگ شرارت پھڑکی تو اسے ہی الجھا ڈالا۔

"کیا تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے.....!" انا نے پہلے تو بات سمجھنے کی کوشش کی پھر حلق کے بل چیخ پڑی۔ مایا جو کسی کام سے اس طرف آئی تھی ان دونوں کی جانب متوجہ ہوگئی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ آج کے بعد سے شہیر عباسی کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں بولوں گی۔" وہ بڑی بے چارگی سے بولی۔

"یہ کیا بات چل رہی ہے؟" مایا کے کان کھڑے ہوگئے۔

"تمہارے حق میں یہ ہی بہتر ہوگا آئی سمجھ۔" مائرہ کچھ دیر تک اسے گھورنے کے بعد بولی تو ان دونوں کے قہقہے بلند ہوگئے مگر مایا کی الجھن مزید بڑھ گئی۔

......☆☆☆......

"اللہ جی۔" گرمی کی شدت اور پیاس سے، وجود میں پیدا ہونے والی گھٹن سے اس کی نیند کھل گئی۔

"میں یہاں کیسے آئی؟" آنکھ کھلنے کے کئی سیکنڈ تک وہ ذہن پر زور دینے کی کوشش کرتی رہی مگر پسینے میں شرابور حواسوں نے جیسے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔

"پنکھا بھی آف ہے۔" اس نے ہتھیلی کی پشت سے

جمائی روکتے ہوئے سوچا۔
”کمرے میں اتنا حبس کیوں ہو رہا ہے۔“ اس نے پلنگ سے نیچے قدم رکھا، اچانک پہلو سے براؤن کور والی ڈائری زوردار آواز سے زمین پر گری۔
”اوہ...... یہ گر گئی۔“ مایا نے لپک کر ڈائری اٹھائی تو ایک ورق کھل گیا، جس پر اس نے سیاہ روشنائی سے ”شہیر عباسی“ لکھ لکھ کر بھر دیا تھا۔
”شکر ہے کہ میری بے وقوفی کسی کی نگاہ سے نہیں گزری۔“ مایا نے ڈائری بند کی اور تکیے کے نیچے چھپادی۔
مایا یونیورسٹی میں ہونے والے مشاعرے کے لیے اپنے تازہ کلام کو نئی ترتیب سے آراستہ کرنے میں مگن تھی، لاؤنج میں بیٹھی تو شور شرابے سے بیزار ہوگئی۔ اس کی اماں نے ہفتہ صفائی منانے کے چکر میں ملازموں کا جینا حرام کیا ہوا تھا۔ وہ تنہائی ڈھونڈتی ہوئی، عقبی جانب واقع اپنے کمرے میں چلی آئی تاکہ سکون سے بیٹھ کر کام مکمل کرسکے...... ابھی وہ پہلے غزل کے مصرعوں میں الجھی ہوئی تھی کہ دلان کی جانب کھلنے والے دریچے سے، اس کے کانوں میں ہنسی کی آواز اور مسرت بھرے قہقہے پہنچیں۔
اس نے کھڑکی کا پٹ کھول کر باہر جھانکا، رات کی رانی کی باڑ کے پاس مینا اور شہیر ہنستے کھلکھلاتے باتوں میں مگن تھے۔ اس کی نگاہیں جیسے مینا کے کھلے کھلے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔ اپنی بے بسی پر ملال ہوا، خود ترسی حد سے بڑھی تو آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے بہہ کر گالوں پر پھسلتے چلے گئے۔ خود پر غصہ بھی آیا، پلٹ کر واپس گئی اور تخت پر دراز ہوگئی، تکیے میں یوں منہ چھپایا جیسے اب کبھی دنیا کا سامنا نہیں کرپائے گی، اسے دکھ نے آگھیرا وہ آنے والے وقت کی چاپ سے بچنے کا طریقہ کار ڈھونڈنے لگی، جب مائرہ اور شہیر نے ایک ہوجانا تھا۔

......☆☆☆......

آگ برساتے سورج نے سرمئی بادلوں کے اوٹ میں جیسے ہی پناہ لی موسم کو انگڑائی لینے کی سوجھی، تھوڑی دیر میں ہی ہر سو جل تھل ہوگیا، برسات کے رک جانے کے

بعد خوشگوار ہوا چلنے لگی، مٹی اور سبز گھاس کی ریلی بو اور گلاب کی خوشبو سے ماحول قدرے رومان پرور ہوگیا۔ مایا نے اپنی ماں ثریا منظور کی مدد سے گرما گرم کچوریاں اور حلوہ پکایا۔ اس کے بعد لوازمات اٹھائے لان میں چلی آئی، جہاں ماموں نسیم بخاری آرام دہ کرسی پر بیٹھے موسم کا لطف اٹھا رہے تھے۔

"جیتی رہو بیٹی...... اس موسم میں تو ایسے ہی پکوان اچھے لگتے ہیں۔" مزیدار کچوریاں، چٹنی اور حلوہ دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا فوراً سراہا۔

"شکریہ ماموں جان...... لیجئے ناں۔" مایا نے پلیٹ بڑھائی جسے انہوں نے تھام لیا۔

خستہ کچوری کھاتے ہوئے وہ مایا کے ساتھ حالات حاضرہ پر بھی کھل کر تبصرہ کرتے رہے۔ مایا نے ان کی ایک دلیل پر مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور چائے کی پیالی بڑھائی۔

"یہ شہیر اور مینا کہاں رہ گئے؟" نسیم بخاری کو بیٹی کی یاد آئی تو مایا کے من کی مراد پوری ہوگئی۔ اس کا دھیان اندر کی طرف ہی تھا۔

"بھائی جان...... مینا بیٹی تو اپنے کمرے میں کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہی ہے اور شہیر بیٹا اسی طرف آرہے تھے۔" ثریا نے بتایا۔

"یہ کیا بات ہوئی ان دونوں کو بھی اس محفل میں شریک ہونا چاہیے تھا۔" نسیم بخاری نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا...... میں ان کو بھیجتی ہوں۔" ثریا جو پلیٹ میں مزید کچوریاں لینے جارہی تھی احترام سے رک کر سر ہلایا۔

"شہیر تو مہمان ہے مگر یہ مینا کیسے بھول گئی کہ رقیہ ہاؤس میں شام کی چائے سب مل کر پیتے ہیں۔" وہ خفگی سے بڑبڑائے۔

"بچے ہیں سمجھ جائیں گے۔" ثریا نے دھیمے لہجے میں کہا۔ بھائی کے ماتھے پر بکھری سلوٹیں دیکھ کر مزید کچھ کہنے کا ارادہ موقوف کیا اور کچن کی جانب چل دیں۔

نسیم بخاری کو گھر کے اصول توڑنا کبھی بھی پسند نہیں تھے اسی لیے ثریا اور مایا مشین بنے گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ دوڑتے پھرتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد شہیر مینا کے پیچھے سست روئی سے قدم اٹھاتا ان کے نزدیک آکھڑا ہوا۔ نسیم بخاری کی تنبیہ بھری نگاہ ان کی جانب اٹھی، مینا نے فوراً دونوں کان پکڑ لیے۔

......☆☆☆......

گہری کالی آنکھوں والے شہیر عباسی نے جب سے 'رقیہ ہاؤس' کی میزبانی قبول کی تھی، بناء اجازت بڑے کروفر کے ساتھ اس کے دل کا مکین بھی بن بیٹھا۔ مائرہ کا یہ چھ فٹ ہائیٹ رکھنے والا کزن، مضبوط مردگھنے بالوں کے ساتھ حد سے زیادہ وجیہہ دکھائی دیتا۔ مایا منظور کی تیس سالہ زندگی میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کسی مرد سے اس قدر متاثر ہوئی تھی اور دن رات اس کے بارے میں سوچتی رہتی۔ شہیر عباسی میں کچھ تو ایسا تھا کہ وہ مایا کی قائم کردہ خودساختہ رکاوٹوں کو دھڑا دھڑ گراتا ہوا اس کے روم روم میں بستا چلا گیا۔ اپنی چاہت پر وہ حد سے زیادہ شرمندہ تھی، اسی لیے اس کے سامنے نگاہیں جھکائے رکھتی۔

وہ افسوس سے اپنے ہاتھ ملتی اور پچھتاتی کہ کیسے سب کچھ بھلا کر اس شخص کی دیوانی ہوگئی جو عمر میں اس سے ایک دو نہیں پورے چار سال چھوٹا ہے۔ یہ ہی سوچ اسے شرمندگی کی انتہاؤں تک لے جاتی مگر دوسری جانب شہیر کا وجود اس کی بے رنگ کائنات کا سب سے چمکتا ستارہ بن چکا تھا۔ وہ ہر سانس کے ساتھ اسے اپنے قریب پاتی، وہ اس کے لیے سخت گرمی میں سرد نخلستان جیسا تھا۔

......☆☆☆......

"اچھا ٹھیک ہے، آئندہ خیال رکھنا۔" نسیم صاحب کی آواز پر مایا اپنے خیالات سے باہر نکلی۔ کلستی نگاہوں سے ان دونوں کو ساتھ کھڑے دیکھا۔

"او بابا جانی۔" مینا نے مسکرا کر اپنی بانہیں باپ کی گردن میں حمائل کر کے لاڈ دکھایا۔

"چلو یہاں بیٹھ جاؤ۔" بیٹی کے انداز پر چہرے پر شفقت و مسکراہٹ چھائی، خوش دلی سے انہیں نشست

پیش کی۔
"شکریہ خالو ابا۔" شہیر نے کین کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے عزت سے سر جھکایا۔
"بابا جانی...... آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" مینا نے نگاہ اٹھا کر باپ کو دیکھا اور ہمیشہ کی طرح اس کے وجود میں توانائیاں بھر گئیں۔
"ہونہہ ٹھیک ہوں۔" اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ان کے لبوں پر نرم مسکراہٹ پھیل گئی۔
نسیم بخاری سرخ وسفید دراز قامت و سراپا محبت ہونے کے ساتھ، عتاب کا پیکر بھی تھے۔ ان کے رعب و دبدبہ کے ساتھ ساتھ خوش اخلاقی بھی سامنے والے کو مسخر کرنے کا ہنر رکھتی تھی۔
"مایا بجو پلیز جلدی سے چائے دے دیں۔" مینا نے اسے پیار سے پکارا پھر شہیر کو اشارہ کیا، جس پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
"ہونہہ ٹھیک ہے۔" مایا بظاہر انجان بنی ہوئی چائے پیش کر رہی تھی مگر ان کی ایک ایک حرکت پر اس کی نگاہ جمی ہوئی تھی، انہوں نے قدرے عجلت میں چائے ختم کی اور کھڑے ہوگئے، حلیہ بتا رہا تھا کہ کہیں جانے کی تیاری ہے۔
"خالو ابا...... ایک بات کہنی ہے۔" شہیر عباسی کچھ کہتے ہوئے جھجکا۔
"ہاں کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟" نسیم بخاری نے، گرم چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اسے حوصلہ آمیز نگاہوں سے دیکھا۔
"اگر آپ کی اجازت ہو تو...... میں مینا کے ساتھ قریبی شاپنگ مال تک چلا جاؤں؟" شہیر عباسی نے ادب سے پوچھا۔
"خیریت تو ہے؟" مایا نے ماموں کے کچھ کہنے سے قبل نروٹھے پن سے پوچھا۔
"بجو خالہ جان نے یہاں کے کچھ کپڑے منگوائیں ہیں۔ ان محترم کو تو اس طرح کی شاپنگ کا کوئی تجربہ نہیں اس لیے میں نے ہی اپنی خدمات پیش کردیں۔" مینا نے جی کڑا کر کے تفصیل سے جواب دیا۔
"ہاں اچھا ہے چلی جاؤ مگر جلدی آجانا۔ رات کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔" نسیم بخاری نے فیصلہ کن انداز میں اجازت دے دی۔
"تھینک یو بابا جانی۔" مینا جیسے کھل اٹھی۔ مایا نے کٹیلی نگاہوں سے اسے دیکھا۔
"اچھا مینا...... ایک کام کرنا۔" نسیم بخاری نے کچھ سوچتے ہوئے بیٹی کو پیچھے سے پکارا جو کار پورچ کی طرف بڑھ رہی تھی۔
"جی بابا جانی۔" مینا باپ کی آواز پر پلٹ آئی۔
"یہ کچھ پیسے رکھ لو اور ہماری طرف سے بھی سالی جی اور ان کی بچیوں کے لیے کچھ تحفے تحائف خرید لینا۔" نسیم بخاری نے کچھ سوچا اور کرتے کی جیب میں ہاتھ ڈال کر بٹوہ نکالا اور کافی سارے کرارے نوٹ بیٹی کو تھما دیے۔
"ٹھیک ہے میں لے لوں گی۔" مینا نے تسلی بخش مسکراہٹ سے نوازا اور گلابی ایڑیوں والے قدم بڑھا دیے جو کالی سینڈل میں نمایاں ہو رہی تھیں۔
"مینو...... بہت دیر نہ کرنا۔ تمہیں پتا ہے نا کہ ماموں جان کو ٹھیک نو بجے کھانا کھانے کی عادت ہے۔" مایا سے کچھ اور نہ بن سکا تو بہانے سے اسے جتایا۔
"اوکے...... بجو میں ٹائم سے پہلے ہی لوٹ آؤں گی۔" اکیس سالہ مینا نے خوش اخلاقی سے جواب دیا اور گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔ مایا کی نگاہیں اس وقت تک ان دونوں کا پیچھا کرتی رہیں، جب تک گاڑی کی بتیاں نگاہوں سے اوجھل نہ ہوگئیں۔

......☆☆☆......

نسیم بخاری...... برسوں سے شہر سے ہٹ کر واقع اس وسیع و عریض بنگلے میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے اپنے خاندان سے کٹ کر رہ گئے تھے، سب کے کہنے سننے کے باوجود انہوں نے اس علاقے اور اپنے پرانے گھر کو چھوڑ کر نئی جگہ منتقل ہونا پسند نہیں کیا شاید یہاں کے در و دیوار سے

مرحومہ بیوی رقیہ بخاری کی یادوں کی خوشبو پھوٹتی محسوس ہوتی تھی...... کئی دقتوں کے باوجود وہ اس جگہ کو چھوڑنے کے حق میں نہ تھے۔ مائرہ اور مایا جب تک چھوٹی تھیں ان کے آنے جانے کا مسئلہ حل کرنے کے لیے نسیم صاحب نے اپنی فیکٹری کے پرانے اور قابل اعتماد ڈرائیور شریف احمد کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی، اس کے بعد ان لوگوں نے خود ہی ڈرائیونگ سیکھ لی تو یہ بڑا مسئلہ بھی حل ہوگیا۔

نسیم بخاری نے بیوی کے دنیا سے جانے کے بعد اپنے کاروبار سے دل لگالیا...... مگر چھ سالہ مائرہ ماں کی کمی شدت سے محسوس کرتے ہوئے دن بہ دن ضدی ہونے لگی۔ اس کی ریں ریں سے تنگ آکر انہوں نے رفقاء سے مشورہ کیا سب نے انہیں دوسری شادی کا مشورہ دے ڈالا کچھ ہمدردوں نے تو دو ایک رشتے بھی بتادیئے مگر رقیہ کے بعد ان کے دل میں کسی اور کو بسانے کی آرزو نہ جاگی۔ بیٹی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے انہوں نے اپنا ذہن دوڑایا۔ نگاہ انتخاب خالہ زاد اور دودھ شریک بہن ثریا منظور پر جا ٹھہری جو شوہر منظور علی کے انتقال کے بعد سسرال میں معصوم سی مایا کے ساتھ بے کسی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھیں۔ وہ کچھ سوچ کر انہیں اپنے گھر لے آئے اور ثریا نے بھی بہن ہونے کا حق ادا کردیا گھریلو معاملات کے الجھے تانے بانے سلجھانے کے ساتھ ساتھ مائرہ کی تعلیم و تربیت میں بھی وہ بڑی مددگار ثابت ہوئیں، یوں زندگی کی گاڑی کے پہیے جو منجمد ہونے لگے تھے چلتے چلے گئے۔

دونوں لڑکیاں جوان ہوگئیں، گوری چٹی مایا منظور کے چہرے کے نقوش میں پھولوں کا سا نکھار...... اس کا حسن فضاؤں میں گونجتا دلکش سرمدی نغمہ، مایا کی قابلیت و ذہانت قابل فخر تھی، وہ ایک بے حد محبت کرنے والی' فرماں بردار' باحیا اور خدمت گزار لڑکی ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیمی میدان میں بھی کسی سے کم نہ تھیں۔ اس کا مزاج شاعرانہ ہونے کے علاوہ یونیورسٹی کی ادبی تنظیم کی صدر بننا بھی شخصیت کو جاذب نظر بناتا تھا۔

مایا کے برعکس مائرہ بخاری انتہائی حسین اور پری چہرہ تھی، اس کے خدو خال دل فریب اور کم عمری کا نشہ انگ انگ میں بھرا رہتا تھا۔ اعتماد، بذلہ سنج اور شوخ و چنچل تھی، اس کو ہر طرح کی گفتگو میں کمال حاصل تھا۔ پڑھنے کی بے حد شوقین' ہر سال امتیازی نمبروں سے پاس ہوکر باپ کی آنکھوں میں ستارے بھر دیتی۔ وہ کالج کی بیسٹ مقررہ ہونے کے ساتھ ایک پُر اعتماد کمپیئر کا اعزاز بھی حاصل کرچکی تھی۔ دونوں لڑکیوں میں شروع سے بڑی محبت اور یگانت تھی۔ نسیم بخاری کی جان دونوں بچیوں میں اٹکی رہتی۔ انہوں نے اپنی اور بہن کی اولاد میں کوئی فرق روا نہ رکھا۔ مزاج سے چھلکتی سچائی اور انصاف پسندی کی وجہ سے ہی رقیہ ہاؤس کا ماحول خوشگوار اور پُرسکون رہا۔

......☆☆☆......

وسیع سرسبز جنگل کے بیچ میں واقع فارم ہاؤس میں ان سب کے پہنچنے کے بعد جنگل میں منگل کا سماں بندھ گیا تھا، نسیم صاحب نے مینا کی پُرزور فرمائش پر کافی سالوں بعد اپنے فارم ہاؤس میں پکنک منانے کی حامی بھری تھی، وہ سب ایک گاڑی میں بھر کر کئی گھنٹوں کی مسافت کے بعد جب اپنے گارڈز کے ساتھ فارم ہاؤس پہنچیں تو سورج کا سفر مغرب کی جانب ہو چلا تھا، سرخی مائل کرنوں نے سرسبز درختوں کی شاخوں پر انوکھے رنگ بکھیر دیئے تھے، فضاء بہت خوش کن اور پُرلطف ہورہی تھی، نسیم اور ثریا تو اتنے طویل سفر کے بعد تھک گئے تھے، اسی لیے ہٹ میں جاکر کرسی پر دراز ہوگئے...... مینا تازہ دم ہونے کے لیے واش روم میں گھس گئی اور مایا نے ملازم کی مدد سے کچن میں کھانے پینے کا سامان رکھوانا شروع کردیا تھا۔

شہیر بور ہوکر علاقے کا جائزہ لینے باہر نکل گیا، یہ فارم ہاؤس ایک جھیل کے نزدیک واقع تھا، ہٹ سے نکلتے ہی تھوڑی سی دوری پر سبز شفاف جھیل دکھائی دی۔ شہیر چہل قدمی کرتا جھیل کے کنارے تک جا پہنچا اور آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا بنا کر اس طرف دیکھا پانی کی سطح پر چھوٹی چھوٹی کشتیاں تیرتی دکھائی دیں...... فطرت کے دلدادہ اور پکنک منانے والوں کی آمد سے اس علاقے میں ہر وقت گہما گہمی

رہتی۔ یہ جھیل چھوٹی پہاڑیوں اور سبزہ زاروں کے سنگم پر ہونے کی وجہ سے سیاحوں کے لیے جنت بن گئی تھی۔

شہیر کو اس پُر فضا مقام پر آ کر بہت اچھا لگا، وہ سینے پر ہاتھ باندھے خاموشی سے آگے کی جانب بڑھتا چلا گیا، حد نگاہ تک پھیلے ہوئے فطرت کے نظارے، ناریل کے اونچے اونچے درخت اور علاقے میں پھیلی ہوئی کچھ بولتی ہوئی سی خاموشی اور سیلی سیلی سی مہک...... اس نے ایک طویل سانس لینے کے بعد تازگی کو اپنے اندر جذب کیا اور کنارے پر بنی ہوئی مٹی کی بنچوں میں سے ایک کا انتخاب کیا۔ جینز کے پائنچے موڑ کر جاگرز اتارے اور اطمینان سے بیٹھ گیا۔ جھک کر پانی میں بنتے بگڑتے دائروں کو دیکھتے دیکھتے، وہ خیالوں میں محو ہو گیا، جانے کتنا وقت یونہی خاموشی و تنہائی میں گزر گیا...... اچانک اسے اپنے پیچھے آہٹ سی محسوس ہوئی۔ وہ گھبرا کر مڑا اور حیران رہ گیا۔

......☆☆☆......

مایا ہاتھ میں جوس کا گلاس تھامے دھیرے سے چلتی ہوئی بنچ کے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی، نشہ چھلکاتی آنکھیں، شہیر کی نگاہوں سے کیا ٹکرائیں...... کوندا سا لپکا...... ڈھلتی شام کی روشنی میں مایا کے تیکھے نقوش اور چہرے پر پھیلی ملاحت دل میں اترتی جا رہی تھی، چہرے کی شادابی اور متناسب سراپا اسے ہمیشہ شہیر سے بڑا ثابت کرنے میں ناکام ثابت ہوتا۔

"خیریت...... اتنے چپکے چپکے...... تم کیا میری جاسوسی پر مامور ہو گئی ہو؟" شہیر نے اسے مسکراتے ہوئے چھیڑا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"ڈنر میں ابھی دیر ہے۔ تم نے دوپہر میں لنچ بھی نہیں کیا۔ اس لیے میں یہ جوس لے آئی ہوں۔" وہ اپنی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے اسے یوں ہی مخاطب کرتی۔

"اوہ مایا...... تم کتنی اچھی ہو، سب کا کتنا خیال رکھتی ہو۔ میں واقعی تم سے بہت متاثر ہوا ہوں۔" شہیر کا گھمبیر لہجہ اور انداز تخاطب ہمیشہ کی طرح اس کے کانوں میں رس گھولنے لگا تھا۔

خواہش

زندگی میں انسان کسی چیز کی دل سے خواہش کر سکتا ہے لیکن اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ کچھ خواہشات حسرت میں تبدیل ہو کر رہ جاتی ہیں اور یہ حسرتیں ایک گہرا زخم بن جاتی ہیں اور زندگی میں دو باتیں بڑی تکلیف دہ ہوتی ہیں، ایک جس کی خواہش ہو اس کا نہ ملنا اور دوسری جس کی خواہش نہ ہو اس کا مل جانا۔

کاش......

خواہشات جو ہم نہیں ہمارا دل کرتا وہ پوری ہو سکتیں......!

پلوشہ گل...... کوٹ ادو

"تھینک یو میں چلتی ہوں۔" وہ اس کی سراہتی نگاہوں کی تاب نہ لا سکی اور واپسی کے لیے مڑی۔

"اب آ گئی ہو تو تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جاؤ۔ دیکھو جھیل کا پانی کیسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔" اس کی پکار پر دل میں کلیاں سی چٹکنے لگیں۔ وہ مسکراتی ہوئی اس کے برابر میں تھوڑا فاصلہ رکھ کر بیٹھ گئی۔

"مایا...... میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا تھا اگر تم برا نہ مانو۔" کچھ دیر بعد شہیر ایک دم سے سنجیدہ دکھائی دینے لگا۔

"ہاں بولو ایسی کیا بات ہے؟" مایا کا دل دھڑکا، نرم لبوں سے تبسم کے پھول جھڑے، لانبی پلکوں والی آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔

"اتنا تو تم جانتی ہو نا کہ ممی کی سخت گیری اور غصہ پوری برادری میں مشہور ہے۔" شہیر نے سمجھانے والے انداز میں سیدھا اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"ہاں کچھ کچھ۔" مایا نے بڑے محتاط طریقے سے اقرار کیا اور پیروں سے چپل اتار کر زمین پر تلوے ٹکائے تو فرحت بخش ٹھنڈک وجود میں اترتی چلی گئی۔

"اصل میں پاپا کے بیمار رہنے کی وجہ سے ممی نے مجھے اور دونوں چھوٹی بہنوں کو بڑی مشقتوں سے پالا ہے، شاید اسی وجہ سے سختی ان کے مزاج کا حصہ بن گئی۔" توانا چہرے

سے تفکر نمایاں ہو رہا تھا، کھوئی کھوئی گہری سیاہ آنکھیں کہیں دور مرکوز ہو گئی تھیں۔

"ہونہہ...... ماموں جان اکثر آنٹی کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہیں۔" اس نے سر ہلایا اور نرمی سے جواب دیا۔

"ہاں ہماری آزمائشوں کی گھڑی میں پہلے رقیہ خالہ اور پھر نسیم خالو کی ذات ہی باعث حوصلہ رہی۔" شہیر نے بھرائی ہوئی آواز میں اعتراف کیا۔

مایا کا دل موم کی طرح پگھلنے لگا، دل چاہا کہ بڑھ کر شہیر کو تسلی دے مگر اس سے قبل کہ وہ اتنی لمبی تمہید باندھنے کی وجہ بیان کرتا ماحول کا فسوں ایک دم ٹوٹ کر بکھر گیا۔

......☆☆☆......

"او ہیلو میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہلکان ہو گئی۔" مینا ایک ہاتھ میں بیڈ منٹن اٹھائے، دوسرے سے شٹل اچھالتی وہاں پہنچ گئی۔

"ہم کیا کھو گئے تھے جو تم تلاش میں نکل کھڑی ہوئی؟" شہیر نے جاگرز پہنتے ہوئے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"اٹس چیٹنگ جناب...... ہمارا بیڈ منٹن کا میچ ہونا تھا کہ نہیں؟" مائرہ نے ہاتھ میں تھامی اشیاء بنچ پر رکھیں اور کمر پر ہاتھ رکھ کر لڑنے لگی۔

"ہاں یار میں تو بھول ہی گیا تھا۔" شہیر نے سر پر ہاتھ مار کر اقرار کیا۔

"میں جانتی ہوں جناب آپ یہاں مائرہ بخاری کے ڈر سے چھپ کر بیٹھ گئے ہیں۔" مینا نے ناک چڑھا کر بڑے اسٹائل سے کہا۔

"اوئے...... ہوئے...... مایا...... دیکھی خوش فہمیاں خیر تمہیں ہارنے کی بہت جلدی ہے تو ہو جائے دو دو ہاتھ۔" وہ بھی اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا اور ہاتھ ہلاتے ہوئے، شگفتگی سے اسے چڑایا۔

"اوں یہ تو آنے والا وقت بتائے گا کہ کون کس کو ہراتا ہے؟" مینا نے سر جھٹکا اور گردن اٹھا کر تفاخر سے ان دونوں کو باری باری دیکھا۔

مایا جیسے خود میں سمٹ کر رہ گئی۔ وہ جو تھوڑی دیر پہلے خوشیوں کے جھولے میں سوار لمبی پینگ لے رہی تھی، ایک دم رسی ٹوٹنے سے گرنے کی تکلیف اپنے وجود پر محسوس کر بیٹھی تھی۔

"تو ہو جائے مقابلہ۔" شہیر کا چیلنج دیتا انداز، مینا کو جوش دلا گیا۔ ان دونوں نے درخت سے نیٹ باندھنے کے بعد زور و شور سے کھیلنا شروع کر دیا۔ مایا ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر پس منظر میں چلی گئی تھی۔ وہ کچھ دیر تک کھڑی رہی پھر تھک کر بنچ پر بیٹھ کر گالوں پر ہاتھ ٹکائے شٹل کو ادھر سے ادھر جاتا دیکھتی رہی، اسے شٹل پر لگنے والی ہر ضرب اپنے دل پر پڑتی محسوس ہوتی۔

"میں جا رہی ہوں۔" اس نے بور ہو کر کھڑے ہوتے ہوئے خود کلامی کی۔

ان کی طرف سے کوئی رد عمل نہ پا کر ہاتھ جھاڑتی ہٹ کی جانب چل دی جہاں ان لوگوں نے کچھ روز قیام کرنا تھا۔ دروازے سے اندر قدم رکھنے سے قبل اس نے مڑ کر دیکھا تو شہیر اور مینا نیٹ کے قریب کھڑے کھسر پھسر میں مصروف دکھائی دیے، دونوں ایک ساتھ بہت پرفیکٹ دکھائی دیتے تھے، وہ سر جھٹک کر لاؤنج کی طرف بڑھ گئی، جہاں نسیم بخاری اپنے لیپ ٹاپ پر خبریں لگائے سیاست دانوں سے نالاں نظر آ رہے تھے، ثریا کچن میں فش فرائی کرتے ہوئے کوئی پرانا گیت گنگنا رہی تھیں، وہ اس پُرسکون ماحول میں بھی بے چینی محسوس کرنے لگی، تھک کر آرام دہ کرسی پر یوں دراز ہو گئی۔ جیسے طویل مسافت طے کر کے آئی ہو۔

......☆☆☆......

مایا کی آنکھ صبح سویرے چڑیوں کی چوں چوں سے کھلی، اس نے بیڈ پر کروٹ بدلی تو دوسرے کنارے پر مینا سوئی ہوئی دکھائی دی۔ نیند میں بھی وہ بہت تر و تازہ، پیاری اور معصوم لگ رہی تھی، جانے کیوں مایا کے دل میں اس کے لیے رشک و حسد کے جذبات ایک ساتھ جاگ اٹھے وہ دیر تک اسے تکتی رہی، پھر اپنی سوچ کو کو ملامت

کرتی، وہاں سے اٹھ کر باہر نکل آئی، دوسرے کمرے میں نسیم بخاری اور شہیر ٹھہرے ہوئے تھے جبکہ ثریا نے لاؤنج میں اپنا بستر بچھالیا تھا۔ سارا عالم محو خواب تھا، وہ پیروں میں چپل اٹکائے باہر نکل گئی، ٹھنڈی ہوا نے گدگدا کر اس کا استقبال کیا، فضاء میں کہر چھائی ہوئی تھی، وہ مسحور سی واک کرنے لگی۔ کافی دیر بعد اس کی واپسی ہوئی تو سب لوگ جاگ چکے تھے، اس نے کچن میں جا کر ناشتے کا انتظام کیا۔ چائے کو دم دینے کے بعد اس نے بریڈ کو ٹوسٹر میں رکھا، آملیٹ بنایا اور ٹیبل پر ناشتہ لگا کر سب کو بلالیا، مینا ابھی تک سو رہی تھی، ناشتے کے برتن دھونے کے بعد اس نے اپنے لیے ایک کپ چائے تیار کی اور کچن میں رکھی ڈائننگ چیئر پر بیٹھ گئی۔ نسیم بخاری اور شہیر علاقے میں گھومنے نکل گئے تھے، ثریا نے لنچ کے لیے چکن کڑاہی پکانے کا فیصلہ کیا، وہ اس کی تیاری میں لگ گئیں۔ مایا بے دلی سے صوفے پر دراز ہوگئی میگزین دیکھتے دیکھتے کب آنکھ لگی اسے خبر نہ ہوئی۔

......☆☆☆......

''جاؤ اب ڈوب جاؤ۔'' وہ جھیل کے کنارے کھڑی تنفر سے اسے پانی میں گرتا دیکھ رہی تھی۔

''بجو پلیز...... ایسا نہ کرو۔'' مینا نے جھیل کے پانی سے ہاتھ نکال کر اسے پکارا۔

''میں کوئی آواز سننا نہیں چاہتی۔'' مایا نے کانوں کو ہتھیلیوں سے بند کرلیا۔

''بجو مجھے بچالو۔'' مینا کی طویل چیخ پر مایا کا دل بڑی زور سے دھڑکا تا...... اچانک اس کی آنکھ کھل گئی وہ اتنے عجیب سے خواب پر سر تھام کر بیٹھ گئی۔

محبت کا سایہ مہربان ہوا مگر ضمیر دن بھر کچو کے لگاتا اور راتوں کو وہ خواب میں ڈرتی، عجیب طرح کا دہرا عذاب اسے اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ آنکھیں بند کرتے ہوئے اسے گھبراہٹ ہوتی اور جاگتے ہوئے ذہن بوجھل رہتا...... اس کے خواب بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ مگر سونا بھی ضروری تھا۔ وہ خواب میں مینا اور شہیر کو ہنستے

غزل

دل کی بربادی کا قصہ مختصر کہنا اسے
ایک دیوانی پھرے ہے در بدر کہنا
اے صبا پہلے تو مل کر پوچھنا اس کا مزاج
پھر جو گزری ہے ہماری جان پر کہنا اسے
پوچھتی میں جب کبھی تنہائیوں سے اس کا پتا
سوچتے رہ جاتے ہیں در و دیوار کہنا اسے
یوں فری کچھ لوگ کہہ جاتے ہیں اپنے دل کی بات
اشک سے کرتی ہوں دامن تر بتر کہنا اسے

فریدہ فری...... لاہور

مسکراتے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ایک ساتھ دیکھتی۔ کبھی اپنے آپ کو مینا کو جھیل میں دھکا دیتے دیکھتی اور اس کی آنکھ کھل جاتی، سینے میں گھٹن محسوس ہوتی، پورا وجود پسینے میں بھیگ جاتا، اب یہ خواب' خواب نہیں رہے حقائق بن کر اس کے وجود کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھے۔ وہ خود کو مینا کا مجرم تصور کرنے لگی، ماموں جان کا پُر شفقت لہجہ تنہائی میں رلا دیتا۔ اسے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی اور اپنی یک طرفہ محبت سے کوفت' ان سب باتوں سے ہٹ کر جب شہیر عباسی سامنے آجاتا تو...... سب باتوں کو بھلائے وہ اسی کو تکے جاتی تھی۔

......☆☆☆......

''پتا نہیں دونوں کتنی رات تک کھیلتے رہے۔'' اس کا دماغ پھر سے شہیر اور مائرہ کے اردگرد گھومنے لگا۔ وہ سوچوں میں گم بیٹھی رہی، چائے کا ایک گھونٹ بھی نہیں پیا گیا۔ اپنے پیچھے ہونے والی خفیف سی آہٹ پر مڑ کر دیکھا۔

''گڈ مارننگ بجو۔'' مینا کی سریلی آواز سماعت سے ٹکرائی بلاوجہ کا غصہ ابل پڑا۔

''جاگ گئی۔'' اس نے طنزیہ انداز اختیار کیا۔

''سوری آج ذرا دیر سے آنکھ کھلی۔'' مینا نے شرمندگی سے کہا اور کرسی پر براجمان ہو کر اس کی ٹھنڈی چائے ایک

سانس میں پی گئی۔

''اگر رات کو جلدی سو جاتی تو میری طرح صبح اٹھ کر قدرت کے نظاروں کا لطف اٹھاتی..... مگر تمہیں تو شاید اپنی نیند عزیز ہے۔'' وہ اس طرح کی باتیں کر کے پتا نہیں کیا اگلوانا چاہتی تھی۔

''یہ بات تو آپ نے بالکل ٹھیک کہی بجو سوری۔'' اس نے ہونٹ نکال کر ایسے معافی طلب کی کہ مایا کو اس پر پیار آنے لگا۔

''خیر اب ناشتہ ملے گا یا اس کی بھی چھٹی۔'' مینا نے آنکھیں ملتے ہوئے نیند سے پیچھا چھڑایا..... پھر منہ بند کر کے آنے والی جمائی کا راستہ روکا۔

''تم جا کر فریش ہو جاؤ۔ میں ناشتہ لگاتی ہوں۔'' مایا نے اپنے رویے کے ازالے کے طور پر اس کے ماتھے پر پڑی بالوں کی جھالر کو ہاتھوں سے پیچھے کرتے ہوئے پیار سے کہا۔

''اوکے مائی ڈیئر..... جو حکم۔'' مینا نے جھک کر فرشی سلام جھاڑا اور کھلکھلاتی ہوئی اندر کی جانب چل دی۔

☆☆☆

چودھویں رات تھی، کھڑکی سے چھن چھن کر آتی دودھیا روشنی نے کمرے کا ماحول خواب آگیں کر دیا تھا..... ان کے بستر پر نور نے ایک جالا سا تان دیا تھا..... دونوں کو سوتے ہوئے ایک پہر گزرا ہوگا کہ مایا نے خواب میں جانے ایسا کیا دیکھا کہ ایک زوردار چیخ کے ساتھ وہ بیدار ہوگئی۔

''بجو..... کیا ہوا؟'' اس کے ساتھ سوئی مینا کی آنکھ بھی شور سے کھل گئی، کاندھے پر ہاتھ رکھ کر تشویش سے پوچھا۔

''ک..... کچھ نہیں..... تم سو جاؤ'' مایا نے کپکپاتی آواز میں اسے تسلی دینا چاہی۔

''نہیں..... پہلے مجھے بتائیں کہ آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔'' اس نے ضد کی۔

''مائرہ..... کوئی بات نہیں، چندا اب تم سو جاؤ۔'' اس نے نرمی سے ٹالا۔

''ایک بات بتاؤں آپ نیند میں بڑبڑاتے ہوئے اپنے دل کے سارے راز مجھ پر عیاں کر چکی ہیں۔'' مینا اس کے قریب کھسکی اور بانہوں کا ہار گلے میں ڈالتے ہوئے پیار سے بولی۔

''کون سے راز تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔'' مایا کے وجود پر پھریری سی دوڑ گئی..... مگر بات کو ٹالنا چاہا۔

''جی..... نہیں میں نے ایک بار نہیں کئی بار سوتے میں آپ کے لبوں سے شہیر عباسی کا نام سنا ہے۔'' وہ شوخی سے آنکھیں مٹکاتی ہوئی بولی۔

''سو..... سوری..... مینا..... میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔'' وہ ایک دم صفائی دینے لگی۔

''مجھے کیا خبر؟'' مائرہ نے جان کر منہ بنایا۔

''اچھا سنو تم بے فکر ہو جاؤ۔ میں کبھی بھی تم دونوں کے بیچ نہیں آؤں گی۔'' مایا نے اچانک اس کا ہاتھ تھام کر رونا شروع کر دیا۔

''واٹ بجو..... ! آپ اتنا الٹا سیدھا سوچ کر ہلکان ہو رہی تھیں۔'' مائرہ نے اس کی معافی تلافی پر اسے خود سے لپٹا لیا۔

''پلیز ززز..... ماموں جان یا شہیر کو یہ باتیں نہیں پتا چلنی چاہئیں۔'' مایا نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

''مائی گاڈ..... آپ تو کچھ زیادہ ہی منفی سوچ بیٹھی ہیں۔'' مینا نے بندھے ہاتھوں کو چوم کر کہا۔

''پرامس کرو تم کسی سے کچھ نہیں کہو گی ورنہ میں خود سے نگاہ ملانے کے بھی قابل نہیں رہوں گی۔'' اس کی سسکیاں مینا کو تکلیف میں مبتلا کرنے لگیں۔

''میری پیاری بجو..... پہلے رونا بند کریں پھر تحمل سے میری بات سنیں۔'' مینا نے اس کو گلے لگا کر سمجھایا۔

''اچھا بولو۔'' کچھ دیر بعد مایا کی حالت سنبھلی تو سوں سوں کرتی منتظر نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''آپ نے ہم دونوں کی دوستی کا غلط مطلب نکالا اور شاید شہیر اپنے جذبوں کی وضاحت نہ کر سکا۔'' مینا نے سنجیدگی سے اسے جانے کیا سمجھانا چاہا۔

"میں کچھ بھی نہیں۔" مایا دھیرے سے بولی۔

"ایک بات کان کھول کر سن لیں...... شہیر تھوڑا وکھری ٹائپ کا بندہ ہے اسے لائف پارٹنر کے طور پر میری جیسی منہ پھٹ، سرکش اور شوخ وشنگ لڑکی بالکل پسند نہیں۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی تو مایا کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔

"ویسے آپس کی بات ہے مجھے بھی اس ٹائپ کے لڑکے ایک آنکھ نہیں بھاتے۔" اس نے شرارت سے مایا کا ہاتھ دبایا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو...... مینا......؟" مایا نے نہ سمجھ میں آنے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"جی جو بھی کہہ رہی ہوں سچ کہہ رہی ہوں اور سچ کے سوا کچھ نہیں۔ یہ پوائنٹ کلیئر ہوا؟" اس نے مایا کی آنکھوں میں جھانکا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اب آتے ہیں اصل بات کی جانب تو میری پیاری بجو شہیر میاں پہلے دن سے آپ کی محبت بلکہ عشق میں گرفتار ہو چکے ہیں۔" مینا نے دھماکہ کیا۔

"مینا...... پلیز ایسا مذاق نہ کرو کہیں میرا دل نہ بند ہو جائے۔" مایا نے دل پر ہاتھ رکھ کر رحم طلب نگاہوں سے کزن کو دیکھا۔

"مذاق...... ارے وہ لڑکا تو مرجانے کی حد تک سنجیدہ ہے اور اب آپ سے شادی کرنے کے چکروں میں لگا ہوا ہے۔" مینا نے کھلکھلاتے ہوئے ایک اور انکشاف کیا۔

"شادی اور مجھ سے......!" مایا کی چیخ نکل گئی، وہ منہ پر ہاتھ رکھے مینا کو خالی خالی نظروں سے تکتی رہی۔

"جی ہاں کیوں کہ شہیر میاں کو آپ جیسی میچیور اور سنجیدہ مزاج دوسرے لفظوں میں افلاطونی لڑکیاں پسند ہیں جنہیں اس کے انداز میں جینے کا ڈھنگ آتا ہو۔" مینا نے ہنستے مسکراتے ایک اور راز سے پردہ اٹھایا۔

"تم میری محبت میں جھوٹ بول رہی ہو نا......" مایا نے پہلے تو پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے ایک ہی جملے کی گردان کرتی گئی۔

"میں کیا پاگل ہوں...... جو آپ کی محبت میں غلط بات کروں؟" اس نے الٹا سوال کیا۔

"کہیں تم میری وجہ سے اپنی محبت سے دست بردار تو نہیں ہو رہی؟" مایا کی جانب سے ایک اور سوال آیا۔

"توبہ کریں بجو میرے اندر کوئی قدیم روح نہیں سمائی۔ جو میں اپنے پیار کی قربانی دینے کے بعد دیواروں سے سر ٹکراتی پھروں۔ بھئی میں ایک اسٹریٹ فارورڈ لڑکی ہوں۔ جو سچ ہے بیان کر دیا۔" مینا نے بے فکری سے ٹانگیں ہلاتے ہوئے اسے سچائی سے آگاہ کیا۔

"وہ جو تم دونوں دھیرے دھیرے باتیں کرتے تھے۔" مایا کی زبان پر ایک شک بھرا شکوہ مچلا۔

"اُفوہ...... آپ کی آنکھوں پر تو بے یقینی کی کافی موٹی دھول جمی ہوئی ہے۔ جسے جھاڑتے جھاڑتے شہیر کی حالت پتلی ہو جائے گی۔" وہ ہنستے ہنستے پیٹ کے بل لوٹ پوٹ گئی۔

"مینا...... میری بات کا جواب دو۔" مایا نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے مقابل بٹھایا۔

"اچھا سنیں...... شہیر نے جب میرے سامنے آپ کی اور اپنی محبت کا حال بیان کیا تو میں نے چھیڑ چھیڑ کر اس کا ناک میں دم کر دیا۔ اس نے مجھے سختی سے آپ کو کچھ بتانے سے منع کیا ہوا تھا...... مجھے جب بھی کوئی کام پڑتا میں اسے آپ کے نام سے بلیک میل کرتی تو وہ مسکراتے ہوئے میری بات مان جاتا...... میں اکثر اسے آپ کا نام لے کر چپکے چپکے چھیڑتی تو وہ ہنستا۔" مینا نے ساری بات کھول کر بتا دی۔

"اچھا تو یہ بات تھی۔" مایا نے اطمینان بھری سانس بھری۔

"ویسے بجو بہت بری بات ہے اگر شہیر اکو خبر بھی ہوئی کہ آپ کس قدر نگیٹو سوچتی ہیں تو اسی جھیل میں کود کر جان دے بیٹھے گا...... جس کے کنارے بیٹھ کر وہ گھنٹوں مجھ سے آپ کی باتیں کرتا رہا ہے۔" مینا نے پُرسوچ انداز اپناتے ہوئے مایا کو دھمکایا۔

"اللہ نہ کرے۔" شہیر کی خودکشی کی بات سن کر مایا کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"او......او...... تو دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی۔" وہ ایک بار پھر شوخی سے آنکھیں مٹکانے لگی۔

"ایک بات تو بتاؤ...... شہیر نے مجھ سے اپنے جذبات کیوں چھپائے، کیا اسے شرمندگی محسوس ہوتی ہے؟" مایا نے بہت دیر سوچنے کے بعد ایک اور نقطہ اٹھایا تو مینا نے اس کی بدگمانی پر ماتھ پیٹا۔

"بجو...... پتا ہے اس نے ہمیشہ آپ کی تعریف میں جانے کیا کیا الفاظ استعمال کیے ہیں...... وہ بس صحیح وقت کا منتظر تھا۔ اس کے بعد راز دل بیان کرتا...... مگر برا ہو آپ کے خوابوں کا جن کی وجہ سے ایک دوست کا اعتبار ٹوٹ کے رہ گیا۔" مینا نے برے برے سے منہ بنا کر بتایا اور مایا بے یقینی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

......☆☆☆......

ایک اور اداس شام اس کی زندگی میں چلی آئی...... نیلے آسمان کو سیاہ بادلوں نے چھپا دیا تھا...... خنک ہوا کے گدگدانے سے پھولوں کو ہنسی آنے لگی مگر اس کے دل کی تپش میں کمی نہ ہوئی۔ آج ان لوگوں کا یہاں آخری دن تھا کل واپس شہر لوٹ جانا تھا۔ مایا جھیل کے کنارے بیٹھی منفی سوچوں سے برسرِ پیکار تھی...... اچانک کسی نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کھینچا...... وہ چونک اٹھی نگاہ اٹھائی تو مقابل شہیر کا دلکش سراپا دکھائی دیا...... اس نے مایا کا ہاتھ تھاما اور اٹھنے کا اشارہ کیا۔ دونوں جھیل کے کنارے قدم سے قدم ملائے خاموشی سے چلنے لگے۔

"تم نے کبھی سوچا ہے کہ میں کون ہوں؟" مایا کی برداشت جواب دے گئی تو وہ چیخ پڑی۔

"کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی کیوں میں جانتا ہوں کہ تم ایک مہذب، ذہین، خوش شکل لڑکی ہونے کے ساتھ شاعرہ بھی ہو۔" شہیر نے ایک قدم آگے بڑھایا اور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ بھی بہت ساری باتیں میری ذات

سے جڑی ہوئی ہیں جنہیں تم شاید نظر انداز کر بیٹھے ہو۔'' وہ ٹھٹھک کر بولی۔

''ہاں باپ کے بعد ماں کے سوا تمہارا کوئی نہیں اور ماموں کی وجہ سے تم ایک اچھی زندگی گزار رہی ہو...... جس کے صلے میں تم اپنی محبت سے دستبردار ہونے کا حوصلہ رکھتی ہو۔'' وہ بڑے اطمینان سے اس کے وجود میں پلتے خدشات کو زبان دے بیٹھا...... مینا نے اسے شاید سب کچھ بتادیا تھا۔

''بس یا اور کچھ۔'' مایا طنزیہ انداز میں مسکرائی مگر مسکراہٹ اس کے کرب کو نہ چھپا سکی۔

''ایک اہم بات اور مجھ سے عمر میں بڑی ہو پھر بھی......'' شہیر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا...... مایا نے تمتماتے چہرے سے دیکھتے ہوئے لب کھولنے سے گریز کیا۔

''پھر بھی یہ چھوٹی سی بات میرے لیے بڑی اہمیت کی حامل نہیں کیوں کہ میں تمہیں بے انتہا چاہتا ہوں۔ تمہاری سوچ سے بھی بڑھ کر اپنے وجود کی پوری سچائیوں سے...... تمہیں جیون ساتھی بنانے کی خواہش رکھتا ہوں۔'' شہیر کی بات پر اس کا پورا وجود جھنجھنا اٹھا۔ وہ سرخ چہرہ اٹھائے اسے تکنے لگی۔

''سچ میں میرا یہ ہی مطلب ہے۔'' اس کے یقین دلانے کے انداز پر مایا کے دھڑ دھڑ کرتے دل سے محبت کے سوتے پھوٹ پڑے۔ ان جذبوں کو زبان مل گئی۔ شہیر کو بھی اس کے وجود سے اٹھتی آوازیں سنائی دیں...... وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اپنی محبت کی آوازیں سنتے رہے...... بہت دیر تک ایک ہی جگہ بت بنے کھڑے ایک ہی سمت میں دیکھتے رہے۔

''تم نے میرے بارے میں ایسا کیوں سوچا...... جب کہ تمہارے سامنے بہتر آپشن موجود تھا؟'' اس کے لب تھرتھرائے۔

''تمہیں اس سوال کا حق حاصل ہے اور میں جواب بھی ضرور دینا چاہوں گا۔'' شہیر نے بڑی محبت سے اس کی اٹھکیلی کرتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا۔

''میں نے اپنی زندگی کے ہر پہلو پر نگاہ دوڑائی...... بہت سوچا، پرکھا اور جانا۔ اس کے بعد تم سے شادی کا فیصلہ کیا کیوں کہ یہ ہی بہتر لگا مجھے۔'' اس کا گھمبیر لہجہ دل میں اترتا چلا گیا۔

''کیا آنٹی...... اس بات کے لیے......'' وہ بات مکمل نہ کرسکی نگاہیں ملانے کی تاب جو نہ رہی تھی۔

''ممی کو اس معاملے میں تھوڑا اختلاف ضرور ہوا...... مگر میرے سمجھانے پر وہ خوشی سے رضامند ہوگئیں۔'' شہیر کی بھاری آواز اور سنجیدہ لہجے نے بیچ میں حائل خاموشی کو توڑا۔

''میں تو تم سے عمر میں بڑی ہوں پھر بھی؟'' اس نے دل میں گڑی پھانس کو ٹٹولا۔

''تم اور میں ایک ہی راہ کے مسافر ہیں...... سیلف میڈ لوگ جنہوں نے خود کو منوانے کے لیے بڑی قربانیاں دیں...... اپنے آپ کو سو بار مارا...... تب کہیں جا کر سر اٹھا کر جینے کے قابل ہوسکے۔ مستقبل میں ہمارے لیے ایک دوسرے کے مسائل اور مشکلات کو سمجھنا بہت مشکل ثابت نہیں ہوگا۔ زندگی میں ہم نہ صرف ایک دوسرے کا احترام کریں گے بلکہ اپنے ساتھ جڑے ہوئے رشتوں کی قدر کرنا بھی ہمارے مزاج کا حصہ رہے گا۔'' شہیر نے صاف گوئی کی انتہا پر پہنچ کر خاموشی اختیار کرلی۔ وہ فیصلے کا منتظر مایا کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ وہ اس کی پُرشوق نگاہوں کے سامنے بہت دیر تک مدافعت نہ کرسکی۔ ہار گئی اور چہرے پر اقرار کے سینکڑوں پھول کھل اٹھے۔ محبت کے سائے تلے وہ دونوں قدم اٹھاتے جھیل کے کنارے جا بیٹھے...... دلکش نظاروں میں روح پرور محبت کے نغمے گونج اٹھے۔

رات بھر چاندنی گنگناتی رہی
رات بھر کوئی تنہا سسکتا رہا
اشک پلکوں پہ آ کر بکھرتے رہے
نام لب پہ کسی کا لرزتا رہا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

عائلہ دلہن بنی زاویار کی خواب گاہ میں ہوتی ہے تب زاویار اسے اپنے عتاب کا نشانہ بناتا ہے ساتھ ہی اسے دنیا کی نظر میں اس کاغذی رشتے کو نبھانے کا کہتا ہے جبکہ اسے بیوی کا مقام دینے سے انکاری ہوجاتا ہے عائلہ کو بہت عرصے بعد اپنی ماں یاد آتی ہے وہ بہت چھوٹی تھی جب اس نے اپنی ماں کو کھودیا تھا عائلہ پہلی بار اپنا ملک و گھر چھوڑ کر جب آئی تھی تو اسے مریہ رحمان اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اسے سدید جیسے حساس دوست کا ساتھ ملا ہوتا ہے وہ زندگی کی تلخی کا مقابلہ کرتی آگے بڑھنے لگی تھی لیکن وقت نے اسے اوندھے منہ گرادیا تھا۔ دوسری طرف سارا بیگم عائلہ اور زاویار کی شادی کا یقین نہیں آتا سارا بیگم کو لگتا ہے کہ جیسے عائلہ کی صورت مریہ رحمان اس گھر میں واپس آگئی ہو ایک عجیب سا خوف اور بے چینی انہیں ہراساں کیے ہوئے ہوتی ہے گزرے ہوئے وقت کے گڑھے مردے ان کی سانسوں کو بوجھل کردیتے ہیں۔ عائلہ آفس میں زاویار کو سدید کی تصویر دکھا کر اپنی منگنی اور سدید کی شہادت کا بتاتی ہے جس پر زاویار اسے اپنے عتاب کا نشانہ بناتا ہے۔ سدید کو بھارتی فوجی اپنی حراست میں لے لیتے ہیں جبکہ پاک سپاہی کی حیثیت سے اپنی چھ ماہ کی مشکل ترین ٹریننگ کے دوران ایک عہد جو اس نے سیکڑوں بار خود سے دہرایا ہوتا ہے کہ مرجانا راز اگل دینے سے بہتر ہے اپنے ملک اور ملک کے معصوم لوگوں کو نقصان پہنچانے اور ان کی بقا کو خطرے میں ڈالنے سے کہیں بہتر ہوتا کہ وہ دشمن کے ہاتھوں اپنی جان قربان کردیتا، سدید علوی دس سال کی عمر میں اپنے ماموں کے گھر سے فرار ہوتا ہے اس کے بعد کرنل شیر علی کی گاڑی سے ٹکرا جاتا ہے، کرنل شیر علی سدید کو اپنے گھر لے آتے ہیں، عائلہ بھی اسے ماضی بھلانے میں بہت ساتھ دیتی ہے سدید کے لیے ابھی تقدیر نے بہت امتحان لکھے تھے اس لیے وہ آنکھیں بند کرتا ماضی کے متعلق سوچتا رہ جاتا ہے۔ دوسری طرف مریہ عمر عباس کے ساتھ پاکستان پہنچ جاتی ہے وہ دونوں ائیر پورٹ سے باہر نکل رہے ہوتے ہیں تب زاویار انہیں دیکھ لیتا ہے اور زاویار کو اس وقت بے حد غصہ آتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁.......❁.......❁

مجھے پڑھتے ہو کیوں لوگو
مجھے تم مت پڑھو کیونکہ
اداسی ہوں الم ہوں غم زدہ تحریر ہوں میں تو
جسے لکھا گیا رنجیدہ عالم میں

مجھے تم مت سنو لوگو کہ میں تو کرب کے موسم کا نغمہ ہوں
دکھی بلبل کی آوازوں میں شامل ہیں
کسی ٹوٹے ہوئے دل سے نکلتی آہ ہوں میں تو
کئی روتی ہوئی آنکھوں کا آنسو ہوں
مجھے کیوں دیکھتے ہو تم؟
میں تپلی ہوں تماشہ ہوں

میں لاشہ ہوں
غموں کو درد کو دل میں چھپائے پھر رہا ہوں میں
مجھے پڑھتے ہو کیوں لوگو؟
کہ مجھ کو اس گھڑی لکھا گیا
جب کاتب تحریر کی آنکھوں میں اشکوں کی روانی تھی
وہ خود حیران تھا، غمگین تھا اور دل گرفتہ تھا
مجھے پڑھتے ہوئے لوگو مجھے پڑھ کر کہیں تم
مبتلا غم نہ ہو جاؤ
مجھے تم مت پڑھو لوگو

❁.......❁.......❁

ہوزان کی آنکھیں دھواں دھواں ہو رہی تھیں۔ سامنے کھڑی عائلہ علوی کا وجود آنسوؤں کی دھند کے اس پار جھلملا کر رہ گیا تھا۔ اس کی کانچ سی آنکھوں میں عجیب سی بے یقینی تھی۔ وہ خود کو سنبھالنے کے فن سے بھی واقف نہیں تھی تبھی اس نے اپنے آنسوؤں کو بہہ جانے دیا۔

''نائس ٹو میٹ یو......'' نم آنکھوں کے ساتھ اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے عائلہ سے مصافحہ کیا تھا۔ سارا بیگم قریب چلی آئیں۔

''پری نے تمہاری پاکستان آمد کے بارے میں بتایا تھا' مجھے تمہیں یہاں دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے۔''

''شکریہ۔'' آہستہ سے بھیگی پلکیں صاف کرتے ہوئے وہ بمشکل مسکرا دی۔

عائلہ کی آنکھوں میں ابھی بھی حیرانی تھی' سامنے کھڑی جاپانی گڑیا سی لڑکی کے آنسو بے سبب نہیں تھے۔ کیا اس کی ذات سے اس لڑکی کو کبھی تکلیف پہنچی تھی یا وہ اس کی شناسا تھی؟ وہ سمجھ نہ سکی' سارا بیگم اسے گھر کے اندر لے آتی ہیں۔ عائلہ پانی کا پائپ ہاتھ میں پکڑے وہیں کھڑی اسے الجھی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔

❁.......❁.......❁

پرہیان نے ایلی کا آفس جوائن کرلیا تھا۔ اسے ایلی کے ساتھ کام کرتے ہوئے تیسرا دن تھا جب اس نے ساویز کو دیکھا۔ بلیک پینٹ کے ساتھ آف وائٹ ہائی میں ملبوس وہ پہلے سے زیادہ جاذب نظر ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بے ساختہ آنسوؤں سے بھر گئیں' اس شخص نے اسے اس جرم کی سزا سنائی تھی جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔

اس کے قدم جیسے من من بھاری ہو گئے تھے' ایلی جو سیل فون پر کسی کے ساتھ کال پر مصروف تھا اس کے اچانک رک جانے پر بے ساختہ پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ وہ لفٹ کے دہانے پر کھڑی رو رہی تھی' تبھی وہ فوراً سے پیشتر کال ڈراپ کرتے

ہوئے اس کے قریب آیا۔
"کیا ہوا پری...... تم ٹھیک تو ہو ناں؟" پرہیان نے اس کے سوال کو ان سنا کردیا۔ وہ پلٹی اور پھر تیزی سے سیڑھیوں کی طرف لپکتے ہوئے نیچے بھاگ گئی۔ ایلی پیچھے آوازیں دیتا اس کے پیچھے لپکا تھا۔ پھولے سانسوں کے ساتھ بمشکل تمام سیڑھیوں عبور کرکے وہ پارکنگ میں پہنچی تھی جب اس نے اسے بازو سے پکڑ کر روکا۔
"میری بات سنو پری...... تم ایسے مجھے پریشان کرکے یہاں سے نہیں بھاگ سکتیں۔" وہ حقیقتاً بے حد متفکر تھا۔ پری نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کروالینا چاہا مگر ناکام رہی۔
"مجھے جانے دو ایلی پلیز...... میرا اس وقت یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔"
"مگر کیوں؟"
"کیونکہ میں فی الحال اس شخص کا سامنا نہیں کرسکتی اس لیے۔" تڑپ کر کہتے ہوئے وہ پھر سے رو پڑی' ایلی گہری سانس بھر کر رہ گیا۔
"تم پاگل ہو پری...... اور کچھ نہیں۔" سر جھٹک کر کہتے ہوئے اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور پرہیان کو اندر بیٹھنے کا حکم دے کر خود ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آ گیا۔
"میں تمہیں کم از کم اتنا بزدل نہیں سمجھتا تھا۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے پھر تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالی' پرہیان رخ موڑے بیٹھی چپ چاپ آنسو بہاتی رہی۔
"میں نے تمہیں بتایا تھا وہ شخص میرا بزنس پارٹنر ہے' تمہیں خود کو اس کا سامنا کرنے کے لیے پہلے سے تیار کرنا چاہیے تھا۔"
"میرے اندر اتنی ہمت نہیں ہے ایلی۔"
"کیوں...... کیا تم نے اس کا کوئی نقصان کیا ہے؟ کیا تم کوئی چور ہو' گناہ گار ہو' مجرم ہو۔" وہ چڑا...... پرہیان کے آنسو بہتے رہے۔
"میں نہیں جانتی' مجھے صرف اتنا پتا ہے میں اس شخص کے سامنے بہت حقیر ہوگئی ہوں۔"
"یہ سب تمہاری فضول سوچ کا شاخسانہ ہے پری...... تم قدرت کی جائز پیداوار ہو' تم نے اپنے جنم سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ تمہاری ذات کی اس دنیا اور معاشرے میں اتنی ہی عزت اور توقیر ہے جتنی کسی بھی معزز معاشرے میں پیدا ہونے والی ایک شریف لڑکی کی ہوسکتی ہے۔"
"نہیں ایلی...... یہ سچ نہیں ہے۔"
"یہی سچ ہے آج کے بعد تم کبھی اس شخص سے ڈر کر نہیں بھاگو گی...... اوکے۔"
"یہ بہت مشکل ہے ایلی۔"
"کوئی مشکل نہیں...... کیا تم میرے ادھڑے ہوئے زخموں سے واقف نہیں ہو۔ کیا میں نے ریجیکشن کا درد نہیں سہا' پھر بھی میں نے زندگی کی بے حسی میں خود کو پتھر نہیں ہونے دیا۔ پری...... یہ دنیا اسی کا نام ہے' یہاں گر جانے والوں کو لوگ روندھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں ہاتھ بڑھا کر انہیں اٹھانے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے۔" مدلل لہجے میں کہتا وہ اس کی برین واشنگ کررہا تھا۔ پرہیان کے آنسو تھم گئے' اگلے بیس پچیس منٹ تک وہ بہت خاموشی سے اسے سنتی رہی' یہی وجہ تھی کہ ایک گھنٹے کے بعد جب وہ لوگ دوبارہ آفس آئے تو پرہیان کے قدموں کی لغزش ختم ہوچکی تھی۔
ساویز اب وہاں نہیں تھا لہٰذا وہ سکون سے اپنے فرائض سرانجام دیتی رہی تاہم اس رات کی سیاہی میں تنہائی کی آغوش

میں بیٹھ کر یادوں کے پرانے آنچل پر بہت سے آنسوؤں کے ستارے ٹانکے تھے۔

❀......❀......❀

مہندی کی تقریب اپنے عروج پر تھی۔ صیام کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ سر کھجانے کو فرصت نصیب نہیں تھی مگر پھر بھی اس کی نگاہیں درمکنون کی منتظر تھیں۔ بے حد مصروف ہونے کے باوجود وہ اس کی طرف سے غافل نہیں رہ سکا تھا۔

درمکنون جانتی تھی کہ اسے بہت خلوص سے شگفتہ کی مہندی کی تقریب میں انوائٹ کیا گیا تھا مگر پھر بھی وہ مزے سے مریہ کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔ مریہ بیڈ کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے کوئی کتاب پڑھنے میں مصروف تھی' ساتھ ساتھ وہ اس کی باتوں کا جواب بھی دے رہی تھی تبھی مریہ نے پوچھا۔

''شہزاد کے سلسلے میں صیام کے گھر والوں سے بات کی تم نے؟''

''نہیں مما۔'' آنکھیں موندے موندے اس نے مختصر جواب دیا۔ مریہ نے کتاب بند کر دی۔

''کیوں؟''

''اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا اس لیے۔''

''کیا مطلب؟''

''صیام شہزاد میں انٹرسٹڈ نہیں ہے مما۔'' بغیر مریہ کے چونکنے کا نوٹس لیے وہ پلکیں موندے لیٹی رہی تھی۔ مریہ کو از حد حیرت ہوئی۔

''کمال ہے اتنی اچھی' بہترین لڑکی میں انٹرسٹڈ نہیں۔''

''میں کیا کہہ سکتی ہوں مما...... یہ ان دونوں کا ذاتی مسئلہ ہے۔''

''ہاں' تم بھلا کیا کر سکتی ہو۔'' تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے اس نے دوبارہ کتاب کھول لی۔

''صیام کو بتا دیا تھا تم نے کہ تم اس کے ساتھ نیروبی جا رہی ہو؟''

''میں اس کے ساتھ نہیں نہیں جا رہی مما...... وہ میرا پرسنل سیکرٹری ہے' وہ میرے ساتھ نیروبی جائے گا۔''

''ہاں ہاں ایک ہی بات ہے۔''

''نہیں مما...... ایک ہی بات نہیں ہے آپ میری پوزیشن کو ڈاؤن کر رہی ہیں۔''

''تم پاگل ہو دری اور کچھ نہیں' اچھے لوگ انسانیت کی درجہ بندی نہیں کرتے۔''

''میں درجہ بندی نہیں کر رہی مما...... بس اپنی اور اس کی پوزیشن واضح کر رہی ہوں۔''

''او کے...... او کے' میں بحث میں تم سے نہیں جیت سکتی۔''

''شکریہ۔'' ان دونوں کے درمیان اکثر ایسی ہی چھوٹی موٹی نوک جھونک چلتی رہتی تھی' اب بھی درمکنون نے مزے سے مسکراتے ہوئے اپنا سر دوبارہ مریہ رحمان کی گود میں رکھ دیا تھا۔

❀......❀......❀

وقت جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا صیام کی بے چینی جھنجلاہٹ کا روپ دھارتی جا رہی تھی۔ دل جیسے کسی کام میں لگ ہی نہیں رہا تھا' ایک وہ نظر نہیں آ رہی تھی تو دل جیسے کہیں کسی کام میں مطمئن نہیں تھا نہ ہی رسم متاثر کر رہی تھی۔ حنان سے اس کی بے چینی اور جھنجلاہٹ پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی تبھی وہ اپنے کام ادھورے چھوڑ کر اس کے قریب آیا۔

''درمکنون میم نہیں آئیں؟''

''نہیں۔'' بڑا روکھا جواب آیا تھا' وہ لب دبا کر بے ساختہ امڈ آنے والی ہنسی کا گلہ گھونٹ گیا۔

"کیوں؟"

"مجھے کیا پتا' میں کوئی ان کا مشیر نہیں لگا ہوا جو وہ مجھے بتا کر کہیں بھی آئیں جائیں گی۔" وہ تپا...... حنان چاہنے کے باوجود اس بار خود کو ہنسنے سے باز نہ رکھ سکا۔

"ٹھیک ہے مگر اس میں اتنا غصے ہونے والی کیا بات ہے۔"

"مجھے نہیں پتا' پلیز اس وقت میرا دماغ چاٹنے سے بہتر ہے تم اپنا کام کرو۔" وہ اس کے ہنسنے سے چڑ گیا تھا۔ حنان کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

"تم کہو تو میں جا کر انہیں لے آؤں؟"

"کیوں؟"

"میرا یار جو اداس ہے اس لیے۔"

"میں کیوں اداس ہوں گا' مجھے ان کے مقام اور اپنی حیثیت کا بہت اچھی طرح سے پتا ہے۔ میں صرف ایک دل کی خوشی کے لیے اپنی عزت نفس کو مجروح ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ محلوں کی رانی ہے' اسے محلوں میں رہنا ہی سوٹ کرتا ہے حنان...... مجھ جیسے دو کوڑی کے ملازم کو زیادہ خوش فہم نہیں ہونا چاہیے۔"

"بری بات...... اتنا ڈس ہارٹ نہیں ہوتے میری جان۔"

"ڈس ہارٹ نہیں ہو رہا' حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ وہ مجھ میں کبھی انٹرسٹڈ نہیں ہو سکتی حنان...... کیونکہ انہوں نے سوائے ایک ملازم کے مجھے کبھی کچھ اور سمجھا ہی نہیں وہ کسی اور میں انٹرسٹڈ ہیں۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"میں نے دیکھا ہے خود اپنی آنکھوں سے۔"

"کیا دیکھا ہے؟"

"اس شخص کو دیکھا ہے جس کا ساتھ انہیں خوشی دیتا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"سچ کہہ رہا ہوں یار...... وہ شخص رشتے میں ان کا کیا لگتا ہے میں نہیں جانتا مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وری میڈم اس کے بہت قریب ہیں۔"

"کہیں تم ساویز شاہ کی بات تو نہیں کر رہے۔"

"پتا نہیں...... شاید اس کا نام ساویز ہی ہے۔"

"ساویز ہی ہوگا' وری میم کے بچپن کا دوست ہے۔ اکثر آفس آتا رہتا ہے آج کل ملک سے باہر ہوتا ہے تمہیں اس کو لے کر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ان کا صرف دوست ہے بس۔"

"جو بھی ہے' مجھے اپنے دل کو سمجھانا ہوگا حنان...... چاند کو ہاتھ بڑھا کر چھونے کی خواہش رکھنے والوں کو دنیا پاگل کہتی ہے۔"

"میں یہاں تم سے اتفاق نہیں کروں گا' تمہیں اتنی جلدی کوئی بھی فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"میں فیصلہ نہیں کر رہا بس خود کو لاحاصل خواہشوں کے پیچھے بھاگنے سے روکنا چاہ رہا ہوں۔"

"کیا یہ آسان ہوگا صیام؟"

"پتا نہیں' مگر کوشش تو کی جاسکتی ہے ناں۔" وہ مایوس لگ رہا تھا' حنان گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ فی الوقت وہ اس کی

کوئی بھی مدد کرنے سے قاصر تھا۔

❀.......❀.......❀

شہزاد کے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ درمکنون مریہ کے کمرے سے نکلی تو شہزاد کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھ کر اسی طرف چلی آئی۔ شہزاد بھی مریہ کی طرح ۲ کتاب پڑھنے میں مصروف تھی‘ وہ دروازے پر ہلکی سی دستک کے بعد اندر چلی آئی تھی۔

"تم سوئی نہیں ابھی تک؟"

"نہیں...... نیند نہیں آرہی تھی‘ تم یہاں کیا کررہی ہو؟"

"مطلب؟"

"مطلب تمہیں تو صیام کے گھر ہونا چاہیے تھا اس کی بہن کی مہندی کی تقریب ہے آج۔"

"تو کیا......؟"

"بُری بات ہے دری...... کسی کے خلوص اور محبت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں کسی کے خلوص اور محبت کو نظر انداز نہیں کررہی‘ تم لوگ مجھے غلط لے رہے ہو۔ صیام صرف میرا پرسنل سیکرٹری ہے بس...... مجھے اس وقت وہاں جاکر اپنا تماشہ بنوانا پسند نہیں۔"

"تماشہ بننے والی کون سی بات ہے اس میں؟"

"تماشہ ہی ہے۔ وہاں سب ان کی اپنی برادری خاندان کے لوگ جمع ہوں گے‘ زمیں ہوں گی۔ میں ایسے میں خوامخواہ ادھر جاکر سب کو اپنی طرف متوجہ کرتی پھروں۔"

"تمہیں لوگوں سے مطلب نہیں ہونا چاہیے دری...... صیام کو دکھ ہوگا۔"

"ہوتا رہے‘ تم اس پر مرمٹ سکتی ہو میں نہیں۔"

"تم ہو ہی پتھر‘ تم سے میں ایسی امید رکھ بھی نہیں سکتی۔" ڈپٹ کر کہتے ہوئے اس نے کتاب بند کی اور پھر تیار ہونے چل دی۔ اسے بھی اسپیشلی انوائٹ کیا گیا تھا مگر وہ درمکنون کی وجہ سے نہیں گئی تھی کہ ابھی دل کے زخم ہرے تھے۔ صیام کی آنکھوں میں درمکنون کے لیے دہکتے جگنوؤں کی روشنی دیکھنا اس کے بس سے باہر تھا مگر اب درمکنون نہیں جارہی تھی تو اس نے فوری جانے کا ارادہ باندھ لیا۔

وہ شخص اسے پسند نہیں کرتا تھا تو کیا ہوا اس کی عزت تو کرتا تھا۔ اس کے ساتھ اپنے دکھ سکھ تو شیئر کرتا تھا اور اس کے لیے فی الحال یہی بہت تھا۔ درمکنون نے دیکھا شب کے ساڑھے گیارہ ہورہے تھے‘ شہزاد ہلکی پھلکی تیاری کے ساتھ اسے ملامتی نگاہوں سے دیکھتی کمرے سے نکل گئی تھی۔ درمکنون دیر تک ٹیرس پر کھڑی اسے پورچ سے گاڑی نکالتے اور پھر اسٹارٹ کرتے دیکھتی رہی۔

باہر ٹھنڈی ہواؤں کا راج تھا وہ پروا کیے بغیر بے حس سی کھڑی رہی۔ دل اس کے فیصلے پر راضی نہیں تھا مگر اسے بھلا دل کی پرواہی کہاں تھی؟

❀.......❀.......❀

اپنی مجبور محبت کی خمیدہ بانہیں
گھر کے ویرانے کی گردن میں حمائل کرکے
درد کو دل میں دبائے ہوئے سونا چاہا

اپنی مجبور محبت کو بھلانا چاہا
ذہن کو تھپکیاں دے دے کے سلانا چاہا
لاکھ کوشش کی مگر رات گئے تک مجھ کو
کسی کروٹ بھی تیرے کرب نے سونے نہ دیا
ہجر کی رات سے دیرینہ تعلق تھا میرا
اس تعلق نے کسی اور کا ہونے نہ دیا

شب کے پونے بارہ ہو رہے تھے جب شہزاد کی گاڑی صیام کے گھر کے باہر رکی اندر مہندی کی تقریب اپنے عروج پر تھی۔ صیام جو حنان کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا اسے نہایت نفیس لباس میں ملبوس اپنی طرف آتے دیکھ کر چونک اٹھا۔ ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ بے حد خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔

''السلام علیکم! بے حد معذرت میں قدرے لیٹ ہوگئی۔'' نم نم سی آنکھوں کے ساتھ لبوں پر سادہ سی مسکراہٹ سجائے وہ اس سے معذرت کررہی تھی' صیام نے اثبات میں سر ہلادیا۔

''اٹس اوکے آپ تشریف لے آئیں یہی بہت ہے۔''

''آپ شرمندہ کررہے ہیں صیام اصل میں دری کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اسی وجہ سے وہ نہیں آسکی' ابھی وہ دوائی لے کر سوئی تو میں ادھر آگئی۔'' سادہ سے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنے ساتھ ساتھ درمکنون کا بھی بھرم رکھا تھا۔ صیام جو تھوڑی دیر پہلے خاصا دل برداشتہ ہو رہا تھا اب ایک دم سے بے چین ہوگیا۔

''کیا ہوا انہیں؟''

''بخار تھا' سر میں بھی شدید درد تھا۔''

''اوہ' میں سمجھا شاید وہ مصروف ہوں گی۔''

''نہیں' مصروف ہوتی تو لازمی آجاتی۔ ابھی بھی وہ بہت شرمندگی محسوس کررہی تھی کہ آپ لوگوں کے اتنے خلوص کے باوجود وہ نہیں آسکی' خیر میں ذرا آنٹی وغیرہ سے مل لوں۔'' مختصر الفاظ میں درمکنون کا دفاع کرتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔ پیچھے صیام بے چین سا کھڑا رہا۔

''دیکھا...... میں نے کہا تھا ناں کوئی مجبوری ہوگی' تم بھی ناں صیام...... بہت جلدی ہر کسی سے بدگمان ہوجاتے ہو۔'' حنان کو اسے لتاڑنے کا موقع مل گیا تھا' وہ شرمندہ سا سر جھکا گیا۔

شہزاد کی آمد نے عشرت اور شگفتہ کے ساتھ ساتھ بی جی کو بھی دلی خوشی دی تھی۔ وہ ان میں گھل مل جاتی تھی' اپنے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتی تھی اسی چیز نے صیام کے گھر والوں کے دلوں میں اس کا مقام بلند کردیا تھا۔ اگر انہیں معلوم ہوجاتا کہ شہزاد صیام کو پسند کرتی ہے اور اس سے شادی کی خواہاں ہے تو شاید وہ ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر' شگفتہ کے ساتھ ہی صیام کی شادی کا فریضہ بھی سرانجام دے دیتے مگر...... ان کی نظر میں اسٹیٹس کا فرق تھا' وہ خودغرض ہوکر شہزاد کی نگاہوں میں اپنا قد چھوٹا ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی خواہشات کے لبوں پر چپ کا قفل لگالیا تھا۔ صیام نے دیکھا شہزاد اس کی ماں اور بہنوں کے ساتھ بے حد خوش اور مطمئن تھی یوں جیسے وہ اسی گھر اور ماحول کا حصہ ہو۔ وہ دیر تک اپنی سوچوں میں کھویا بے ارادہ ہی انہیں دیکھتا رہا تھا۔

❀......❀......❀

کرنل صاحب کی ڈیتھ ہوگئی تھی۔ چٹانوں سے مضبوط حوصلہ رکھنے والے ایک بے مثال کردار نے بناء کسی سے کچھ کہے چپ چاپ ہسپتال کے سرد کمرے میں ہمیشہ کے لیے آنکھیں موندلی تھیں۔ صمید حسن آفس میں تھے جب انہیں ہسپتال کی طرف سے کال آئی۔

ایک لمحے کے لیے ان کے اندر جیسے دور تک سناٹا اترتا چلا گیا تھا' ان کی زندگی میں کرنل صاحب ایک مثالی کردار رکھتے تھے۔ وہ ان کے دکھ اور سکھ کے تمام موسموں کے ساتھی تھے' وہ زندہ تھے تو انہیں زندگی کی آخری سانس تک مریہ رحمٰن کی واپسی کی امید تھی' آس تھی مگر...... کرنل صاحب کی سانسوں کی مالا کے ٹوٹتے ہی یہ آس بھی ٹوٹ گئی تھی۔ ماضی کے سارے باب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگئے تھے۔ انہیں لگا وہ حقیقی معنوں میں یتیم اور لاوارث ہوگئے ہوں' سیل ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر کب میز پر گرا انہیں خبر ہی نہیں ہوسکی تھی۔ دماغ ایک دم سے سُن ہوگیا تھا' ان میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ میز پر گرا ہوا اپنا سیل ہی اٹھالیں۔ آنکھوں میں الاؤ کیسے دہکتا ہے اس لمحے انہیں خبر ہوئی تھی۔

عائلہ اس وقت کچن میں اپنے لیے چائے پکارہی تھی جب اس کے سیل پر صمید حسن صاحب کی کال آئی۔ زاویار تکیے میں منہ چھپائے بے خبر سورہا تھا' سیل کی تیز بجنے والی رنگ نے اس کی نیند توڑدی تھی۔ ایک کے بعد دوسری' تیسری رنگ پر مجبوراً اس نے تکیے میں منہ چھپائے ہاتھ بڑھا کر سیل اپنی تحویل میں لیا تھا۔

"ہیلو۔" اسکرین پر صمید حسن صاحب کا نمبر دیکھ کر اس نے فوراً کال پک کی تھی۔

"عائلہ کہاں ہے؟" بغیر کسی دعا سلام کے صمید صاحب نے خاصے بوجھل لہجے میں پوچھا تھا۔ زاویار پر نیند کا خمار نہ طاری ہوتا تو وہ ضرور ان کے لہجے کی شکستگی پر چونک اٹھتا۔

"پتا نہیں پاپا...... شاید باہر مما کے پاس ہوگی۔" اس وقت اس نے ان کے سوال کو سرسری لیا تھا' صمید حسن نے کال کاٹ دی۔

اگلے تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ کرنل صاحب کی ڈیڈ باڈی کو ہسپتال سے کلیئر کروا کر اپنے گھر لے آئے تھے۔

عائلہ آفس جانے کی تیاری کررہی تھی جب اپنے گھر کے لان میں ایمبولینس کو رکتے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ سارا بیگم بھی فوراً اپنے کمرے سے نکل آئی تھیں۔ کرنل صاحب کی نعش کو ایمبولینس سے باہر لانے میں صمید حسن پیش پیش تھے۔ اندر لاؤنج سے بھاگ کر لان میں آتی عائلہ علوی کا وجود جیسے وہیں ساکت ہوگیا تھا' لان سے ملحقہ برآمدے کے ستون کا سہارا لیے کھڑی وہ جیسے لمحوں میں فنا ہوگئی تھی۔ ایک آخری رشتہ جو اس کی زندگی کی بقاء تھا' ختم ہوگیا تھا۔ اس کے لیے جیسے ساری دنیا ختم ہوگئی تھی' پورا وجود آندھیوں کی زد میں آ گیا تھا۔

سر سے صرف آسمان نہیں ہٹا تھا بلکہ پاؤں کے نیچے سے زمین بھی کھینچ لی گئی تھی۔ صمید حسن کرنل صاحب کے جسد خاکی کو سہارا دیئے گھر کے اندر لارہے تھے' عائلہ پتھر بنی ستون کا سہارا لیے کھڑی رہی۔ اس کے پاؤں جیسے من من بھاری ہوگئے تھے سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ زور زور سے چیخے یا روئے...... پاس سے گزرتے ہوئے صمید حسن نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا' وہ ستون کو پکڑے پکڑے بے حد نڈھال سی زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

زاویار کی آنکھ صمید حسن کی کال سے کھلی تو پھر لاکھ کوشش کے باوجود وہ دوبارہ نہیں سوسکا۔ کچھ دیر یونہی بستر پر پڑے رہنے کے بعد اس نے باتھ لیا اور پھر بناء ناشتا کیے تیار ہوکر گھر سے نکل آیا' ارادہ مارکیٹ سے ہوکر آفس جانے کا تھا۔

ہوزان سے ابھی تک اس کا سامنا نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ جب سے آئی تھی اپنے کمرے میں مقید تھی۔ سارا بیگم کے

علاوہ اس کی کسی سے بھی کھل کر بات نہیں ہوئی تھی۔ زاویار کو اپنے لیے کچھ شرٹس درکار تھیں' تبھی وہ گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر کے اپنے مطلوبہ بوتیک کی طرف آیا تھا جہاں ایک مرتبہ پھر تقدیر نے اسے مریہ رحمان سے ملادیا تھا۔

عمر عباس کے ساتھ کسی بات پر بحث کرتی وہ بوتیک سے باہر آرہی تھی' زاویار جو گاڑی لاک کر کے پلٹ رہا تھا وہیں ٹھٹک گیا۔ وہ عورت جس کی کوکھ سے اس کا جنم ہوا تھا' وہ عورت جو اس کے باپ کا عشق تھی کتنے سکون اور مزے کے ساتھ ایک غیر محرم مرد کو دم چھلہ بنائے بازاروں میں گھوم رہی تھی' اس کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔

وہ عورت اس کی نظر میں ایک فرشتہ صفت انسان سے بے وفائی کی مرتکب ہوئی تھی' اس کی نظر میں معافی کے قابل نہیں تھی۔ بوتیک سے نکلنے کے بعد پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے عمر نے مریہ سے کچھ کہا تھا اور پھر ایک گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا شاید وہ دونوں اپنی الگ الگ گاڑیوں میں آئے تھے۔ مریہ اسے رخصت کرنے کے بعد ابھی اپنی گاڑی میں بیٹھی ہی تھی جب اس کے سیل پر حمنہ حسین کی کال آگئی۔ مریہ نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس کی کال پک کی تھی۔

''ہاں حمنہ بولو' میں کل تمہاری طرف ہی آرہی تھی۔'' گاڑی اب پارکنگ ایریا سے نکل آئی تھی' زاویار نے اپنی شاپنگ موقوف کردی۔ گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے اس نے مریہ کے پیچھے ہی پارکنگ ایریا چھوڑ دیا تھا۔ حمنہ حسین اب مریہ سے کہہ رہی تھی۔

''تمہارے لیے ایک بُری خبر ہے میرو......'' اس کا لہجہ بے حد سپاٹ تھا۔ مریہ نے فل اسپیڈ میں دوڑتی گاڑی کی رفتار دھیمی کردی۔ اس کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپ اٹھا تھا۔

''سب خیر تو ہے؟''

''سب خیر نہیں ہے۔'' حمنہ کے یاسیت میں ڈوبے لہجے نے اسے بے چین کردیا تھا تبھی وہ بولی۔

''ہوا کیا ہے؟''

''کرنل صاحب کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔'' حمنہ کا لہجہ بے حد ٹھہرا ہوا تھا۔ مریہ کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل چیر کر رکھ دیا ہو۔

''وہاٹ......؟'' اس کا پاؤں سیدھا بریک پر جا پڑا تھا۔

''ہاں میرو...... گزشتہ شب کے آخری پہر میں کرنل صاحب تیسرے ہارٹ اٹیک کا شکار ہو کر چل بسے' مجھے ابھی خبر ملی تو فوراً تمہیں مطلع کردیا۔'' وہ بتارہی تھی۔ مریہ کے لرزتے ہاتھوں سے سیل چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جیسے ایک دم سے اندھیرا چھا گیا تھا۔

یہی وہ وقت تھا جب زاویار کی گاڑی اچانک بریک سے اس کے برابر میں آرکی۔ قدرے سن اعصاب کے ساتھ اس نے چونک کر برابر میں دیکھا تھا جہاں زاویار اپنی گاڑی سے باہر نکل کر اب اس کی گاڑی کی ونڈو پر کہنیاں ٹکائے ذرا سا جھکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت مریہ رحمان کے لیے اتنی نفرت تھی کہ وہ گنگ سی دیکھتی رہ گئی تھی۔

''تو پاکستان آگئیں آپ' اسی ذلیل کمینے شخص کے ساتھ جس کے عشق میں پاگل ہو کر کبھی مجھے اور میرے باپ کو چھوڑ گئی تھیں آپ...... کتنی دلچسپ بات ہے کہ اتنا وقت گزر جانے کے باوجود آپ نے اسے نہیں چھوڑا' آخر کیوں؟ کیا خاص ہے اس شخص میں ایسا جو میرے باپ میں نہیں تھا؟'' وہ زہر اگل رہا تھا۔ مریہ پتھر کی مورت بنی شاکڈ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

ذہن تو پہلے ہی مفلوج ہو رہا تھا اس پر زاویار کے چبھتے الفاظ نے اسے مزید چکرا کر رکھ دیا تھا۔

''نفرت ہے مجھے عورت کے کردار سے' آپ سے' آپ کے تصور سے۔ کتنا بدنصیب ہوں میں کہ جس نے آپ جیسی

بدچلن عورت کی کوکھ سے جنم لیا۔ کاش میں اتنا بہادر ہوتا کہ آپ کو اپنے ہاتھوں سے موت کی آغوش میں سلاسکتا تاکہ دنیا کی ساری عورتیں غلط راہ پر چلنے سے پہلے ایک بار آپ کا انجام دیکھ کر عبرت پکڑ لیتیں۔ کوئی حق نہیں ہے آپ جیسی گری ہوئی عورتوں کو عزت سے جینے کا' سمجھی آپ۔" وہ دل کا غبار نکال رہا تھا۔ مریہ دماغ سنسنا اٹھا۔

"بکواس بند کرواپنی۔"

"کیوں...... سچ برداشت نہیں ہوا ناں؟" وہ اب لبوں پر زہریلی مسکان لیے اسے تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ مریہ کے سارے بدن پر لرزا طاری ہوگیا' وہ بولی تو اس کے لہجے میں کانچ کے ٹکڑوں کے بکھرنے جیسی آمیزش تھی۔

"کاش تم میرے بیٹے نہ ہوتے زاویار تو میں اپنی ذات پر اتنے گھٹیا الزام لگانے والے کا منہ نوچ لیتی۔"

"اچھا......؟" وہ پھر تمسخرانہ ہنسا۔

"ایک لمحے کے لیے آپ بھول جائیں کہ میں آپ کا بیٹا ہوں پھر منہ نوچیں میرا تاکہ میں پھر آپ کو بتاسکوں کہ میری نظر میں آپ جیسی سفاک' بے حس و بدکردار عورت کی کیا حیثیت ہے۔" وہ انگارے چبا رہا تھا' مریہ کے منہ پر جیسے زور کا تھپڑ لگا۔

صمید حسن اور سارہ میمز حسین دونوں مل کر اس کے بیٹے کی ایسی تربیت کریں گے اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ یقیناً اس وقت وہاں ہوتا تو ضرور اس کا گریبان پکڑ کر اسے تین چار تھپڑ لگا دیتا۔ مریہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرائی تھیں۔

اس کا جوان بیٹا جو اس کی زیست کا حاصل تھا اس کے منہ کو آ رہا تھا' بھلا اس سے زیادہ اس کی شکست اور کیا ہوتی تھی۔ زندگی نے اسے صرف ہرایا نہیں تھا اوندھے منہ گرا کر دھول چٹادی تھی۔ دل تھا کہ جیسے درد کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا' ڈبڈبائی آنکھوں سے زاویار صمید حسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی زاویار صمید حسن...... یہ یاد رکھنا تم' اللہ بڑا منصف ہے آج نہیں تو کل میرے کردار کی سچائی تمہارے سامنے آجائے گی۔ جان جاؤ گے تم کہ تمہارے باپ نے سارہ میمز حسین کے ساتھ مل کر برسوں پہلے مجھ پر کیسے قہر کے پہاڑ توڑے تھے۔ مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ ہے وہ میری قربانیوں کو رائیگاں نہیں جانے دے گا مگر میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی' یہ یاد رکھنا۔" موتیوں کی طرح اس کے ٹوٹ کر بکھرتے آنسوؤں کو زاویار نے سر جھٹکتے ہوئے دیکھا تھا جیسے اس پر اس کے الفاظ اور آنسوؤں نے کوئی اثر نہ کیا ہو۔ مریہ نے دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے آنسو صاف کیے۔

"آج مجھے اس بچے کو کھونے کا کوئی دکھ نہیں رہا جسے صمید حسن نے زبردستی مجھ سے چھین کر الگ کردیا تھا۔ پچیس سال جو آنسو میں نے اس وجود کے لیے بہائے آج ان تمام آنسوؤں پر ندامت ہے مجھے اب جاؤ یہاں سے آج کے بعد میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔" قطعی کھردرے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

زاویار "مائی فٹ" کہتا پیچھے ہٹ گیا۔

مریہ نے گاڑی پھر فل اسپیڈ میں آگے بڑھائی تھی زاویار نے یوٹرن لے لیا، اسے ابھی اپنے لیے شاپنگ کرنی تھی اور آفس بھی پہنچنا تھا۔

❀......❀......❀

شفاف کشادہ سڑک پر گاڑی فل اسپیڈ کے ساتھ بھاگتی جارہی تھی۔ مریہ کی آنکھوں میں جیسے ساون کی جھڑی لگ گئی، بالکل سن اعصاب کے ساتھ فاسٹ ڈرائیو کرتی وہ بچوں کی طرح ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ اسے اپنے ہی بیٹے

کے ہاتھوں اپنی تذلیل سے زیادہ کرنل صاحب کی اچانک موت کا صدمہ پہنچا تھا۔
کرنل شیر علی...... جو رشتے میں اس کے سگے تایا تھے مگر جنہوں نے اس کے ماں باپ کی حادثاتی موت کے بعد اسے سگے ماں باپ سے بڑھ کر پیار دیا تھا۔
مریہ رحمان کی زندگی میں ان کا کردار ایک چھاؤں دار گھنے درخت کی مانند تھا اس کی ذات پر ان کے بہت سے احسانات تھے یہی وجہ تھی کہ ان سے قطع تعلق کے باوجود وہ کبھی ایک دن کے لیے بھی ان کی ذات سے غافل نہیں رہ سکی تھی۔ حمنہ حسین کے توسط سے دیار غیر میں بھی اسے ان کے پل پل کی خبر ملتی رہی تھی مگر...... کرنل صاحب کو اس کی یہ ادا پسند نہیں آئی تھی تبھی تو جیسے وہ ان کی زندگی سے چپ چاپ نکل آئی تھی وہ اس کی زندگی سے چپ چاپ نکل گئے تھے۔ یوں کہ اسے پچھتانے کا موقع بھی نہ مل سکا تھا۔ معافی مانگ کر ان کے ساتھ زیست کے آخری لمحوں میں ماضی کی چند یادیں چند باتیں شیئر کرنے کا موقع بھی نہ مل سکا تھا۔ جانے آخری لمحوں میں انہوں نے اسے یاد بھی کیا ہوگا کہ نہیں؟ نجانے دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوتے وقت انہوں نے اسے دیکھنے اس سے ملنے کی خواہش بھی کی ہوگی کہ نہیں؟ وہ اسے معاف کر کے بھی گئے ہوں گے کہ نہیں؟ آنسو تھے کہ کسی جھرنے کی مانند بہتے چلے جارہے تھے، اردگرد سے گزرتے ٹریفک کا شور اسے سنائی ہی نہیں دے رہا تھا۔
نگاہوں میں اگر کوئی چیز سمائی تھی تو کرنل شیر علی کا بارعب پُرشفیق چہرہ تھا سماعتوں میں اگر کوئی چیز گونج رہی تھی تو زاویار صمید حسن کے الفاظ تھے جن کی کڑواہٹ نے اسے محض چند لمحوں میں بھسم کردیا تھا۔ آج وہ حقیقی معنوں میں یتیم اور لاوارث ہوگئی تھی۔ گاڑی ہنوز فل اسپیڈ کے ساتھ بھاگتی جارہی تھی مگر وہ جا کہاں رہی تھی یہ گاڑی ڈرائیو کرنے والی کو بھی نہیں پتا تھا۔
کتنی بار اس نے اوورٹیک کیا کتنی بار لوگوں نے غیر ذمہ دارانہ ڈرائیو پر اسے رک رک کر باتیں سنائیں کتنی بار اسے ہارن دے کر راستہ لیا گیا اسے کچھ خبر نہیں تھی، برف ہوئی انگلیاں اسٹیئرنگ سے چپکی ضرور تھیں مگر کام نہیں کررہی تھیں۔
اپنی دانست میں وہ جلد از جلد حمنہ حسین کے گھر پہنچ کر کرنل صاحب کی لاش کو اسپتال سے وصول کرنے جارہی تھی کیونکہ وہ ان کی اکلوتی وارث تھی مگر...... راستہ تھا کہ کٹنے میں ہی نہیں آرہا تھا۔ تارکول سے بنی شفاف سڑک طویل سے طویل تر ہوتی جارہی تھی۔
اس کا سیل پھر بج رہا تھا اسکرین پر حمنہ حسین کے روشن ہوتے نام کو دیکھ کر اس نے غائب دماغی کے باوجود کال ریسیو کرلی۔
کیا خبر کرنل صاحب کی رحلت کی خبر جھوٹی ہو۔ کیا خبر حمنہ حسین کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو کیا خبر اسپتال میں تیسرے ہارٹ اٹیک سے مرنے والا وہ شخص جسے کرنل شیر علی سمجھ لیا گیا تھا وہ کوئی اور ہو دل خوش فہمیوں کی لے پر دھڑک رہا تھا جب اس کے کال ریسیو کرنے کے بعد حمنہ حسین نے اسے بتایا۔
''تم کہاں ہو میرو، صمید حسن کرنل صاحب کی لاش کو اپنے گھر لے گیا تھا وہی ان کی آخری رسومات ادا کرے گا۔''
''وہ کون ہوتا ہے ان کی آخری رسومات ادا کرنے والا اسی دھوکے باز شخص کی وجہ سے تو میں اتنے سال ان کی شفقت سے محروم رہی وہ میرے تایا ابو ہیں میں ان کی وارث ہوں، صمید حسن نہیں۔'' آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے ساتھ وہ چلائی تھی۔ حمنہ ٹھنڈی سانس بھر کررہ گئی۔
''ہاں تم ان کی وارث ہو مگر ان کے پاس نہیں ہو، وہ ان کے پاس ہے ان کی پوتی کو بھی اس شخص نے اپنی بہو بنالیا ہے۔''

ایک نئی اطلاع...... ایک نیا زخم...... مریرہ کے وجود میں رہی سہی جان بھی جیسے ختم ہوگئی وہ بولی تو اس کا لہجہ بے حد شکستہ تھا۔

"مجھے اس شخص سے نفرت ہے حمنہ اس شخص نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا کچھ بھی نہیں رہنے دیا میرے پاس۔" وہ رو رہی تھی اور حمنہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے اسے چپ کرائے۔ تبھی وہ بولی۔

"یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے میرو، تم جلد از جلد میرے گھر پہنچ جاؤ پلیز، پھر دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" پھنسی پھنسی سی آواز کے ساتھ بمشکل کہتے ہوئے اس نے کال کاٹ دی تھی، یہی وہ لمحہ تھا جب اس کی گاڑی سامنے سے آتی فل اسپیڈ کی پجارو سے ٹکرائی تھی۔

مریرہ کے ساتھ ساتھ پجارو میں بیٹھے شخص کے پاس بھی سنبھلنے کا کوئی موقع نہیں تھا تبھی دونوں کی گاڑیاں ہوا میں کئی فٹ بلند ہوئیں تھیں۔

مریرہ کا ذہن گمبھیر تاریکی میں ڈوبتا جارہا تھا اسے سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا کہ اچانک کیا ہوا ہے آخری بات جو زندگی کی اسے یاد رہی تھی وہ اس کے دماغ میں گونجتے زاویار صمید حسن کے یہ الفاظ تھے۔

"نفرت ہے مجھے عورت کے کردار سے آپ کے تصور سے کتنا بدنصیب ہوں میں کہ جس نے آپ جیسی بدچلن عورت کی کوکھ سے جنم لیا کاش میں اتنا بہادر ہوتا کہ آپ کو اپنے ہاتھوں سے موت کی آغوش میں سلا سکتا تاکہ دنیا کی ساری عورتیں غلط راہ پر چلنے سے پہلے ایک بار آپ کا انجام دیکھ کر عبرت پکڑ لیتیں کوئی حق نہیں ہے آپ جیسی گری ہوئی عورتوں کو عزت سے جینے کا سمجھی آپ۔" اس کی آنکھیں سڑک کے اس پار بے یارو مددگار پڑے وجود کے ساتھ مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبتی چلی گئی تھیں صرف آنکھیں ہی کیا اس کا دماغ بھی مکمل طور پر اندھیرے کی نذر ہوگیا تھا۔

❀......❀......❀

شگفتہ کی برات آپہنچی تھی صیام نے شگفتہ کی رخصتی کے لیے ہوٹل ارینج کیا تھا۔ مصروفیت اتنی تھی کہ سر کھجانے کو وقت نہیں تھا مگر...... دھیان کے پنچھی تھے کہ مسلسل درمکنون کے تصور کے آسمان پر اڑ رہے تھے۔ شہزاد صبح صبح ہی گاؤں روانہ ہوگئی تھی مجبوراً درمکنون کو تقریب میں شرکت کرنی پڑی۔

نیوی بلو کلر کے قدرے رف شلوار سوٹ میں ملبوس صیام، ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت دکھائی دے رہا تھا مگر اسے بھلا اپنی خبر ہی کہاں تھی۔ اس کا اداس دل تو کل رات سے مسلسل درمکنون کے لیے بے چین ہو رہا تھا کسی کام میں دل نہ لگنے کے باوجود اسے تمام فرائض اکیلے ہی سرانجام دینے تھے، شگفتہ عشرت کے ساتھ پارلر چلی گئی تھی۔

درمکنون سی گرین کریپ کے نہایت خوب صورت سوٹ میں ملبوس، ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ جس وقت وہاں پہنچی نکاح ہوچکا تھا۔ صیام کا کہیں کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں تھا تبھی وہ اردگرد اطراف میں نگاہ دوڑاتی بے جی کے پاس چلی آئی۔

بے جی جو برات کے ساتھ آنے والی مہمان خواتین کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں اس کے سلام پر جی جان سے نہال ہوگئیں۔

"وعلیکم السلام ماں صدقے جائے اب کیسی طبیعت ہے میری دھی کی۔"

شاید شہزاد نے اس کی کل رات کی غیر حاضری کی وجہ اس کی خراب طبیعت بتائی تھی تبھی وہ دل ہی دل میں ان کے خلوص کو داد دیے بغیر نہ رہ سکی۔

غزل

عجب حالات تھے میرے بھلا کس کو سناتا ہوں
زخم کھائے جو الفت میں بھلا کس کو دکھاتا ہوں
میری حالت ہی تھی ایسی جو کچھ کہتا تو رو پڑتا
کیا جو بے وفا تھا وہ اسے کیسے رلاتا میں
محبت میں کیا گزری کسی نے تو نہیں پوچھا
بھلا زخم جدائی کہ کیسے سب کو دکھاتا میں
بڑی حد تک پتا تھا کہ وہ ایک دن چھوڑ جائے گا
مگر کیسے اسے مشکل میں تنہا چھوڑ جاتا میں
ستم گر کے ستم سہہ کر لبوں تک نہ لائے شکوہ
زمانے میں ستم گر کو کیسے رسوا بھی کرتا میں
ہمیں تو غم نہ تھا کوئی محبت میں جدائی کا
تھا دل پاگل نہ جو سمجھا کیا کرتا نہ مرتا میں
یہ اس کی ہی دعا تھی کہ کبھی نہ ہنس پاؤ راحل
بھلا کیسے نہ سینے سے غموں کو پھر لگاتا میں

عنایت اللہ راحل...... موچھ

"اب ٹھیک ہوں الحمدللہ، ایم سوری میں کل رات چاہنے کے باوجود نہیں آسکی۔"

"کوئی بات نہیں میری دھی اللہ آپ کو زندگی اور صحت دے باقی سارا کچھ چلتا رہتا ہے۔"

صیام کی طرح اس کی ماں جی بھی بے حد سادہ مزاج خاتون تھیں۔ درمکنون کی نظریں جھک گئیں۔

"سب کچھ ٹھیک ہوگیا ناں آنٹی کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک کہہ سکتی ہیں آپ۔"

"نہیں چندا، اللہ کا بڑا اکرم ہے سب کچھ بہت اچھا ہوگیا ہے اللہ ہر ماں کو صیام جیسا اچھا اور نیک بیٹا دے تمہارے بھی بڑے احسان ہیں پتر۔"

"نہیں آنٹی میں نے ایسا تو کچھ نہیں کیا جسے آپ میرا احسان کہہ سکیں۔" دھیمے سے مسکرا کر اس نے کہا تھا تبھی صیام جو کسی کام سے اسی طرف آ رہا تھا اسے دیکھ کر ایک دم سے ٹھٹک گیا۔

اس لمحے اس کی آنکھوں میں جو تشنگی تھی درمکنون سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی تبھی اس نے بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔

"السلام علیکم۔" نیوی بلو رف سوٹ میں بھی اس کی وجاہت نظر لگ جانے کی حد تک پُرکشش دکھائی دے رہی تھی۔

درمکنون کے لیے ایسے مواقع پر اکثر اپنا بھرم رکھنا دشوار ہو جاتا تھا۔

"وعلیکم السلام، کیسے ہیں آپ؟"

صیام کا دل چاہا کہہ دے تمہیں کیسا دکھائی دے رہا ہوں مگر ماں کی موجودگی میں اس نے دل کو ڈپٹ کر چپ کرا دیا تھا۔

"ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں اب۔"

"میں بھی ٹھیک ہوں، شہزاد کو گاؤں میں تھوڑا کام تھا وہ صبح ہی گاؤں کے لیے نکل گئی تھی معذرت کر رہی تھی آپ سے۔"

''کوئی بات نہیں ہے آپ تشریف لے آئیں یہی بہت ہے۔'' دل دل سے کہہ رہا تھا درمکنون نے نظریں چرالیں۔
''رخصتی کب تک ہوجائے گی۔'' اس نے بے جی سے پوچھا تھا صیام اس کے نظریں چرانے پر مسکرا کر رہ گیا۔
''ان شاءاللہ تین بجے سے پہلے پہلے کردیں گے ویسے بھی دور کا سفر ہے کیا آپ رخصتی تک نہیں رکیں گی۔'' بے جی کے بجائے صیام نے اس کے سوال کا جواب دیا تھا۔ وہ نفی میں سر ہلا گئی۔
''نہیں ایسی بات نہیں ہے اصل میں مما شہر سے باہر ہیں میرا ان سے رابطہ نہیں ہو رہا تو تھوڑی سی پریشانی ہو رہی ہے ویسے عمر انکل نے تسلی دے دی ہے میں رخصتی کے بعد ہی جاؤں گی آپ بے فکر رہیں۔'' اس کی دمکتی شفاف رنگت پر موتیوں کی طرح چمکتے سفید دانت بے حد بھلے لگتے تھے صیام نے اس کے تفصیلی جواب پر بے ساختہ گہری سانس خارج کی۔
''شکریہ۔'' اس کی روح تک سرشار کر گئی ایک دم سے اردگرد کی ہر چیز بے حد حسین لگنے لگی تھی۔
اسی وقت دفعتاً کسی نے اسے پکارا تو اسے ہوش آیا کہ اس کے پاس تو سر کھجانے کو بھی ٹائم نہیں تھا مگر وہ پچھلے تیس منٹ سے وہاں جم کر کھڑا تھا اپنی بے اختیاری پر سر دھنتا وہ پلٹا تھا۔
''ایکسکیوز می میں تھوڑا کام نپٹا لوں آپ تقریب انجوائے کریں پلیز۔''
''جی ضرور۔''
دونوں بازو سینے پر باندھتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا پھر بے جی کو شگفتہ کی سسرالی خواتین کے ساتھ محو گفتگو پا کر وہ ایک سائیڈ پر پھولوں کی خوب صورت بیل کے قریب آ کھڑی ہوئی۔
صیام نے اپنی بہن کی رخصتی کے لیے واقعی بہت خوب صورت ہوٹل کا انتظام کیا تھا وہ پھولوں کی خوب صورت بیل کے قریب دھری کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی پاس ہی صیام کی کچھ رشتہ دار خواتین بیٹھی تھیں مگر اس نے ان پر توجہ نہیں دی۔
پرسوں اسے نیروبی کے لیے روانہ ہونا تھا، جانے وہاں کتنے دن لگنے تھے مریہ نے اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ ابھی اسی بارے میں سوچ رہی تھی جب اس کی سماعتوں میں کسی لڑکی کی کڑک آواز گونجی۔
''یہ جو سی گرین کپڑوں میں باربی ڈول سی لڑکی بیٹھی ہے ناں، یہی تمہارے صیام کی باس ہے نگی۔'' وہ چونکی تھی مگر اس نے پلٹ کر قریب بیٹھی اس لڑکی کو نہیں دیکھا تھا، تبھی اس نے دوسری لڑکی کی آواز سنی۔
''اچھا...... پہلے تو نظر نہیں آئی یہ۔''
''نظر کیسے آتی بیچاری کو فرصت ہی آج ملی ہوگی ادھر آنے کی۔'' پہلی لڑکی نے کہا تھا اور پھر دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑی تھیں۔ درمکنون کو اپنی ذات کا موضوع گفتگو بننا سخت گراں گزر رہا تھا مگر وہ چپ سادھے بیٹھی رہی، جانے وہ لڑکیاں کون تھیں اور اسے کیوں ڈسکس کر رہی تھیں۔ ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی جب اس نے دوسری لڑکی کو نخوت سے کہتے سنا۔
''باس ہو یا باربی ڈول صیام میرا تھا اور میرا ہی رہے گا دس سال کی تھی میں جب میری اس کے ساتھ بات پکی ہوئی تھی اللہ بخشے چاچا فقیر حسین کی روح جنہوں نے ہمارا رشتہ پکا کیا، ایسے کیسے کوئی ہتھیا سکتا ہے اسے مجھ سے جان نہ لے لوں میں ایسی کوشش کرنے والی کی۔''
''جان لینے سے بات نہیں بنے گی یار، اس کے پاس حسن بھی ہے اور دولت بھی سنا ہے اسی کے بخشے ہوئے گھر میں رہ رہا ہے صیام آج کل میری مانو تو تم خالہ سے کہہ کر جلد اپنے ہاتھ پیلے کروالو نہیں تو یہ حسین چڑیل لے اڑے گی تمہارے شہزادے کو۔'' وہ دونوں شاید اسے بھی سنانے کے لیے تیز تیز بول رہی تھیں۔

آیات قرآنی کی روشنی میں
سلام کی اہمیت
و تشریح
مختصر مگر جامع دُعا
السلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مؤلف
مشتاق احمد قریشی
اسلامی کتب خانہ
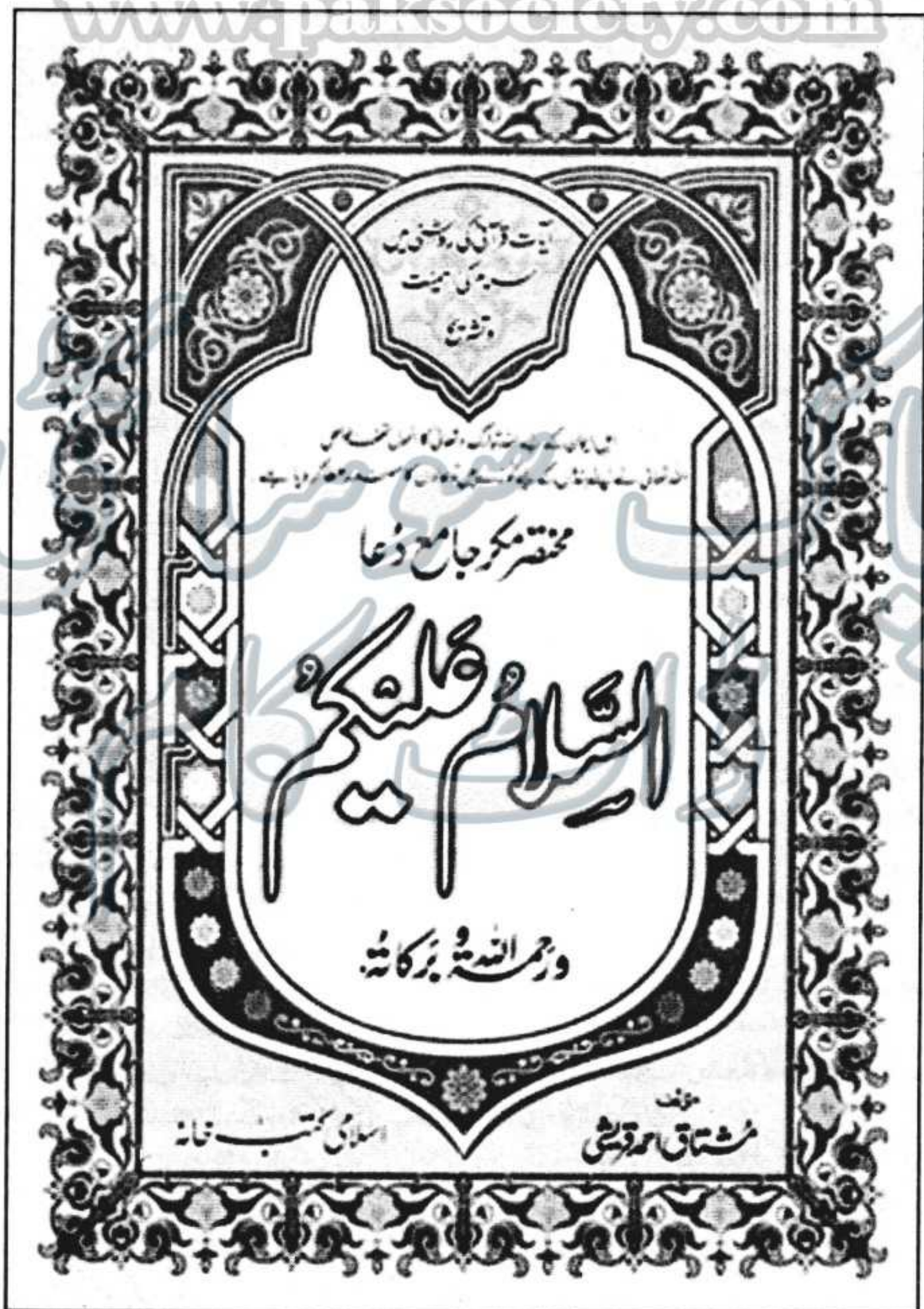
درمکنون کے اندر ایک دم سے ڈھیر سارا دھواں بھر گیا، وہ جانتی تھی کہ صیام بچپن سے انگیج ہے تبھی اس نے اس کی تشنگی کو رسپانس نہیں دیا تھا مگر اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دنیا ان دونوں کے تعلق کو کس نظر سے دیکھتی ہے۔ صیام کی فیانسی کی نگاہوں میں اس کا کیا کردار ہے، اب جو آگاہی ہوئی تھی تو اندر جیسے الاؤ دہک اٹھے تھے۔ ایک جھٹکے سے وہ اٹھی اور بے جی کے پاس چلی آئی تھی۔

''آنٹی میں گھر جارہی ہوں، میرے سر میں بہت درد ہے۔'' بے جی جو بے حد مصروف تھیں اس کی بات سن کر پریشان ہوگئیں۔

''رب سوہنا خیر کرے کہیں نظر نہ ہوگئی ہو میری دھی کو ماں صدقے جائے کھانا کھا کر چلی جانا پتر، ایسے تو صیام کو برا لگے گا۔''

''نہیں آنٹی بھوک نہیں ہے، بس گھر جا کر آرام کروں گی۔''

''ٹھیک ہے پتر، جیسی تیری مرضی۔'' بے جی شاید بہت کچھ کہنا چاہتی تھیں مگر وہ ناراض نہ ہوجائے اس لیے چپ سادھ گئیں درمکنون پلٹی تھی اور قطعی غیر دانستگی میں اپنے پیچھے آتے صیام سے بری طرح ٹکرا گئی اس کی موٹی ناک صیام کے کشادہ سینے سے بری طرح ٹکرائی تھی تبھی جیسے اسے چکرا آ گیا تھا۔

''ایم سوری، مجھے اندازہ نہیں تھا آپ اچانک پلٹ جائیں گی۔'' درمکنون کو ناک پکڑے دیکھ کر وہ شرمندہ ہوا تھا تبھی بے جی بولیں۔

''اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے پتر گھر جانے کا کہہ رہی ہے تھوڑا ٹائم ہے تیرے پاس تو خود جا کر چھوڑ آ بچے۔''

''نہیں میں چلی جاؤں گی۔'' درمکنون نے فوراً مداخلت ضروری سمجھی تھی تبھی وہ بولا۔

''آپ شگفتہ کی رخصتی سے پہلے کہیں نہیں جارہیں۔''

''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔''

''طبیعت ٹھیک ہوجائے گی آپ میرے ساتھ آئیں پلیز۔'' وہ اتنی جرأت کرسکتا ہے درمکنون کو پہلی بار اندازہ ہوا تھا۔ تاہم وہ اس وقت کسی صورت وہاں ٹھہرنا نہیں چاہتی تھی تبھی صیام کی ریکوئیسٹ پر اس کے ساتھ چل پڑی۔ فنکشن نیچے ہال میں تھا وہ درمکنون کو اوپر فرسٹ فلور پر لے آیا۔

''یہاں لانے کا مقصد۔'' وہ برہم ہوئی تھی صیام نے مائنڈ نہیں کیا۔

''چند ضروری باتیں شیئر کرنی تھیں آپ کے ساتھ۔''

''کہیے۔'' دونوں بازو سینے پر باندھے وہ قدرے خفا خفا سی تھی۔ صیام چند لمحے خاموشی سے سامنے دیکھنے کے بعد بمشکل ہمت جمع کرتے ہوئے بولا۔

''میں جانتا ہوں آپ بہت اچھے اخلاق و کردار کی مالک ہیں میں ہی کیا سارا اسٹاف اس بات کا گواہ ہے مگر اتنے اچھے اخلاق و کردار کی مالک ہونے کے باوجود کبھی کبھی آپ کا بی ہیو بہت تلخ ہوجاتا ہے کیوں؟''

''آپ کے لیے یہ جاننا ضروری نہیں ہے۔'' رخ پھیرے پھیرے وہ قدرے یاسیت سے بولی تھی۔ صیام ہونٹ دبا کر رہ گیا۔

''ایک بات کہوں اگر آپ ناراض نہ ہونے کا وعدہ کریں۔'' وہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا درمکنون ٹکٹکی باندھے سامنے دیکھتی رہی۔

''کہیے۔''

جھوٹ کی سزائیں

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو (رحمت) کے فرشتے اس سے ایک میل دور ہو جاتے ہیں' اس بدبو کے باعث جو جھوٹ بولنے سے پیدا ہوتی ہے (جامع ترمذی)۔

⌘ جھوٹ بولنے والے کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھا جاتا ہے (موطا امام مالک)۔

⌘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس شخص کے لیے ویل (یعنی جہنم) ہے جو لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹی باتیں سناتا ہے' اس کے لیے ویل ہے اس کے لیے ویل ہے۔" (ابوداؤد' ترمذی)

⌘ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کو بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے (بخاری و مسلم)۔

نورین قمر...... ناگرہ

"ساویز حسن آپ کے قابل نہیں ہے۔"

"تو......؟" اس بار اس نے تیکھے چتونوں سے اس کی طرف دیکھا تھا وہ نگاہ پھیر گیا۔

"میں آپ کو پسند کرتا ہوں جیسے کسی جاندار کے زندہ رہنے کے لیے ہوا' پانی' خوراک ضروری ہوتی ہے بالکل ویسے ہی میری زندگی کے لیے آپ ضروری ہیں بنا کسی لالچ' کسی غرض کسی مفاد کے میں آپ کو......"

"ایک منٹ پلیز۔" ہاتھ اٹھا کر صیام کی بات کاٹتے ہوئے اس نے اپنا لہجہ حتی المقدور خشک رکھا۔

"میں آپ سے اتنی فضول اور قطعی غیر متوقع بات کی امید نہیں رکھتی تھی صیام' میں آپ کی عزت کرتی ہوں کیونکہ آپ میرے' بہت اچھے قابل ورکر ہیں' مگر منگنی شدہ ہوتے ہوئے آپ مجھ سے یعنی اپنی باس سے اتنی فضول بات کہیں گے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"میں نے کوئی فضول بات نہیں کی نہ ہی زندگی میں کبھی دولت اور اسٹیٹس کو کوئی اہمیت دی ہے جہاں تک منگنی شدہ ہونے کی بات ہے تو میں نے اس منگنی کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا' یہ رشتہ صرف میرے بابا کی پسند تھا مگر وقت کے ساتھ وہ بھی اس جلد بازی پر نادم تھے۔"

"جو بھی ہے یہ آپ کا پرسنل میٹر ہے۔ میں صرف اپنی ذات کی بات کروں گی میرے لیے آپ صرف ایک ورکر ہیں بس...... میں ایک ورکر کو شوہر کا درجہ دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی ایم سوری۔" وہ سنجیدہ تھی صیام کے دل کا کانچ جیسے ٹکڑوں میں بٹ کر بکھر گیا۔

"ایم سوری۔" لب بھینچتے ہوئے وہ محض یہی کہہ سکا تھا ورمکنون آہستہ سے اثبات میں سر ہلاتی پیچھے پلٹ گئی تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کا سانس جیسے سینے میں رک رہا تھا۔ مگر اس نے پروا کیے بغیر باہر پارکنگ میں آ کر ہی سانس لیا' آنسو تھے کہ بہتے جا رہے تھے ورمکنون کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیسے ڈرائیو کر کے گھر پہنچے۔

اوپر ٹیرس پر کھڑا صیام اس کے آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا ورمکنون سوچ رہی تھی کاش کل کی طرح وہ آج بھی وہاں نہ آئی ہوتی تو دل اور بھرم دونوں بچ جاتے۔ لرزتے کانپتے ہاتھوں سے گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے وہ بار بار اپنے وہاں آنے پر پچھتائی تھی صیام نے دیکھا گاڑی پارکنگ ایریا سے نکالنے کے بعد اس نے خاصی تیز اسپیڈ کے ساتھ گاڑی مین سڑک کے حوالے کی تھی وہ اداس آنکھوں سے اسے دیکھتا اپنے ٹوٹے ہوئے دل اور بھرم کی کرچیاں چنتا رہا۔

❁ ❁ ❁

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک
اپنے ہونے کی خبر تجھ کو بھلا دیں بھی تو کیوں
ہم کو ہونا ہی نہیں، تم کو خبر ہونے تک

سورج ڈھل رہا تھا۔ شہر کی طرف جاتی کچی سڑک پر چند دیہاتی خواتین سروں پر بالن کے گٹھڑ لادے اپنے اپنے گھروں کی طرف جارہی تھیں۔ تبھی شہزاد نے آواز دے کر ایک سادہ سے حلیے والی نوجوان لڑکی کو روک لیا۔

''ہیلو ایکسکیوز می پلیز بات سنیں۔'' لڑکی اس پکار پر چونک کر حیران ہوتی فوراً رک گئی تھی بالن کا بڑا سا گٹھڑ ہنوز اس کے سر پر لدا تھا۔

''ہاں جی۔''

''میرا نام شہزاد ہے مجھے مائی جیراں کی تلاش ہے مگر وہ مل نہیں رہیں کیا آپ بتا سکتی ہیں اس وقت وہ کہاں ملیں گی؟'' شہزاد نے جلدی سے اس کے قریب آ کر اپنا مدعا بیان کیا تھا لڑکی کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''آہو جی بتا تو سکتی ہوں مگر پکا نہیں پتا کہ وہ وہاں ہوگی بھی یا نہیں۔''

''کہاں؟''

''خود اپنے گھر میں جی آج کل اس کی بھانجی آئی ہوئی ہے ساتھ والے پنڈ سے وہی سنبھال رہی ہے اسے۔''

''اوہ کیا آپ بتا سکتی ہیں ان کا گھر کہاں ہے۔''

''ہاں جی یہ سیدھی سڑک بائیں طرف مڑیں تو پرانا کھوآ جاتا ہے سنا ہے ہندوستان کی تقسیم کے وقت اس کھو میں سیکڑوں نوجوان مسلمان لڑکیوں نے کود کر اپنی عزت بچانے کی خاطر جان دے دی تھی، اسی کھو کے پرلی طرف چھوٹا سا کچا مکان ہے مائی جیراں کا۔''

''ٹھیک ہے، بہت شکریہ۔'' لڑکی تھوڑی باتونی تھی شہزاد نے اجازت لینے میں ہی عافیت جانی۔

دن چھپتا جارہا تھا وہ شام ہونے سے پہلے پہلے گاؤں سے نکل جانا چاہتی تھی کیونکہ اگر عمر عباس کو جوان دنوں پاکستان تھا اس کی گاؤں میں موجودگی کی اطلاع مل جاتی تو اس کی خیر نہیں تھی۔ انہی خیالوں میں گم تیز تیز قدم اٹھاتی وہ پرانے کھو کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جب اچانک ایک نیو پجارو اس کے بالکل قریب آ رکی۔

شہزاد اگر اچھل کر سائیڈ پر نہ ہو جاتی تو اس کا کچلے جانا لازمی تھا۔ اس نے ابھی اپنے غصے کا اظہار کرنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ پجارو سے ایک رائفل بردار شخص نے سرعت سے نکل کر اس کا منہ دبوچ لیا۔ شہزاد کی چیخیں اس کے حلق میں ہی دم توڑ گئی تھیں۔ رائفل بردار شخص بہت طاقت ور تھا تبھی چند لمحے کسی تتلی کی مانند پھڑ پھڑانے کے بعد اس نے بے بس ہو کر اپنا وجود ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ بے ہوش ہونے سے پہلے جو آخری تصور اس کے ذہن کے پردے پر لہرایا، وہ اس کی ماں کا تھا جنہوں نے ہمیشہ اسے گاؤں میں آزادانہ پھرنے کی سختی سے ممانعت کی تھی مگر اب کیا ہو سکتا تھا چڑیاں کھیت چگ کر اڑ چکی تھیں۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

ہَوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہَوا سے شکایتیں کیسی
نہ صاحبان جنوں ہیں نہ اہل کشف و کمال
ہمارے عہد میں آئیں کثافتیں کیسی

تھے اناروں کے بے شمار درخت
اور پیپل کے سایہ دار درخت

نجانے کہاں سے اس کے ہاتھ میں کلیات اقبال لگ گئی تھی۔ جس کو وقت بے وقت پڑھنا ان دنوں اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ کمرے میں ٹہلتے ہوئے وہ آج گائے اور بکری سے لطف اندوز ہورہی تھی۔

''ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں
طائروں کی صدائیں آتی تھیں

وہ لہک لہک کر پڑھ رہی تھی۔ حسب معمول لیپ ٹاپ کھولے بیٹھے حسنین نے اسے دیکھا۔ ارادہ اسے ٹوکنے کا تھا۔

''کسی ندی کے پاس اک بکری
چرتے چرتے کہیں سے آ نکلی
جب ٹھہر کر اِدھر اُدھر دیکھا
پاس اِک گائے کو کھڑے پایا

حسنین نے کچھ کہنے کو لب وا کیے تھے کہ اس کا حیران کن لہجہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔ جس طرح اس نے باقاعدہ اِدھر اُدھر دیکھ کر اس فقرے کو پڑھا تھا وہ

محظوظ ہوا تھا۔

"واہ...... واہ...... کیا زبردست منظر نگاری ہے ناں......"
کتاب کو ایک ہاتھ سے پکڑے دوسرا ہاتھ اٹھا کر وہ بے ساختہ بولی۔ حسنین کی طرف دیکھا جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"کیوں بڑی بی مزاج کیسے ہیں؟
گائے بولی کے خیر اچھے ہیں۔"
اس نے حسنین کی طرف دیکھتے دیکھتے شعر پڑھا۔ جس پر اس کا بے ساختہ قہقہہ اس کو ٹپٹا گیا۔

"اس سے پہلے سلام دعا نہیں تھی۔" وہ دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا تو فاطمہ نے یک لخت نظریں کتاب پر دوڑائیں۔

"پہلے جھک کر اسے سلام کیا
پھر سلیقے سے یوں کلام کیا"
وہ باقاعدہ کورنش میں بولی اور اس کی طرف دیکھا تو حسنین اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا مجھے ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟" اس نے کہا تو فاطمہ نے ایک دم سے دوبارہ کتاب کے صفحے پر نظریں دوڑائیں۔

"کیوں بڑی بی...... مزاج کیسے ہیں؟
گائے بولی کے خیر اچھے ہیں۔" وہ زیرلب بڑبڑائی اور پھر اسے کہا۔

"نہیں...... نہیں آگے ایسے نہیں ہے۔ وہ اس سے چائے نہیں مانگتی اس کا حال پوچھتی ہے۔" فاطمہ اس کی طرف قدم بڑھاتی ہوئی بولی۔

"وہاں نہیں لکھا ہوا پر مجھے چاہیے۔" حسنین نے کہا۔

"میں تو اس وقت چائے نہیں تیار کرسکتی۔" فاطمہ بیڈ کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"کیوں......؟" اس نے چبھتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"جان پر آبنی ہے کیا کہیے۔" فاطمہ منہ بسور کر بولی۔

"خدا خیر کیا ہوا؟" حسنین اس کی طرف متوجہ تھا۔

"دیکھتی ہوں خدا کی شان کو میں
رو رہی ہوں بروں کی جان کو میں"
فاطمہ ابھی تک گائے اور بکری میں کھوئی ہوئی تھی۔

"چائے لادو اب۔" حسنین نے اس کے بھینچے لبوں کی مسکراہٹ کو تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"مجھے ابھی بہت سارے کام کرنے ہیں۔" وہ ابھی تک انکاری تھی۔

"مثلاً کون کون سے کام؟" اب وہ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"یہ کپڑے دھونے ہیں۔" فاطمہ نے ایک دوپٹے میں بندھے کپڑوں کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"یہ پریس کرنے ہیں۔ زرفین کے ساتھ مارکیٹ جانا ہے۔" فاطمہ اس کی طرف دیکھ کر انتہائی لاچار شکل بنا کر بولی۔

"واقعی...... تم نے تو بہت سارے کام کرنے ہیں۔" حسنین کے لہجے میں واضح طنز کو اس نے نظرانداز کردیا تھا۔

"آپ اپنے لیے چائے خود ہی پکالیں میں اپنے کام کرلیتی ہوں۔" وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"تم چائے لے آؤ مل کر پیئیں گے۔ پھر میں کپڑے دھونے میں تمہاری مدد کردوں گا۔" حسنین نے کہا۔ فاطمہ نے چونک کر اسے دیکھا دوسرے ہی پل اٹھ کر اس کے پاس آکھڑی ہوئی۔ اپنا ہاتھ اس کے ماتھے پر رکھا اور چند پل سانس روکے کھڑی رہی۔

"آپ کو بخار تو نہیں ہے۔ آنکھیں بھی کھلی ہیں اس کا مطلب کے نیند میں بھی نہیں ہیں۔" فاطمہ نے ہاتھ ہٹا کر بغور اس کو دیکھا۔ حسنین نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟" سب سمجھتے ہوئے بھی اس سے پوچھنے لگا۔

"ابھی ابھی جو آپ نے کہا وہ مکمل ہوش و حواس میں کہا ہے ناں؟" فاطمہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"میں نے کیا کہا؟" وہ مسکراہٹ دبا کر اس کو تنگ

کرنے لگا۔

"یہی کہ میں آپ کے لیے چائے پکادوں تو آپ میرے کپڑے دھودیں گے؟"

"دھونہیں دوں گا مدد کروں گا۔" حسنین نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ اپنی چالاکی اور لفظوں کے ہیر پھیر کے پکڑے جانے پر منہ بسور کر رہ گئی۔

"اچھا...... پھر اب مکر نہ جانا۔" وہ اس سے وعدہ لیتے چائے لانے کی حامی بھرنے لگی۔

"نہیں مکروں گا۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"ہتھکنڈوں سے غلام کرنا ہے
کن فریبوں سے رام کرنا ہے"

کن فریبوں سے رام کرنا ہے...... اس نے کلیات اقبال کو بک شیلف میں رکھتے ہوئے آخری نظر ان صفحات پر ڈالی اور انتہائی تپ کر شعر پڑھا۔ ایک غصیلی نظر حسنین کے قہقہے پر ڈالی اور باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁......❁

"میں مدد کردوں ناں؟" اس کو چائے دے کر وہ کپڑے اٹھانے لگی۔ تو وہ پوچھنے لگا۔

"وہ تو کرنی ہی پڑے گی۔ اسی شرط پر تو چائے پکا کردی ہے۔" وہ میلے کپڑوں میں مزید کچھ جوڑے رکھتے ہوئے بولی تو حسنین کھسیانا سا ہنس دیا۔

"مطلب معافی کی گنجائش بالکل بھی نہیں۔" وہ منمنایا۔

"ایک فی صد بھی نہیں۔" کپڑوں کو الگ کرتے ایک پل کو اس کے ہاتھ رکے اور ابرو اچکا کر اسے دیکھ کر کہا۔

"چائے میں چینی کم ہے۔" وہ کپڑوں کے ڈھیر کو بازو میں دبوچے باہر کی جانب بڑھی کہ اس کی آواز پر پلٹ کر اسے دیکھا۔

"چینی اتنی ہی ہے جتنی ہوتی ہے۔ یہ پھیکا پن آپ کی وعدہ خلافی کا ہے۔" برجستہ انداز اس کو خجل کر گیا۔

"میں نے کب وعدہ خلافی کی؟" سوال کیا۔

"وعدہ خلافی کا سوچا تو تھا ناں......" اس کو چڑا کر بولی۔

"سوچوں پر پابندی کہاں کا قانون ہے......؟" وہ جمائی لیتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"یہاں کا قانون ہے۔ یہ سارے کپڑے لے کر تشریف لے آؤ پھر نہ کہنا بتایا نہیں۔" فاطمہ نے میلے کپڑوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کیونکہ آدھے کپڑے وہ اٹھا کر لے گئی تھی۔ حسنین نے گہرا سانس لے کر اثبات میں سر ہلایا۔

"شادی کر کے پھنس گیا یار اچھا خاصا تھا کنوارہ۔" وہ زیر لب بڑبڑایا اور ایک ہی سانس میں چائے کا کپ خالی کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور فاطمہ کے بتائے گئے کپڑوں کو اٹھا کر باہر کی جانب بڑھا۔

"یہ کہاں رکھنے ہیں؟" وہ برآمدے کے اس کونے کی طرف آیا جہاں واشنگ مشین لگائے فاطمہ کپڑے دھونے میں مشغول تھی۔

"ان کو اسٹول پر رکھ دیں لیکن احتیاط سے۔"

"کیوں کانچ کے ہیں کیا جو ٹوٹ جائیں گے۔" فاطمہ کی ہدایت پر حسنین نے تپ کر کہا۔

"کانچ کے نہیں ہیں لیکن فرش گندہ ہے کیچڑ لگ جائے گا۔" فاطمہ نے دھو کر رکھے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ تو حسنین گہرا سانس خارج کرتا کپڑوں کو رکھنے لگا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے......؟" حسنین آج سراسر طنز کے موڈ میں تھا۔ فاطمہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"بڑے حکم مانتے ہیں ناں......" وہ منہ بنا کر بولی۔

"یہ والا تو مانا ہے ناں۔"

"حکم نہیں مانا اپنا وعدہ پورا کررہے ہیں۔" فاطمہ نے اسے دیکھ کر کہا۔

"جو بھی ہے......" وہ ایک دوسرے اسٹول پر دھلے کپڑے اٹھا کر ان کو ذرا سا فاصلے پر بچھی چارپائی پر رکھنے لگا۔ ارادہ خود اسٹول پر بیٹھنے کا تھا۔

"ان کو واشنگ لائن پر ڈال دیں۔ پلیز یہاں نہ رکھیں۔" فاطمہ نے اسے دیکھ کر کہا تو حسنین کو اس کی بات ماننی پڑی۔

"اچھا آپ ان کپڑوں سے صرف شرٹس دھو دیں۔ میں تب تک آپ کے اور اپنے کپڑے پریس کرلوں گی۔" فاطمہ نے ہلکے رنگ کے سارے کپڑے دھو کر واشنگ لائن پر ڈال کر حسنین کو دیکھ کر کہا۔

"کیا تم سچ میں مجھ سے کپڑے دھلواؤ گی......!" متعجب نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"وعدہ کیوں کیا تھا؟" وہ دونوں ہاتھ کمر کے خم پر رکھ کر اس کو گھور کر پوچھنے لگی۔

"وعدہ کیا تھا تو تم وعدہ پورا نہ کرنے دو اب۔" وہ کپڑے دھونے سے وہ بھی زنانہ کپڑے دھونے سے ہچکچا رہا تھا۔

"میں اتنی اچھی نہیں ہوں۔" فاطمہ نے اسے دیکھا۔

"نہیں تم بہت اچھی ہو۔" حسنین نے خوشامدانہ انداز اپنایا۔

"آپ بھی اپنے اچھا ہونے کا ثبوت پیش کریں اب۔" فاطمہ تو کسی صورت میں اس کو مکرنے نہیں دے رہی تھی۔

"اور یہ اتنے مشکل کپڑے نہیں ہیں۔ ایک ساتھ ڈال دو مشین میں اور دس منٹ بعد نکال کر ٹب کے صاف پانی میں اور پھر واشنگ لائن پر۔" فاطمہ اس کو ہدایت دے کر وہاں سے چلی گی۔ تو چاروناچار حسنین کو اس کی ہدایت پر عمل کرنا پڑا۔ اگلے لمحے وہ سارے کپڑے واشنگ مشین میں ڈال کر مشین آن کر رہا تھا۔

❁......❁......❁......❁

"تمہیں شرم نہیں آتی؟" وہ کمرے کی ساری چیزوں کو اُتھل پتھل کیے مسلسل کچھ تلاشی کر رہی تھی کہ زرفین کی گرج دار آواز نے اسے بوکھلا دیا۔

"اف مر گئی......" اس کی اچانک اور غصیلے لہجے پر دونوں پاؤں پر بیٹھی بیڈ کے نیچے کچھ تلاشی کرتی فاطمہ ایک دم پیچھے گری تو زرفین کو اپنی ہنسی روکنا محال ہوا۔

"کیا بدتمیزی ہے......" فاطمہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کی مدد لینی چاہی لیکن وہ مسلسل ہنسے جا رہی تھی۔ بمشکل بیڈ کا سہارا لیے فاطمہ اٹھی تھی۔

"ہمارے گھر میں جن ہیں۔" دوسرے لمحے فاطمہ زرفین کے پاس آ کھڑی ہوئی اور ڈری سہمی آواز میں بولی۔

"جن نہیں چڑیل ہے اور وہ تم ہو۔" زرفین نے اسے دیکھ کر تپ کر کہا۔ "تمہیں شرم نہیں آتی بھائی سے کپڑے دھلواتے ہوئے۔" زرفین نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"اور تمہیں شرم نہیں آتی پہلے تو مجھے چڑیل کہا اب مجھ پر الزام لگا رہی ہو۔" فاطمہ مسلسل کچھ تلاش کرنے میں مصروف تھی۔

"اور تمہارے بھائی سے میں کپڑے نہیں دھلوا رہی۔ انہوں نے خود وعدہ کیا تھا کہ وہ میری مدد کریں گے۔ اب تم یہ جاہل ساس والا کردار نبھانا بند کرو۔ میں بتا رہی ہوں کہ ہمارے گھر میں جن ہیں۔" فاطمہ تیز تیز بولتی ایک بار پھر اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ زرفین نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا۔

"جاہل ساس کس کو کہا؟" زرفین نے اسے گھورا۔

"کہا تو نہیں بس مثال دی ہے ناں۔" فاطمہ اب قدرے اکتاہٹ سے بولی۔

"اچھا یہ جن والا کیا قصہ ہے؟" اب زرفین نے پوچھا۔

"ہمارے کمرے میں جن ہیں۔ چیزیں غائب کر دیتا ہے یا اِدھر اُدھر رکھ دیتا ہے۔" فاطمہ نے زرفین کا ہاتھ پکڑ کر مدھم آواز میں کہا تو اس نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں تو آج سے پہلے چیزیں غائب بھی تو نہیں ہوئی ناں؟" وہ جھنجلائی۔

"کیا غائب ہوا ہے؟"

"میرے کپڑے۔ وہ وائٹ سوٹ جو تم نے دیا تھا۔ میں نے یہاں رکھا تھا پریس کرنے کے لیے لیکن اب یہاں نہیں ہے۔ ہر جگہ دیکھ لیا۔" فاطمہ نے اسے بتایا تو زرفین بھی اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"ہوسکتا ہے کہ نہ نکالا ہو وارڈروب میں ہی ہو۔" زرفین نے کہا۔

"نہیں ہے ناں وہاں بھی۔" فاطمہ منہ بسور کر بولی۔
"تم مانو یا نہ مانو جن آ گئے ہیں۔" فاطمہ نے تو فیصلہ کرلیا تھا اور اس پر یقین کی مہر بھی لگادی تھی۔
"فضول نہ ہانکو اور یہ کمرے کی کیا حالت بنا رکھی ہے۔" حسنین کمرے میں داخل ہوا تو ہر طرف بکھری چیزوں اور فاطمہ کی بےزار حالت کو دیکھ کر پوچھا۔
"بھائی...... فاطمہ کا وائٹ سوٹ نہیں مل رہا اور محترمہ کا خیال ہے کہ کمرے میں جن ہیں جو پہلے تو چیزوں کی ترتیب بدلتے تھے اور اب تو غائب بھی کرنے لگے ہیں۔" زرفین نے ہنستے ہوئے حسنین کو بتایا۔ جب کہ فاطمہ اب خاموش تھی۔ زرفین کمرے میں بکھری چیزیں سمیٹنے لگی۔ حسنین نے زرفین کی بات سنی اور باہر نکل گیا۔ زرفین نے اس کو باہر جاتے دیکھا۔
"اچھا اب ایسے منہ بنا کر نہ بیٹھو۔ یہاں ہی کہیں ہوگا سوٹ مل جائے گا اب کوئی اور پہن لو اور جلدی تیار ہوجاؤ دیر ہورہی ہے۔" زرفین بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس کو تسلی دینے لگی۔
"یار تمہیں پتہ ہے مجھے وہ سوٹ کتنا پسند ہے۔ یوں سمجھ لو کہ مجھے اس سوٹ سے محبت سی ہوگئی ہے۔ اس لیے انتہائی احتیاط سے پہنتی ہوں۔ سارے کاموں سے فارغ ہوکر وہ بھی صرف خاص موقعوں پر۔" فاطمہ انتہائی دل برداشتہ ہورہی تھی۔ زرفین مسکرانے لگی۔
"تمہارے لیے ایک اچھی خبر ہے اور ایک بری۔" زرفین نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے ہی تھے کہ حسنین کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔
"پہلے اچھی خبر سناتا ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا۔
"حسنین بھائی پہلے بری خبر سنائیں۔" زرفین تیزی سے بولی۔
"پہلے اچھی خبر سن لو۔ پہلے بری سنائی تو پھر اچھی خبر بھی بری بن جائے گی۔"
"ہیں کیا مطلب وہ کیوں؟" فاطمہ نے حیرت سے پوچھا۔
"تمہارا سوٹ مل گیا ہے۔" حسنین نے مسکرا کر اسے اچھی خبر سنائی۔
"رئیلی...... اف شکر ہے میں تو اداس ہوگئی تھی۔" فاطمہ یک دم ہی پُرجوش ہوگئی تھی۔ ہنستے ہوئے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
"کہاں تھا ادھر ہی ہوگا۔ ایویں ہی جن کا شور مچایا ہوا تھا۔" زرفین نے اس کو دیکھ کر کہا۔ "اور بری خبر......؟" یک دم ہی زرفین کو خیال آیا۔ فاطمہ نے بھی سوالیہ نظروں سے حسنین کو دیکھا۔
"بری خبر...... وہ...... یہ...... میرا مطلب ہے کہ وہ شہید ہوگیا۔" حسنین یک لخت بوکھلاہٹ کا شکار ہوا۔
"کون شہید ہوگیا......؟" وہ دونوں ایک ساتھ بولیں۔
"ہائے اللہ یہ کیا ہے......؟" حسنین نے پیچھے بندھے ہاتھ میں پکڑی شرٹ کو سامنے کیا۔ فاطمہ برق رفتاری سے بڑھی۔ زرفین نے بھی حیرت سے دیکھا۔
"مجھے کیا پتہ تھا کہ ان رنگین کپڑوں کے ساتھ تمہاری یہ شرٹ بھی رکھی ہے۔" حسنین اس کو تفصیل بتانے لگا۔
"میں نے سارے کپڑے ایک ساتھ مشین میں ڈال کر دس منٹ کے بعد نکالا کر ان کو صاف پانی میں ڈال کر واشنگ لائن پر ڈال کر یہاں آیا۔ تم سے پوچھنے کے ان کپڑوں میں تو نیم رنگ کے کپڑے بھی تھے۔" حسنین گھسیانا سا ہنس کر مزید بولا۔ جب کہ فاطمہ پھٹی پھٹی نظروں سے اس کے ہاتھ میں پکڑی وائٹ کلر کی شرٹ کو دیکھے جارہی تھی۔
"بھائی......" زرفین نے دانت پیسے۔
"پہلی بار میری مدد کی ہے۔ پلیز آئندہ میری کوئی مدد کرنے کا وعدہ مت کرنا۔" فاطمہ یک لخت غصے سے بولی۔
"میری فیورٹ شرٹ کا ستیاناس کردیا۔" فاطمہ نے اس کے ہاتھ سے گیلی شرٹ کو کھینچ کر بیڈ پر پٹخا اور رونے لگی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

"دیکھیے اپنے بھائی کے کام۔" اب وہ زرفین سے مخاطب ہوئی۔

"اب مجھے کیا پتہ تھا کہ ان کپڑوں میں یہ بھی ہے۔" حسنین نے لاپروائی سے کہا۔

"یہ علیحدہ رکھے تھے۔" فاطمہ مزید بولی۔

"ویسے یہ کلر بھی اچھا لگ رہا ہے۔" حسنین نے شرٹ اٹھا کر زرفین کو دیکھا۔ جواب ہنسی پر قابو پانے کی کوشش میں تھی۔ لیکن فاطمہ کے غصے کی وجہ سے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ حسنین کی بات پر بے ساختہ ہنسی۔

"ہاں یہ بھی اچھا لگ رہا ہے۔" دوسرے ہی پل اس نے بھائی کا ساتھ دیا۔ فاطمہ نے خون خوار نظروں سے دونوں کو گھورا۔

"زرفین ایسا کرنا اس پر کالے بٹن لگانا۔ ساتھ میں اچھی سی پرنٹڈ شال اور ریڈ شیڈز میں ٹراؤزر...... واہ کتنا زبردست سوٹ تیار ہو جائے گا۔" حسنین مسکراہٹ دبا کر فاطمہ کو دیکھ کر بولا۔

"ہاہاہا۔" اب زرفین اپنا قہقہہ روک نہ سکی۔ فاطمہ نے دانت پیس کر دونوں کو دیکھا۔ لیکن وہاں تو اس کے غصے کا کوئی اثر نہ تھا۔

"تم سوٹ تیار کر دینا میں شال لے آؤں گا۔" حسنین نے زرفین کو شرٹ دی اور کہا۔ وہ ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلا گئی اور شرٹ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

"سوری یار۔" حسنین اب اسے منانے کی کوشش کرنے لگا۔

"اس کے بدلے نیا سوٹ چاہیے مجھے۔" فرمائش کی گئی۔

"زرفین سے کہا ہے ناں۔ اسی کو ڈیزائن کرتے ہیں۔" صاف انکار کرنا مشکل تھا اس لیے فرمائش کا رخ موڑا۔

"زور چلتا نہیں غریبوں کا
پیش آیا لکھا نصیبوں کی۔"

"میری قسمت میں تو اناڑی پیا ہی لکھا ہے۔" وہ زیر لب مسکرائی اور راضی ہوتے ہوئے بغیر پیر پٹختی باہر نکل گئی۔ حسنین نے مسکرا کر اسے جاتے ہوئے دیکھا اور اپنے اناڑی پن پر دل ہی دل میں اپنے آپ کو کوسنے کے ساتھ ساتھ اس کو سدھارنے کی تراکیب بھی سوچنے لگا۔

❁........❁........❁........❁

"ہم وہ بدنصیب عورتیں ہیں جن کی آدھی عمر تو یہی سوچنے میں گزر جاتی ہے کہ آج کیا پکائیں اور باقی عمر جو پکائیں وہ گھر والوں کو زبردستی کھلانے میں۔" پچھلے دو گھنٹے سے وہ کچن میں کھڑی کچھ پکانے کے لیے سوچ رہی تھی۔ زرفین کے کچن میں آتے ہی تپ کر بولی۔

"اب کیا ہوا؟" زرفین نے فروٹ باسکٹ سے ایپل نکال کر کاٹتے ہوئے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"آج کیا پکاؤں؟" وہ منہ بسور کر بولی۔

"گوشت، چکن پچھلے چار پانچ دنوں سے روز ہی پکایا جا رہا ہے۔ اب تو جی اوب گیا ہے اور کوئی سبزی کا موڈ نہیں ہے۔"

"ہاں تو دال ہی باقی ہے ناں۔" زرفین نے اسے دیکھ کر کہا۔

"دال ہی ہے لیکن تم سب کو تو کولسٹروں لیول کو اوقات میں رکھنے کا ایسا چسکا پڑا ہے کہ مسور اور لوبیا کے علاوہ اور کوئی دال نظر میں ہی نہیں آتی۔" فاطمہ نے چڑ کر کہا۔

"کیا مطلب ہے اور دالیں بھی پکتی ہیں ناں......" زرفین ایپل کاٹ کر اس کا بائٹ لے کر اس سے مخاطب ہوئی۔

"گوشت چکن سے پہلے مسور کی دال کا ہی راج تھا ناں؟" فاطمہ نے تپ کر کہا تو زرفین ہنس دی۔

"تو کوئی اور دال پکا لو۔" وہ الہڑ انداز میں بولی۔

"اور کون سی پکاؤں؟" فاطمہ پُر سوچ انداز میں بولی۔

"ایسا کرو مونگ کی یا ماش کی دال پکا لو۔" زرفین نے فٹافٹ بتایا۔

"تم پہلے سے سوچے بیٹھی ہو کیا کہ آج مونگ یا ماش کی دال پکانی ہے؟" فاطمہ نے تفتیشی نظروں سے

اسے دیکھا۔
"نہیں تو......" وہ ہنستے ہوئے بولی۔
"پھر اتنا دماغ کیسے چل رہا ہے؟" فاطمہ ابھی تک مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"ایپل بھی تو کھا رہی ہوں نا کچھ تو اثر ہوگا ناں۔" زرفین نے ہنستے ہوئے کہا۔ فاطمہ نے اس کے ہاتھ سے ایپل کا ٹکڑا لے کر منہ میں ڈالا۔
"اوں ہوں...... اثر نہیں ہونے والا زیادہ کی ہے۔" زرفین نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا۔ فاطمہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"وٹامن...... عین، قاف اور لام کی۔" زرفین قہقہہ لگا کر بولی تو فاطمہ نے خون خوار نظروں سے اسے دیکھا۔
"یہاں آ کر ہی یہ وٹامن متاثر ہوا ہے ورنہ ہمارا شمار بھی اچھے خاصے عقل مندوں میں ہوا کرتا تھا۔" فاطمہ نے شیخی بگھاری۔
"اور یہ کس صدی کا واقعہ ہے؟" زرفین نے پوچھا۔
"تم ناں زیادہ میری ساس نہ بنا کرو۔" فاطمہ نے قہر آلود نظر اس پر ڈال کر دالوں والا کپ بورڈ کھولا۔
"اف یہاں تو ماش کی دال ہی نہیں ہے۔ ہاں مسور کی دال کے تین پیکٹ موجود ہیں۔" فاطمہ نے زرفین کے قہقہے کو نظر انداز کر کے منہ بسور کر کہا۔
"کوئی بات نہیں بھائی گھر پر ہی ہیں ان سے کہو اس نکڑ والی دکان سے لے آئیں گے۔" زرفین نے کہا اور باہر نکل گئی جبکہ فاطمہ حسنین کی تلاش میں کمرے کی جانب چل دی۔
"سنیے جی......؟" چہکتا انداز اس کی سماعت سے ٹکرایا تو لیپ ٹاپ کی اسکرین سے نظریں ہٹا کر حیرت سے اسے دیکھا۔
"واؤ کتنے ہینڈسم لگ رہے ہیں۔" وہ اس کی طرف بڑھی دونوں ہاتھ اپنے گالوں پر رکھے پُرجوش انداز میں بولی۔ حسنین نے متعجب نظروں سے پہلے اسے اور پھر اپنے خالصتاً کمرے والے حلیے کو ملاحظہ کیا جو ڈھیلی ڈھالی ٹراؤزر اور بنیان میں کسی اینگل سے بھی ہینڈسم کے زمرے میں نہ آ رہا تھا۔ وہ اس کے پاس آ بیٹھی۔ حسنین نے اس کی طرف دیکھا۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین بند کی اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور چند پل سانس روکے بیٹھا رہا۔
"تمہیں بخار تو نہیں ہے۔ نیند میں چلنے کی عادت بھی نہیں ہے پھر ابھی ابھی جو کہا کیا حواسوں میں ہو؟" حسنین مسکراہٹ دبا کر اب اس کو چھیڑنے لگا۔ فاطمہ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا۔
"کاپی کیٹ۔" زیر لب بڑبڑائی۔
"پھر وہی بڑبڑاہٹ۔" حسنین نے گہرا سانس لیا۔
"ماش کی دال لا دیں پلیز۔" اس سے پہلے کہ حسنین مزید کوئی بات کرتا وہ بولی۔
"اچھا تو یہ خوشامد اس لیے ہو رہی تھی۔" وہ خشمگین نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔
"نہیں پہلی نظر میں لگے تھے اب پھر سے لوفر لگ رہے ہیں۔" فاطمہ ہنستے ہوئے بولی۔ "لا دیں ناں......" وہ دوبارہ لیپ ٹاپ اٹھانے لگا کہ وہ منت بھرے لہجے میں بولی تو چار و ناچار اس کو اٹھنا پڑا۔ اس کے جاتے ہی فاطمہ کچن میں آ گئی۔
"کون سی دال کہی تھی......" کتنی ہی دیر گزر گئی وہ اس انتظار میں تھی کہ حسنین دال لے کر آئے گئے۔ وہ آیا لیکن یہ پوچھنے کہ کون سی دال لانی ہے۔ فاطمہ نے سر پیٹ کر اسے دیکھا۔
"ماش کی دال......اور پلیز ذرا جلدی واپس آ جانا۔" وہ دانت کچکچا کر بولی۔ وہ دروازے سے ہی واپس پلٹ گیا اور وہ پھر انتظار کرنے لگی۔
"ابھی تک کھانا تیار نہیں ہوا؟" وہ انتظار میں ہی تھی کہ زرفین کچن میں وارد ہوئی۔ فاطمہ سر پکڑ کر بولی۔
"یہ لو اپنی مسور کی دال۔" حسنین کچن میں داخل ہوا اور مسور کی دال کا پیکٹ اس کی طرف اچھالتے ہوئے پُرجوش انداز میں کہا۔
"ماش کی دال لانی تھی ناں۔" فاطمہ نے پیکٹ کو

دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا...... ماش کی دال کہی تھی......!'' حسنین کا سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ حیرانی سے اس سے پوچھا۔ جب کہ زرفین ایک بار پھر ان کے اناڑی پن پر قہقہے لگا رہی تھی۔

''پھر تم کہتی ہو کہ میرے بھائی کو اناڑی پیا نہ کہا کرو۔'' فاطمہ نے خون خوار نظروں سے حسنین کو کچن سے جاتا اور زرفین کو بے تحاشہ ہنستے دیکھا اور دانت پیس کر کہا۔

''کوئی بات نہیں آج تم بھی اپنے پروٹین لیول کو کولیسٹرول لیول پر ذرا سی توجہ دے لو۔'' زرفین نے اس کو دیکھ کر کہا اور کچن سے باہر نکل گئی اور فاطمہ نہ چاہتے ہوئے بھی آج پھر مسور کی دال پکانے لگی۔

✿......✿......✿......✿

''لیکن میں بور ہو جاؤں گی ناں۔'' وہ منہ لٹکا کر احتجاج کرنے لگی۔

''عجیب مخلوق ہو تم بھی۔ ارے دو دن ہیں بھائی کے ساتھ عیش کرنا۔'' اسے چھیڑا۔

''ہاں...... ہاں تمہارا بھائی عیش کراتا بھی بہت ہے ناں۔'' وہ اسے گھور کر تپ کر بولی۔ تو زرفین بے ساختہ ہنسی کو روک نہ سکی۔

''ہم پرسوں واپس آجائیں گے۔'' زرفین دوپٹہ کو پھیلا کر اس پر استری کرنے لگی۔

''پرسوں......؟'' وہ چلائی۔

''توبہ ہے تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے پرسوں کوئی سالوں بعد آئے گی۔'' زرفین نے خشمگین نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔

''اڑتالیس گھنٹے......'' فاطمہ نے اسے دیکھا۔ زرفین کی فرینڈ کی شادی تھی تو وہ تینوں جا رہے تھے۔ حسنین کی دو دن کی چھٹی تھی اس کو اور کام کرنے تھے۔ زیادہ وقت گھر پر ہی گزرنا تھا۔ اس لیے فاطمہ بھی شادی اٹینڈ کرنے سے قاصر تھی۔ اب زرفین کی تیاری دیکھ کر اس کو دو دن تک اپنے اکیلے رہنے پر ہول اٹھ رہے تھے۔

''کل کا ہی دن ہے۔ ہم پرسوں ولیمہ اٹینڈ کر کے واپس آجائیں گے۔'' زرفین نے اس کو تسلی دی۔

''اچھا......'' وہ اسی بےزار کیفیت میں فقط اچھا کہہ کر رہ گئی۔

''اے موڈ ٹھیک کرو اور بھائی کے ساتھ انجوائے کرنا۔ لڑکیاں تو شکر کرتی ہیں کہ سسرال والے جائیں تاکہ وہ میاں جی کے ساتھ اکیلے وقت گزار سکیں۔'' زرفین ہینگرز سے کپڑے اتار کر بیگ میں رکھ کر بولی تو فاطمہ نے اسے دیکھا۔

''کاش میں بھی ایسی ہی لڑکی ہوتی جو سسرال والوں کے ساتھ نہیں الگ رہنا اور پھر انجوائے کرنا جانتی۔'' فاطمہ نے کہا تو زرفین نے محبت سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''ارے ایک بندے کے ساتھ کیا خاک انجوائے منٹ ہوگی۔ دو چار بندے ہوں تو بات کرنے کا بھی مزہ آتا ہے۔'' فاطمہ نے اس کے دوپٹہ پر لگی لیس کو دیکھ کر کہا۔

''اچھا ہم پرسوں واپس آجائیں گے تم چلی چلو اگر نہیں رہ سکتی تو؟'' زرفین نے اس کو مسکراتی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

''نہیں یار بہت مشکل ہے حسنین بھی اکیلے ہوں گے تو ایسے میں میرا دھیان اِدھر ہی رہے گا تو انجوائے نہیں کر سکوں گی اور میں کسی کو جانتی بھی نہیں تو وہاں بور ہوں گی۔'' فاطمہ نے تفصیل بتائی تو زرفین نے چونک کر اسے دیکھا۔

''ارے واہ...... واہ ویسے یہ بھائی سے محبت میں دھیان اِدھر رہے گا یا معاملہ کوئی اور ہے؟'' زرفین نے آنکھ دبا کر مسکراہٹ روک کر فاطمہ کو چھیڑا۔

''اور کیا معاملہ ہوگا؟'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

''وہی جو لیلیٰ کو مجنوں سے تھا ہیر کو رانجھے سے تھا سسی کو پنوں سے تھا۔ صاحباں کو مرزا سے تھا۔'' زرفین نے ہنسی روک کر شریر لہجے میں تفصیل بتائی تو فاطمہ نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھا۔

''کوئی اور جوڑا رہ گیا ہے تو اس کا بھی نام لے لو ناں؟''

وہ تپ کر بولی۔

"تم تیاری مکمل کرو اور نکلو گھر سے۔ میری شرافت کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤ۔" وہ اس کو گھور کر وہاں سے نکل گئی۔ جب کہ زرفین اس کی معصومیت پر ابھی تک مسکرائے جارہی تھی۔ پھر سر جھٹک کر اپنی تیاری میں مصروف ہوگئی۔

"اب میں کیا کروں؟" ان کے جانے کے تین چار گھنٹے تک تو وہ ٹھیک رہی۔ حسنین سے باتیں کرتی رہی اس کے کام میں اس کا ہاتھ بھی بٹا دیا۔ تھوڑی بہت صفائی ستھرائی بھی کردی اور اب پھر بوریت عروج پر تھی۔ وہ بڑبڑائی اور ٹی وی کا ریموٹ اٹھا کر بیٹھ گئی اور چینل سرچ کرنے لگی ساتھ ہی صوفے پر حسنین بیٹھا حسب معمول لیپ ٹاپ پر کام کررہا تھا۔ اس نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی۔ فاطمہ آنکھیں پھاڑیں اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ حسنین نے ایک بار پھر دیکھا۔

"ہیں......" وہ بے تحاشہ حیرت سے بڑبڑائی۔ آنکھیں مزید پھیل گئیں۔

"آں......اچھا......" دوسرے ہی لمحے وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ حسنین کی نظریں اس پر تھیں جو متعجب نظروں سے اس کے دماغی حالات کو دیکھ رہا تھا۔

"توبہ استغفار۔" ایک اور خود کلامی۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" اب حسنین پوچھے بنا نہیں رہ سکا۔ فاطمہ نے اسے دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔

"پھر کیا ہوا جو مسلسل بڑبڑائے جارہی ہو۔" وہ لیپ ٹاپ کو ایک سائیڈ میں رکھے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"کچھ نہیں۔" فاطمہ نے برہم مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ کر کہا۔

"اب میں کیا بتاؤں...... ایک تو پتہ نہیں یہ فلم ایکٹریس کس طرح کے عجیب و غریب رنگ کے کپڑے پہن لیتی ہیں کہ دیکھنے والا خوا مخواہ ہی...... نجانے کیا سمجھ لیتا ہے۔" وہ حسب عادت زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔ اب اس کو کیسے بتاتی کہ "اسکین کلر کی ہیروئن کی ٹائٹ ٹراؤزر پر وہ کیا کچھی تھی۔ توبہ توبہ اللہ معاف کرنا۔" اس نے ایک بار پھر کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔

حسنین نے ایک نظر اسے دیکھا اور دوسرے پل پھر لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"چائے پئیں گے؟" وہ ریموٹ سائیڈ پر رکھ کر اٹھتے ہوئے بولی۔

"ہاں ضرور لیکن پہلے اسٹور روم سے کمبل دے جانا۔ ٹھنڈ ہورہی ہے۔" حسنین نے کہا تو فاطمہ کچن کی جانب بڑھ گئی کہ چائے کا پانی رکھ کر پھر کمبل دے گی۔

❁......❁......❁......❁

"س......س......س......س......" اسٹور روم میں قدم رکھا اور قرینے سے رکھے گئے کمبل اور رضائی والے صندوق کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ دوسرے پل حواس باختہ چلانے کی کوشش کرنے لگی لیکن لفظ حلق میں اٹک کر رہ گئے تھے۔ وہاں سے بھاگی اور ڈرائنگ روم میں پہنچی حسنین نے اسے دیکھا۔ یک لخت اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

"کیا ہوا؟" اس کے بوکھلائے زرد چہرے کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"وہ......وہ......اسٹور روم......" وہ باہر کی طرف اشارہ کرکے بولنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کوئی جن بھوت دیکھ لیا ہے کیا؟" حسنین کے ذہن میں یک لخت اس کے لفظ گونجنے لگے۔ "ہمارے گھر میں جن ہیں۔" فاطمہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر کیا ہوا......کوئی چور......؟" حسنین نے پھر پوچھا۔

"کم......کمبل کے اوپر سانپ ہے...... بہت بڑا۔" اٹک اٹک کر وہ بمشکل اس کو بتا پائی۔

"سانپ......" حسنین نے تھوک نگلتے ہوئے کہا اور باہر کی جانب بڑھا۔

"نن......نہیں پلیز اسٹور روم میں نہ جانا۔ کسی کو بلالیں۔" فاطمہ اس کے پیچھے لپکی۔

"کچھ نہیں ہوتا۔" حسنین نے بہادری کا مظاہر کرتے ہوئے صحن میں رکھا سریا (جس کو تیز ہوا میں گیٹ کو بار بار ہلنے سے روکنے کے لیے گیٹ کے ساتھ رکھا کرتے تھے) اس کو اٹھا لیا اور اسٹور روم کی جانب بڑھا۔ فاطمہ بھی اس کے ہمراہ تھی۔ اس کی شرٹ کو پکڑے دبے قدموں چلتے وہ اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ سانس روکے دونوں بنا آہٹ کیے اسٹور روم میں داخل ہوئے۔ حسنین نے ہاتھ بڑھا کر ٹیوب لائٹ آن کی۔

"کہاں دیکھا تھا......" دھک دھک کرتے دل کے ساتھ حسنین نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"وہ......وہاں......میں نے کمبل اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو کمبل میں سانپ تھا۔" فاطمہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"نن......نہیں آگے نہیں جائیں۔ کسی کو بلا لیں۔" حسنین نے سریا کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر قدم بڑھائے تھے کہ فاطمہ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"آپ بلاؤ کسی کو......"

"صبر کرو۔" حسنین نے سرگوشی میں اس کو ڈانٹا اور سریا کی مدد سے کمبل کا کونہ ہٹایا تو سانپ نے رینگ کر کمبل کی اوٹ میں پناہ لی۔ سانپ کو حسنین نے بھی دیکھ لیا تھا۔ فاطمہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بمشکل اپنی چیخ دبا پائی تھی۔

"سانپ ابھی تک کمبل میں ہی ہے......" حسنین نے دائیں بائیں دیکھا اور اب سانپ پر حملہ کرنے کا سوچ ہی رہا تھا۔

"پہلے کبھی سانپ مارا ہے؟" فاطمہ تھر تھر کانپتی اس سے پوچھنے لگی۔

"نہیں......" حسنین نے فقط نہیں کہا اور دوسرے لمحے سریا کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اونچا کیا۔

"یا اللہ......مدد......" باآواز بلند بولا اور کمبل پر سریا مارنے لگا۔ فاطمہ اس کے ساتھ کھڑی تھی اور درود شریف کا ورد کیے جا رہی تھی۔

"اب مر گیا ہوگا۔" حسنین پانچ چھ دفعہ سریا مارنے کے بعد ہاتھ روکے فاطمہ کی طرف دیکھ کر بولا اور آگے بڑھا۔ جب کہ فاطمہ بے یقینی کے انداز میں کمبل کو دیکھے جا رہی تھی۔

حسنین نے اسے دیکھا اور آگے بڑھ کر اس نے سریے کی مدد سے کمبل کو اپنی طرف سرکایا اور ہاتھ بڑھا کر اس کو اٹھا کر جھاڑا تو ایک بلی نے زوردار چھلانگ لگائی اور فاطمہ کے قدموں میں آ گری اور اس سے پہلے کہ فاطمہ کی چیخوں کی آواز حسنین تک پہنچتی وہ بلی بے چاری میاؤں میاؤں کرتی باہر کی طرف بھاگ گئی تھی۔ حسنین نے حیرت سے بھاگتی بلی کی زخمی دم کو دیکھا۔ اور پھر فاطمہ کو خون خوار نظروں سے گھورنے لگا۔

"ہاہاہاہا......" وہ اب حواس کے بحال ہوتے ہی قہقہوں پر قہقہے لگائے جا رہی تھی۔ حسنین خجل انداز میں باہر نکلا۔ سریے کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ فاطمہ کمبل اس کو دیتے ہوئے مسلسل ہنسے جا رہی تھی۔

"اب تو آپ سانپ بھی مار لیتے ہیں۔" وہ اب اسے چھیڑ رہی تھی۔

"میری کیا غلطی......بلی کی غلطی ہے اس کو سوچنا چاہیے تھا ناں۔" حسنین اب ڈھٹائی سے بولا۔

"اس بے چاری کو آپ نے موقع کب دیا۔ وہ بھی سوچتی ہوگی ڈرون حملے کون کر رہا ہے......اب اس کو کیا خبر کہ......اناڑی پیا۔" فاطمہ مسکراہٹ دبا کر بولی۔

"اور غلطی تمہاری بھی ہے۔ بلی کی دم کو سانپ سمجھ کر مجھے ورغلانے والی تو تم ہی تھی ناں۔" حسنین نے کمبل کو اوڑھتے ہوئے کہا۔ فاطمہ نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا۔ اچانک چائے کے کھولتے پانی کا دھیان آیا تو کچن کی جانب بھاگی۔

✿......✿......✿......✿

میں تقریباً دو گھنٹے تک آؤں گا تم اکیلی ڈرو گی تو نہیں ناں؟" حسنین کو کسی ضروری کام سے باہر جانا تھا۔ تو وہ فاطمہ سے پوچھنے لگا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"بازار سے کچھ لانا تو نہیں ہے؟" وہ جاتے

جاتے پلٹا۔

"کچھ خاص تو نہیں۔ لیکن اگر آپ کچھ خاص لانا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" فاطمہ مسکرا کر بولی۔

"خاص کیا لاؤں؟" وہ حیران ہی تو ہوا تھا۔

"یہی کوئی پھول پتے یا پھر کوئی اچھا سا گفٹ۔" فاطمہ کی فرمائش سن کر حسنین نے اسے گھورا۔

"میں گیراج جارہا ہوں کوئی شاپنگ کرنے نہیں جو تم نے لسٹ تھمادی۔" وہ تپ کر بولا۔

"تو پوچھا کیوں ہے پھر۔" وہ چڑ کر بولی۔

"میں نے پکانے کے لیے کچھ لانے کا پوچھا تھا۔" حسنین نے کہا۔

"ہاہاہا...... ہاں پکانے کے لیے تو جو کہوں وہی لاتے ہیں ناں۔" فاطمہ طنزیہ قہقہے کے ساتھ گویا ہوئی تو حسنین قہر آلود نظر اس پر ڈال کر رہ گیا۔

"بھوک لگی ہے مجھے تو کچھ پکا دینا میں جلدی آجاؤں گا۔"

"سنیے......" وہی مخصوص چہکارتا لہجہ اس کی سماعت سے ٹکراتا اس کے بڑھتے قدم روک گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"جی فرمایئے۔" وہ بھی اسی انداز میں بولا۔

"آج کھانا باہر کھائیں۔" وہ دوپٹے کا کونہ منہ میں دبا کر بولی۔

"باہر کہاں؟" آنکھیں پھیلا کر دیکھا۔

"باہر صحن میں۔" یک دم ہی وہ تپ کر بولی۔

"نہیں ڈائننگ ٹیبل پر ہی ٹھیک ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا اور یک دم قدم بڑھا دیئے۔

"حد ہی ہے یہ تو......" وہ بیزار سی بڑبڑاتی اور دوسرے لمحے اٹھ کر کچن کی جانب بڑھ گئی کہ اب واقعی بھوک بھی لگ رہی تھی دل کے ارمان تو اس کے اناڑی پن کی بھینٹ چڑھ گئے تھے لیکن بھوک کو وہ کسی پر بھی قربان کرنے کے حق میں نہ تھی۔

"مجھے تو اب بہت بھوک لگ رہی ہے۔" حسنین پہلی بار وعدے کا مان رکھتے ہوئے دو گھنٹے بعد واپس آیا تھا فاطمہ اپنا کام ختم کرکے ڈرائنگ روم میں براجمان اسی کے لوٹنے کا انتظار کررہی تھی۔

"آپ کا ہی انتظار تھا۔ آجائیں کچن میں ہی......" فاطمہ یک لخت اٹھ کھڑی ہوئی تو حسنین بھی اس کے ہمراہ کچن کی جانب بڑھ گیا۔

"ویسے آج کا مینو کیا ہے؟" حسنین نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ اسے چھیڑا تو فاطمہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا حسنین اپنی مخصوص چیئر پر بیٹھ چکا تھا۔

"چکن قورمہ۔" اس نے مائیکرو ویو سے باؤل نکال کر ٹیبل پر رکھا۔ حسنین نے متاثر کن انداز سے اسے دیکھا۔

"اچار گوشت۔" اس سے پہلے کہ وہ کوئی تعریفی کلمات ادا کرتا فاطمہ نے ایک اور باؤل اس کے سامنے رکھا۔

"سرخ لوبیا کی دال۔ ساتھ ابلے ہوئے چاول۔" فاطمہ نے مزید باؤل ٹیبل پر رکھے تو حسنین نے آنکھیں مل مل کر پہلے فاطمہ اور پھر باؤلز کو دیکھا۔

"ارے واہ...... اتنا کچھ پکالیا۔" حسنین نے محبت پاش نظروں سے مسکراتی فاطمہ کو دیکھ کر کہا۔

"لاسٹ بٹ ناٹ لیسٹ مسور کی دال ود بوئلڈ ایگ۔" فاطمہ نے گرما گرم ڈونگہ ٹیبل پر رکھا ڈرنکس اور پانی بھی رکھ کر خود بھی بیٹھ گئی اور حسنین کو کھانا سرو کرنے لگی۔

"اتنی جلدی اتنا زیادہ کھانا کیسے پکالیا۔" حسنین نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے بولا۔

"میں نے سوچا کیوں نہ آج آپ کی دعوت کی جائے۔ آپ بھی ایمپریس ہوجائیں گے اور فریج میں سے سارے ڈونگے بھی نکل جائیں گے۔" فاطمہ حسب عادت تیزی سے بولی۔

"کیا مطلب...... یہ تم نے نہیں پکایا۔" حسنین ہکابکا اس کو دیکھنے لگا۔ چند لمحے پہلے والی خوشی چہرے سے غائب ہونے لگی تھی۔

"میں نے ہی پکایا لیکن آج نہیں۔ پچھلے ہفتے یہ سارے تھوڑے تھوڑے سالن فرج میں رکھے تھے۔ رزق

ضائع کرنے سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ میں نے صرف روٹی پکائی ہے۔'' فاطمہ نے اس کی طرف دیکھا جو ہاتھ روکے بیٹھا تھا۔

''کھائیں کھائیں ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' فاطمہ نے اس کو چڑھایا اور چاروناچار اس کو وہی سب زہر مار کرنا پڑا۔

''ایک منٹ...... ایک منٹ یہ ڈرنک ڈال لیں۔'' حسنین نے کولڈ ڈرنک گلاس میں ڈالی جس میں فریش نیس ختم ہو چکی تھی۔ حسنین نے فاطمہ کو دیکھا انداز شکایات کا سا تھا۔

''ہاں اب ٹھیک ہے ناں۔'' فاطمہ نے گلاس میں نمک چھڑکا تو چھوٹے چھوٹے بلبلے بننے لگے۔

''اب جلدی جلدی پی لیں۔'' فاطمہ نے مشورہ دیا۔ حسنین نے ایک سیپ لیا تو اچھو لگ گیا۔

''اف او...... سدا کے اناڑی پیا......'' فاطمہ نے یکلخت اس کی طرف ٹشو بڑھایا اور ہنسنے لگی۔ جب کہ حسنین ایسی انوکھی دعوت پر ابھی تک حیران تھا۔

✿......✿......✿......✿

''شکر ہے تم لوگ واپس آ گئے...... قسم سے ہمارا تو بوریت کے مارے برا حال ہو گیا تھا۔'' فاطمہ زرفین اور عذرا سے گلے ملتے ہوئے تشکر آمیز انداز میں بولی۔ تو زرفین نے اسے دیکھا اور پھر حسنین کو جو لاتعلق بنا بیٹھا تھا۔

''دو دن میں اتنا بور کیوں ہوئی؟'' زرفین نے اپنا اور عذرا کا بیگ سائیڈ پر رکھ کر اسے دیکھا۔

''ہاں بیٹا کہیں باہر نہیں گئے کیا؟'' اب کے عذرا نے حسنین کی طرف دیکھا۔

''باہر کہاں جاتے ملک کے حالات نہیں دیکھے۔'' حسنین ان کی طرف سرسری نظر ڈال کر بولا۔ زرفین نے فاطمہ کو دیکھا جو حسنین کو غصیلی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''ملک کے حالات تو ایسے ہی ہیں اب کیا بندہ باہر نکلنا چھوڑ دے۔'' عذرا نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا ہوا لگتا ہے بھائی نے خوب بور کیا؟'' زرفین فاطمہ کے پاس بیٹھتے ہوئے اس سے استفسار کرنے لگی۔

''بور تو کیا لیکن خوب نہیں۔'' فاطمہ ہنس کر حسنین کو دیکھ کر بولی۔

''تمہیں پتہ ہے تمہارے بھائی سانپ مار لیتے ہیں۔'' فاطمہ نے کنکھیوں سے حسنین کو دیکھا اور زرفین کو بتایا۔

''اور تمہیں پتہ ہے تمہاری بھابی دعوت کا انتظام کر لیتی ہیں۔'' حسنین نے خشمگیں نظروں اور شرمندہ انداز سے فاطمہ کو دیکھا اور تپ کر زرفین کو بتایا۔ جو ہونقوں کی طرح دونوں کے تاثرات کو بغور دیکھ رہی تھی۔

''ہاہاہا......'' فاطمہ نے قہقہہ لگایا اور مرچ مصالحہ لگا کر سانپ کے مارنے کا قصہ زرفین کے گوش گزار کیا۔ جس کو اس نے بے حد انجوائے کیا اور حسنین کا خوب ریکارڈ لگایا۔

''اف بس کر دو مجھے تو...... بے چاری بلی پر شدید ترس آیا۔ کٹ کھاتے ہوئے سوچتی ہو گی کہ ہے تو اناڑی جوڑی لیکن اندر سے پورے دہشت گرد۔'' زرفین نے شریر نظروں سے دونوں کو دیکھا۔ فاطمہ نے چونک کر اسے دیکھا جب کہ حسنین مسکرا رہا تھا۔

''تو بھلا میں نے کیا کیا؟'' فاطمہ اپنے اناڑی پن پر صاف مکرتے ہوئے بولی۔

''ہاں بھئی سارا قصور تو میرا ہے ناں جو اس کی باتوں میں آ گیا۔ اور بلی کی دم کو سانپ سمجھ کر اس کو زخمی کر دیا۔'' حسنین تپ کر بولا۔

''نہیں...... نہیں آپ تو بہت معصوم ننھے منے سے ناسمجھ کاکے ہو ناں۔ جس کی اپنی آنکھیں تو پہچان ہی نہیں سکتیں ناں کہ جس پر سریے سے ستم ڈھا رہے ہیں وہ سانپ ہے کہ بلی کی دم۔''

''ہاہاہا...... بس بس اب پھر نہ شروع ہو جانا۔'' فاطمہ کا برجستہ انداز آگ بگولہ لہجہ زرفین نے بے تحاشہ انجوائے کیا۔

''ہاں تو اور کیا مجھے کتنا یقین تھا تمہاری نظروں پر۔ ہائے رے میری قسمت۔'' حسنین نے دہائی دی۔

''دیکھا...... دیکھا اپنے بھائی کو۔ کیسے میرے ساتھ پر اپنی قسمت کو کوس رہے ہیں۔'' فاطمہ نے منہ بسور کر یکلخت پینترا بدلا۔ حسنین نے بھونچکا کر اسے دیکھا۔

''اور خود جو باسی کھانے سے میری دعوت کی وہ نہیں نظر آتا کیا۔'' اب کے حسنین نے بھی شکایت کی۔ زرفین نے دونوں کو دیکھا۔ اس لڑائی میں خفگی نہیں ایک استحقاق تھا۔ نوک جھوک میں تلخی نہیں محبت تھی۔ زرفین نے آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ اس لڑائی کو انجوائے کیا۔

''ہائے اللہ میری داڑھ۔'' یکلخت فاطمہ نے گال پر ہاتھ رکھا۔

''کیا ہوا۔'' زرفین نے یکلخت پوچھا۔ جبکہ حسنین نے بھی اسے دیکھا۔

''یار وہی عقل داڑھ...... تھوڑے تھوڑے عرصے بعد پھر نکلنا شروع ہوجاتی ہے اور اس قدر شدید درد ہوتا ہے کہ پوچھو مت۔'' فاطمہ نے منہ کھول کر مسوڑے کو دبایا۔

''ہاں اس لیے نکلنا بند ہوجاتی ہے کہ ابھی عقل جو نہیں آئی......'' حسنین نے مسکراہٹ دبا کر کہا تو فاطمہ نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔

''بھائی......'' زرفین نے اس کو باز رکھنے کی کوشش کی۔

''سچ بات ہی تو ہے عقل داڑھ کے عقل تو آنے کے بعد ہی نکلتی ہے۔'' حسین نے پھر اسے چھیڑا۔

''اچھا...... اچھا اسی لیے ابھی آپ کی نہیں نکلی۔'' فاطمہ بھی کہاں باز آنے والی تھی تنک مزاجی سے بولی حسنین نے چونک کر دیکھا جب کہ زرفین بمشکل ہنسی روکے بیٹھی تھی۔

''بھابی روکڈ بھائی شاکڈ۔'' حسنین نے تیکھی نظر اس پر ڈالی اور دراز میں رکھی داڑھ درد کی جیل نکال کر اس کی طرف بڑھائی اور خود باہر نکل گیا۔

''ای ی...... یک......'' فاطمہ کی نظریں اس کے بڑھتے قدموں پر جمی تھی اور اسی طرح بیٹھے بیٹھے اس نے جیل ٹیوب کو کھول کر انگلی پر لگا کر جیسے ہی مسوڑے پر انگلی رکھی چونک گئی۔

''کولگیٹ ٹوتھ پیسٹ۔'' دوسرے پل اس نے ٹیوب کو دیکھا تو دانت پیس کر رہ گئی۔

''حد ہوگئی۔ اللہ کرے ان کی بھی اب عقل داڑھ نکل ہی آئے۔'' فاطمہ نے ہاتھ اٹھا کر چھت کی طرف دیکھ کر دعا مانگی۔

✿......✿......✿......✿

کتنے دن یوں ہی گزر گئے بنا کسی چھیڑ چھاڑ کے۔ بنا کوئی بے وقوفی سر انجام دیئے۔ سردیوں کی آمد درختوں کی خزاں رسیدہ شاخیں' پہلے خشک پتوں کی سرسراہٹ اور فاطمہ کی فوٹو گرافی عروج پر تھی۔ ٹھنڈی ہوا میں پتہ سرک کر ذرا ادھر ادھر ہوا کہ اس کے موبائل کے کیمرے سے ہوتا ہوا فوٹو گیلری میں قید ہوگیا۔ پچھلے دو دن سے ہوتی بارش نے اس کے شوق کو گرہن لگا دیا تھا تو وہ بور ہونے لگی۔

''آپ نے تو کبھی میری کوئی بات نہیں مانی۔'' وہ ایک نئی فرمائش لیے حسنین کے سامنے تھی۔ منہ بسور کر اسے دیکھا۔

''کون سی بات نہیں مانی۔'' وہ کمبل میں بیٹھا ٹی وی پر مشہور زمانہ سیاستدان شیخ رشید کی ڈبنگ انٹری سے لطف اندوز ہو رہا تھا پہلے اسے اور پھر باہر تواتر سے برستی بارش کو دیکھا۔

''یہ تو نہیں مان رہے ناں۔'' فاطمہ نے ٹی وی اسکرین پر نظر ڈالی اور نروٹھے لہجے میں بولی۔

''یہ لیں جناب موسم کا مزہ دوبالا کریں اور گرما گرم پکوڑے کھائیں۔'' اس سے پہلے کہ حسنین کچھ کہتا زرفین پلیٹ میں پکوڑے لیے حاضر ہوگئی۔ فاطمہ نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھا۔

''کیا ہوا' مزاج خاصے برہم لگ رہے ہیں۔'' زرفین نے اس کی تیکھی نظروں کی بابت پوچھا۔

''تم نے بھی ابھی آنا تھا......'' وہ گرم گرم پکوڑے کو پودینے کی چٹنی میں ڈبو کر منہ میں رکھ کر بولی جب کہ حسنین مکمل طور پر ٹی وی پر چلتی خبروں میں گم تھا۔

''کیوں کیا چل رہا تھا۔'' وہ آنکھ دبا کر شرارت سے

پوچھنے لگی۔

''دفع ہو بدتمیز۔'' فاطمہ نے اس کو چٹکی کاٹتے ہوئے کہا۔

''اچھی بھلی میں ان کو راضی کررہی تھی بارش میں واک کرنے کے لیے کہ تم نے آ کر سارا دھیان ہی بٹا دیا۔'' فاطمہ نے کہا تو زرفین نے حسنین کی طرف دیکھا جو کمبل اوڑھے صوفے پر اتنے آرام سے بیٹھا تھا کہ اس کے سکون سے ایک فیصد بھی یہ تاثر نہیں مل رہا تھا کہ یہ ابھی اٹھ کر بارش میں واک کرکے فاطمہ کی اس رومانٹک خواہش کو پورا کرے گا۔

''بھائی کو دیکھ کر تو نہیں لگتا کہ یہ راضی ہوں گے۔'' زرفین نے مسکرا کر کہا۔

''شکل اچھی نہ ہو تو بندہ بات تو اچھی کرتا ہے ناں۔'' فاطمہ نے انتہائی تپ کر اسے کہا۔

''کیا ہوا۔'' زرفین کے قہقہے نے حسنین کو متوجہ کیا۔

''کچھ نہیں ہوا آپ سو جاؤ۔'' فاطمہ نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔

''عجیب فرمائش ہے یار۔ اب کمبل سے نکل کر گرم گرم پکوڑے چھوڑ کر بارش میں بھیگ کر طبیعت خراب کرنے کی کیا تک بنتی ہے بھلا۔'' حسنین زرفین کو دیکھ کر زچ ہو کر بولا۔

''بھائی آپ جانتے ہو ناں وہ ایسی ہی فرمائش کرتی ہے۔ کبھی کبھی مان بھی جایا کرو۔'' زرفین نے مسکرا کر کہا۔ تو حسنین اس کو بس دیکھ کر رہ گیا۔

''چائے پئیں گے کیا؟'' زرفین نے خالی پلیٹ اٹھائی باہر قدم بڑھائے اور پھر پلٹ کر اس سے پوچھا۔

''ہاں پینی تو ہے لیکن بارش میں بھیگنے کے بعد۔'' حسنین نے مسکرا کر کہا اور دوسرے پل کمبل کو اتار کر اٹھ گیا۔ تو زرفین گہری مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلا گئی۔

''اور بھائی یاد آیا۔ بھابی کا وہ سوٹ میں نے تیار کردیا تھا آپ شال لے کر آئے تھے کیا؟'' زرفین نے پوچھا تو حسنین نے سلیپر پہنتے ہوئے اسے دیکھا۔

''ہاں لے آیا تھا لیکن ابھی دی نہیں ہے۔'' حسنین نے کہا۔

''اچھا ٹھہریں میں سوٹ لے آتی ہوں شال کے ساتھ ابھی دے دیں ہوسکتا ہے بارش میں واک والی فرمائش ٹل جائے۔'' زرفین شرارت سے بولی۔

''واہ...... بہنا ہو تو تمہارے جیسی' جلدی لے کر آؤ۔'' حسنین متاثر کن انداز میں بولا۔

''یہ لیں بھائی۔ جلدی دے دیں۔ میں دعا کرتی ہوں کہ بارش رک جائے۔'' زرفین نے پیک کرکے سوٹ رکھا۔ جو حسنین کے اناڑی پن سے متاثرہ کی لسٹ میں شامل ہوا تھا۔ حسنین کو دیتے ہوئے شریر لہجے میں کہا۔ تو وہ مسکرا کر سوٹ پکڑے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

''کیا کررہی ہو؟'' حسنین سوٹ کا پیکٹ اٹھائے کمرے میں داخل ہوا تو فاطمہ وارڈ روب کھولے کھڑی تھی۔

''کچھ خاص نہیں اپنی سوئیٹر تلاش کررہی تھی۔'' فاطمہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

''یہ کیا ہے؟'' حسنین اس کے پاس آ کھڑا ہوا اور سوٹ کے پیکٹ کو ٹرے کی طرح دونوں ہاتھوں پر رکھ کر اس کو پیش کیا تو فاطمہ نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

''یہ وہ سوٹ...... اس کو ری ڈیزائن کروایا ہے۔'' حسنین نے قدرے خجل انداز میں کہا تو فاطمہ ہنسنے لگی۔ حسنین نے اسے دیکھا۔

''رئیلی زبردست۔'' فاطمہ کی یہ عادت جس کا حسنین گرویدہ تھا کہ وہ پل بھر میں چھوٹی سی بات پر بھی خوش ہوجاتی ہے پتہ نہیں وہ چھوٹی سی چیز کو کیسی نظر سے دیکھتی تھی کہ لحہ بھر میں اس کے چہرے پر بہت سی خوشی جھلکنے لگتی تھی۔

''بہت اچھا ہے۔'' وہ پیکٹ کھولتے ہوئے اپنی پسندیدہ شرٹ کی نئی ڈیزائننگ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئی۔

''اور یہ لو۔'' وہ چمکتی آنکھوں سے سوٹ کو دیکھ رہی تھی

کہ حسنین نے ایک اور پیکٹ اس کی طرف بڑھایا۔

''یہ کیا ہے؟'' فاطمہ بے تحاشہ خوش ہوتے ہوئے حسنین کے ہاتھ سے پیکٹ لے کر اس سے پوچھنے لگی۔

''سردیوں کا پہلا تحفہ۔'' حسنین نے کہا تو فاطمہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''ہوگیا ہے تجھ کو تو پیار سجنا۔'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔

''کیا کہا؟'' حسب عادت حسنین اس کی بڑبڑاہٹ پر گھور کر بولا۔

''کچھ نہیں۔'' وہ پیکٹ کھولتے ہوئے بولی۔

''یہ کیا ہے۔'' فاطمہ پیکٹ کھولتے ہی چلائی۔

''شال......'' فاطمہ نے پیکٹ پر لگے لیبل کو اس کے سامنے کیا۔

''کک...... کیا۔'' حسنین بوکھلایا۔

''یہ...... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔'' حسنین نے پیکٹ اس کے ہاتھ سے لیا۔ سرخ اور بلیک چیک کا انتہائی خوب صورت کھیس اس کا منہ چڑھا رہا تھا اور فاطمہ مسلسل اس کو گھورے جارہی تھی۔

''وقسم سے میری غلطی نہیں ہے۔'' وہ اب صفائی دینے لگا۔

''وہ عورت اس کو بازو پر پھیلا کر لے رہی تھی مجھے یہ اچھا لگا تو میں نے سمجھا کہ یہ شال ہوگی۔'' حسنین کھیس کے کھردرے کپڑے کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہاں آپ کی کیا غلطی۔ غلطی تو اس عورت کی ہوئی ناں جو کھیس کو پھیلا کر دیکھ رہی تھی۔'' فاطمہ چڑ کر بولی۔

''غلطی تو اس لیبل کی ہے ناں جہاں انہوں نے کھیس لکھا ہوا ہے۔'' فاطمہ نے ایک بار پھر لیبل کی طرف دیکھا جہاں کھیس ایسا لکھا تھا کہ کسی طرح بھی آنکھ سے اوجھل نہ تھا۔

''سوری۔'' حسنین منہ لٹکا کر بولا۔

''کیا فائدہ ہوا آپ کے پڑھے لکھے ہونے کا؟ کبھی نیکلس کو پازیب سمجھ کر لے آتے ہیں کبھی کھیس کو شال سمجھ کر۔'' فاطمہ نے تپ کر کہا۔

''اب تم پرانی کوتاہی کو تو نہ بار بار بیچ میں لے آیا کرو۔'' حسنین نے روٹھا لہجہ اپنایا۔

''جب ساری کوتاہیاں ایک جیسی ہوں گی تو گنتی بھی ایک ساتھ ہی کی جائے گی ویسے یہ کھیس ہے پیارا۔'' فاطمہ چڑ کر بولتی اس کی تعریف کرنے لگی۔

''ہے ناں...... اس لیے تو لیا ہے۔'' حسنین تیزی سے بولا۔

''ہاں لیکن یہ شال نہیں ہے۔'' فاطمہ کی نظروں میں اناڑی پیا صاف پڑھا جاسکتا تھا۔

''تو کوئی بات نہیں۔''

''واک پر چلیں۔'' دوسرے لمحے فاطمہ نے کھیس کو کندھوں پر ڈالا اور حسنین کو دیکھ کر بولی۔

''ہاں چلو۔'' حسنین نے اسے دیکھا اور چلنا ہی پڑا۔

''کہاں جارہے ہیں؟'' فاطمہ کھیس لیے اور حسنین جیکٹ پہنے کمرے سے باہر نکلے تو کچن میں چائے پکاتی زرفین نے متعجب نظروں سے انہیں دیکھا۔

''تم نے یہ کیا لپیٹا ہوا ہے۔'' اب زرفین ان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

''شال......'' فاطمہ نے کن اکھیوں سے حسنین کو دیکھا۔

''لیکن یہ تو کھیس کا میٹریل ہے۔'' زرفین نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تو کیا ہوا ہم کھیس کو شال کی طرح اوڑھ کر سردیوں کی بارش میں واک کریں گے۔'' فاطمہ نے شریر لہجے میں کہا تو زرفین کو ایک لمحہ لگا۔ شال اور کھیس کی کہانی سمجھنے میں۔

''جلدی آنا۔ چائے تقریباً تیار ہے۔'' وہ دونوں باہر کی جانب بڑھے تو زرفین نے آواز دی۔

''دیکھو بارش کی وجہ سے جگہ جگہ پھسلن ہے تو پلیز ذرا احتیاط سے قدم رکھنا۔'' بوندا باندی جاری تھی وہ دونوں گھر کا مین گیٹ عبور کر کے آگے بڑھے تو جگہ جگہ کیچڑ اور پانی دیکھ کر حسنین نے اسے وارن کیا۔

''کچھ نہیں ہوتا۔ آپ ٹینشن فری ہو کر واک کو انجوائے

کریں۔" فاطمہ نے ہتھیلی بڑھا کر بارش کے قطروں کو حسنین کی طرف اچھال کر ہنستے ہوئے کہا۔ حسنین نے اسے دیکھا اور اپنے ہاتھ سے منہ پر آئے پانی کے چھینٹے صاف کرنے لگا۔

"رکو...... رکو۔" وہ ابھی تھوڑی ہی فاصلے پر گئے تھے کہ آگے گلی سے دائیں طرف مڑنا تھا لیکن وہاں بارش کی وجہ سے گڑھا بن گیا تھا اور کچی جگہ پر کافی کیچڑ بھی تھی فاطمہ آگے بڑھنے لگی تو حسنین نے روک دیا۔

"آرام سے جما کر پاؤں رکھنا۔ گروگی تو میں نہیں اٹھانے والا۔" حسنین نے کہا تو فاطمہ نے اسے دیکھا۔

"یہاں تو سب بارش کی وجہ سے گھروں میں دبکے بیٹھے ہیں اٹھا بھی لیا تو کیا فرق پڑے گا۔" فاطمہ نے لب بھینچ کر مسکراہٹ دبائی۔

"ہاں باقیوں کی ابھی عقل داڑھیں بھی تو نہیں نکلی ناں۔" حسنین نے کچھ چڑ کر اور کچھ شرارت میں خفیف سا طنز کیا تو فاطمہ فقط اسے گھور کر رہ گئی۔

"ٹھہرو میں پہلے قدم رکھتا ہوں پھر تم اس قدم کے نشان پر قدم رکھ کر آگے بڑھنا۔" فاطمہ نے قدم اٹھایا تو حسنین نے اسے روک دیا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا تو حسنین آگے بڑھا۔

"بچاؤ...... مر گیا۔" حسنین نے جیسے ہی قدم رکھا نجانے کیسے پاؤں پھسلا اور پورے کا پورا نیچے جا گرا۔ یک دم فاطمہ کے منہ سے ہنسی کا فوارہ چھوٹا۔ حسنین نے کمر پر ہاتھ رکھا اور ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوئی فاطمہ کو دیکھ کر کراہا۔

"مجھے اٹھاؤ۔" حسنین نے ہاتھ بڑھایا۔

"سوری کوئی گرتا ہے تو...... میں اپنی ہنسی کنٹرول نہیں کر سکتی......" فاطمہ نے کھیس کا کونہ منہ میں دبا کر اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کی۔

"ویسے اتنا جما کر قدم رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔" فاطمہ نے ہاتھ بڑھا کر بمشکل حسنین کو سہارا دے کر اٹھایا۔

"اب گھر چلو ہو گئی واک۔" حسنین نے اس کو گھورا اور فاطمہ جو بارش میں بھیگنے کی شیدائی تھی چاروناچار اس کے ہمراہ واپس لوٹنا پڑا۔

"یہ کیا ہوا؟ اتنی جلدی واپسی بھی ہو گئی۔" زرفین ان کو دیکھتے ہی بولی اور فاطمہ کو دیکھا جو ابھی تک ہنسی کو ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ ہوتی جارہی تھی۔

"ہائے یہ کیا ہوا؟" حسنین کوئی جواب دیئے بغیر کمرے کی جانب بڑھا تو اس کے پیچھے پاؤں سے سر تک لگے کیچڑ کو دیکھ کر فاطمہ سے پوچھا۔ بس پھر کیا تھا فاطمہ جو ہنسی تو ہنستی ہی چلی گئی۔

"تم نہیں سدھرو گی۔" زرفین نے تیوری چڑھا کر اسے دیکھا۔

"پر اس اگلے سال کوشش کروں گی۔" فاطمہ نے ہنسی کو روک کر کہا۔

"اللہ کرے اگلے سال میری بھی ترقی ہو جائے۔" زرفین نے شریر لہجے میں کہا۔

"آمین۔" وہ آنکھ کا کونا دبا کر بولی۔

"اف...... حسنین کو کپڑے دینے ہیں اور ہیپی نیو ایئر بھی بولنا ہے۔" فاطمہ عجلت میں کہتی وہاں سے پلٹی۔

"ہیپی نیو ایئر دو دن پہلے ہی۔" زرفین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ایڈوانس ہیپی نیو ایئر کا بھی اپنا ہی مزہ ہے۔ لیکن تم نہیں سمجھو گی۔" فاطمہ چلتے چلتے پلٹ کر بولی۔ تو اس کی اس عجیب منطق پر زرفین نے سر پیٹ لیا۔

"یا اللہ ان کو سدھار دے۔" وہ زیر لب بڑبڑائی اور مسکرانے لگی۔

☺

دریا سمجھ رہے تھے جسے وہ سراب تھا
ظاہر ہوا کہ تِشنہ لبی کا عذاب تھا
جن کو تھا پاس عشق وہ خلوت نشیں رہے
اس انجمن میں جو تھا فضیلت مآب تھا

"مسفرہ پارس صاحبہ آپ کو آخری بار دو ٹوک اور واضح الفاظ میں سمجھا رہا ہوں کہ آپ مجھ سے اور میری چیزوں سے دور رہیں ورنہ مجھ سے بے عزتی کے لیے خود کو تیار رکھیں پھر آپ کی مگر مچھ جیسی آنکھوں سے بھلے سمندر چھلک پڑے یا برسات کی جھڑی لگ جائے مجھے رتی برابر پروا نہیں ہوگی۔" استری شدہ شرٹ لے کر آتی مسفرہ پارس کے ہاتھ سے ہینگر جھٹکے سے چھین کر جازب ریان نے شرٹ کو غضب ناک نظروں سے دیکھا اور ہینگر سمیت شرٹ کو ہوا میں اچھال کر وارڈ روب کی طرف بڑھا۔ ہاتھ مار کر اس نے ہینگر سے وائٹ شرٹ کھینچ تان کر نکالی اور ہینگر واپس وارڈ روب کے اندر پھینک کر زوردار دھما کے سے وارڈ روب بند کردی جو اس بات کا اعلان تھا کہ وہ شدید برہم ہے۔

"اب کشو بھگونے نا بیٹھ جائیے گا' جلدی سے نیچے آئیں ورنہ میں چلا جاؤں گا۔" شرٹ جھٹکے سے پہن کر وہ بٹن بند کرتا آئینہ کے آگے کھڑا ہوگیا۔

مسفرہ پارس نے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھا اور آنسوؤں پر ضبط کرتی تیزی سے ڈریسنگ روم کی طرف چل دی۔ واپس آئی تو جازب ریان کمرے میں نہیں تھا البتہ اس کے پسندیدہ پرفیوم کی خوشبو اسے اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ مسفرہ پارس جو لب کاٹتی خود پر ضبط بٹھائے ہوئے تھی لبوں سے تیز سسکی نکلی اور آئینہ کے سامنے کھڑی وہ رو پڑی۔

تھوڑی دیر وہ آنسو بہاتی رہی پھر اس کٹھور کا خیال آیا اور ٹائم پیس پر نظر پڑی تو اس نے آنسو پونچھے۔ تیزی سے بالوں میں برش کیا' لیئر کٹ بالوں کو کیچر میں جکڑ کر اس نے اپنے چہرے پر نظر ڈالی۔ آنکھیں شدت گریہ سے گلابی ہو رہی تھیں۔ انہیں چھپانے کو اس نے کاجل کی ہلکی سی لکیر کھینچی۔ گلابی آنکھیں کاجل سے سج کے اور قاتل ہوگئی تھیں' ناک بھی لال ہو رہی تھی۔ کومپیک کی ایک تہہ جما کر اس نے نیچرل کلر سے لبوں کو رنگا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی تھی' وائٹ دوپٹہ شانوں پر ڈالتی جس کے کناروں پر گلابی پھولوں کے خوشنما پرنٹ تھے اس پر بہت سج رہے تھے وہ دروازے تک آئی تھی۔

"بی بی ناشتے کے لیے آپ کو بلا رہے ہیں۔" ملازمہ پیغام لے کر حاضر تھی۔

"آ رہی ہوں۔" اسے جواب دے کر وہ واپس کمرے میں آئی۔ وائٹ سینڈل پہنتے اس نے اپنی کتابیں اٹھائی اور تیزی سے کمرے سے نکل کر ڈائننگ ہال تک پہنچی۔

"السلام علیکم!" کتابیں کاؤچ پر رکھتے سلام کر کے شانوں پر موجود دوپٹے کو سنبھالتے دادا جان کے آگے سر جھکا دیا۔

"جیتی رہو بیٹا۔" دادا جان نے مسکراتے ہوئے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا سے نوازا۔ یہی طریقہ رانا صاحب کے آگے اپنایا اور آخر میں عاصمہ بیگم کے آگے سر جھکایا۔

"سدا سہاگن رہو...... آؤ بیٹھو ناشتا کرو۔" عاصمہ بیگم نے اپنے برابر والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی اس کے عین سامنے جاذب ریان کمال بے پروائی سے ناشتے کے ساتھ نیوز پیپر میں گم تھا۔

"تمہاری آنکھیں کیوں گلابی ہو رہی ہیں' چہرہ بھی ستا ہوا ہے روئی ہو کیا؟" عاصمہ بیگم کے سوال پر مسفرہ پارس کا بریڈ کی طرف بڑھتا ہاتھ ایک لمحے کو رک سا گیا۔ اتنی تیاری کے باوجود بھی وہ پکڑی گئی تھی۔ جاذب ریان جو بظاہر بے پروائی سے نیوز پیپر میں مگن تھا۔ اس نے نیوز پیپر کا کونا موڑ کر ایک ثانیے کو اسے دیکھا' چہرے اور آنکھوں سے گلابی پن نمایاں تھا جو اس بات کا غماز تھا کہ وہ روئی ہے۔ سر جھٹک کر وہ پھر نیوز پیپر میں گم ہو گیا۔

"بس ٹھیک سے نیند نہیں آئی۔" اس نے مسکرا کر عاصمہ کو مطمئن کرنا چاہا۔

"خیال رکھا کرو اپنا' صبح صبح پھر تمہیں یونیورسٹی کے لیے جانا ہوتا ہے۔ رات ٹھیک سے سوؤ گی نہیں تو طبیعت میں کسلمندی رہے گی۔" عاصمہ بیگم کہتے ہوئے سینڈوچ اس کی پلیٹ میں ڈالنے لگیں۔

"جی...... میں خیال رکھوں گی۔" مسفرہ پارس نے جلدی سے سر ہلایا۔

"او کے دیر ہو رہی ہے' میں نکلتا ہوں۔" نیوز پیپر سائیڈ پر رکھتے اس نے جوس کا گلاس خالی کرتے جیسے اعلان کیا۔ مسفرہ پارس سینڈوچ کا ٹکڑا فورک میں پھنسائے منہ میں ڈالنے لگی تھی اس کا ہاتھ ایک منٹ کو اسی اینگل پر فریز ہو گیا۔

"اتنی بھی کیا دیر ہو گئی تھوڑا صبر کرو۔ مسفرہ ناشتا تو کر لے۔" عاصمہ بیگم کے بولنے پر جاذب ریان نے ایک نظر مسفرہ پارس پر ڈالی' وہ جو عاصمہ بیگم کے کہنے پر سینڈوچ کا ٹکڑا منہ میں ڈال چکی تھی۔ جاذب ریان کے دیکھنے پر وہ ٹکڑا بھی اسے حلق میں پھنستا محسوس ہوا تب ہی اس نے پانی کی تلاش میں میز پر نظر ڈالی۔

"یہ جوس پی لو۔" عاصمہ اس کی متلاشی نظروں کو بھانپ گئی تھیں تب ہی انہوں نے جوس گلاس میں انڈیل کر اس کی طرف بڑھایا۔

"سینڈوچ تو کھا لو۔" اسے خالی جوس پیتے دیکھ کر عاصمہ بیگم ٹوکنے لگیں۔

جاذب ریان چند سیکنڈ میں کئی بار رسٹ واچ کو نظروں کے سامنے کر چکا تھا۔ عاصمہ بیگم کے کہنے پر وہ بیٹھ تو گیا تھا مگر اس کے ماتھے پر پڑتی لکیر مسفرہ پارس کو با آسانی نظر آ رہی تھی کہ وہ دادا جان اور رانا صاحب کی وجہ سے چپ تھا جو خالصتاً بزنس کا مسائل ڈسکس کر رہے تھے۔

"جب تک مسفرہ ناشتا کر رہی ہے تم یہ ورقی پراٹھا تو چکھ لو۔" عاصمہ بیگم نے پراٹھوں کی ٹرے اس کی طرف کی۔

"صبح صبح آئلی چیزیں پسند نہیں آپ جانتی تو ہیں۔" اس نے پھر رسٹ واچ کی طرف دیکھا تو مسفرہ پارس کرسی دھکیلتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم یونیورسٹی میں کچھ کھا لینا۔" عاصمہ بیگم کی ہدایت پر کتابیں اٹھاتی مسفرہ نے سر ہلا کر یقین دہانی کروائی۔ اس سے پہلے جاذب ریان سب کو اللہ حافظ کہتا لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا' کتابیں اٹھائے پیچھے پیچھے مسفرہ پارس بھی تھی۔

❀......❀......❀

"کیسی ہو سوئٹی؟" ابھی وہ کار سے اتری ہی تھی کہ وردہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ شوخ سی وردہ نے جھٹ پٹ اسے گلے لگالیا۔

"اپنی کتابیں پکڑو۔" جاذب ریان اسے مصروف گفتگو دیکھ کر بولا شاید اسے کچھ زیادہ جلدی تھی یا وہ مسفرہ پارس کے وجود کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

"سوری....." مسفرہ نے پلٹ کر فوراً کتابیں تھام لیں۔

"یہ کون ہیں؟" وردہ نے اشتیاق سے جاذب ریان کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ مسفرہ پارس کو اس گھڑی وردہ کی منٹوں میں فری ہونے والی فطرت بہت کھلنے لگی۔ وہ بے چارگی سے کتاب پر انگلیاں پھیرنے لگی۔

"اس کی زبان کو تو جیسے تالا لگ گیا' آپ ہی اپنا تعارف کروا دیں۔" وردہ اسے دیکھتے ہوئے جاذب ریان سے شوخی سے کہہ رہی تھی۔

"میں جاذب ریان ہوں۔" ناچار اسے تعارف کرانا پڑا۔

"نائس نیم' میری عزیز سہیلی کے کیا لگتے ہیں؟" وردہ کی سوال نے خاموش کھڑی مسفرہ کی انگلیوں میں لرزش طاری کردی۔ جاذب ریان کے لب بھینچ گئے' وردہ سوالیہ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"بیوی لگتی ہیں یہ میری۔" جاذب ریان نے جیسے باول نخواستہ کہا اور کار اسٹارٹ کردی۔

"کیا.....؟" وردہ جیسے چلائی مگر جاذب ریان کے اندر اتنا شور مچ گیا تھا کہ وہ کار نکال لے گیا وردہ حیران پریشان کھڑی رہ گئی۔ مسفرہ پارس نے اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔

"بیوی لگتی ہیں میری۔" کیسا کھینچ کر پتھر مارا تھا اس نے۔

"یہ کیسا مذاق کیا ہے محترم جاذب ریان نے؟" وردہ حیرت سے نکلی تو دو چار قدموں میں اسے جالیا۔

"سچ ہے۔" مسفرہ پارس نے پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ وہ اس کی بات کو جھٹلا نہیں سکتی تھی خواہ وہ جھوٹ ہی کیوں نہ بولتا۔ ابھی تو وہ سچ بول کر گیا تھا' ایسا سچ جو اسے اندر ہی اندر نوچ رہا تھا۔

"کب ہوئی شادی..... تم نے مجھے نہیں بتایا۔" وردہ کو جیسے صدمہ پہنچا۔ مسفرہ پارس اس گھڑی خود کو سخت بے بس محسوس کررہی تھی۔

❁.....❁.....❁

"جاذب ریان..... تم سچ میں بہت اچھے ہو' آئی لائک یو سو مچ۔ میں جب بھی اپنے لائف پارٹنر کے بارے میں سوچتی ہوں تو میری خواہش ہوتی ہے کہ وہ بالکل تم جیسا ہو۔" ہنزہ جذب کے عالم میں اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی' وہ ہولے سے مسکرا دیا۔

"میری طرح ہو..... یعنی وہ میں نہیں ہوسکتا۔" اس نے شرارت سے پوچھا۔ ہنزہ نزاکت سے ہنس دی' اس کے خوب صورت چہرے پر کئی رنگ بکھرے تھے۔ وہ خوب صورت تھی' اس خوب صورتی کا اسے بخوبی احساس بھی تھا۔ اوپر سے اس نے دل موہ لینے میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لے رکھی تھی' خاندان کے کئی لڑکے اس کے طلب گار تھے۔ ان میں سے جاذب ریان بھی ایک تھا جو اسے بھی بہت پسند تھا تب ہی وہ اکثر کھلے ڈلے انداز میں اظہار کر جاتی تھی۔ جاذب ریان صرف اس کا کزن نہیں بلکہ جاذب وہ واحد کزن تھا جس کے ساتھ اس کی سب سے زیادہ دوستی تھی..... لیکن جاذب اس دوستی سے آگے سوچنے لگا تھا۔ جب عاصمہ بیگم نے شادی کے لیے جاذب ریان سے پوچھا تو اس نے جھٹ ہنزہ کا نام لے لیا۔

"ہنزہ....." عاصمہ بیگم ایک لمحے کے لیے چپ سی ہوگئیں انہیں پتا تھا اس کا رجحان شروع سے اس طرف ہے۔

"ہنزہ مگر میرا ارادہ تو....."

"کم آن مما..... مجھے پتا ہے آپ کا ووٹ کس کی طرف ہے لیکن میں ہنزہ کو پسند کرتا ہوں اور ہنزہ بھی مجھے پسند کرتی ہے۔" جاذب ریان نے عاصمہ کی بات مکمل

ہونے سے پہلے دوٹوک انداز میں کہہ دیا۔ عاصمہ بھی چپ کر گئیں وہ رشتہ لے کر گئی تھیں۔ فراز صاحب کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا' قابل بھتیجا خود ان کی بیٹی کا طلب گار تھا۔ عروسہ بھی خوش تھیں' بڑوں نے سوچنے کا وقت لیے بنا ہاں کردی اور شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

بالآخر وہ دن بھی آگیا جب ایجاب وقبول کے مرحلے طے ہونا تھے۔ نکاح خواں آچکے تھے لیکن ہنزہ اپنے کمرے میں نہیں تھی۔ ہاں اس کا لکھا پرچا انہیں مل گیا تھا جس میں درج تھا۔

''وہ کسی سے شدید محبت کرتی ہے' شادی بھی اسی سے کرے گی۔'' ان کے ہاں چونکہ خاندان سے باہر شادی کرنے کا رجحان نہیں تھا اس لیے اس نے انتہائی قدم اٹھایا۔ فراز اور عروسہ ڈھے گئے تھے۔

جاذب ریان کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا' یہ سب اس کے لیے کسی شاک سے کم نہیں تھا۔ ہنزہ جو اس کی محبت کا دم بھرتی نظر آتی تھی وہ کسی اور کی طالب تھی اور وہ بے وقوف بنتا رہا' وہ اس کے جذبات سے کھیلتی رہی۔ دادا جان فراز پر غصہ ہو رہے تھے' رانا صاحب دادا جان کو سنبھال رہے تھے جو بیٹے بہو کو بیٹی کی صحیح تربیت نہ کرنے پر لعن طعن کر رہے تھے۔

''یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے' مہمان آئے بیٹھے ہیں ہم اپنی عزت کا جنازہ نکلنے نہیں دیں گے۔ جائیں رانا نکاح خواں کو بلا لائیں بس لڑکی کے خانے سے ہنزہ کا نام کاٹ کر مسفرہ پارس کا نام لکھ دیں۔'' عاصمہ بیگم نے ٹینس ماحول میں بھی اپنے حواس بحال رکھے اور کونے میں چپکی کھڑی پریشان صورت لیے مسفرہ پارس کو پکڑ کر اس کے قریب لے آئیں' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

عروسہ اور فراز جس طرح اسے ملتجی نظروں سے دیکھ رہے تھے اس پر اس نے زبان دانتوں تلے دبالی کہ وہ ہمیشہ سے ان کی فرماں بردار دبو سی بیٹی رہی تھی۔ جو ہنزہ جیسی تیز طرار بہن کے آگے ہمیشہ پس منظر میں چلی جاتی تھی' جاذب ریان نے عاصمہ بیگم کو دیکھا تھا۔

''تم نے اپنا انتخاب دیکھ لیا؟ میرا ووٹ ہمیشہ سے مسفرہ کے لیے تھا۔'' عاصمہ بیگم کی سرگوشی نے جاذب ریان کو کچھ کہنے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔ ڈری سہمی مسفرہ پارس کے سر پر بھاری زرتار آنچل ڈال کر اسے بٹھا دیا گیا۔ عاصمہ اور عروسہ اس کے دائیں بائیں آگئی تھیں۔ جاذب ریان نے ایک نظر مسفرہ پارس پر ڈالی اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

مجبوراً ہی سہی لیکن جاذب ریان نے اسے اپنی زوجہ کے ایجاب میں قبول کرلیا تھا۔ اس نے صرف کاغذ کی حد تک اسے قبول کیا تھا' وہ تو اسے اپنے روم میں بھی جگہ دینے کو تیار نہ تھا مگر بڑوں کے خیال سے اسے چپ رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

جس سیج کو اس نے ہنزہ کے تصور میں سجایا تھا آج وہاں مسفرہ پارس تھی۔ سیج سے پھولوں کی لڑیوں کو نوچتا وہ اتنا وحشی خونخوار لگ رہا تھا کہ مسفرہ پارس کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپنے لگا۔ اسے لگا ابھی وہ اس کا بھی ایسا حشر کرے گا جیسا نازک پھولوں کا کیا ہے۔

''اٹھو بیڈ سے...... اور شکل گم کرو اپنی۔'' وہ دھاڑا تو لرزتے وجود سے جلدی سے بیڈ سے اتری۔ اس کوشش میں وہ جتنی بار دوپٹے اور بھاری شرارے تلے ڈولی' اس پر جاذب ریان خونخوار نظروں سے اسے گھورتا رہا۔ جیسے ہنزہ کے اپنے عاشق کے ساتھ بھاگنے میں اسی نے ساتھ دیا ہو یا وہ قصوروار ہو۔ ہاں قصور تو اس کا تھا کیونکہ وہ ہنزہ کی سگی بہن جو تھی۔

ہنزہ جس طرح فطرتاً تیز طرار اپنے حسن پر نازاں جانِ محفل ہوا کرتی تھی۔ جسے دلوں کو مٹھی میں کر لینے کا فن آتا تھا' مسفرہ پارس اسی قدر دبو خاموش طبع اور لوگوں سے گھبرانے والی تھی۔ عروسہ اور فراز نے جس طرح اس سے معافی مانگی تھی وہ خود کو یوں شرمسار محسوس کر رہی تھی جیسے ہنزہ نے نہیں اس نے ان کے سر جھکائے ہوں۔

❁......❁......❁

جاذب ریان کا رویہ بہت اہانت آمیز ہوتا تھا' وہ اس کے کسی عمل کو نہیں سراہتا تھا بلکہ اس کا خیال رکھنے پر اکثر اسے جھڑکیاں ہی سننے کو ملتی تھیں۔ جاذب ریان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ جلدی لوٹ آیا تھا۔

"سر میں درد ہے؟" مسفرہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ "چائے لے آؤں یا کچھ کھائیں گے پہلے۔" جواب اب بھی ندارد تھا۔

"جاذب...... میڈیسن لا دوں' بتائیں کیا ہوا ہے؟" اب کے اس نے پھر ہمت کر کے پوچھا۔ سر دونوں ہاتھوں میں تھامے جاذب ریان نے سرخ خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔ مسفرہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ وہ ڈر کے بیڈ سے دو قدم دور ہوئی۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے' میرے اس حال کی ذمہ دار تم ہو۔ تمہاری شکل دیکھ دیکھ کر خون کھولتا ہے میرا' سکون ختم ہو گیا ہے زندگی سے...... جاؤ دفع ہو۔" وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ مسفرہ کے پورے وجود میں کپکپاہٹ طاری ہو گئی۔ وہ تیزی سے کمرے سے نکلی مگر اس سے بھی تیزی سے آنسو آنکھوں سے نکل آئے تھے۔

"کیا ہوا؟" عاصمہ بیگم گزر رہی تھیں اسے تیزی سے کمرے سے باہر آتا دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔ مسفرہ نے جلدی سے آنسو صاف کیے۔

"کچھ نہیں تائی جان۔"

"جاذی نے کچھ کہا؟" عاصمہ بیگم نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "رکو میں پوچھتی ہوں اس سے۔" عاصمہ بیگم کمرے کی طرف بڑھیں۔

"تائی جان پلیز......" مسفرہ نے عاصمہ بیگم کو بازو سے پکڑ لیا۔

"ارے بات تو کرنے دو' کس گناہ کی سزا دے رہا ہے وہ تمہیں' حد ہو گئی۔" عاصمہ بیگم کو کچھ زیادہ ہی غصہ آ گیا تھا۔ وہ روزِ اول سے جاذب کا رویہ دیکھ رہی تھیں' اکثر ہی مسفرہ انہیں چھپ چھپ کے روتی نظر آتی تھی۔ آنسو بہاتی مسفرہ نفی میں سر ہلاتی ان کے سامنے ہاتھ جوڑ گئی تھی' عاصمہ بیگم کو جیسے افسوس ہوا اسے تھام کر وہ لاؤنج میں لے آئیں۔

"مجھے معاف کر دو' تمہارے ساتھ زیادتی کرنے میں' میں سرفہرست ہوں۔" عاصمہ بیگم کو خاموش طبع سگھڑ' دھیمے سے مسکراتی مسفرہ ہمیشہ سے جاذب کے لیے پسند تھی لیکن جب جاذب نے ہنزہ کا نام لیا تو انہوں نے ہاں کر دی کہ بیٹی تو وہ بھی دیور کی تھیں پھر جاذب جس کے ساتھ خوش رہتا اس میں ان کی خوشی بھی شامل ہوتی لیکن عین موقع پر ہنزہ نے گھر چھوڑ کر جو داغ سب کے ماتھے پر لگایا اسے چھپانے کے لیے انہیں مسفرہ کو قربانی کا بکرا بنانا پڑا گو کہ وہ آج بھی ان کی اولین پسند تھی لیکن جاذب کے رویے پر وہ اکثر دکھی ہو جاتی تھیں۔

"ایسی باتیں نہ کریں تائی جان...... معافی نہ مانگیں۔" سوں سوں کرتی وہ شرمسار ہوئی۔

"ذرا عقل نہیں اس لڑکے میں جس سے محبت کا دم بھرتا تھا وہ تو دن میں تارے دکھا گئی اور جو پارس ملی ہے اس کی قدر نہیں...... اگر مجھے پتا ہوتا کہ اس کے رنگ ڈھنگ یہ ہوں گے یا تمہارے ساتھ ایسا رویہ رکھے گا تو کبھی تمہیں زبردستی اس کی زندگی میں شامل نہ کرتی۔" عاصمہ بیگم کو آج کچھ زیادہ ہی غصہ آ رہا تھا۔

"اب بھی وقت نہیں گزرا' میں بات کرتی ہوں رانا اور ابا جان سے وہ فراز اور عروسہ سے بات کریں۔ تمہارے لیے بہت قدر کرنے والا شخص ڈھونڈوں گی' میں کہتی ہوں جاذب سے طلاق دے تمہیں تاکہ میرے سر سے بھی یہ بوجھ تو اترے۔ میں تمہیں یوں گھٹ گھٹ کے روتے نہیں دیکھ سکتی' دے طلاق...... اسے بھی پتا لگے۔"

"تائی جان......!" مسفرہ پارس پوری جان سے لرزی۔

"میں طلاق نہیں لوں گی...... کبھی بھی نہیں۔" اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی۔

"طلاق نہیں لو گی...... یوں صبح شام اپنی بے عزتی کرواتی رہو گی' تمہیں کیا لگتا ہے۔ پتھر میں جونک لگ

جائے گا وہ وقت گزر گیا بیٹا...... جب عورتیں سالوں کسی کا انتظار کرتی تھیں کہ وہ پلٹ آئے گا میں تمہیں لاحاصل انتظار کے کرب میں نہیں دھکیل سکتی۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے اس سال ماسٹرز کرلوگی۔ اچھے سے اچھا رشتہ مل جائے گا۔" عاصمہ بیگم نے سمجھانا چاہا اس گھڑی وہ جاذب کی کم اس کی ماں زیادہ لگ رہی تھیں جو بیٹی کے لیے متفکر ہو۔

"مجھے طلاق نہیں لینی۔" مسفرہ کا لہجہ اٹل تھا۔

"تو کیا ساری زندگی اس پتھر سے سر پھوڑتی اور بے عزتی کرواتی رہوگی۔" عاصمہ بیگم کو افسوس ہورہا تھا۔

"نہ کریں بھی محبت میں تو ان سے محبت کرتی ہوں نا۔ گزر جائے گی زندگی ان کی ڈانٹ کھاتے ہوئے۔" وہ آنسو سمیٹتی عزم سے بولی پر لب دانتوں تلے دبالیے جیسے کوئی انہونی بات کہہ دی ہو۔

"تم جاذب سے محبت کرتی ہو؟" عاصمہ بیگم کو بھی حیرت بھری خوشی ہوئی مسفرہ ایک دم سے شرمندہ ہوگئی۔

"بتاؤ نا؟" عاصمہ نے اس کے کندھے پر دباؤ ڈالا۔

"جی تائی جان...... مجھے بچپن سے جاذب اچھے لگتے ہیں۔" اس کی زبان لڑکھڑائی۔ "لیکن جاذب کا رجحان ہمیشہ ہنزہ آپی کی طرف رہا تو میں نے خود کو سمجھالیا سب کچھ ہماری مرضی کے مطابق نہیں ہوتا۔"

"لیکن اللہ نے تمہیں اس کا نصیب بنادیا۔" عاصمہ بیگم نے اس کی بات کو بڑھاوا دیا وہ چپ رہی۔

"تم نے بھی کہاں سر پھوڑلیا اور یہ جاذب اسے جانے کب کھرے کھوٹے کی پہچان ہوگی۔" عاصمہ بیگم کو جہاں یہ حقیقت جان کر خوشی ہوئی وہیں مسفرہ اور جاذب کے بیچ کی دوری کھلنے لگی۔

"جب اللہ نے انہیں میرا کردیا ہے تو ان کی محبت بھی میرا نصیب بنادے گا۔" اس کے لہجے میں عزم تھا عاصمہ بیگم نے صدق دل سے آمین کہا تھا۔

❀ ❀ ❀

"کیسے ہو جاذی؟" جاذب ریان لیپ ٹاپ پر بزی تھا جب اس کے نمبر پر کال آئی وہ بزی تھا اس لیے اس نے اسپیکر آن کردیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں آپ کون؟" مصروف انداز میں ٹائپنگ کرتے اس نے استفسار کیا۔

"جاذی پہچانا نہیں میں تمہاری ہنزہ......" اسپیکر سے آتی آواز پر اس کے ہاتھ ساکت رہ گئے تھے نظریں بے ساختہ سیل فون کی اسکرین کو گھورنے لگیں کوئی نیا نمبر تھا۔

"ہاں پہچانو گے بھی کیسے ناراض جو ہوگے۔ میں نے اتنا برا جو کیا تمہارے ساتھ۔" اسپیکر سے آواز آرہی تھی۔

"سی" کی آواز پر اس کی نظریں سامنے دروازے پر اٹھی تھیں۔ مسفرہ کافی لیے کھڑی تھی اور غالباً ہنزہ کی آواز سن کر کافی چھلک کر اس کے ہاتھ پر گری تھی چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"جاذی جو کچھ ہوا میں اس پر شرمندہ ہوں آئی نو میں نے تمہیں ہرٹ کیا۔ میں بہک گئی تھی فہد کی چکنی چپڑی باتوں میں آگئی تھی۔ پاگل تھی جو تمہاری محبت کی قدر نہیں کی۔" وہ جانے کیا کیا کہہ رہی تھی جاذب ریان کی نظریں مسفرہ کے دھواں دھواں چہرے کی طرف تھیں کافی سائیڈ پر رکھ کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ جاذب ریان کی نظریں دروازے تک گئی تھیں۔

"جاذی...... میں تم سے ملنا چاہتی ہوں کل تم مجھے کافی شاپ پر مل سکتے ہو؟" ہنزہ بہت آس سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں...... مل سکتا ہوں پانچ بجے۔" اس نے سیل فون قریب کرکے کہا۔

"اوتھینک یوسوچ...... جاذی میں بہت شرمندہ ہوں مجھے یقین تھا تم مجھے معاف کردو گے۔" ہنزہ کہہ رہی تھی اور کمرے کے باہر دروازے سے لگی مسفرہ پارس جیسے ڈھے گئی تھی۔

❀ ❀ ❀

"مسفرہ سردیوں کا آغاز ہوچکا ہے تم بدلتے موسم کے حساب سے شاپنگ ہی کرلو دسمبر اب بس اختتام کی طرف گامزن ہے۔ نیا سال شروع ہونے والا ہے نئے

سال کو نئے انداز سے خوش آمدید کہوتا کہ زندگی کا ہر دن خوب صورت ہو۔" عاصمہ بیگم صبح سے نوٹ کر رہی تھیں وہ کچھ بکھری بکھری سی تھی' بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے جیسے کوئی بات نہیں سنی تھی ان کی ورنہ وہ سال نو کے لیے بہت اہتمام کرتی تھی لیکن اب کے زندگی میں جیسے پت جھڑ کا موسم آن ٹھہرا تھا۔

"تائی جان...... پانچ بج گئے کیا؟" اس نے خلاء میں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں وہ تو روز ہی بجتے ہیں آج کون سی نئی بات ہے اور اب تو سات بجنے والے ہیں۔" عاصمہ بیگم نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ ابھی ان کے پاس ہوں گے' اتنے دنوں بعد جو ملے ہیں۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائی۔

"کیا کہہ رہی ہو؟" عاصمہ بیگم سن نہ سکیں۔

"کچھ نہیں۔" اس نے لب کچلے۔

"میں تم سے سردیوں کی شاپنگ کا پوچھ رہی ہوں' کب کرو گی؟"

"میرا دل نہیں ہے تائی جان۔" اس نے بے دلی سے کہا۔

"السلام علیکم!" اسی گھڑی جاذب ریان لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ مسفرہ نے چونک کر اسے دیکھا جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو۔ آج وہ کچھ زیادہ فریش لگا' چہرے پر اتنے دنوں سے جو بے زاریت طاری تھی آج وہ غائب تھی۔ مسفرہ کے دل کو جیسے کسی نے نوچنا شروع کردیا۔

"آج دیر کردی تم نے آنے میں۔" عاصمہ بیگم کو ہی یہ پوچھنے کا استحقاق تھا ورنہ تو مسفرہ اس کے سامنے چوں تک نہیں کرسکتی تھی۔

"السلام علیکم!" فراز اور عروسہ کی اچانک آمد پر مسفرہ میں اٹھنے کی بھی تاب نہ رہی' اسے کسی انہونی کا احساس ستانے لگا۔

"ارے تم دونوں آؤ...... آؤ......" عاصمہ بیگم خوش دلی سے عروسہ سے گلے ملیں۔ "بالکل اچانک آئے تم لوگ' فون بھی نہیں کیا۔" عاصمہ نے بات برائے بات کی۔

"ہمیں تو جاذی نے فون کرکے بلایا ہے۔" فراز نے مسکراتے ہوئے کہا تو عاصمہ بیگم نے بھی کسی قدر تشویش سے جاذب ریان کے چہرے کی طرف دیکھا جو کمال سکون سے صوفے پر بازو پھیلائے بیٹھا تھا۔

مسفرہ نے ڈری سہمی نظروں سے اسے دیکھا' وہ آج سے پہلے اسے اتنا آسودہ کبھی نظر نہیں آیا تھا۔ سب کو معاملے کی سنگینی کا احساس اس وقت ہوا جب رانا صاحب کے ساتھ دادا جان بھی تھوڑی دیر میں داخل ہوئے۔

"کیا بات ہے جاذی...... تم نے سب کو کیوں اکٹھا کیا ہے؟" عاصمہ بیگم کو ہول اٹھنے لگے۔ کہیں وہ مسفرہ سے متعلق کوئی فیصلہ تو نہیں کرنے لگا تھا۔ مسفرہ کی ٹانگیں بُری طرح لرزنے لگیں تو اس نے پیروں کو گھٹنوں سمیت سینے سے لگا کر دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد کس لیے۔

"میں ابھی ہنزہ سے مل کر آرہا ہوں' اس نے کل مجھے فون کرکے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی......"

"تم اس سے ملنے گئے ہی کیوں؟" عاصمہ بیگم بیچ میں ہی بول پڑیں انہیں یہ بات ذرا بھی اچھی نہیں لگی تھی۔

"وہ بہت شرمندہ ہے جس کی شہ پر اس نے انتہائی قدم اٹھایا تھا وہ اپنی فیملی کے ڈر سے وہاں پہنچا ہی نہیں ہنزہ اپنی دوست کے گھر رہ رہی ہے وہ واپس آنا چاہتی ہے آپ سب سے معافی مانگنا چاہتی ہے۔" جاذب ریان کمال سکون سے گویا تھا۔

"اسے کہہ دو وہ ہمارے لیے مرگئی ہماری ایک ہی بیٹی ہے۔ ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں اور اسے کہہ دینا وہ بھولے سے بھی میرے سامنے نہ آئے اور تم بھی آج کے بعد اس کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کرنا۔" فراز صاحب آپے سے باہر ہوئے۔

"تمہارا غصہ اپنی جگہ فراز لیکن یہ بھی سوچو کہ لڑکی ذات ہے کب تک دوست کے گھر رہے گی آگے سے کچھ ہوگیا تو ہماری ہی عزت پر حرف آئے گا۔" دادا جان نے سمجھانا چاہا۔

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

''عزت پر حرف تو آچکا ہے...... بابا جان اب اور کیا باقی رہ گیا ہے جاذب اتنا کرو کہ کسی ہوسٹل میں اسے رہائش دلوا دو اور کہو کہ خود اپنی زندگی گزارے ہمارے گھر اور کسی چیز پہ اس کا کوئی حق نہیں، چلو عروسہ۔'' فراز صاحب دو ٹوک بات کر کے اٹھ کھڑے ہوئے ماحول کی یخ بستگی بڑھ گئی تھی فراز ساکت بیٹھی مسفرہ کے سر پہ ہاتھ پھیرتے چلے گئے تو آنسو ضبط کرتی عروسہ بھی ہم قدم ہوگئیں کہ جیسی بھی سہی ہنزہ تھی تو ان کی بیٹی...... جس نے اپنے لیے پتھروں کی راہ خود چنی تھی۔

❀......❀......❀

مسفرہ کتابیں پھیلائے اسائنمنٹ بنا رہی تھی جب جاذب ریان کا بیڈ پہ پڑا سیل فون بار بار بجنے لگا پہلے تو وہ اگنور کرتی رہی لیکن جب تیسری بار کال آئی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھایا۔

''ہنزہ کالنگ۔'' دیکھ کر اس کے ہاتھ لرزے، اسی دم واش روم کا لاک کھلنے کی آواز آئی اس نے تیزی سے فون کو سابقہ انداز میں رکھا اور جلدی سے اپنی کتابوں پہ جھک گئی، وہائٹ بنیان اور ٹراؤزر میں گیلے بالوں کو ٹاول سے رگڑتا واپس آیا تو بجتے سیل فون نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔

''ہاں میں واش روم میں تھا۔'' غالباً کال دیر سے پک کرنے پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا تھا تب ہی وہ صفائی دے رہا تھا۔

''ہنزہ میں نے گھر والوں سے تمہارے متعلق بات کی ہے مگر چچا جان کچھ سننے کو تیار نہیں ہیں بٹ یو ڈونٹ وری میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' مسفرہ کی آنکھوں کے آگے پانی کی چادر تن گئی، سامنے موجود کتابوں کے حروف دھندلا گئے تھے۔

''میں تھوڑی دیر میں ملتا ہوں تم سے تمہاری طرف ہی آرہا تھا۔'' بات کرتے ہوئے جاذب ریان چینجنگ روم میں چلا گیا اور اس کی آواز آنا بھی بند ہوگئی تھی آنسو ٹپ ٹپ کتاب پر گر کر کتاب کو بھگونے لگے تھے۔

❀......❀......❀

''جب سے ہنزہ منظر پہ آئی ہے تم کچھ زیادہ فون سے چپکے نہیں رہنے لگے۔'' عاصمہ بیگم بطور خاص کمرے میں اسے سمجھانے آئی تھیں کھانے کی میز پر بھی وہ جس طرح فون کان سے لگائے بیٹھا تھا اس پہ ان کا غصہ ہونا بجا تھا۔

''وہ اکیلی ہے مما۔'' جاذب نے فون سائیڈ پر رکھتے جیسے یاد دلایا مسفرہ وارڈ روب سے کپڑے نکالنے میں مصروف رہی۔

''اس کی تنہائی کا بچھو تمہیں کاٹ رہا ہے جو خاندان بھر میں ہماری عزتوں کا جنازہ نکال کر بھی تمہیں کال کر رہی ہے اور تم گھنٹوں اس کے ساتھ فون پر مصروف ہو اس گونگی لڑکی کا احساس نہیں ہو رہا تمہیں جو ہونٹ سیے چپکی بیٹھی ہے۔'' عاصمہ بیگم نے جھٹکے سے مسفرہ کو بازو سے کھینچ کر اس کے سامنے کیا۔

''اگر یہ عین نکاح پر منع کر دیتی تو میں دیکھتی تم کیا منہ دکھاتے اپنے سرکل کے لوگوں کو۔'' عاصمہ بیگم اشتعال میں تھیں۔ مسفرہ لب کاٹتی سر جھکائے کھڑی تھی ایک لمحے کو جاذب ریان بھی چپ رہ گیا تھا۔

''اگر یہی کچھ کرنا ہے تو طلاق دے کر فارغ کرو اسے اور جا کر نکاح کر لو اس سے جس سے گھنٹوں فون پر باتیں کرتے رہتے ہو۔'' عاصمہ بیگم غصے کا اظہار کر کے چلی گئی تھیں...... جاذب ریان کی نظریں ساکت کھڑی مسفرہ پر تھیں جس نے اپنے آنسو چھپانے کے لیے واش روم کا رخ کر لیا تھا۔

❀......❀......❀

دسمبر کا آخری دن اختتام کی طرف گامزن تھا اتنا بے زار دسمبر کبھی نہیں گزرا تھا۔

میرے ستم گر کا حال کیا پوچھتے ہو
لہجہ جون کا جذبات دسمبر سے

نیا سال چند لمحوں کی دوری پہ تھا مگر کوئی خوشی کوئی احساس اس کے اندر نہیں جاگ رہا تھا ورنہ نئے سال پہ وہ کتنے چاؤ سے ساری فرینڈز کو وشنگ کارڈز کیک اور پھول

بھیجتی تھی جاذب ریان سے جڑنے کے بعد سے تو جیسے وہ مسکرانا بھی بھول گئی تھی سوکھے پھول کی طرح کملا گئی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟" جاذب ریان کمرے میں آیا تو وہ بیگ میں اپنا ضروری سامان رکھ رہی تھی، اس کے اچانک بولنے پہ وہ ایک دم سے ڈر گئی۔

"کہیں جا رہی ہو؟" ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے وہ بیڈ پر بیٹھ گیا سوٹ کیس بیڈ پر رکھے مسفرہ اپنی چیزیں پیک کر رہی تھی۔

"جی میں کل گھر چلی جاؤں گی۔" نیا سال بس چند لمحوں کی دوری پر تھا اور وہ اس کی زندگی سے جانے کی روداد سنا رہی تھی۔

"کتنے دنوں کے لیے۔" وہ مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ تھا۔

"ہمیشہ کے لیے۔" ہینگر سے سوٹ نکال کر بیگ میں رکھتے ہوئے اس نے پہلی بار جاذب ریان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے جواب دیا، کافی دنوں سے اس کا موڈ بہت خوشگوار رہنے لگا تھا۔ اسے مسفرہ پر چلانے کا بھی وقت نہیں مل رہا تھا اب بھی وہ بڑے آرام سے اس سے سوال جواب کر رہا تھا۔

"ہمیشہ کے لیے......" جاذب ریان نے دہرایا۔

"جی......" وہ بمشکل کہہ کر رخ پھیر گئی۔

"یعنی تم اس گھر کو چھوڑ کر جانے کی بات کر رہی ہو۔" وہ جیسے اپنا واہمہ دور کرنا چاہ رہا تھا۔

"جی میں جاؤں گی تو ہی آپ ہنزہ آپی سے شادی کر سکیں گے۔" وہ بدقت بولی۔

"ہاں یہ تو ہے کافی عقل مند ہو تم اگر جانا ہے تو کل کیوں ابھی کیوں نہیں پرانے تعلق کو پرانے سال میں ہی الوداع کر دیں تو زیادہ اچھا ہے نا، نیا سال نئے ہم سفر کے ساتھ زیادہ سحر انگیز ہوگا چلو میں تمہیں ابھی چچا جان کے گھر چھوڑ دوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا...... مسفرہ کو اس سے ذرا بھی خوش فہمی نہیں تھی لیکن وہ یوں خوشی کا اظہار کرے گا یہ بھی گمان نہیں تھا تب ہی دل چھناکے سے ٹوٹا تھا۔

"آؤ چلو...... شاباش میں تمہیں ابھی اسی وقت چھوڑ آؤں۔" جاذب ریان اس کا بازو کھینچتا اسے باہر لے جانے لگا مسفرہ اس سلوک پہ جیسے اپنی نظروں میں ہی گر گئی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" جاذب اسے بازو سے گھسیٹتا باہر لے کر آیا تو عاصمہ بیگم یہ منظر دیکھ کر ہولنے لگیں۔

"میں مسفرہ کو چچا جان کی طرف چھوڑنے جا رہا ہوں۔" اس نے چلتے چلتے جواب دیا۔

"جاذی......" عاصمہ بیگم چلائیں۔

"مما آ کے بات کرتا ہوں ابھی جلدی میں ہوں۔" جاذب اسے کھینچتا باہر نکل گیا اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے عاصمہ بیگم کو دیکھا وہ سر پہ ہاتھ رکھے حیران و پریشان کھڑی رہ گئی تھیں، اسے فرنٹ سیٹ کی طرف دھکیل کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی، وہ سارا راستہ روتی رہی تھی، جاذب اتنا کٹھور ہے وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی دکھ سے اس کا دل بند ہونے لگا تھا۔

گاڑی کسی عمارت کے آگے رکی تھی، دکھ سے اس کا دل بند ہونے لگا تھا وہ آنسو بہانے میں اتنی مگن تھی کہ اسے احساس نہیں ہوا کب جاذب نے اسے گاڑی سے باہر کھینچا اور کب ہنزہ آ کر اس کے مقابل کھڑی ہوگئی۔ ہنزہ اسے بڑی عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ یوں جیسے سامنے اس کی سگی بہن نہیں رقیب ہو جس سے اس نے ملنا بھی گوارا نہیں کیا شناسائی کی کوئی رمق اس کے انداز میں نہیں تھی۔

محبت تو شاید کبھی اسے بہن سے تھی ہی نہیں ہمیشہ جھڑک کر ہی بات کرتی تھی اپنے حسن پہ اِٹھلا کر مسفرہ کو اس کے دبو پن پہ ٹیز کرتی تھی مضحکہ اڑاتی تھی اب وہ اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے جاذب کے ساتھ کھڑی وہ اسے سخت زہر لگ رہی ہو۔

"اسے میرے سامنے لانے کا مقصد؟" ہنزہ نے جاذب سے سوال کیا۔ اس کے اجنبی لب و لہجے پر مسفرہ کو ذرا برابر حیرت نہیں ہوئی وہ شروع سے بے حس اور خود پسند تھی اسے صرف اپنی خوشیاں نظر آتی تھیں خواہ وہ کسی کے

مزار پہ ہی کیوں نا تعمیر ہو۔

"آج تم نے مجھ سے کہا کہ میں مسفرہ کو طلاق دے دوں اور تم سے شادی کرلوں۔"

"ہاں کیونکہ میں جانتی ہوں تمہیں میں سوٹ کروں گی یہ دبو اور مجھ سے کم صورت مسفرہ نہیں۔" ہنزہ نے نخوت سے کہا۔

"میری تم سے فرینڈ شپ رہی اور اسے میں محبت سمجھ بیٹھا لیکن جب تم نے مجھے دھتکار کر گھر سے باہر قدم نکالا تو اسی دن تم میرے دل سے پسندیدگی کا گراف بھی گرا گئیں تھیں...... پھر تم لوٹ آئیں میں نے تمہارا ساتھ دیا ہاسٹل میں رہنے کا بندوبست کیا جاب دلوادی صرف اس لیے کہ خاندان اور تمہارے ماں باپ بھی تمہارے صورت دیکھنے کے روادار نہیں اور وہ بالکل ٹھیک کررہے ہیں کیونکہ تم جیسی بے حس اور خودغرض انسان سے واسطہ نہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ تم تو اتنی خودغرض ہو کہ یہ جانتے ہوئے کہ تمہارے بھاگنے کے بعد اس لڑکی نے اپنی ذات کو داؤ پر لگا دیا میری جھڑکیاں، بدتمیزیاں برداشت کیں تمہارے حصے کا غصہ میں نے اس کے وجود پر انڈیلا بے شک یہ تمہاری طرح طرحدار نہیں، بہت حسین نہیں لیکن یہ تم سے کہیں زیادہ دلکش ہے جو مردوں کو رجھانے کی کوشش نہیں کرتی جیسے لورز کی لمبی لسٹ بنانے کا شوق نہیں...... اور یہ تو اتنا خوب صورت اور معصوم دل رکھتی ہے کہ آج خود گھر چھوڑ کر جانے کی بات کررہی ہے مجھ سے علیحدگی چاہ رہی ہے صرف اس لیے کہ میں تم سے شادی کرلوں مگر میں اب تم پہ تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا جو کچھ کیا صرف کزن اور انسانیت کے ناتے کیا...... دنیا میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو نصیب پہ شاکر رہتے ہیں اور جو چاہا مل گیا تو ٹھیک نا ملا تو واویلا نہیں کرتے جیسے مسفرہ نے مجھے چاہا...... میری طلب کی مگر میری نظر میں خود کو گرایا نہیں اور دوسرے لوگ تمہاری طرح کے ہوتے ہیں جو خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتے ہیں اور آخر میں نامراد اور ناکام ہی ٹھہرتے ہیں خالی ہاتھ خالی دل لیے۔ پسندیدگی تو تمہاری اصل صورت دیکھ کر ہی ختم ہوگئی تھی اور پیار......" جاذب ہنسا۔ "سوری میم میں آپ سے پیار نہیں کرتا کیونکہ مجھے اس گونگی لڑکی سے عشق ہونے لگا ہے آج کے بعد میری طرف سے کوئی آس نا پالیے گا چلو مسفرہ۔" وہ جس طرح بازو سے پکڑ کر اسے لے کر آیا تھا اسی طرح اسے بازو سے پکڑ کر واپس پلٹ گیا ہنزہ اپنی جگہ پہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی مسفرہ کے کان سائیں سائیں کررہے تھے جو کچھ اس نے سنا اس پر یقین نہیں آرہا تھا، اس نے کار اسٹارٹ کر کے روڈ پر ڈالی ہی تھی کہ اس کا سیل فون بجنے لگا۔

"لو جی...... آ گیا مما کا فون۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہہ کر کال ریسیو کی اور اسپیکر آن کردیا۔

"جاذی مسفرہ کہاں ہے کیا گھٹیا حرکت کی ہے تم نے......؟" عاصمہ بیگم چلارہی تھیں۔

"کیا میں اپنی بیوی کو آؤٹنگ پہ بھی نہیں لے جاسکتا اس میں کیا گھٹیا پن ہے مما۔" وہ شوخی سے بولا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" اس کے بدلے انداز پہ عاصمہ بیگم کو از حد مسرت ہوئی۔

"تو اپنی گونگی بہو سے پوچھ لیں ویسے مما آپ کا ووٹ شروع سے مسفرہ کے لیے کیوں تھا مجھے اس کی وجہ اب سمجھ آئی ہے۔" وہ شرارت سے کہہ بولا۔

"کیا وجہ تھی بتاؤ......؟" عاصمہ بھی جاننا چاہ رہی تھیں۔

"ہر ساس کی خواہش ہوتی ہے بہو گونگی ہو جو زیادہ نا بولے 'تو' 'میں میں' نہ کرے۔" مسفرہ کو بھرپور نظروں سے دیکھتے کہہ رہا تھا مسفرہ بلش ہوکر چہرہ موڑ چکی تھی۔

"کوئی گونگی نہیں ہے میری بہو بس سوچ سمجھ کر بولتی ہے تمہاری طرح بے پر کی نہیں اڑاتی۔" عاصمہ بیگم نے الٹا اسے لتاڑ کر فون بند کردیا، جاذب نے بازو سے پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔

"کیا گھول کر پلایا ہے میری ماں کو۔" وہ پوچھ رہا تھا۔ وہ نظریں چرا گئی۔

"جانتی ہو ڈیئر وائف مرد کبھی خودغرض عورت سے

محبت نہیں کرتا وہ محبوبہ میں اپنی ماں جیسی خالص محبت ڈھونڈتا ہے۔" مسفرہ کے لیے اس کا دھیما لب ولہجہ نیا تھا وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

"پہلے سوری بولوں یا تھینک یو......" وہ اسے بازو کے گھیرے میں لیے ڈرائیو کررہا تھا مسفرہ اس کی قربت پہ سمٹی جارہی تھی۔

"بولونا......" اس نے پھر سے اصرار کیا۔

"کچھ نہ بولیں۔" وہ آہستہ سے منمنائی۔

"لیکن میں بولوں گا سوری ان تمام زیادتیوں کے لیے جو میں نے کیں اور تھینک یو میری زندگی میں آنے کے لیے مجھ سے محبت کرنے کے لیے۔" مسفرہ نے چونک کر اس کے کندھے سے سر اٹھایا۔

"جب تم مما کے سامنے رو رو کر مجھ سے محبت کا اعتراف کررہی تھیں تب میں نے ساری باتیں سن لی تھیں مجھے گلٹ ہوا تھا کہ میں تمہارے ساتھ زیادتی کرجاتا ہوں اسی لیے تمہیں دیکھنے باہر آیا تھا۔ مما تمہیں طلاق لے کرنئی زندگی شروع کرنے کا کہہ رہی تھیں اور تم انکاری ہوکر محبت کا اعتراف کررہی تھیں، اسی وقت تم دل میں اتر گئی تھیں...... مجھے بھی اس گھڑی عورت کی پہچان ہوگئی کہ عورت بھلے بے حد حسین طرح دار نہ ہو اس میں معصومیت ہو اور وہ تم میں ہے...... تم میری نظر میں بہت حسین ہو جو خاموش محبت کرتی رہیں میں تمہارا ہو بھی گیا مگر تم نے کوئی اوچھا پن نہیں دکھایا کبھی مجھے رجھانے کی کوشش نہیں کی تم نے اپنی عصمت کا ایک دائرہ بنا رکھا ہے اور اسی دائرے نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا...... تم میں تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی ہنزہ جیسی فطرت نہیں ہے وہ ہر مرد کو آس میں رکھتی ہے تاکہ اس کا اگر ایک آپشن کام نہ آئے تو وہ دوسری لائف لائن یوز کرے مگر تم اک پہ ہی مر مٹنے والی ہو...... تم الگ ہو بہت الگ تمہاری اسی ادا نے مجھے اپیل کیا کہ محبت کے باوجود تم خود میری زندگی سے نکلنے کا فیصلہ کرچکی تھیں اتنی آسانی سے فیصلہ کرلیا تم نے۔" اس کے بالوں کو ہولے سے مٹھی میں بھر کر اس کا چہرہ قریب کیا۔ وہ بری طرح شپٹائی۔

"آسان نہیں تھا محبت میں کوئی بھی فیصلہ آسان نہیں ہوتا اور بچھڑنے کا فیصلہ تو بہت جان لیوا تھا کتنی راتیں نیند گنوا کر میں نے یہ فیصلہ کیا تھا۔" وہ ہولے سے بولی۔

"جی لوگی میرے بنا۔" اس نے بالوں کو جھٹکا دیا اس کے لبوں سے ہلکی سی سسکی نکلی۔

"یقیناً نہیں۔" لبوں سے بے ساختہ نکلا۔

"پھر کیوں کیا اتنا کٹھور فیصلہ۔" جرح ہوا۔

"میں آپ کی خوشی چاہتی تھی بس۔"

"اور میری خوشی اب اس گونگی لڑکی کے ساتھ ہے آئی سمجھ۔" جاذب نے اپنا سر ہولے سے اس کے سر سے ٹکرایا۔

"میں گونگی نہیں ہوں۔" وہ کب سے اسے گونگی کہے جارہا تھا اب کے اس نے برا مان لیا۔

"اچھا جی پھر بتاؤ ان دو ماہ میں کتنا بولی ہو، میرے آگے۔" وہ ہنسا۔

"ہاں تو آپ نے بولنے کا موقع کب دیا ہر وقت تو دھاڑتے رہتے تھے۔" اس نے منہ بنا کر کہا، وہ اسے بے ساختہ ساتھ لگا کر ہنس دیا۔

"ہنزہ نے جو کیا اس کا غصہ تھا ریجیکٹ ہونا کسی کو اچھا نہیں لگتا مجھے تو قطعاً نہیں...... سوری سوئٹ تمہیں میرا غصہ برداشت کرنا پڑا لیکن تمہاری خاموش طبع نے مجھے اسیر کرلیا کہ تم نے کبھی پلٹ کر جواب نہیں دیا...... بس آنسو بہاتی رہی اور تمہارے آنسو میرے دل پہ گر کے تیرا نام لکھ گئے۔" مسفرہ کو یہ پل اپنی زندگی کے حسین پل لگ رہے تھے۔

"اب تو میری جان بنتی جارہی ہو۔" جاذب نے بے ساختہ اس کے بالوں پہ لب رکھ دیے تھے۔ کار سی ویو پہ رک گئی تھی۔

"یہاں کیوں۔" وہ رات کے اس وقت سی ویو آنے پہ چونکی۔

"آؤ تو بتاتا ہوں۔" اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اسے بھی اترنے کا اشارہ کیا، وہ حیران سی اتر آئی، جاذب ریان

نے کار کی پچھلی نشست سے ایک ڈبا اٹھایا اور ایک جست میں کار کی بونٹ پہ جا کے بیٹھ گیا۔
''آؤ۔'' اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا کچھ نا سمجھتی مسفرہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا، چند ثانیے بعد وہ بونٹ کے اوپر اس کے پہلو میں بیٹھی تھی، اس وقت سی ویو پہ گہما گہمی تھی لہراتے آنچل شوخ قہقہے، فلک شگاف نعرے بچوں کی مستیاں کئی رنگ تھے۔ جاذب نے کیک نکال کر بونٹ پر رکھا تھا ''ہیپی نیو ایئر۔'' لکھا دیکھ کر اسے ساری کہانی سمجھ آگئی۔
''پہلے تو سوچا تھا گھر میں تمہارے ساتھ سلیبریٹ کروں گا مگر سچویشن چینج ہونے کے باعث یہاں کا پلان بنا لیا اور یہ زیادہ رومینٹک ماحول ہے کیوں......'' ہوا سے لہراتے اس کے آنچل کو پکڑ کر وہ محبت سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
''میں چاہتا ہوں پچھلے سال کی ساری کدورتیں ہم پچھلے سال کے آخری لمحوں میں ہی چھوڑ کر نئے سال کو محبت سے خوش آمدید کریں۔'' جاذب کہہ رہا تھا اور اسی وقت منچلوں نے کاؤنٹ ڈاؤن شروع کر دیا تھا۔
''ٹین نائن۔'' جاذب بھی ان کے ساتھ ہم آواز تھا ہر سو مسرت کے رنگ تھے ماحول تالیوں، پٹاخوں کی آواز سے گونجنے لگا وہ پٹاخوں کی آواز سے ڈر کر ایک دم اس کے قریب ہو گئی تھی جاذب نے اس کا ہاتھ تھام کر کیک کاٹا...... آسمان آتش بازی سے خوب صورت ہو رہا تھا جاذب کا سیل فون بجنے لگا...... جاذب نے سیل فون اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔
''ہنزہ کالنگ......'' یہ مسفرہ کو غصہ آیا تھا کیسی خود غرض بہن تھی جو بہن کا بسا بسایا گھر اجاڑنے پر تلی بیٹھی تھی جسے رشتوں کا پاس تھا نا شرم تھی صرف اپنی آسودگی چاہیے تھی۔
''یہ لو اور سختی سے ڈانٹ کر کہو کہ آئندہ میرے شوہر کو کال نہ کرنا۔'' جاذب نے سیل فون اسے تھمایا تب تک کال بند ہو چکی تھی۔ مسفرہ سیل فون پہ بزی ہو گئی۔
''بات ہوئی۔'' اس کی نظریں ونڈ اسکرین پر تھیں۔
''کال دوبارہ نہیں آئی۔''
''او کے آئے تو کر لینا بات۔'' جاذب ریان نے سچے ہمسفر کی طرح اپنا آج اور کل اسے سونپ دیا تھا۔
''اب نہیں آئے گی کال۔'' مسفرہ نے سیل فون گود میں رکھ لیا تھا۔
''کیوں؟'' اسے حیرت ہوئی۔
''میں نے نمبر بلاک کر دیا ہے جس انسان کی ہماری زندگی میں ضرورت نہیں انہیں بلاک کرنا ہی بہتر ہے۔'' مسفرہ نے سیل فون اس کی طرف بڑھایا۔
''واہ جی کمال بیوی ہو ایک جھٹکے میں خوب صورتی سے میاں کا پیچھا چھڑا دیا اس بلا سے۔'' اس نے بے ساختہ سراہا۔
''اور جو اس نے پھر کسی اور نمبر سے رابطہ کیا۔'' جلانا چاہا۔
''تب میں ہینڈل کر لوں گی۔'' اس نے آرام سے کہا۔
''اور جو پھر بھی نہ مانی؟'' وہ اسے زچ کر رہا تھا۔
''تو میں آپ کا نمبر چینج کرا دوں گی۔''
''اتنی دھونس۔''
''جی۔''
''اور جو میں نا کروں پھر۔''
''پھر مکا......'' مسفرہ نے اس کے شولڈر پر مکا دے مارا...... وہ ہنس دیا۔

❁

ذرا سنگ ابیرے گمشدہ
فاخرہ گل

اپنے انعام حسن کے بدلے
ہم تہی دامنوں سے کیا لینا
آج فرصت زدوں پر لطف کرو
پھر کبھی صبر آزما لینا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

کینٹین میں اربش کے ساتھ بیٹھے اجیہ کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ بل پے کرنے کے لیے اس کے پاس رقم موجود نہیں ہے ایسے میں وہ شدید خفت کا شکار ہوتے اپنا بھرم قائم رکھنا چاہتی ہے اور ٹریٹ خود دینے کے بجائے اربش سے ٹریٹ لینے کا ذکر کرتی ہے دوسری طرف اربش اس کی بات کی گہرائی کو سمجھے بغیر از خود بل پے کرتا ہے اور اجیہ شرمندگی سے بچ جاتی ہے اجیہ کی زندگی کے حالات سے واقفیت کے باوجود اربش اس سے شادی کی بات کرتا ہے ایسے میں اجیہ دنگ رہ جاتی ہے اور اسے کوئی جواب نہیں دے پاتی۔ کال سینٹر میں اپنا ریزائن دیتے وہ شرمین کے متعلق تمام ثبوت پیش کر کے یہ ثابت کر دیتی ہے کہ اس کمپنی کو نقصان پہنچانے والی شرمین ہے جبکہ باس اجیہ کی فراہم کردہ معلومات پر ششدر رہ جاتے ہیں اجیہ کال سینٹر کی جاب چھوڑ دینے پر سکندر صاحب کو آگاہ کرتی ہے تو وہ بھی غیر یقینی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اجیہ کی والدہ اس بات پر بے حد خوش ہوتی ہیں کہ غزنیٰ اور حنین کا رشتہ طے ہونے جا رہا ہے مگر انہیں اجیہ کی طرف سے بھی فکر رہتی ہے جب ہی اجیہ حنین اور غزنیٰ کے لیے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے انہیں ہر قسم کے خدشے سے دور رہنے کا کہتی ہے۔ غزنیٰ کے والد سکندر سے مل کر شام میں آنے کا ذکر کرتے ہیں سکندر بھی اپنی بیٹی حنین کے لیے غزنیٰ کے تمنائی تھے جب ہی وہ خوشی خوشی دعوت کا اہتمام کرتے ہیں، غزنیٰ شرمین سے رابطہ کرتا ہے تاکہ اسے اپنے ہاں جاب آفر کر سکے دوسری طرف شرمین اپنی جاب چھوڑنے کا بتا کر جلد اس کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے، سکندر اور لبنیٰ کی شادی ایک انتقامی کارروائی کا بھیانک نتیجہ ثابت ہوتی ہے۔ سکندر لبنیٰ کی بہن فرح کو پسند کرتے تھے اور فرح تک اپنے جذبات پہنچانے کے لیے رقعوں کا سہارا لیتے ہیں مگر سکندر کی یہ حرکت فرح کے لیے نہایت مشکلات لاتی ہے، ایسے میں گھر والے اپنی عزت بچانے کی خاطر جلد از جلد فرح کا نکاح طے کر کے اسے رخصت کر دیتے ہیں۔ فرح کی بہن لبنیٰ ان تمام حالات کا ذمہ دار سکندر کو سمجھتی ہے۔ جس کے غلط اقدام پر فرح ہمیشہ کے لیے اپنی بہن سے جدا ہو جاتی ہے دوسری طرف سکندر کے گھر والے فرح کے رشتے کی بات کرنے آتے ہیں تو یہ جان کر ششدر رہ جاتے ہیں کہ فرح کی رخصتی ہو چکی ہوتی ہے ایسے میں وہ لبنیٰ کا رشتہ سکندر کے لیے مانگتے ہیں، سکندر اس مقصد کے تحت لبنیٰ سے شادی کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں کہ اس طرح انہیں فرح تک رسائی مل جائے گی، مگر ایسا نہیں ہو پاتا اور سکندر کا اصل مکروہ چہرہ سب کے سامنے آ جاتا ہے۔ اجیہ کی پیدائش کے بعد بھی ان کے رویے میں تبدیلی نہیں آتی بلکہ اجیہ اور فرح کے چہرے کی مشابہت انہیں بیٹی سے نفرت پر مجبور کر دیتی ہے اجیہ اربش کو اپنے متعلق تمام حقیقت بتا دیتی ہے لیکن اربش کو ان تمام باتوں کی پروا نہیں ہوتی ایسے میں وہ اپنی والدہ اور بوا کو اجیہ کے گھر رشتہ

لے جانے پرآمادہ کرلیتا ہے جبکہ اجیہ اربش کے ارادے سے بے خبر ہوتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

☆

کتنا روشن لمحہ تھا بالکل تیری آنکھوں سا
شام کا پہلا تارا تھا بالکل تیری آنکھوں سا
اجلی اجلی باتیں تھیں بالکل تیری صورت سی
بھولا بھالا لہجہ تھا بالکل تیری آنکھوں سا

اربش نے تو بات مکمل ہوتے ہی فون بند کردیا تھا لیکن ممی کے ذہن میں اس کی روشن آنکھوں کی وہ چمک گھوم رہی تھی جو خوشی کے موقع پر ہمیشہ اس کی آنکھوں کا احاطہ کیے ہوتی۔ یہ بات ہی انہیں انتہائی خوش کیے دے رہی تھی کہ اربش خوش ہے اور پھر اکلوتے بیٹے کے سر پر سہرا سجانے کا خواب تو وہ اب ہر وقت دیکھا کرتی تھیں اور اب جب کہ وہ وقت قریب آرہا تھا تو ان کی خوشی دیدنی تھی اور اس خوشی میں وہ بھلا کسے شریک کرتیں ایک بوا ہی تو تھیں لہٰذا اسی وقت بوا کو فون ملا لیا کہ اب گھر پہنچنے تک کون انتظار کرتا' بوا اس وقت کچن میں تھیں جلدی سے ہاتھ پونچھ کر کچن میں ہی رکھے ٹیلی فون کی طرف لپکیں۔

''ارے بوا پیاری......ایک بہت بڑی خوش خبری ہے بہت ہی بڑی۔ دل تھام لیں۔'' اپنے آفس میں موجود ممی دوسروں کے سامنے بے شک ایک سنجیدہ قسم کی' اصول پرست پرنسپل تھیں لیکن اس وقت وہ پرنسپل نہیں بلکہ ماں کے احساسات کی ترجمانی کررہی تھیں اور پھر بوا تو ان کی سہیلی بھی تھیں جن کے ساتھ انہوں نے زندگی کے تمام اتار چڑھاؤ دیکھے تھے اور جو ان کے اور اربش کے لیے انتہائی مخلص بھی تھیں اور ویسے بھی ہر انسان خوشی صرف اسی سے شیئر کرتا ہے جس پر اعتماد ہو کیونکہ وہ بھی اس خوشی میں خوش ہوگا۔

''ایسی کون سی خوش خبری ہے بھئی' جس کے لیے تم نے گھر آنے کا انتظار بھی نہ کیا۔'' وہ خوشی سے مسکرائیں۔

''ہے ناں بوا......ایسی ہی خوش خبری......آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میں اس وقت کتنی خوش ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میری بات سنتے ہی آپ بھی مجھ سے کہیں زیادہ خوش ہوں گی۔''

''ارے بھئی اتنی خوشی؟ کہیں اربش نے شادی کے لیے اپنی پسند تو نہیں بتادی؟'' بوا نے اندازہ لگایا کیونکہ جس طرح ان کی آواز سے ہی خوشی جھلک رہی تھی تو وہ سمجھ گئی تھیں کہ سب سے زیادہ خوشی کی بات ایک یہی ہوسکتی ہے جس پر ممی یوں بے ساختہ خوش ہوں۔

''جی ہاں بوا......سو فیصد ٹھیک سمجھی ہیں آپ......اور میرا تو بس نہیں چل رہا کہ ابھی اور اسی وقت اپنی ہونے والی بہو کو دیکھ لوں۔''

''وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن وہ ہے کون' کہاں رہتی ہے؟ کیا کرتی ہے؟'' ممی بے تاب تھیں تو بوا بھی کچھ کم جلد باز نہیں ہورہی تھیں۔ ایک ہی سانس میں سارے سوال پوچھ کر جواب چاہتی تھیں۔

''یہ سب تو خود مجھے بھی معلوم نہیں......لیکن ہاں یہ سب جاننے میں ہمیں کچھ دیر بھی نہیں لگے گی۔''

''کیوں کیا مطلب......میں سمجھی نہیں؟''

''مطلب یہ کہ اربش آج شام ہمیں ہماری ہونے والی بہو کے گھر لے جارہا ہے......میں گھر آجاؤں تو کچھ تیاری کرتے ہیں۔''

''ہاں تو بس پھر دیر کس بات کی ہے؟ جلدی آؤ ابھی تو بہت سی پلاننگ کرنی ہوگی۔'' ان کی پرسکون زندگی میں جیسے ہلچل سی مچ گئی تھی اور ممی کو تو ایسے لگ رہا تھا جیسے بس کل شادی ہونے والی ہے اور ابھی بہت سے کام کرنے باقی ہوں۔ اسی لیے خلاف توقع وقت سے پہلے گھر جانے کے لیے تیار ہونے لگیں' اپنی چیزیں سمیٹیں' وائس پرنسپل کو دھیان رکھنے کا کہا اور گاڑی کی طرف بڑھیں ورنہ عام حالات میں وہ اس وقت تک اسکول میں موجود رہتیں جب تک آخری بچہ بھی اپنے گھر نہ چلا جاتا' لیکن آج تو بات کچھ اور تھی۔

گھر جاتے ہوئے رستے میں ایک مرتبہ تو انہوں نے

سوچا کہ شام کو ساتھ لے جانے کے لیے مٹھائی کا ٹوکرا بنوا لیں لیکن پھر پہلے بوا سے مشورہ کرلینا بہتر خیال کیا اور ویسے بھی سوچا یہ تھا کہ گھر سے نکلتے ہوئے مٹھائی و دیگر سامان لے کر وہیں سے ڈائریکٹ ان کے گھر چلے جائیں گے۔ اس لیے موڑ کاٹنے کے بجائے گاڑی کو گھر کے راستے پر ہی چلنے دیا۔

☆......☆......☆

اجیہ گھر آئی تو امی انتہائی جوش و خروش سے کچن میں مصروف تھیں۔ مصالحوں کی اشتہا انگیز خوشبو نے گیٹ پر ہی اس کا استقبال کیا تھا۔ لہٰذا لاؤنج میں اپنا پرس اور فائل رکھنے کے بعد وہ کچن میں ہی آ گئی تھی۔

''امی...... وہ لوگ تو شام کے کھانے پر آئیں گے ناں...... آپ ابھی سے مصروف ہیں کچن میں اور وہ بھی اکیلی، حنین کہاں ہے؟'' انہیں اکیلا کام کرتا دیکھ کر اسے غصہ آیا۔

''ارے بیٹا...... آنا تو انہوں نے رات کے کھانے پر ہی ہے لیکن آخر ایک آدھ گھنٹے میں تو اتنی کوکنگ نہیں ہو پاتی ناں، اسی لیے میں نے سوچا کچھ کام ابھی کرلوں اور باقی فائنل ان کے آنے سے گھنٹہ پہلے کرلیں گے۔''

''وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن حنین......'' ابھی اس کی بات آدھی ہی تھی کہ حنین اس کی آواز سن کر کچن میں آ گئی منہ پر کلینزنگ لوشن لگائے وہ دونوں ہاتھوں سے بڑی مہارت کے ساتھ کلینزنگ کرنے میں مصروف تھی۔ اسے دیکھا تو ہاتھ روکے بغیر بولی۔

''اجیہ...... تمہیں پتہ بھی ہے کہ کچن میں کھانوں کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے...... کم از کم تم ڈریس تو چینج کرآتیں، ساری ادرک لہسن کی خوشبو کپڑوں میں بس جائے گی۔''

''تم میری فکر چھوڑو امی صبح سے کچن میں لگی ہوئی ہیں اور تم ہو کہ اپنے ہار سنگھار میں لگی ہوئی ہو ان کے ساتھ کچھ ہیلپ کروا دیتیں ناں۔'' اجیہ کو اس وقت حنین بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی جس نے اپنی شخصیت کو امی کے آرام پر ترجیح دی تھی۔

''کچھ اللہ کا خوف کرو اجیہ آج تو مجھے کچن میں نہ بلاؤ پہلے ہی اسکن اتنی رف ہو رہی ہے میں آج اپنا فیشل کر رہی ہوں...... کچھ تو تازگی آ جائے ناں چہرے پر اب میں تمہاری طرح تھوڑی ہوں کہ منہ نہ بھی دھوؤں تو پیاری لگوں...... بھئی میرا اسپیشل ڈے ہے آج کچھ بننا سنورنا تو میرا حق ہے کہ نہیں، کیوں امی؟'' اس نے امی سے ووٹ مانگا اور حسب توقع اسے حمایت مل گئی انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر اجیہ کو۔

''اجیہ بیٹا کام تو سمجھو مکمل ہو گیا ہے اب تو کوئی مدد نہیں چاہیے۔''

''اب نہیں چاہیے ناں امی، لیکن پہلے تو چاہیے تھی اور حنین آج صرف تایا ابو لوگ آ رہے ہیں جنہوں نے تمہیں پہلے بھی ایک ہزار مرتبہ اسی گھریلو حلیے میں دیکھا ہوا ہے تم کیوں خوامخواہ اتنی کانشس ہو رہی ہو۔'' اجیہ کا موڈ امی کے چہرے پر تھکن کے آثار دیکھ کر خوشگوار نہیں رہا تھا اور کچھ اربش کے سامنے تمام حقیقت واضح کرنے کے بعد بھی دل عجیب سا ہو رہا تھا اور اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آیا اس نے جو کچھ کیا وہ صحیح تھا یا غلط۔

''اور ویسے بھی تم مجھ سے کہیں زیادہ خوب صورت ہو، ان کے آنے سے دو تین گھنٹے پہلے بھی تم یہ سب کچھ کرلیتیں تو ٹھیک تھا لیکن دیکھو امی پتہ نہیں کب سے اکیلے ہی اتنا سارا کام کیے جا رہی ہیں اور تمہیں کوئی پروا ہی نہیں، کوئی فکر یا احساس ہی نہیں ہے تمہیں۔'' اجیہ نے امی کو سنک کے سامنے سے ہٹا کر اپنا دوپٹہ کرسی کی پشت پر ڈالا اور استعمال شدہ برتن دھونے لگی، حنین کی کلینزنگ ابھی تک جاری تھی البتہ چہرے کے تاثرات بگڑ چکے تھے۔

''اجیہ تم صبح کی گئی ابھی تھکی ہوئی آئی ہو جاؤ تھوڑا آرام کرو پھر کرلینا سارے کام۔'' امی نے کہا اور ساتھ ہی کھانے کے لیے میز پر برتن لگانے لگیں۔

''آ جاؤ کھانا کھائیں...... چھوڑ دو برتن۔''

''میں تو آ جاؤں گی اسے کہیں ہاتھ منہ دھو کر پہلے کھانا کھا لے ایسا نہ ہو رشتے کے شوق میں آج کھانا بھی نہ

کھائے۔“ سنجیدگی سے بات کرتے کرتے اجیہ نے حنین کو دیکھا اور بات کے اختتام پر ہنس دی۔

”ہمیں پتہ ہوتا کہ تمہیں اس رشتے کی اتنی خوشی ہوگی تو ہم خود تائی امی کو کہتے کہ آپ کی بہو انتہائی اناؤلی پوزیشن میں گھر کے دروازے پر کھڑی ہے غزنی کو کہیں جلد از جلد اسے دلہن بنا کر لے جائے۔“ اجیہ کی بات کے ساتھ ہی امی بھی بے اختیار ہنسنے لگی تھیں اور اجیہ نے بھی امی کا ساتھ دیا لیکن حنین عام دنوں کے برعکس آج سنجیدہ تھی۔ ان دونوں کو ہنستے دیکھا تو مزید غصہ آنے لگا۔

”سنو...... کلینزنگ کے بعد تھوڑی سی بلیچ اپنی پلکوں پر بھی کرلینا‘ تائی امی کی بہو بھوری آنکھوں والی نہ سہی بھوری پلکوں والی تو ہونا۔“ اجیہ نے ایک مرتبہ پھر اسے چھیڑا۔ امی نے اپنی بے اختیار ہنسی کو چہرہ دیوار کی طرف کرکے چھپایا لیکن حنین ان دونوں کا ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنا دیکھ چکی تھی اور اب تلملائی ہوئی تھی۔

”کانشس میں نہیں ہو رہی اجیہ تم ہو رہی ہو بلکہ تم شاید جیلس ہو رہی ہو مجھ سے۔“

”جیلس تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟“ اجیہ نے حیرت انگیز نظروں سے اسے دیکھا۔ امی بھی برتن رکھتے رکھتے ایک دم چکر آنے سے کرسی کی پشت تھامے پہلے لحہ بھر کے لیے رکیں پھر منظر دھندلاتا محسوس ہوا تو فوراً سامنے رکھا پانی پیا۔

”میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے‘ لیکن تمہارا ٹھیک نہیں لگ رہا مجھے اور تم کیا شاید کوئی بھی اور لڑکی تمہاری جگہ ہوتی تو وہ اسی حسد کا شکار ہوتی اور ضرور سوچتی کہ اس کی موجودگی میں اس کی چھوٹی بہن کے لیے رشتہ آرہا ہے لیکن تم مجھ سے بڑی ہو اجیہ...... اگر تائی امی یا غزنی نے خود مجھے پسند کیا ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟ یہ تو ان کی مرضی اور پسند کی بات ہے کہ انہیں تمہارے مقابلے میں میں پسند آئی‘ تمہیں تو بڑا دل کرنا چاہیے...... خود آگے بڑھ کر مجھے سجانا سنوارنا چاہیے ناں کہ اپنے دل کی بھڑاس ہنسی مذاق کے پردے میں نکالتے ہوئے مجھ پر طنز کے تیر برساؤ۔“

وہ کہتا ہے کہ میں نے بات کی ہے
میں کہتا ہوں مجھے خنجر لگے ہیں

اور ایسا ہی تھا...... حنین کے منہ سے نکلے ایک ایک لفظ نے اجیہ کے ساتھ ساتھ امی کو بھی جتنی تکلیف دی تھی وہ یقینی طور پر ایسی ہی تھی گویا کسی نے خنجر ہی مارے ہوں اور پھر حنین نے ایسا سوچا ہی کیوں؟ اور اگر ذہن میں کہیں غصے سے ایسا خیال آیا بھی تو اس نے بولنے سے پہلے سوچنے کا تکلف کیوں نہ کیا؟

''حنین...... تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ جانتی بھی ہو تم کیا کہہ رہی ہو اور کس کے لیے کہہ رہی ہو یہ سب؟'' اجیہ نے کوئی بھی جواب دینے کے بجائے خاموشی سے منہ پھیر لیا تھا اور دل پر گرتے آنسوؤں کے ساتھ چپ چاپ برتن دھوتی گئی۔ اس وقت یہاں کھڑا رہنا اس کے لیے مشکل ترین تو تھا لیکن یہاں سے جا کر وہ امی کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے خود پر جبر کر کے بس برتن دھوتی رہی۔ ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

''امی میں نے تو جو محسوس کیا' وہ کہہ دیا۔'' حنین نے بغیر شرمندگی کے کہا تو امی کو لگا کہ اس کی یادداشت کمزور ہو چکی ہے اس لیے اجیہ کے بہترین سلوک کا ایک بار اس کے سامنے اعادہ ضروری ہے۔

''تم نے تو بہت اچھا کیا جو محسوس کیا وہ کہا' لیکن دیکھ لو جواب میں اگر اجیہ نے کچھ نہیں کہا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے کچھ محسوس نہیں کیا بلکہ اس کا مطلب ہے کہ اسے بحث اور اختلاف سے کہیں زیادہ گھر کے سکون کی پروا ہے' کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ آپ محسوس کریں اس کا لازماً ڈھنڈورا بھی پیٹا جائے۔''

''لیکن امی آپ نے اجیہ کا بی ہیویئر نہیں نوٹ کیا ناں کہ کیسے میرا مذاق اڑا رہی تھی۔''

''واہ حنین واہ...... تم نے صرف اجیہ کا یہی بی ہیویئر نوٹ کیا؟ اور آج سے اٹھارہ بیس سال تک جو تمہارے ساتھ اس کا بی ہیویئر رہا وہ؟ تمہاری ہر خوشی پر آج تک وہ اپنا آرام اور اپنی خوشی قربان کرتی آئی وہ...... ؟ اپنی معمولی سی بچت بھی تمہاری خواہش پوری کرنے پر لگاتی رہی وہ...... ؟ تمہیں وہ کچھ بھی یاد نہ رہا؟ اور آج تم ایک ہی دن میں اتنی حساس ہو گئیں کہ اس کا کیا ہوا مذاق بھی نہ برداشت کر پائیں...... صرف میری صحت کی فکر کرتے ہوئے اگر تمہیں ذرا سا کام میں ہیلپ کروانے کا کہہ ہی دیا تو کون سی قیامت آ گئی' رشتے کے معاملے میں تو فوراً اس کا بڑی بہن ہونا یاد آیا' باقی باتوں میں کیوں بھول جاتی ہو؟'' امی اس کی بات پر بے حد دکھی تھیں۔

اور پھر اگر جواب میں اجیہ بھی حنین کو کچھ کہہ سن کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتی تو شاید وہ اتنا بوجھل پن محسوس نہ کرتیں' لیکن اجیہ کی خاموشی اور سرخ ہوتے چہرے نے انہیں انتہائی دل گرفتہ کر دیا تھا اور پھر حنین کی طرف سے ایک ایسی سوچ کا اظہار جس کا کوئی وجود تھا ہی نہیں۔

''آپ تو خوامخواہ سیریس ہو گئیں امی' ورنہ میرا اتنا ڈیپ مطلب نہیں تھا' اور نہ ہی میں نے کبھی ایسا سوچا کہ اجیہ ایسا محسوس کرے گی' یہ سب باتیں بس پتہ نہیں کیسے میرے منہ سے نکل گئیں' ورنہ کیا میں نہیں جانتی کہ میرے اسکول سے لے کر اب تک کس طرح اجیہ نے صرف اور صرف میری خوشیوں کے لیے کتنی ہی مرتبہ اپنی خواہشات کا گلا گھونٹا اور میرا ہے ہی کون اجیہ کے سوا...... یہی تو میری اکلوتی بہن بھی ہے اور سب سے اچھی دوست بھی۔'' وہ اپنا منہ ٹشو پیپر سے صاف کر چکی تھی اور انتہائی شرمندہ لگ رہی تھی۔

''اجیہ ناراض ہو؟ قسم سے میں نے جو بھی کہا صرف منہ سے نکل گیا ورنہ دل میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' اس نے اجیہ کا چہرہ دیکھا تو خود کو مزید ملامت کیا کہ یہ سب اس کے منہ سے کیسے نکل گیا اور کیا اسے غزنی کے ساتھ نام جڑنے کی اتنی خوشی ہے کہ اس پاگل پن میں وہ ان پُرخلوص اور بے لوث رشتوں کو دکھی کر گئی۔ وہ بھی آج...... اتنے اہم دن پر...... جبکہ اس کا اور غزنی کا باقاعدہ تعلق جڑنے والا تھا۔

''نہیں میں ناراض نہیں ہوں...... اٹس او کے۔'' اجیہ

نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔

"ناراض نہیں ہو تو تمہاری آنکھیں کیوں بھیگ رہی ہیں؟" حنین نے نل بند کیا اور اجیہ کو سنک سے ہٹا کر اپنے سامنے کیا۔ اجیہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر سامنے بیٹھی امی کو۔

"بتاؤ ناں آنسو کیوں نظر آرہے ہیں؟ تم تو آج تک کبھی نہیں روئیں۔"

"اذیتوں کے تمام نشتر
میری رگوں میں اتار کروہ
بڑی محبت سے پوچھتا ہے
تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے؟

"میں آج تک نہیں روئی تو اب کون سا میں رو رہی ہوں' یہ تو کچن کی گرمی اور چولہے کے بالکل ساتھ سنک ہونے کی وجہ سے ایسا ہے۔" اجیہ زبردستی مسکرائی کیونکہ حنین کی باتوں سے دل پر ایک دم ہی بہت گہری ضرب لگی تھی جس کا یوں لمحہ بھر میں اثر زائل ہونا یقینی طور پر ممکن نہیں تھا۔

"اجیہ ناں بھی کچھ کہے تو تمہیں خود بھی احساس ہونا چاہیے کہ تم نے کس قدر غلط بات کی ہے۔" امی نے سرزنش جاری رکھی۔

"سوری ناں امی...... اور قسم لے لو اجیہ میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا' لیکن آج پتہ نہیں کیسے یہ سب میرے منہ سے نکلا' مجھے نہیں پتہ...... تم چاہو تو میرا منہ توڑ دو اور منہ بھی کیسا فریش' مکمل کلینزنگ اور ہاف فیشل شدہ۔" حنین کی بات پر امی اور اجیہ ہنسنے لگیں اور حنین جس نے اپنا منہ اجیہ کے بالکل سامنے کر دیا تھا چہرے پر مزید معصومیت طاری کرلی۔

"اوہو...... میں نے کہا ناں کہ کوئی بات نہیں' میں سمجھ سکتی ہوں کہ یہ سب تم نے جان بوجھ کر نہیں کہا بلکہ تمہیں خوشی ہی اتنی ہے کہ تمہیں سمجھ ہی نہیں آرہا کہ تم آخر کہہ کیا رہی ہو؟" اجیہ اسے اپنے سامنے شرمندہ ہوتا نہیں دیکھ پا رہی تھی اور اس کا یوں معافی مانگتا لہجہ اجیہ سے برداشت نہیں ہو پا رہا تھا۔

"اور جلدی سے اپنا یہ آدھا فیشل بھی مکمل کرلو تو کھانا کھاتے ہیں تب تک میں کچن صاف کر لیتی ہوں۔" اجیہ نے دوبارہ سنک کی طرف رخ موڑا نل کھولا اور صابن لگے برتن دھونے لگی۔

"نہیں...... فیشل تو بعد میں ہوتا رہے گا تم برتن چھوڑو اور آجاؤ مل کر کھانا کھاتے ہیں' پھر رات کا کھانا تو ویسے بھی تائی امی کے ساتھ کھانا ہے۔" حنین بات کرتے کرتے شرارت سے ہنسی اور اجیہ کو دیکھ کر آنکھ ماری وہ برتن چھوڑ کر اب ہاتھ پونچھ رہی تھی۔

"تائی امی کا تو بس نام ہے سیدھی طرح کہو ناں کہ غزنی کے ساتھ کھانا ہے۔" اجیہ اس کے آنکھ مارنے کا مطلب سمجھ کر مسکرائی' امی نے معاملہ درست طریقے سے سنبھل جانے پر دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ انہیں یقین تھا کہ یہ سب حنین کے منہ سے جذبات میں نکل گیا ورنہ وہ ایسا نہیں سوچتی اور اب ان دونوں کو ہنستا مسکراتا دیکھ کر وہ پُرسکون ہوگئی تھیں۔

☆......☆......☆

اماں کی زندگی کا یہ سب سے خوب صورت دن تھا جب وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی نئی زندگی کی شروعات کی طرف ایک قدم بڑھانے والی تھیں۔ غزنی کے ساتھ جا کر آج وہ اجیہ کے لیے تین جوڑے کپڑوں کے' میچنگ جوتے' پرس وغیرہ کے ساتھ ایک بہت خوب صورت سی انگوٹھی بھی لے کر آئی تھیں کہ ہاں تو سکندر صاحب کر ہی چکے تھے اور ابھی جب سکندر صاحب کو فون کر کے انہیں اپنے آنے کے بارے میں بتایا تھا تب بھی سکندر صاحب نے نہایت خوشی سے انہیں خوش آمدید بھی کہا اور اماں کی طرف سے کیے گئے شکریے کے جواب میں انہیں تکلف نہ برتنے کا کہہ کر اعتراف کیا کہ وہ خود بھی خوش قسمت ہیں کہ غزنی ان کا داماد بننے جا رہا ہے اور وہ اپنی بیٹی کی زندگی کو یقینی طور پر غزنی کے ساتھ بہت خوشگوار دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔

ٹیلی فون پر بھی یہی طے پایا تھا کہ کسی بھی دوسرے

رشتے داروں کو دعوت دینے کے بجائے دونوں گھرانے مل بیٹھ کر اس رشتے کے جڑنے کی تصدیق کر لیں تو بہتر ہے۔ اس اقدام کی بنیادی وجہ صرف یہ تھی کہ سکندر صاحب کا کم سے کم خرچہ ہو۔

''ویسے میں سوچ رہی تھی کہ غزنی ہمارا اکلوتا بیٹا ہے اگر اس کی زندگی میں آنے والی اس پہلی خوشی کو ہم یوں سادگی سے خوش آمدید کہیں تو لوگ کیا کہیں گے؟'' اماں نے انگوٹھی کی مخملیں ڈبیا اپنے پرس میں ڈال کر پُر خیال نظروں سے ابا کو دیکھا جو ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

''یوں کہیں ناں ملکہ عالیہ کہ آپ بھی دنیا کے سب سے بڑے روگ یعنی 'کیا کہیں گے لوگ' کا شکار ہو رہی ہیں۔'' وہ مسکرا کر ان کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گئے۔

''آخر دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے لوگ چھوڑ سکتی ہوں اور نہ ہی ان سے جڑے روگ' کتنا ہی نظر انداز کروں لیکن یہ سب باتیں ذہن میں تو آتی ہیں ناں اور ویسے بھی انہی لوگوں کے درمیان ہی تو اپنی زندگی گزارنی ہے اور باتیں بھی ان کی ہی سننی ہیں۔'' اماں نے وضاحت کی۔

''پہلی بات تو یہ کہ اگر آپ یہ بات سوچ رہی ہیں تو اس کی ٹائمنگ انتہائی غلط ہے کیونکہ یہی بات اگر کم از کم آپ رات کو بھی کر لیتیں تو چند ایک رشتے داروں کو سمجھ لے جاتے۔ لیکن اب نہ تو ہم کسی کو مدعو کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی بھی ان دو تین گھنٹوں کے نوٹس پر آئے گا اور پھر اگر ہم نے کسی کو ساتھ لے جانا تھا تو سکندر اور بھابی کو پہلے سے مطلع کرنا لازمی تھا تا کہ وہ اس لحاظ سے انتظام رکھتے' چاہے نہ بھی رکھتے لیکن ان کے علم میں ہوتا کہ ہمارے ساتھ کتنے لوگ ہیں۔''

''بات تو آپ کی سو فیصد ٹھیک ہے...... لیکن جب سب کو پتہ چلے گا تو لوگ اعتراض تو کریں گے ناں کہ ایک اکلوتا بیٹا' اور اس کی منگنی بھی کر آئے لیکن کسی کو بتایا تک نہیں۔'' ابا نے تفصیل سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن اماں کے ذہن میں اچانک بیدار ہو جانے والے اگر مگر اور لیکن اب تک سر اٹھائے وہیں موجود تھے اور اگر دیکھا جائے تو وہ اپنی جگہ بالکل درست تھیں لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اچھی بات بھی اگر تاخیر سے کی جائے تو وقت گزرنے کے بعد اس کی بھی افادیت نہیں رہتی اور یہی ان کے ساتھ ہوا تھا۔

''اس کی آپ فکر نہ کریں آج کا تو دن ظاہر ہے اب آدھا گزر ہی چکا ہے' کل تمام لوگوں میں مٹھائی بھجوا دیں گے تا کہ سب کو اطلاع ہو جائے اور اگر کسی نے کوئی سوال کیا تو ان سب کے جوابات میرے ذمے' آپ بس پُر سکون ہو جائیں۔'' ان کی بات پر اماں مسکرا دی تھیں۔

ان کی یہ خوبی اماں کی زندگی کو اب تک پُر سکون بنائے ہوئے تھی کہ ابا نے آج تک کبھی بھی اپنے رشتہ داروں کے سامنے اماں کو جوابدہ نہیں کیا تھا۔ معمولی سی معمولی بات ہوتی یا کوئی بہت بڑا واقعہ' ابا ہی سب کے سامنے بات کرتے اور وضاحت دیتے۔ انہوں نے آج تک اماں پر کوئی بات آنے نہیں دی تھی' وہ ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے کہ شوہر صرف اپنی بیوی کا جسمانی محافظ ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی عزت اور جذبات کا محافظ بھی وہی ہوتا ہے اور اسے کسی بھی طرح یہ زیب نہیں دیتا کہ دنیا میں کوئی بھی اس کی بیوی کا جذباتی استحصال کرے اور وہ بس خاموشی سے دیکھتا رہے یا کسی بھی معاملے میں اسے دوسروں کے سامنے جواب دے کر کے خود کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے تنہا چھوڑ دے کیونکہ میاں بیوی ایک دوسرے کے شریک سفر اور شریک حیات ہوتے ہیں اور حیات کے اس سفر میں کیسا ہی مشکل دور کیوں نہ آ جائے' ہاتھ چھڑوا لینے والا فریق ساتھ چلتا بھی رہے تو دل میں بات ضرور آ جاتی ہے اور پھر یہی چھوٹی چھوٹی باتیں دلوں کو دور کرنے لگتی ہیں اور اگر دل دور ہوں تو جسموں کا ملاپ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

''اماں...... کس وقت نکلنا ہے؟'' غزنی شاور لے کر نکلا اور تولیے سے بال خشک کرتا وہیں آ گیا تھا۔

''ارے بھئی بس تیار ہو جاؤ تو چلیں...... ویسے بھی صرف جانا آنا تھوڑی کرنا ہے' آرام سے بیٹھیں گے جا کر...... کیوں میڈم؟'' ابا نے اماں کو مخاطب کیا تو وہ بھی

تائید میں سر ہلانے لگیں۔

"بس ٹھیک ہے میں ابھی چینج کر کے آتا ہوں' آپ لوگ بھی ریڈی ہو جائیں۔" غزنی ابا کو انگوٹھا دکھا کر اوکے کرتا ہوا کمرے سے نکلا' انہوں نے بھی جواباً اوکے کہا اور گہری مسکراہٹ کے ساتھ اماں کو دیکھنے لگے جو منہ پر دوپٹہ رکھ کر اپنی مسکراہٹ غزنی کے سامنے چھپائے ہوئی تھیں۔

وہ دونوں جانتے تھے کہ غزنی اس رشتے سے کتنا خوش ہے' گو کہ وہ ان دونوں کے سامنے بھی کھل کر اظہار تو نہیں کرتا تھا لیکن آخر والدین تھے اور اس کے چہرے سے پھوٹتی خوشی دیکھ کر باآسانی اس کے دل کا حال جان لیتے تھے اور اب مطمئن تھے کہ ان کے بیٹے نے جو چاہا اور جسے چاہا اب اسے حاصل کرنے بھی جا رہا ہے۔

☆

اربش کے گھر پہنچنے سے پہلے ممی گھر پہنچ چکی تھیں اور بڑی گرم جوشی سے بوا کے ساتھ اربش کی فون کال اور اس کی ہونے والی انجان سسرال کو ڈسکس کر رہی تھیں۔ اربش کی گاڑی کی آواز آئی تو فوراً اٹھ کر باہر لپکیں' بوا بھی ان کے پیچھے تھیں۔

"ممی خیر تو ہے' آپ دونوں اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں؟" اربش نے حیرت سے گاڑی سے نکلتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا اور وہ تینوں ایک ساتھ اندر آئے۔

"ارے بیٹا..... آج ہم نے شام کو اپنی بہو کے گھر جانا ہے ناں تو بس وہی بے تابی ہے۔" بوا نے بتایا۔

"تم نے کچھ بتایا بھی تو نہیں کہ آخر وہ کون ہے کیسی ہے کہاں رہتی ہے نام کیا ہے تم سے کہاں ملی؟ اور....." ممی' بوا اسے بھی دو قدم آگے تھیں ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ بس ایک ہی سانس میں اپنے ہونے والی بہو کا سارا بائیو ڈیٹا معلوم کر کے پُرسکون ہو جائیں اور پھر جلدی سے جا کر نہ صرف اس کے والدین سے ملیں بلکہ انہیں بھی اپنے گھر مدعو کر کے تمام معاملات آگے بڑھائیں۔

"ارے ممی..... اتنی بے تابی؟" اربش کو اتنا یقین تو ضرور تھا کہ ممی اور بوا اس کے منہ سے کسی بھی لڑکی کے بارے میں سن کر بے چین ہو جائیں گی لیکن اس حد تک ہوں گی یہ بات اس کے قیاس میں بھی نہ تھی۔

"تو اور کیا..... تمہیں کیا پتہ اس دن کا مجھے کس قدر بے چینی سے انتظار تھا' کتنا خواب تھا میرا کہ جلدی سے وہ دن آئے جب میں اپنے اربش کو دلہا بنا دیکھوں۔" انہیں واقعی ایسی خوشی تھی جیسی برسوں پہلے کھوئی ہوئی کوئی قیمتی چیز اچانک مل گئی ہو۔

"ابھی تو ہم صرف ان سے ملنے جائیں گے۔ آگے کے معاملات تو پھر بعد کی بات ہے ناں۔" اربش مسکرایا۔

"تو پھر نیک کام میں دیر کیسی' کھانا کھاؤ اور تیار ہو کر نکلتے ہیں۔" بوا نے کہا تو اربش اسی طرح مسکراتے ہوئے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ بوا جب تک گرم گرم روٹیاں پکاتیں ممی اپنے اور اربش کے پہننے جانے والے کپڑے نکالنے کے لیے بیڈ روم میں داخل ہوئیں' اربش گو کہ اب بچہ نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی ممی کی خواہش ہوتی کہ وہ ان کے ہی منتخب کردہ کپڑے پہنا کرے اور اس نے بھی کبھی اعتراض نہیں کیا تھا۔ ان کی خوشی کو ہمیشہ اور ہر حال میں اہمیت دیتا' ویسے بھی ان کی پسند بہترین تھی' جگہ' ماحول اور موقعے کی مناسبت سے ہی ہر چیز کا اہتمام کرتیں۔ لہٰذا آج اپنے لیے تو رائل بلیو کلر کی ساڑھی نکالی جبکہ اربش کے لیے ڈارک بلیو جینز کے ساتھ بالکل سفید ٹی شرٹ اس کے وارڈ روب سے نکال کر بیڈ پر رکھی اور بوا کی آواز پر کھانا کھانے پہنچ گئیں اور کھانا بھی آج بس رسمی طور پر ہی کھانا تھا ورنہ لڑکی دیکھنے کے خیال نے بھوک تو اڑا ہی دی تھی۔

☆

شام کی سرمئی فضاؤں میں
یوں تیری یاد کی شفق پھیلی
جیسے دلہن کے نرم ہاتھوں پر
رنگ لائے سہاگ کی مہندی
نور سا بھر گیا ستاروں میں
کہکشاں نے مراد پائی ہے

چاند کی پُرمزاح باتوں پر
رات بھی کھل کے مسکرائی ہے
اُن میں بھی تم نہ آؤ اگر
پھر کہاں دن قریب آنے کے
رات برسات کی بہار کے دن
ڈھونڈ تو موسم ہیں دل لگانے کے

حنین اس وقت خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھ رہی تھی جس نے اپنی محبت کو بغیر کسی رکاوٹ کے پالیا تھا اور اس بات کا اظہار اس نے اپنی ڈائری میں بھی کردیا تھا۔ فرق بس اتنا تھا کہ پہلے وہ غزنی کو مخاطب کیے بغیر بات کیا کرتی تھی لیکن اب غزنی کا نام لکھ کر نہ صرف اپنی فیلنگز کا اظہار کیا بلکہ جگہ جگہ پر اپنی خوب صورت لکھائی میں غزنی کے نام کے ساتھ اپنا نام بھی لکھا اور یہی اس کی حسرت تھی کہ اس کے نام کے ساتھ صرف اور صرف غزنی ہی کا نام لیا جائے اور پھر ڈائری سے بڑھ کر اس معاملے کا تو کوئی بھی راز دار نہیں تھا لہٰذا ڈائری بند کر کے رکھنے کے بعد امی کی ہدایت پر لائٹ پنک کلر کی فراک اور چوڑی دار پاجامے کے ساتھ بڑا سا دوپٹہ لے کر اب مختلف انداز سے آئینے کے سامنے خود کو دیکھ رہی تھی' جب اجیہ اور امی کچن کے تمام کام نمٹا کر کمرے میں آئیں۔

"ماشاءاللہ میری بیٹی تو ہے ہی حسین لیکن آج تو روپ ہی نرالا ہے۔" امی نے اسے بے اختیار گلے لگا کر بالوں میں ہاتھ پھیرا تو وہ شرما گئی۔

"یہ جو آپ کی بیٹی کا حسن ہے ناں امی...... یہ سارا آج کے تازہ ترین رگڑائی میرا مطلب ہے فیشل کا نتیجہ ہے ورنہ تو وہی باسی مولی جیسا تھکن زدہ چہرہ آپ کے سامنے ہوتا۔" اجیہ نے اپنے لیے کپڑے نکالتے ہوئے جان بوجھ کر اسے چڑایا تو امی نے مصنوعی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"امی دیکھیں...... مجال ہے جو میری تعریف کردے...... حالانکہ اسے پتہ ہے کہ آج مجھے اس کی تعریف کی کتنی ضرورت ہے۔" اس نے منہ بسورا تو اجیہ اپنے کپڑے بازو پر ڈالے اور اس کے نزدیک چلی آئی۔

"آج میری بہن کی تعریف تو کرنے والے کریں گے۔ تم دیکھنا تو سہی اور پھر تمہیں نہ میری تعریف کی ضرورت رہے گی اور نہ ہی اہم لگے گی۔"

"بس تو پھر آج جان بوجھ کر تنگ مت کرو ناں' پہلے ہی بہت کنفیوز بلکہ بہت ہی نروس ہو رہی ہوں۔" حنین نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا۔

"ارے نروس ہوں تمہارے دشمن...... یہ لو فیس پر ہلکا سا میک اپ کرو' میں بھی ڈریس چینج کرلوں ورنہ میری تو باتوں سے بھی مصالحوں کی مہک آئے گی۔" اجیہ نے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی بیس اسے پکڑائی اور خود باتھ روم جا کر شاور لیا' کپڑے تبدیل کیے اور ابھی باہر آئی ہی تھی کہ اطلاعی گھنٹی نے غزنی وغیرہ کی آمد کا بتایا' اتفاق سے عین اسی وقت سکندر صاحب کسی کام سے باہر نکلے تھے اور حنین صحن میں ہی موجود تھی اور پھر اطلاع گھنٹی تو ایک تکلف اور محض روایت کے طور پر بجائی گئی تھی گیٹ کھلا ہوا دیکھا تو غزنی اور تایا ابو نے اپنا موٹر سائیکلیں اندر کیں اور اس سے پہلے کہ انہیں اندر آتا دیکھ کر حنین کمرے کی طرف بھاگتی' تائی امی جو موٹر سائیکل کی پچھلی سیٹ سے اتر کر پیدل ہی غزنی اور تایا ابو سے پہلے اندر آچکی تھیں' اس کی طرف لپکیں' ان کے ہاتھ میں چند شاپنگ بیگز تھے جبکہ مٹھائی کا ٹوکرا غزنی کے پاس تھی۔

اور جب تائی امی اس قدر گرم جوشی سے اس کی طرف بڑھیں تو اس کے لیے شرم وحیا کے باعث انہیں نظر انداز کرنا ممکن نہ رہا تھا لہٰذا نظریں جھکا کر آگے بڑھی اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے گلے لگالیا۔

"جیتی رہو میری بچی خوش رہو...... اور دونوں گھرانوں کی نئی رشتے داری مبارک ہو۔"

"آپ کو بھی مبارک ہو تائی امی۔" ہر وقت پٹر پٹر بولنے والی حنین نے جھجک کر جواب دیا۔ اسے بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ ان کے آتے ہی وہ گیٹ کے قریب ہی کھڑی نظر آئی' یعنی کہ اجیہ کی بات ہی سچی ثابت ہوئی کہ

"ہمیں پتہ ہوتا کہ تمہیں اس رشتے کی اتنی خوشی ہوگی تو ہم خود تائی امی سے کہتے کہ آپ کی بہو انتہائی اتاولی پوزیشن میں گھر کے دروازے پر کھڑی ہے' غزنی کو کہیں جلد از جلد اسے دلہن بنا کر لے جائے۔" اس نے سوچا اور واقعی بعض اوقات کہی ہوئی بات سچ ثابت ہوجاتی ہے۔

اسی دوران امی بھی کمرے سے نکل آئی تھیں اور تائی امی سے مل کر انہیں لاؤنج میں لے گئیں۔ تایا ابو نے بھی حنین کے سر پر ہاتھ رکھا دعا دی اور ان کے ساتھ اندر چلے گئے اور اس سے پہلے کہ وہ غزنی سے چھپ کر اندر جاتی' اس نے بھی موٹر سائیکل دیوار کے ساتھ کھڑی کی' مٹھائی کا ٹوکرا اٹھایا اور اندر جاتی حنین کو پکارا۔

غزنی کے منہ سے آج اپنا نام سنتا حنین کو اتنا خوبصورت اور منفرد لگا تھا کہ اسے محسوس ہوا جیسے غزنی کی آواز نے اس کے قدموں کو تو روکا ہی تھا اس کی سانسوں کو بھی اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا اور پھر وہ چاہنے کے باوجود مڑ کر اسے دیکھ نہیں پائی تھی اور وہیں کھڑی رہی جب تک کہ وہ خود مٹھائی کا ٹوکرا لیے اس کے سامنے نہ آن کھڑا ہوا۔ حنین نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

مکمل سیاہ رنگ کے شلوار قمیص میں آج اس نے غزنی کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا' اس کا دل چاہا کہ بس اسے یوں اپنے سامنے کھڑا دیکھ کے اسے حفظ ہی کرلے۔ آخر محبت کرنے والوں کو ایک نگاہ سے سیر ہونا کہاں آتا ہے۔ سلیقے سے بنے ہوئے بال' نوک دار مونچھیں اور بولتی ہوئی گہری آنکھیں..... غزنی آج حنین کے سامنے آیا تو اسے اپنا آپ بھولنے لگا تھا اور یوں غزنی نے حنین کو خود پر نظریں جمائے دیکھا تو شرارت سے بولا۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ آج اس سیاہ لباس میں' میں اتنا ہینڈسم لگوں گا کہ پٹر پٹر بولنے والی لڑکی کی بھی بولتی بند ہوجائے گی۔"

"خیر اب ایسا بھی نہیں ہے۔" غزنی جو اپنی بات کے جواب میں اب حنین کی طرف سے کسی دل جلے جواب کے انتظار میں تھا اس کے مختلف جواب میں حیرت سے دیکھنے لگا۔

"تم حنین ہی ہو ناں.....! وہ لڑنے مرنے والی؟ اور اگر تم وہی ہو جو کہ تم ہو تو پھر آج اتنی معصومیت کہ میرے جیسا بندہ تو قربان ہی ہوجائے..... کیوں..... آخر کیوں بھئی..... کیوں؟" جواب میں وہ مسکرائی لیکن نیچی نگاہ کیے خاموش رہی۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

غزنی نے ذرا سا جھک کر آہستہ آواز میں شعر پڑھا کہ کہیں سکندر صاحب نہ سن لیں اور حنین اس کے یوں جھکنے پر گھبرا کر پیچھے ہٹی تو غزنی اس کے اس بے ساختہ ردعمل پر حیران رہ گیا۔

ہلکے سے میک اپ کے ساتھ گلابی لباس پہنے وہ خود بھی گلابی ہو رہی تھی اور اس کا یہ انداز غزنی کے لیے باعث حیرت تھا۔

"یہ جو تم آج تک مجھ سے لڑتی آئی ہو اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ذرا سی رشتے داری ڈبل ہونے پر تم میری یوں عزت کرنے لگو گی کہ آگے سے جواب بھی نہیں دو گی تو میں تو بچپن میں ہی یہ رشتہ کرلیتا۔" غزنی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا جس کی نظریں اب تک نیچی تھیں۔

"خیر یہ رعایتی پیکج تو صرف آج کے لیے ہے' اس لیے مجھے زیادہ تنگ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔" مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس نے غزنی کو دیکھا جو انتہائی دلچسپی سے اس کی جانب متوجہ تھا۔

"صرف آج کے لیے..... مطلب؟"

"مطلب یہ کہ منگنی کا احترام صرف آج تک ہی ہوگا اور وہ بھی اس لیے کہ تائی امی اور تایا ابو بھی موجود ہیں اور کچھ دنیا کے تقاضے بھی ہیں..... اور کل تک کیونکہ منگنی پرانی ہوجائے گی اس لیے وہی سلوک ہوگا جو پہلے ہوتا تھا۔"

"احترام.....! اوہ مائی گاڈ" وہ بے اختیار ہنسا تھا' اسی دوران سامنے سے اجیہ لاؤنج سے باہر آتی دکھائی دی۔ ان دونوں کو کسی بات پر مسکراتے دیکھا تو وہ بھی خوش ہوگئی' تائی

امی تایا ابو...... اس وقت سکندر صاحب کے کمرے میں بیٹھے تھے اس لیے وہ تینوں کسی بڑے کی موجودگی کے خوف اور لحاظ سے آزاد تھے۔

"مبارک ہو اجیہ......" غزنی نے اسے سامنے پا کر مٹھائی اس کی طرف بڑھائی۔

"بہت شکریہ...... تمہیں بھی مبارک ہو۔" اجیہ نے مسکرا کر ان دونوں کو دیکھا اور مٹھائی لے کر کچن کی طرف پلٹنے ہی والی تھی کہ غزنی نے ایک بار پھر اسے پکارا۔

"بہت جلدی ہے کیا آج بھی بات نہیں کرو گی مجھ سے؟" اجیہ نے مڑتے ہوئے پھر پلٹ کر اسے دیکھا تو رک گئی۔ ویسے بھی وہ جس خوف کے تحت غزنی سے ٹھیک طرح بات کرنے سے کتراتی تھی وہ تو آج ختم ہو گیا تھا وہ احساس زائل ہو گیا تھا کہ شاید غزنی اسے چاہتا ہے اور جب ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں اور اس کے تمام تر اندازے غلط ثابت ہوئے تھے تو پھر اس سے مناسب لہجے میں بات کر لینے میں کیا قباحت تھی اور ویسے بھی اب کبھی کبھار ملنے والی بات تو نہیں تھی اب وہ اس گھر کا داماد بننے والا تھا' جس کے ساتھ بہترین تعلق رکھنا ہی حنین کے ساتھ ساتھ سب گھر والوں کے لیے بھی بہتر تھا۔

"نہیں وہ دراصل...... میں تو بس یہ مٹھائی کچن میں رکھنے جا رہی تھی...... تم دونوں یہاں لاؤنج میں آرام سے بیٹھو میں بھی ابھی آجاتی ہوں۔"

"تب تک تو اماں ابا وغیرہ بھی یہیں آجائیں گے' تم ایسا کرو یہ مٹھائی حنین کو دو...... یہ کچن میں رکھ آتی ہے۔" غزنی نے بڑی سہولت سے اجیہ کے ہاتھوں سے مٹھائی کا ٹوکرا لے کر حنین کو دیا تو وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ حیرت سے دیکھنے لگیں۔

"میں رکھنے جاؤں کچن میں؟" حنین نے حیران ہو کر پہلے اجیہ کو دیکھا جس نے مسکراتے ہوئے کندھے اچکا کر غزنی کی طرف اشارہ کیا تو وہ غزنی کو دیکھنے لگی۔

"ہاں بھئی تم ہی جاؤ گی رکھنے اور کیا...... اب اجیہ کے بغیر بھی کام کاج کرنے کی عادت ڈالو...... اجیہ ہی تمہارے ساتھ ہمیشہ تو نہیں رہے گی۔" غزنی نے کہا تو وہ اس کی بات سمجھ گئی۔

"اچھا ٹھیک ہے...... رکھ آتی ہوں لیکن ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟" غزنی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ یہ کہ تم نے مجھ سے ہمیشہ دوستوں کی طرح ہی بات کرنی ہے...... یہ جو تم اس گھر کے داماد بننے جا رہے ہو ناں اس کے ساتھ ساتھ رعب نہ ڈالنے لگ جانا مجھ پر۔ ہے ناں اجیہ۔"

"بالکل...... سو فیصد متفق...... بلکہ مجھے خود بھی اچھا لگتا ہے تم دونوں کا اتنا دوستانہ تعلق...... اور مجھے بہت خوشی ہوگی اگر آئندہ بھی تم دونوں اسی طرح دوست رہو' کیونکہ رشتہ وہی مضبوط اور دیرپا ہوتا ہے جس کی بنیاد دوستی اور پھر محبت پر ہو۔" اجیہ نے اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے اپنا کردار ادا کیا۔

"تمہاری خوشی ہی تو عزیز ہے اجیہ۔" غزنی نے گہری نظروں سے مسکراتے ہوئے اجیہ کی شفاف آنکھوں میں دیکھا۔

"اور ویسے بھی حنین تو بچپن سے ہی میری دوست تھی اور آئندہ بھی رہے گی اور اس بات کے لیے مجھے کوئی بھی گارنٹی دینے کی بھی ضرورت نہیں...... لیکن خوشی مجھے اس بات کی ہے کہ تم اس رشتے سے خوش ہو۔" وہ اجیہ سے مخاطب تھا۔ حنین مسکراتے ہوئے مٹھائی کا ٹوکرا لیے کچن کی طرف بڑھی تو وہ مزید بولا۔

"وعدہ کرو اجیہ کہ تم ہمیشہ میرے ساتھ ایسی ہی رہو گی' اتنی ہی فرینڈلی۔" اپنی جگہ سے اٹھ کر اب وہ اسی صوفے پر آ بیٹھا تھا جس پر اجیہ بیٹھی تھی' اس کے بیٹھتے ہی وہ سمٹ کر دوسرے کنارے سے چپک گئی تھی۔ گو کہ صوفے پر تین افراد کے بیٹھنے کی جگہ تھی اور وہ دونوں ہی سائیڈ پر اس طرح بیٹھے تھے کہ درمیان کی جگہ بالکل خالی تھی لیکن اس کے باوجود بھی اجیہ کا دل بری طرح دھڑکنے لگا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر سکندر صاحب نے اسے غزنی کے ساتھ یوں اکیلے

ایک ہی صوفے پر بیٹھا دیکھ لیا تو طوفان نہ برپا کردیں اور وہ اس خوشی کے موقعے پر گھر میں کسی بھی طرح کی کوئی بد مزگی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

''پتہ ہے...... میں شروع سے ہی تم سے بات کرنے اور تمہارے قریب آنے کی جتنی کوشش کرتا رہا تم اتنا ہی مجھ سے دور بھاگتی رہیں' پتہ نہیں تمہارے اندر کیا خوف تھا کہ آج تک تم نے ایک کزن ہونے کے باوجود مجھ سے سلام دعا سے آگے کوئی بات نہیں کی...... میں جب بھی یہاں آتا سوچتا ہی رہتا کہ شاید آج تم مجھ سے ٹھیک طریقے سے بات کرلو' مسکرا کر دیکھ لو' دو گھڑی پاس بیٹھ جاؤ لیکن میری خواہش' خواہش ہی رہی بلکہ حسرت میں بدل گئی' مجھے لگتا تھا کہ اگر میں رشتے کی بات کروں گا تو اس رشتے کی سب سے بڑی مخالف تم خود ہوگی' لیکن اس دن مجھے بہت حیرت ہوئی جب تم نے میری بات کے جواب میں رضامندی دکھائی اور میری توقعات کے برعکس اس رشتے پر خوشی کا اظہار کیا۔'' دھیمے لہجے میں سرگوشیوں کی طرح بات کرتا غزنی اجیہ پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی اور شاید سن بھی نہیں رہی تھی لیکن غزنی کو اس سے فرق نہیں پڑتا تھا اس کے لیے یہی بات کافی تھی کہ اجیہ اس کی ہے اور اس کے سامنے بیٹھی ہے۔

''تم کچھ نہیں کہو گی تم خوش تو ہو ناں؟'' وہ اس کی زبان سے کچھ سننا چاہتا تھا کچھ الفاظ جو وہ اپنی سماعتوں میں دیر تک دہراتا رہے۔

''عجیب بات ہے' مجھے بھلا کیوں اعتراض ہوگا اگر امی اور بابا کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو پھر میں کون ہوتی ہوں کچھ بھی کہنے والی...... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حنین اس رشتے سے بہت خوش ہے اور میرے لیے اس کی خوشی نہایت اہم ہے۔'' اس دفعہ اجیہ نے گردن موڑ کر غزنی کو دیکھا۔ ''اور مجھے امید ہے کہ تم بھی ایسا کچھ نہیں کرو گے جس سے کبھی بھی کسی بھی طرح وہ ہرٹ ہو۔''

''تمہاری خوشی میری خوشی ہے اور تم سے جڑی ہر شے اور ہر رشتے کا خیال کرنا اب میری ذمہ داری ہے۔ میں تمہیں کبھی مایوس نہیں کروں گا...... آئی پرامس......'' بات کرتے کرتے بڑی آہستگی سے اس نے اجیہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''غزنی؟'' اجیہ کو جیسے حیرت کا جھٹکا ہی تو لگا تھا۔ فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچنا چاہا لیکن غزنی نے گرفت مضبوط رکھی اور اسے یوں زرد پڑتا دیکھ کر مسکرایا۔

''یہ ہاتھ میں نے چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا ہے اجیہ...... اور تمہیں مجھ سے ڈرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے...... پلیز ریلیکس۔''

''تم ٹھیک تو ہو یہ کیا بدتمیزی ہے؟ اپنی حد میں رہو تو بہتر ہے' ورنہ میں کسی رشتے کا لحاظ کرنے والی نہیں ہوں' سمجھے تم؟'' وہ فوراً غزنی سے ہاتھ چھڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''لیکن میں نے کیا' کیا ہے؟'' غزنی کے لیے اس کا ردعمل حیران کن تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بھی کھڑا ہو گیا تھا لیکن وہ اس کے اتنے شدید ردعمل کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اسی دوران امی کمرے سے نکل کر آئیں اور سامنے ہی ان دونوں کو کھڑے دیکھ کے ٹھٹک گئیں۔

''اجیہ بیٹا' کب سے یہ لوگ آ کر بیٹھے ہیں' کوئی کولڈ ڈرنک یا جوس تو لے کر آؤ ناں۔'' وہ عجلت میں تھیں اس لیے اس کے تاثرات نہیں دیکھ پائی تھیں۔

''جی امی' بس ابھی لائی۔'' وہ ویسے بھی غزنی کے سامنے سے ہٹ جانا چاہتی تھی لہٰذا جیسے ہی امی نے کہا فوراً کچن میں چلی گئی جہاں حنین نے اب تک ٹرے تیار کر لی تھی۔

''غزنی بیٹا تم اکیلے کیوں کھڑے ہو آ جاؤ اندر بیٹھو سب کے ساتھ۔'' اور اس سے پہلے کہ امی غزنی کے ساتھ اندر آتیں' سکندر صاحب ان دونوں کو لیے لاؤنج میں آ گئے۔

''بھئی وہاں ذرا جگہ کم ہے اس لیے ہم یہاں آ گئے تاکہ بچیاں بھی آرام سے ہمارے ساتھ بیٹھ سکیں۔'' اماں نے سامنے سے آتی حنین کو دیکھا تو پیار سے بولیں۔

''اجیہ کہاں ہے بھئی...... اسے تو بلاؤ' ہم کوئی غیر

تھوڑی ہیں جو وہ ہمارے سامنے آنے سے کترا رہی ہے۔“ ابانے شگفتگی سے کہتے ہوئے جوس کا گلاس اماں کی طرف بڑھایا اور خود حنین سے کولڈ ڈرنک لی۔

”بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ بھائی صاحب بلکہ جوس تو سرو ہی اجیہ کو کرنا چاہیے تھا آج‘ حنین کو تو بیٹھنا چاہیے تھا ناں خاموشی سے۔“ سکندر صاحب نے بھی تائید کی۔

ویسے بھی آج ان کا موڈ انتہائی خوشگوار تھا...... گاہے بگاہے باتیں کرتے ہوئے امی کو بھی ہنستے ہوئے مخاطب کرلیتے۔ غزنی کو سامنے بیٹھا دیکھ کر جیسے ان کا خون دگنا ہو رہا تھا اور ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ انہیں بتائیں کہ یہ رشتہ جڑنے پر وہ کس قدر خوش ہیں۔ بیٹیوں کے اس دنیا میں آنے کے بعد والدین کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اب ان کا نصیب اچھا ہو اور کسی اچھے گھرانے میں کسی سلجھے ہوئے لڑکے کے ساتھ اس کی شادی ہوجائے جو اسے ہمیشہ خوش رکھے...... اور وہ خوش تھے کہ حنین کا نصیب غزنی کے ساتھ جڑا تھا جو ان کی نظر میں اپنی مثال آپ تھا۔

باقی سب تو ٹھیک ہی تھا لیکن اجیہ غزنی کے اس عمل سے الجھ کر رہ گئی تھی۔ اتنی بے تکلفی سے اس کا ہاتھ پکڑنا اور پھر اجیہ کا ہاتھ پرے کرنے کی کوشش وہ سب کے سامنے انتہائی محتاط رہی تھی اور اب جبکہ حنین سے رشتہ جڑنے کے بعد وہ اس کا بہنوئی بننے جا رہا تھا‘ ایسے میں کی گئی یہ حرکت...... اجیہ کوئی چھوٹی موٹی ٹائپ لڑکی نہیں تھی جسے کوئی بھی راہ چلتا لڑکا چھیڑ کر چلتا بنتا‘ بلکہ وہ کسی بھی ایسی حرکت کے جواب میں بیچ بازار میں بھی کسی کا گریبان تھامنے سے گریز نہ کرتی...... لیکن یہاں معاملہ ذرا مختلف تھا۔

اس وقت گھر میں سب خوش تھے اور اس ایک انتہائی خوشی کے موقعے پر وہ کوئی بھی واویلا کر کے ماحول خراب نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن کم از کم اس نے یہ ضرور سوچ لیا تھا کہ اب اسے پہلے سے کہیں بڑھ کر غزنی کے سامنے محتاط رہنا ہے اور آئندہ کے لیے تنہائی میں تو ہرگز اس کے ساتھ موجود رہنے کا تصور بھی نہیں کرنا۔ کچن میں سلیب پر ہاتھ رکھے یونہی بے مقصد کھڑی وہ آج کی صورت حال پر غور کررہی تھی اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ تائی امی کب کچن میں داخل ہوئیں اور کب اس کے قریب آگئیں۔ احساس ہوا تو تب کہ جب انہوں نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

”تائی امی آپ یہاں کچن میں؟“ وہ شرمندہ بھی ہوئی اور حیران بھی۔

”ظاہر ہے بھئی جب ہماری بیٹی ہی ہمارے پاس نہیں بیٹھے گی‘ ہم سے بات نہیں کرے گی تو اس سے ملنے‘ اسے دیکھنے اور اس سے بات کرنے کے لیے ہم تو اسی طرح پیچھے پیچھے آئیں گے ناں۔“ انہوں نے حسب عادت مسکرا کر بات کی۔

”نہیں‘ وہ دراصل...... میں بھی بس آنے ہی والی تھی۔“

”آج میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری ہونے والی ہے بیٹا اور اس خوشی کا اندازہ کوئی بھی نہیں کرسکتا کہ اس دن کے لیے میں نے کتنا انتظار کیا تھا۔“

”جی تائی امی‘ جانتی ہوں...... اندازہ ہے مجھے اس بات کا۔“ سابقہ کیفیت کو وقتی طور پر پس پشت ڈال کر وہ مسکرائی۔

”بھائی صاحب نے ہم پر جو اعتماد کیا ہے تم دیکھنا کہ زندگی کی آخری سانس تک کسی کی زبان پر ایک بھی حرف شکایت نہیں آنے دوں گی۔“

”آپ ہیں ہی اتنی اچھی کہ آپ سے کسی کو بھی کوئی شکایت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس گھر میں سبھی اچھے ہیں‘ تایا ابو جیسی شخصیت تو ہمارے پورے خاندان میں کسی کی نہیں ہے۔“ اس نے اعتراف کیا۔

”اور رہ گیا غزنی...... تو وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ یہ تمہیں وقت بتائے گا۔“ تائی امی نے کہا اور اس کا ہاتھ ہاتھوں میں لیے لاؤنج میں چلی آئیں۔ جہاں سب کسی

بات پر قہقہہ لگا رہے تھے۔ سکندر صاحب کو یوں قہقہہ لگاتے دیکھ کر اجیہ تو جیسے دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔

یہ منظر کتنا اجنبی لگا تھا' کتنا نامانوس اور انجان سا......

کہ نہ صرف سکندر صاحب قہقہہ لگا کر ہنس رہے تھے بلکہ امی کے چہرے پر بھی ایک جاندار ہنسی موجود تھی اور ہر وقت منہ پھاڑ کر ہنسنے والی حنین خود پر کنٹرول کیے صرف مسکرانے پر اکتفا کیے بیٹھی تھی' سکندر صاحب کے دائیں طرف ابا جبکہ بائیں طرف حنین بیٹھی تھی' امی سنگل صوفے پر تھیں' البتہ غزنی کے صوفے پر دو افراد کی جگہ خالی تھی۔ تائی امی اسے ساتھ لے کر خود غزنی کے ساتھ بیٹھیں اور اسے بھی اپنی دوسری طرف بٹھالیا۔ اب غزنی کا مکمل رخ تائی امی ہی کی طرف تھا تاکہ اجیہ کو دیکھا جاسکے۔ وہ اب بھی اس کے ردعمل کو ایک مشرقی لڑکی کا ری ایکشن ہی سمجھ رہا تھا جسے ہاتھ تھامنا برا لگا تھا۔

''کیوں ناں ایسا کریں کہ کھانے کا ٹائم ہونے والا ہے پہلے کھانا کھالیں' پھر آرام سے بیٹھ کر گپ شپ کرتے رہیں گے؟'' امی نے تائی امی اور پھر تایا ابو کی طرف مشورہ طلب نظروں سے دیکھا۔

''نہیں بھئی...... دراصل مجھ سے تو صبر نہیں ہو رہا...... اس لیے میرا تو خیال ہے کہ جس کام سے آج ہم آئے ہیں پہلے وہ کام کیا جائے اور کھانا پھر بعد میں۔'' تائی امی نے امی کی رائے لینا چاہی جواب میں امی نے سکندر صاحب کو دیکھا۔

''ٹھیک ہے بھابی' جیسے آپ کی خوشی...... اب تو آپ کی مرضی ہے، جو کریں۔'' سکندر صاحب بھی مسکرائے۔

''بھئی سکندر سب سے پہلے تو میں ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے ہم پر اعتماد کیا۔'' ابا نے کہا۔

''بس بھائی صاحب...... دعا ہے کہ جو رشتہ آج جڑنے جارہا ہے وہ ہمیشہ کے لیے ہو۔'' سکندر صاحب نے پہلو میں بیٹھی حنین کو دیکھا اور گہری سانس لی۔

یہ لمحہ بیک وقت ان کے لیے خوشی کا بھی تھا اور رنج کا بھی کہ آج کے بعد اب بہت کم عرصے میں وہ انہیں چھوڑ کر اپنی نئی دنیا بسائے گی لیکن بہر حال وہ مطمئن تھے۔

''ارے حنین تم وہاں کیوں بیٹھی ہو؟ اٹھو ادھر آؤ...... یہاں بیٹھو......'' تائی امی نے درمیان سے اٹھ کر حنین کے لیے جگہ خالی کی۔ اجیہ اس سے پہلے کہ اٹھتی انہوں نے اپنا پرس اجیہ کی گود میں رکھا اور خود اس پرس کے اندر رکھے ایک چھوٹے سے پرس کو نکال لیا۔

سر جھکائے نظریں نیچے کیے حنین اپنی جگہ سے اٹھ کر صوفے تک آئی' غزنی نے اجیہ کے قریب ہوتے ہوئے اس کے لیے جگہ خالی کی اور یوں درمیان میں بیٹھے غزنی کے دونوں طرف حنین اور اجیہ بیٹھ گئیں تایا ابو کو غزنی نے موبائل دیا اور سکندر صاحب سے نظر بچا کر آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارہ کیا کہ وہ موبائل ہاتھ میں لیے سامنے دیوار کے ساتھ رکھی کرسی پر جا بیٹھے اور فوٹو گرافر کی ذمہ داری سنبھال لی۔

''لو بھئی حنین یہ انگوٹھی......'' تائی امی نے ڈبیا کھول کر انگوٹھی نکالی اور حنین کی طرف بڑھائی۔

''لیکن تائی امی میں......؟'' اس نے ناسمجھی سے ہچکچاتے ہوئے انگوٹھی ان کے ہاتھ سے لی۔

''ہاں ناں...... بھئی تم ہی تو غزنی کی بچپن کی دوست ہو ناں...... وہ کیا کہتے ہیں کرائم پارٹنر...... تم غزنی کو یہ انگوٹھی دو تاکہ وہ اجیہ کی انگلی میں پہنا کر اسے ساری عمر کے لیے اپنے ساتھ قید کرلے۔''

''یہ کیا کہہ رہی تھیں تائی امی......'' حنین سمیت کسی کو بھی سمجھ نہیں آرہا تھا بلکہ سب نے ہی اسے اپنی سماعت کا دھوکا سمجھا اور بے یقینی و ناسمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھا تب تک میکانکی انداز میں حنین ان کی دی گئی انگوٹھی غزنی تک بڑھا چکی تھی۔

غزنی نے مسکراتے ہوئے اس سے انگوٹھی لی اور اماں کی طرف سے کیری آن کا سگنل ملتے ہی اجیہ کا بایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

''بھابی...... یہ سب کیا ہے......'' سکندر صاحب نے

جیسے نیند میں کوئی بات کی۔
"فکر نہ کریں بھائی صاحب..... اجیہ کو ہم بہو نہیں بیٹی بنا کر رکھیں گے۔ یہ ہم دونوں کا آپ سے وعدہ ہے۔" غزنی خلا میں یک ٹک دیکھتی اجیہ کے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کر دانستہ اس کے مزید قریب ہو کر بیٹھا تھا۔ ابا تصویریں بنا رہے تھے اور اب تک اجیہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔
"لو یو اجیہ....." گردن موڑ کر اس نے بغیر آواز کے اجیہ کے کان میں سرگوشی کی' انداز ایسا ہی تھا کہ جیسے گردن موڑ کر پیچھے کچھ دیکھا ہو لیکن ان لفظوں کی حدت اجیہ نے اپنی گردن پر محسوس کی تھی۔
غزنی کو اپنے اماں ابا کی تو چنداں فکر نہ تھی لہٰذا سکندر صاحب کی وجہ سے اسے پیچھے مڑ کر کچھ دیکھنے کی اداکاری کرنا پڑی تھی۔
"لیکن آپ نے تو مجھ سے رشتہ مانگتے وقت.....؟" سکندر صاحب کچھ بھی کہہ نہیں پا رہے تھے اور کہتے بھی تو کیا' کہ نام تو آج تک انہوں نے حنین یا اجیہ کا لیا ہی نہیں تھا۔ یہ تو وہ خود ہی سمجھ بیٹھے تھے کہ وہ غزنی کے لیے حنین کا رشتہ لینے آرہے ہیں۔ غلطی کہاں پر ہوئی تھی؟ یہ سرا ان کے ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ امی ساکت تھیں تو حنین ششدر.....اور اجیہ.....
نجانے اس وقت اس کے تمام محسوسات کہاں جا سوئے تھے اسے اپنا آپ سرد خانے میں رکھی لاش کی مانند بے جان اور منجمد لگ رہا تھا۔ کیا اسے ابھی اور اسی وقت انگوٹھی اتار پھینکنی چاہیے یا سب کے سامنے بات کرنی چاہیے کہ یہ غلط ہو رہا ہے جو کہ اس طرح کسی نے بھی نہیں سوچا تھا۔
"جس طرح میں نے شروع سے سوچا..... اللہ نے ہمارے حق میں ویسا ہی کیا..... اور جہاں تک غزنی کی بات ہے تو اگر اس کی طرف سے کوئی اونچ نیچ ہوئی تو ذمہ داری ہماری۔" اماں نے اجیہ کا ماتھا چوما اور ساتھ ہی نیک ارادوں کا اظہار کیا تو امی کو یاد آیا کہ سکندر صاحب سے شادی کے وقت ان کی ساس نے بھی یہی فقرے کہے تھے۔
حنین وہاں سے اٹھ جانا چاہتی تھی لیکن اسے لگا کہ اس کے قدم من من بھر کے ہوگئے ہیں اور شاید اس کے لیے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ممکن نہیں ہوگا' اجیہ نے ہنسی خوشی تصویریں بناتے تایا ابو کو دیکھا اور پھر تفکرات میں گھرے سکندر صاحب کو۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر ابھی وہ خاموش رہی تو پھر شاید کبھی بھی یہ معاملہ ٹھیک نہیں ہو پائے گا' لہٰذا ہونٹ چباتی ہوئی امی کو دیکھنے کے بعد گہری سانس لی اور بولی۔
"تایا ابو..... مجھے کچھ کہنا ہے۔" اب تک وہ غزنی کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ دور کرچکی تھی۔ خوشی و غم کے اس ماحول میں اس کی آواز نے سب کو اس کی طرف متوجہ کیا۔
"شاید میری بات آپ لوگوں کو بری لگے' لیکن مستقبل کی منصوبہ بندی ہمیشہ حال میں رہ کر کی جاتی ہے۔ عمارت بناتے وقت اس کی بنیاد کی درستگی پر زور دیا جاتا ہے اور جس عمارت کی بنیاد ہی ٹھیک نہ ہو وہ کسی بھی وقت دھڑام سے گر جانے کے خطرے سے دوچار رہتی ہے' ایسا ہی ہوتا ہے ناں تائی امی؟" اجیہ نے رخ موڑ کر امی کے ساتھ بیٹھی تائی امی کو دیکھا جو ساتھ لائے ہوئے شاپنگ بیگز میں سے اجیہ کے لیے خریدے گئے کپڑے' جوتے اور میک اپ کٹ وغیرہ نکال کر سامنے میز پر سجا رہی تھیں۔
"ہاں بیٹا ہوتا تو ایسا ہی ہے لیکن اس تمہید کا اس سب سے کیا تعلق بنتا ہے؟"
"تعلق بنتا تو نہیں لیکن تعلق بن گیا ہے تائی امی۔" اس نے حنین کا جھکا ہوا سرخ چہرہ دیکھا۔
"دراصل' میرا خیال ہے کہ جس بات کی بعد میں تکلیف ہو اس پر پہلے ہی سنبھل جانا بہتر ہے' یا پھر یہ کہہ لیں کہ جس فیصلے پر بعد میں پچھتانا ہو اس پر پہلے نظر ثانی کرلینی چاہیے۔"
"بیٹا تم کہنا کیا چاہتی ہو..... ذرا کھل کر کہو..... میرا خیال ہے کہ ہمارے سامنے تمہیں کسی بھی قسم کی جھجک یا

پریشانی کا شکار نہیں ہونا چاہیے‘ تم بہو بعد میں لیکن پہلے ہماری بیٹی ہو..... اس لیے اگر کسی بھی معاملے میں کوئی بھی پریشانی ہے ہم میاں بیوی سے کوئی اختلاف ہے‘ غزنی سے کوئی شکایت ہے تو بے شک ہم سے کہو اسے تو میں ابھی تمہارے سامنے ڈپٹ کر سیدھا کردوں گا‘ بلکہ کان پکڑواؤں گا اور اگر کہیں ہم دونوں سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو اس کی بھی معذرت کرنے میں مجھے کوئی شرم محسوس نہیں ہوگی..... بلکہ آئندہ کبھی دوبارہ ایسا نہ ہو ہم اس کا بھی وعدہ کریں گے۔‘‘ اجیہ کی بات پر وہ گھبرا سے گئے تھے کہ آخر ایسی کون سی بات ہے‘ جس کی وجہ سے اجیہ کو یوں آج سب کے سامنے اس خاص موقعے پر بات کرنا پڑی۔ اور ان کے اس حوصلہ افزا انداز نے واقعی اجیہ کی ہمت بندھائی تھی لہٰذا بات شروع کرنا چاہی۔

☆......☆......☆

بوا اور ممی گاڑی میں بیٹھ چکی تھیں ارتش بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تو ضرور تھا لیکن پھر اچانک کچھ یاد آنے پر اندر گیا اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں کسی لیبارٹری کی فائل تھی۔ فائل ڈیش بورڈ پر رکھ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور حسب عادت خوشگوار موڈ میں بولا۔

’’او کے لیڈیز ریڈی......؟‘‘ بیک مرر سے اس نے بوا کو بھی دیکھا اور ساتھ بیٹھی ممی کو بھی۔

’’گو آہیڈ بیٹا......‘‘ ممی مسکرائیں اور وہ گاڑی سڑک پر لے آیا۔

’’یہ رپورٹس کس کی ہیں؟‘‘ ممی نے دیکھنے کا تکلف کیے بغیر صرف پوچھنے پر ہی اکتفا کیا۔

’’ایک دوست کی والدہ کی ہیں‘ میرے پاس رہ گئیں تھیں۔‘‘ اس نے مختصر جواب دیا۔

’’اچھا یہ باتیں تو چھوڑو...... میرا خیال ہے آج یہ بیماریوں اور پریشانیوں والی باتوں سے پرہیز ہی کرو۔‘‘ بوا نے شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے نصیحت کی۔

’’جی بہتر...... اچھا یہ بتائیں کہ ان کے گھر کیا لے کر چلیں؟‘‘ ارتش نے ان کا پسندیدہ موضوع چھیڑا۔

’’بھئی میٹھے میں تو مٹھائی اور مٹھائی میں صرف نان خطائی......‘‘ بوا نے اپنی پسند کا اظہار کیا۔

’’ارے بوا...... اب وہ والی نان خطائیاں نہیں ہوتیں اور نہ ہی اب لوگ کسی کے گھر جاتے ہوئے نان خطائیاں لے کر جاتے ہیں۔‘‘ ممی نے ہنستے ہوئے کہا۔

’’اچھا بھئی ٹھیک ہے جو کچھ آج کل لے کر جاتے ہیں تم لوگ وہ لے جاؤ۔ میں نہ تو کسی کے گھر بھی لے کر گئی ہوں اور نہ ہی مجھے پتہ ہے۔‘‘ بوا بھی مسکرائیں۔

’’میرا خیال ہے کیک لے لیتے ہیں اور ساتھ کچھ پھل بھی...... کیوں ارتش؟‘‘

’’ٹھیک ہے ممی جو آپ کی مرضی ہے لے لیں۔ مجھے تو ان چیزوں کا اتنا معلوم نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک تو اگر کچھ نہیں بھی لیں گے تو بھی کوئی پرابلم نہیں۔‘‘ بیکری کو جاتی سڑک پر موڑ کاٹتے ہوئے ارتش نے کندھے اچکائے۔

’’تمہیں نہیں پتہ بیٹا‘ لیکن پرابلم تو ہوتی ہے ناں اور پھر خاص طور پر ایسے لوگوں میں جو بالکل غیر ہوں‘ ان میں تو اس قسم کے تکلفات کو ضرور اہمیت دینی چاہیے تاکہ محبت اور گرم جوشی کا اظہار ہو۔‘‘ ممی نے سمجھایا۔

’’کیوں بوا...... ٹھیک کہہ رہی ہوں میں کہ نہیں؟‘‘

’’ہاں بھئی کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو لیکن اب تو رشتہ داروں میں بھی یہ لوازمات پورے نہ کیے جائیں تو بھی اکثر اوقات انہی لینے دینے کی باتوں پر دل دور ہونے لگتے ہیں کہ ہم ان کے گھر گئے تو پانچ کلو مٹھائی لے کر گئے تھے اور وہ ہمارے گھر آئے تو صرف دو کلو لائے‘ یا وہ تو ہمارے گھر خالی ہاتھ ہی بغلیں بجاتے آن پہنچے...... میں نے اس کے بیٹے کی شادی پر چار ہزار کا جوڑا تحفے میں دیا تھا اور میری بیٹی کی شادی پر آٹھ سو روپے والا جوڑا لے کر میرے منہ پر مار گئی اور جوڑا بھی وہ جو کہ سیل سے لیا تھا...... اور پھر لوگوں کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ ارے چھوڑو اس کے کیا جانا...... اسے تو لین دین کا پتہ ہے نہ کسی کو دینے دلانے کا ڈھنگ آتا ہے۔‘‘ بوا نے ممی کی بات کی سو فیصد تائید کرتے ہوئے

ساتھ ہی اپنا بھی مشاہدہ سامنے رکھا اوران کی ایسی بات پر اربش کچھ الجھ سا گیا تھا۔

"لیکن بوا کیا ضروری ہے کہ اگر کسی نے چار ہزار کا جوڑا دیا ہے تو جواباً اسے اس سے بڑھ کر نہیں تو کم از کم چار ہزار کا ہی جوڑا دیا بھی جائے؟ یہ بھی تو ہوسکتا ہے ناں کہ اس کی اتنی استطاعت ہی نہ ہو......وہ اتنا افورڈ ہی نہ کرپاتا ہو دلوں میں موجود محبتوں کو روپے پیسے سے جانچنا تو بہت زیادتی والی بات نہیں ہے۔"

"بات تو تمہاری ٹھیک ہے لیکن بس دنیاداری ہے ناں اور دنیا میں یہی کچھ ہوتا ہے اور ایسے ہی ہوتا ہے سب' بلکہ تمہیں تو معلوم نہیں ہے لوگ تو ان باتوں پر بھی منہ بنالیتے ہیں کہ ہم ان کے گھر گئے اور چائے کے ساتھ صرف بسکٹ ہمارے سامنے لا پٹخے۔" بوا کی بات پر ممی بے اختیار ہنسنے لگیں تھیں۔

"تو اور کیا بوا بلکہ یہ سارا رونا روکے کہ ہمیں چائے کے ساتھ سموسے کیوں نہ دیئے' فلاں چیز کیوں نہ دی' فلاں نہ دی اور پھر آخر میں یہ کہنا کہ ہم کوئی ان کے گھر کھانے تھوڑی گئے تھے' کھانا تو وہی ہے جو ہم اپنے گھر میں بھی کھاتے ہیں' لیکن دیکھو تو انہوں نے ہمیں کھانے تک کو نہ پوچھا۔ ارے بندہ جھوٹے منہ ہی رسماً کہہ دیتا ہے کہ کھانا کھا کر جانا۔" ممی نے ہنستے ہوئے بات مکمل کی اور ساتھ ہی بوا کو بھی ہنسا دیا۔ یقیناً یہ ان دونوں کی آنکھوں دیکھی سچویشن تھی اسی لیے دونوں اس حد تک انجوائے کررہی تھیں۔ اربش کو گوکہ لوگوں کی سوچ کا یہ زاویہ جان کر کوفت ہوئی تھی لیکن پھر بھی ان دونوں کو ہنستا دیکھ کر وہ بھی ان کی ہنسی میں شامل ہوگیا تھا۔

"بس ممی یہ شکایات صرف خواتین کو ہی ہوتی ہیں' کبھی کسی مرد کے منہ سے اس طرح کا شکوہ شکایت سننے کو نہیں ملے گا آپ کو۔" بوا اور ممی دونوں ہی اربش کی بات سے متفق تھیں۔ اس لیے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے مسکراتی رہیں۔ تب تک بیکری کے سامنے ان کی گاڑی رک چکی تھی۔ اربش نے خود ہی جاکر کیک لیا' بوا کے لیے الگ سے نان خطائیاں پیک کروائیں اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھ دیں۔ اجیہ کا گھر بھی نزدیک ہی آچکا تھا۔ لیکن ممی کا خیال تھا کہ صرف کیک سے کام نہیں چلے گا اس لیے ساتھ کچھ پھل فروٹ کا ہونا بھی لازمی ہے لہٰذا اب اس کی گاڑی کا رخ فروٹ شاپ کی طرف تھا اور فروٹ کے لیے ممی نے ہرگز اس پر اعتبار نہیں کیا تھا بلکہ خود گاڑی سے اتریں اور موسم کے پھلوں کو بہترین طریقے سے سجا کر انہیں فروٹ کا ٹوکرا بنانے کو کہا اور اس کے بعد خود گاڑی میں آکر بیٹھ گئیں۔

"یہ لوگ جان بوجھ کر خراب فروٹ رکھ دیتے ہیں' اس لیے میں خود دیکھ کر آئی ہوں۔" انہوں نے اسٹیئرنگ پر انگلیوں سے پیانو بجاتے اربش کو دیکھ کر کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"اچھا کیا......کیونکہ اپنے گھر تو بات اور ہوتی ہے لیکن یوں کسی کے گھر لے کر جانا ہو تو بہتر سے بہترین چیز ہی لے کر جانی چاہیے۔" بوا نے ممی کے اقدام کو سراہتے ہوئے کہا پھر اربش سے مخاطب ہوئیں۔

"ابھی اور کتنی دور ہے ان کا گھر؟"

"بس بوا آپ یہی سمجھیں کہ ہم پہنچ گئے۔" اس نے دائیں بائیں دیکھ کر جواب دیا۔

"واقعی؟"

"جی ہاں' واقعی......کیونکہ اسی سڑک پر سیدھا جاکر دوسری گلی میں دسواں گھر انہی کا ہے۔" اس نے جان بوجھ کر مکمل تفصیل بتائی اور مسکرایا تو اس مرتبہ بوا اور ممی نے ایک نئے زاویے سے اردگرد کے علاقے کا جائزہ لینا شروع کیا۔

گوکہ اس وقت آہستہ آہستہ رات کی تاریکی پھیلنے کی تیاری کررہی تھی لیکن پھر بھی سڑک کے دونوں اطراف موجود عمارتوں اور دکانوں میں روشن لائٹس نے پورے علاقے کو بارونق بنا رکھا تھا' اب یہ جگہ تو کاروباری معلوم ہوتی تھی لیکن دیکھنا یہ تھا کہ ان کی گلی کیسی ہے؟ اور ان کا گھر کیسا ہے؟

"ویسے میں سوچ رہا ہوں کہ آپ دونوں صرف اس

علاقے کو اتنے غور سے دیکھنے لگی ہیں تو آنے والی بہو کو تو شاید ایکسرے مشین سے گزاریں گی۔" وہ ان کے ذہن پڑھ چکا تھا اس لیے شرارت سے بولا۔

"خیر اب ایسا بھی نہیں ہے بیٹا...... تمہاری پسند ہے تو ہم بھلا کیوں تنقیدی نظروں سے دیکھیں گے اسے۔" بوا نے کہا اسی دوران دکان پر کام کرتے لڑکے نے فروٹ کی ٹوکری تیار کرکے چھوٹے کے ہاتھ بھیجی' ممی نے پیسے دیئے لیکن اس کے پاس کھلے پیسے موجود نہیں تھے کہ وہ بقایا دیتا۔

"بیٹا دیکھو شاید تمہارے مالک کے پاس سے مل جائیں۔" ممی نے کہا۔

"نہیں میڈم...... سکندر چاچا تو ہیں نہیں آج دکان پر ورنہ تو ضرور مل جاتے...... معذرت چاہتا ہوں۔" بچے نے دکان کے مالک کا نام لیا تب تک اربش اپنے والٹ سے پیسے نکال چکا تھا۔ ذرا سا آگے ہوتے ہوئے اس نے وہ پیسے اسے دیئے اور بقایا بچ جانے والے تھوڑے سے روپے پاس رکھ لینے کا کہہ کر گاڑی اسٹارٹ کردی۔

"یس باس...... اب بتائیں' کوئے یار کی طرف رخ کرنے کی اجازت ہے یا ابھی نہیں؟" اربش کے انداز پر وہ دونوں ہنسیں انہیں اربش پر بے حد پیار آیا تھا۔

"اوہ خدایا! میرے بچے کی یہ بے تابیاں۔" بوا نے کہا تو ان کی ہنسی میں اربش کی بھی ہنسی شامل ہوگئی تھی۔

......☆......

"تایا ابو بات دراصل اس دن کے متعلق ہی ہے اس لیے آج اسی دن ہوجائے تو بہتر ہے ناں۔"

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں ضرور۔" اجیہ کی بات کے جواب میں صرف ان کی آواز کے علاوہ باقی سبھی خاموش تھے کہ اس سے پہلے کہ اجیہ مزید کچھ کہتی سکندر صاحب نے اسے دائیں ہاتھ سے رکنے کا اشارہ دیا اور خود کھڑے ہوگئے۔

"میرا خیال ہے اجیہ آپ سب سے کوئی بات کرے اس سے بہتر ہے کہ پہلے میں ایک بات کرلوں' لیکن یہ بات آپ میں سے کسی کے ساتھ نہیں بلکہ اجیہ کے ساتھ ہی کرنی ہے۔"

"میرے ساتھ؟" اجیہ حیرت سے زیرلب بولی کہ سکندر صاحب اس سے کوئی بات کرنا چاہیں یہ تو ایک نہایت ناقابل یقین بات لگتی تھی۔

"اجیہ بیٹا...... ذرا میرے ساتھ روم تک آؤ۔" بھائی صاحب اور بھابی سے معذرت چاہنے اور اجازت لینے کے بعد وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھے' اجیہ بے یقینی سے امی کو دیکھتے ہوئے بڑی جھجک کے ساتھ ان کے پیچھے گئی تو وہ بڑی ہی بے تابی کے ساتھ کمرے کے چکر کاٹ رہے تھے۔ اس کے آنے کی آہٹ سنی تو جہاں تھے وہیں رک کر اس کی طرف پلٹے اور بڑی عجلت سے اس کے قریب آئے۔

"تم کیا بات کرنا چاہتی ہو بھائی صاحب سے؟" انہوں نے یوں پوچھا جیسے کہ عام دنوں میں بھی ان کے تعلقات بہت بہتر ہیں اور درمیان میں اجنبیت' درشتگی یا سرد مہری جیسی کوئی دیوار ہے ہی نہیں۔ اور اجیہ ان کے سامنے کھڑی تو تھی لیکن ہمیشہ کی طرح خوف اور تذبذب کا شکار تھی کہ وہ ایسی کون سی بات کرے جو انہیں بری نہ لگے۔

"وہ بابا...... میں......"

"ہاں...... ہاں جلدی بات کرو' باہر وہ لوگ ہمارے منتظر بیٹھے ہیں۔"

"وہ دراصل میں ان پر ساری بات واضح کردینا چاہتی ہوں کہ آج ہم حنین کی منگنی کی نیت سے ان کے انتظار میں تھے میرا غزنی کے ساتھ منگنی کرنے کا کوئی ارادہ کوئی خواہش ہی نہیں ہے۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ اس غلط فہمی کو آج ہی دور کرلیا جائے تاکہ آگے جاکر مسائل پیدا نہ ہوں......" ہمت کرکے اجیہ نے ان کے سامنے اپنے سارے خیالات کو زبان دے دی تھی۔

"اور......؟ اس سے آگے بھی کچھ اور کہنا چاہتی ہو یا بس اتنا ہی؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں...... بس یہی...... اتنا ہی۔" وہ سمجھ نہیں پارہی

تھی کہ اس وقت وہ اس سے کون سے الفاظ سننا چاہتے ہیں۔ ان کی بے چینی اور اضطراب کا حل اس وقت اجیہ کو ہرگز سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"ارے نہیں...... نہیں‘ بس اتنا ہی کیوں؟ کچھ اور بھی کہنا بلکہ ذرا تفصیل کے ساتھ کہنا تاکہ انہیں پتہ چلے کہ میں اتنا پاگل ہوں کہ بیٹیوں کے رشتے جیسے اہم مسئلے کو بھی نہ سمجھ پایا اور تمہارا رشتہ ظاہر کرکے حنین کا رشتہ کرنا چاہا‘ دھوکا دینا چاہا انہیں۔"

"بابا...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"اپنے بارے میں سوچو کہ تم کیا کہہ رہی ہو اور تمہاری باتوں سے ان کے سامنے اور پھر پورے خاندان میں میرا کیا تاثر ابھرے گا۔ لوگ تمہیں یا حنین کو اور تمہاری ماں کو تو کچھ بھی نہیں کہیں گے‘ لیکن ہاں باتیں بنیں گی تو صرف اور صرف میری‘ لوگ گالیاں دیں گے مجھے‘ ہنسیں گے تو مجھ پر...... تم لوگ تو پھر مظلوم ہی رہو گے ناں سب کے سامنے۔"

"لیکن بابا یہ سب سچ بھی تو ہے ناں‘ آپ خود سوچیں کہ ہم آج حنین کا رشتہ طے کرنے کے خیال سے ان کا استقبال کرنے والے تھے لیکن یہ سب تو بس اچانک ہی معاملہ بدل گیا۔ کیسے بدلا اور کیوں بدلا یہ تو خود مجھے بھی سمجھ نہیں آرہا۔"

"لیکن یہ بھی تو سچ ہے کہ وہ اپنے گھر سے آئے ہی تمہارا رشتہ لینے ہیں‘ تمہارے ناپ کی انگوٹھی لائے‘ کپڑے اور دوسری چیزیں تمہاری پسند کے مطابق لائے‘ یہ غلط فہمی شاید مجھے ہوسکتی ہے کیونکہ انہوں نے نام لیے بغیر صرف اتنا کہا کہ وہ میری لاڈلی بیٹی کو اپنی بہو بنانا چاہتے ہیں مجھے لگا کہ سب کو پتہ ہی تو ہے کہ میری لاڈلی بیٹی تو صرف حنین ہے تو انہوں نے حنین کے لیے ہی رشتے کی بات کی ہوگی اور ساری غلط فہمی مجھے لگتا ہے بس یہیں سے شروع ہوئی۔" بابا کے اس اعتراف پر کہ ان کی لاڈلی بیٹی تو صرف حنین ہی ہے۔ اجیہ کے دل پر ایک مرتبہ پھر منوں بوجھ پڑ گیا تھا۔

"لیکن تم خود سوچو کہ انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے جاگنے کی حالت میں مکمل ہوش و حواس کے ساتھ ہی منگنی کی انگوٹھی حنین کو صرف اس لیے پکڑائی کہ وہ ایک کزن یا پھر اس کی بچپن کی دوست کے حوالے سے غزنی کو وہ انگوٹھی اس لیے دے تاکہ وہ تمہیں پہنا کر اس رشتے کا آغاز کرسکے۔"

"مگر بابا......"

"غزنی...... بھائی صاحب اور بھابی سب صرف اور صرف تمہیں انگوٹھی پہنانے آئے ہیں‘ غزنی تم سے ہی شادی کرنا چاہتا ہے ورنہ وہ کوئی بچہ نہیں ہے کہ تمہیں انگوٹھی پہنا دیتا۔"

"وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو پھر یہ میرا مسئلہ نہیں ہے ناں بابا...... کیونکہ میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی اور نہ ہی میں یہ رشتہ جو کہ سراسر غلط فہمی کی بنیاد پر جڑا ہے اسے قائم رکھنا چاہتی ہوں۔" اس نے سر جھکا کر آہستگی سے کہا۔

"تمہارا مسئلہ ہے اجیہ...... کیونکہ یہ میری عزت کا مسئلہ ہے‘ میں لوگوں کے سامنے مذاق بن جاؤں گا‘ لوگ ہنسیں گے مجھ پر کہ آج تک کبھی ایسا نہ ہوا جو ہمارے گھر ہورہا ہے‘ اور پھر تم خود یہ بھی تو سوچو کہ اگر غزنی تم سے شادی کرنا چاہتا ہے تو پھر اسے کیا زبردستی یہ کہا جائے کہ وہ حنین کے ساتھ شادی کرے؟ اور اگر بالفرض ساری بات اس کے سامنے بیان کرنے کے بعد اگر وہ صرف بڑوں کی عزت کی خاطر یا کسی پریشر میں آکر یہ شادی کر ہی لے گا تو مجھے بتاؤ کہ کیا وہ حنین کے ساتھ پھر اپنی شادی کو نباہ بھی پائے گا...... اسے خوش رکھے گا؟ یہ تو پھر ان دونوں کی زندگی تباہ کرنے کے مترادف ہوگا‘ جس میں نہ تو حنین خوش ہوگی اور نہ غزنی۔"

"تو پھر آپ کیا سمجھتے ہیں بابا اگر حنین کی جگہ میری شادی غزنی سے ہوجائے تو کیا میری زندگی برباد نہیں ہوجائے گی...... کیا میں خوش رہ پاؤں گی اس کے ساتھ؟"

اسے ایک بار پھر دکھ ہوا تھا کہ انہوں نے حنین کے لیے اس

کی خوشیوں کے لیے تو سوچا مگر اس کے جذبات کو ایک بار پھر فراموش کر گئے تھے۔

''ہاں تم خوش رہوگی اجیہ...... بلکہ بہت خوش رہوگی صرف اس لیے کہ تم سے غزنی محبت کرتا ہے اس گھر میں تمہارا رتبہ ایک من چاہی بہو کا ہوگا اور جس لڑکی سے اس کا شوہر محبت کرتا ہو اسے اور کسی چیز کی خواہش نہیں رہتی۔''

اجیہ نے ان کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ یہ چہرہ اسے آج کس قدر اجنبی لگ رہا تھا کیونکہ آج سے پہلے تو اس نے جب بھی انہیں دیکھا چہرے پر خشکی تھی یا ڈرا سہا دینے والی خاموشی...... اتنی دیر تو آج تک انہوں نے اجیہ سے کسی موضوع پر بھی بات نہیں کی تھی جبکہ آج وہ نہ صرف چہرے پر لجاجت لیے ہوئے تھے بلکہ اتنی دیر سے اس کے ساتھ باتیں بھی کر رہے تھے لیکن اجیہ کیا کرتی؟

غزنی سے اول روز سے کترانے کی وجہ شاید پس پردہ طور پر یہی تھی کہ کہیں اس کے ساتھ گھلنا ملنا دیکھ کر کسی کے ذہن میں یہ تصور نہ ابھرے کہ مستقبل میں اسے غزنی کے ساتھ شادی کے بندھن میں بندھنا پڑے باوجود اس کے کہ غزنی اس سے بات کرنے کے ہزار طریقے ڈھونڈتا لیکن اس کی سرد مہری کے سامنے غزنی کے تمام الفاظ سرنگ کر لوٹ تو جاتے لیکن مایوس نہ ہوتے اور چند دن بعد وہ پھر کسی نہ کسی بہانے سے اس کے سامنے آن موجود ہوتا۔ غزنی کا گھرانہ بھی ان ہی کی طرح ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتا تھا لیکن جس طرح سکندر صاحب نے بچپن سے لے کر آج تک اسے چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے ترسایا تھا تو اس کے ذہن میں کہیں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ وہ اپنی آئندہ زندگی اگر شروع کرے گی تو کسی بھی صورت متوسط طبقے کو زیر غور نہیں لائے گی۔ اسے زندگی کی آسائشات نہ سہی لیکن سہولیات حاصل کرنے کا تو حق حاصل تھا ہی۔ اسی لیے اس نے سوچا تھا کہ ایک تو خود پڑھ لکھ کر اس قابل بنے گی کہ اپنا اپنی ماں کا اور حنین کے معیار زندگی کو سہل بنا سکے وہ تمام خواہشات پوری کر سکے جس کے لیے وہ آج تک بس سوچتی ہی آئی ہے اور جن کی تکمیل کے لیے اس نے میٹرک کے بعد سے ہی محنت کرنا شروع کی تھی، کبھی ٹیوشنز پڑھاتی تو کبھی امی کے ساتھ کپڑے سلائی کرتی، لیکن جو حاصل ہوتا وہ اکثر اوقات حنین کی کسی ایک خواہش کی تکمیل میں ہی لگ جاتا اور وہ خوش دلی سے صرف مسکراتی ہی رہتی اور حنین کو خوش دیکھ کر خوش ہوتی۔

''اگر تمہارے دل میں میری ذرہ برابر بھی محبت ہے تو ایک باپ کی حیثیت سے میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ خاموشی اختیار کرلو اور یہ سمجھو کہ اللہ نے ہی تمہارے لیے یہ رشتہ بھیجا ہے یہ تمہارا ہی نصیب ہے۔'' انہوں نے التجائیہ انداز میں کہا۔

''بابا لیکن میں......'' اجیہ نے اپنا جھکا سر اٹھایا اور انہیں دیکھا لیکن اپنی بات مکمل نہ کرسکی وہ اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

''میری عزت اب صرف اور صرف تمہارے ہاتھ میں ہے اجیہ، مجھے بھائی صاحب کے سامنے رسوا ہونے سے صرف اور صرف تم بچا سکتی ہو۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں مجھے مایوس نہ کرنا۔'' اس وقت اجیہ کو لگا جیسے اس کی ٹانگوں میں جان نہیں رہی وجود جیسے سرد ہو کر ہوا میں معلق سا ہو گیا تھا' یہ کیا ہو رہا ہے اس کے ساتھ' اس نے آج تک کیا سوچا تھا اور اس کے ساتھ اس کے نصیب میں کیا کچھ ہونا لکھا تھا' اس نے فوراً ہی کرسی کی پشت کا سہارا لے کر اپنا تمام بوجھ اس پر ڈالا۔ ورنہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے پاؤں پر مزید کھڑی نہیں ہو پائے گی۔ سکندر صاحب ابھی تک اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے تھے وہ اس کے جواب کے منتظر تھے لیکن اجیہ کے تمام الفاظ ہوا میں کہیں گم سے ہو گئے تھے کوئی سرا ایسا نہ تھا جو اس کے ہاتھ آتا اور اس کے سہارے وہ ان سے کوئی بات کرتی۔

''تم ابھی بھائی صاحب یا بھابی اور غزنی کے سامنے ایسا کچھ نہ کہنا جس سے ان کو یہ محسوس ہو کہ یہ رشتہ تمہاری مرضی کے بغیر ہو رہا ہے' کیونکہ انہوں نے مجھ سے پہلے پوچھا تھا اور میری طرف سے ہاں ہونے کے بعد ہی وہ باقاعدہ رشتہ لے کر آئے ہیں۔ اس میں ان کا قصور نہیں

ہے غلطی تو میری ہے۔ میں تم سے فریاد کرتا ہوں اجیہ کہ میرا مان رکھ لو مجھے ان کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالو تمہیں میرے ان بندھے ہاتھوں کا واسطہ......" اجیہ نے جواب میں کچھ نہیں کہا بلکہ بڑی خاموشی سے جس کرسی کی پشت پر پہلے ہاتھ رکھے تھے اسی پر اپنا سارا بوجھ گرا کر ڈھے سی گئی۔ اس کے پاس کچھ بھی کہنے کو رہا ہی کہاں تھا' سکندر صاحب نے اس کے تمام الفاظ اپنے پاس گروی رکھ لیے تھے۔ دل میں گھٹن ایسی تھی کہ لگتا سانس بھی دل کے اس پنجرے سے رہا نہیں ہو پائے گا۔

"تم کچھ کہو گی تو نہیں باہر جا کر......" سکندر صاحب نے اس کے سامنے آ کر پوچھا وہ خلا میں گھورتے ہوئے خاموش رہی۔

"بولو اجیہ...... تم بھائی صاحب کو یہ تو نہیں کہو گی ناں کہ تم اس رشتے پر راضی نہیں ہو؟" بڑی آہستگی سے اس کی آنکھوں میں جمع ہو جانے والے آنسوؤں کو اس نے باہر آنے سے روکا' گہری سانس لی اور سکندر صاحب کو دیکھا۔

"تم اپنا بیٹی ہونے کا فرض ادا کرو گی ناں؟" انہوں نے ایک بار پھر سوال کیا۔

اب بھی انہیں اس کا بیٹی ہونے کا فرض ہی یاد آیا تھا' والد ہونے کا کوئی فرض انہیں اب بھی یاد نہیں آیا تھا...... یا شاید ان کی نظر میں فرائض کی ادائیگی سے کہیں زیادہ حقوق کی وصولی ہی اہم تھی۔ اسی دوران باہر سے قدموں کی چاپ اندر آتی سنائی دی۔

"میں سنبھال لوں گا' میں ان کو بتا دوں گا کہ تم کیا کہنا چاہ رہی ہو' لیکن تم بس میری عزت کا پاس رکھنا' بولو میرا مان رکھو گی ناں تم؟" سکندر صاحب نے جلد بازی میں کہا اور بالآخر اس نے بمشکل تھوک نگلتے ہوئے ہاں کر دی' سر جھکا دیا اور خاموش ہو گئی' اپنی بات کے حق میں اجیہ کی طرف سے اقرار کے انداز میں ہلتی گردن نے سکندر صاحب کی گردن کو ایک بار پھر اونچا کر دیا تھا' اور اس سے پہلے کہ کوئی اندر داخل ہوتا وہ خود عجلت میں کمرے سے باہر نکل گئے' کوئی تشکر کا اظہار کیے بغیر' کسی بھی قسم کی دعا دینے کی رسم نبھائے بغیر۔

☆......☆......☆

بدل گئی ہے یہ زندگی اب بھی نظارے بدل گئے ہیں
کہیں پہ موجیں بدل گئیں' کہیں کنارے بدل گئے ہیں
بدل گیا ہے اب اس کا لہجہ اب اس کی آنکھیں بدل گئی ہیں
وہ چاند چہرہ ہے اب بھی ویسا' میرے ستارے بدل گئے ہیں
ملا ہوں تم سے تو یوں لگا ہے کہ جیسے دونوں ہی اجنبی ہوں
کبھی جو مجھ کو عزیز تر تھے وہ طور سارے بدل گئے ہیں
کہیں پہ بدلا ہے کہنے والا' کہیں پہ سامع بدل گیا ہے
کہیں پہ آنکھیں بدل گئی ہیں کہیں نظارے بدل گئے ہیں
میں اس لیے بھی تو سر جھکا کر تمہاری نگری سے چل پڑا ہوں
تھا ناز جن پر کبھی مجھے بھی وہ سب سہارے بدل گئے ہیں

حنین بڑی خاموشی اور بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے ان سب کے درمیان سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی اور آئی بھی اس طرح کہ کسی نے اس کے وہاں سے اٹھنے کو شاید محسوس بھی نہ کیا ہو' آہستہ قدموں سے چلتی وہ سکندر صاحب کے کمرے کے عین سامنے سے گزر کر اپنے کمرے تک پہنچنے سے پہلے لحہ بھر کو اس نے سوچا ضرور کہ وہ ان کے کمرے میں جائے اور کم از کم دیکھے کہ اجیہ اور سکندر صاحب کے درمیان کیا بات ہو رہی ہے لیکن اس کا دل اس وقت کسی بات پر راضی نہ ہوا وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس وقت وہ کسی سے بھی کوئی بھی بات کرے۔ بیٹھے بٹھائے لحہ بھر میں جیسے زندگی کے سب معانی و مفہوم بدل کر رہ گئے تھے۔

ابھی صبح تک وہ کتنی خوش ہو رہی تھی ہوا میں اڑتے پھرتے ہوئے خوشبو اور رنگوں کے برابر خود کو بھی سمجھا تھا۔ اسے لگا تھا کہ بس اب ساری دنیا اس کی ہے جسے دل نے چاہا اسے پا لیا تو پھر اب اور کس چیز کی خواہش کی جائے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اتنی کم عمری میں اس کی زندگی مکمل ہو گئی ہے۔

"منگنی کے بعد کھانا کھانے سے فارغ ہو کر وہ غزنی کو اپنی ڈائری دکھائے گی اور اسے بتائے گی کہ یہ دیکھو وہ کب

سے اس کی محبت کا دم بھرتی ہے اور اس کا نام اپنے نام کے ساتھ لکھا دیکھنا اس کی زندگی کی کتنی بڑی خواہش تھی جو آج پوری ہوئی ہے پھر شاید وہ اس کی محبت کی اس دیوانگی پر ہنسے گا' یا شاید اس کی محبت سے متاثر ہوگا کہ یہ پاگل سی لڑکی جانے کب سے اس کے ساتھ محبت کر رہی ہے اور پھر حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کم از کم یہ ضرور سوچے گا کہ آخر مجھے اس کی محبت کا پتہ کیوں نہ چلا اور یقیناً وہ اس کی محبت اور جذبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔" یہ سب آج دوپہر کو ہی سوچا تو ضرور تھا لیکن ایسا ہوا نہیں اور جو ہوا تھا وہ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

"اجیہ ایک مضبوط لڑکی ہے' سب کے سامنے بات کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے اور یوں ہی خوامخواہ زبردستی کا کوئی بھی رشتہ قبول کرنے والی تو وہ ہرگز نہیں ہے ہوسکتا ہے وہ بابا جانی کو ابھی کمرے میں انکار کردے اور کہہ دے کہ وہ غزنی کے ساتھ شادی نہیں کرے گی کیونکہ حنین اس کو بہت چاہتی ہے...... اور ہاں اسے انکار ہی کرنا چاہیے کیونکہ بابا جانی کی کوئی بھی بات ماننے کا اسے بھلا کیا فائدہ...... بابا جانی نے بھی تو کبھی اس کی کوئی بات نہیں مانی' کبھی اس کے احساسات کا خیال نہیں رکھا' اسے بیٹی نہیں سمجھا...... باپ کا پیار نہیں دیا' اسے کسی بھی صورت ان کی بات نہیں ماننا چاہیے' کیونکہ اس وقت اس کے پاس موقع ہے کہ وہ بابا جانی سے اپنے ساتھ کی گئی تمام زیادتیوں کا حساب چکتا کرے...... بلکہ بابا جانی کو تو چاہیے بھی نہیں کہ اسے یہ رشتہ قائم رکھنے پر اصرار کریں' ایسے میں جبکہ انہیں بھی شاید امی کے ذریعے اس بات کا اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا کہ غزنی کو میں پسند کرتی ہوں۔" آئینے کے سامنے کھڑی حنین خود کو غور سے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں یہ سب اور اس جیسی کئی باتیں سوچ رہی تھی اور اسے یقین تھا کہ اجیہ جیسی لڑکی کبھی بھی اور کسی بھی صورت چپ چاپ عام مشرقی لڑکیوں کی طرح زبردستی اور اتفاق سے قائم کردہ اس رشتے پر سر نہیں جھکائے گی۔

"یا اللہ کریم...... اجیہ کبھی بھی اس رشتے کے لیے راضی نہ ہو' اسے ہمت دے کہ سب کے سامنے کہہ سکے کہ وہ اس رشتے سے ہرگز خوش نہیں ہے اور یہ بھی کہ یہ رشتہ تو حنین اور غزنی کا ہونا چاہیے...... یارب غزنی میری محبت ہے میں نے بچپن سے ہی سوتے جاگتے ہوئے صرف اور صرف اسے سوچا اور اسے ہی چاہا ہے تو کچھ ایسا معجزہ کردے کہ غزنی میرا ہوجائے۔" آنکھیں بند کرکے اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے اور دل ہی دل میں شدت سے دعا کر رہی تھی جب تائی امی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"تم یہاں ہو' ادھر کوئی رونق ہی نہیں ہے تمہارے بغیر...... نہ اجیہ...... نہ سکندر بھائی اور نہ تم۔"

"بس تائی امی میں ابھی وہیں آنے والی تھی۔" ان کی آواز پر اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں اور انہیں دیکھ کر چونک گئی۔

"جاؤ اور اجیہ اور سکندر بھائی کو ان کے کمرے سے نکال کر باہر لاؤنج میں لاؤ۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے اپنے ساتھ لے آئی تھیں' اسی دوران سکندر صاحب بھی اپنے کمرے سے باہر آئے۔

"بھئی تم لوگوں نے خوب سسپنس ڈال رکھا ہے' سکندر ہم سب ادھر بیٹھے ہیں اور تم ہماری بیٹی کو لے کر اندر چلے گئے جو بات بھی اجیہ کے دل میں ہے اور وہ شیئر کرنا چاہتی ہے تو اسے روکو مت بلکہ بات کرنے دو۔" ابا نے سکندر صاحب کو باہر دیکھ کر فوراً کہا۔

"ارے نہیں بھائی صاحب بھلا سسپنس کیسا اور بات بھی کوئی ایسی خاص نہیں۔" سکندر صاحب کا لہجہ اس قدر مطمئن تھا کہ امی چونکیں' حنین نے بھی مکمل توجہ ان کی طرف مبذول کی اسے امید تھی کہ اجیہ کے انکار کے بعد اب صورت حال پیچیدہ ہونے والی ہے۔

"بس آپ کو تو پتہ ہے ناں کہ بچیاں ایسے معاملات میں کچھ زیادہ ہی حساس ہوجاتی ہیں' بس اجیہ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔"

"کیا مطلب؟" غزنی نے پوچھا' کیونکہ اس سارے

معاملے میں وہ خود الجھن کا شکار ہو رہا تھا۔

"غزنی بیٹے' پریشانی کی کوئی بات نہیں وہ دراصل اجیہ سب کے سامنے یہ بات واضح کرنا چاہتی تھی کہ منگنی کے بعد فوری طور پر شادی کے لیے زور نہ دیا جائے' وہ پہلے اپنی یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنا چاہتی ہے اور ایسے میں اگر درمیان میں ہی کہیں شادی کی بات چھیڑ دی گئی تو وہ اپنی تعلیم کی طرف یکسوئی نہیں رکھ پائے گی۔" سکندر صاحب کی بات پر غزنی سمیت اماں اور ابا بھی کھلکھلا کر ہنسنے لگے تھے۔

"یعنی کہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا۔" اماں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی سکندر یقین کرو...... میرا تو اس وقت سے دل ہول رہا تھا کہ خیر ہو اللہ جانے اتنی سخت سنجیدہ قسم کی تمہید کے بعد اب اجیہ کیا کہنے والی ہے۔" ابا نے بھی پُرمسرت لہجے میں کہا۔

غزنی نے بھی سکندر صاحب کی بات پر دل ہی دل میں شکر ادا کیا تھا کیونکہ تب سے لے کر اب تک اس کے ذہن میں ہر طرح کا الٹا خیال آچکا تھا اور وہ ہرگز سمجھ نہیں سکا تھا کہ آخر اجیہ اتنی سیریس ہو کر کس بات کے لیے سب کو ذہنی طور پر تیار کرنا چاہ رہی ہے۔

البتہ امی جانتی تھیں کہ سکندر صاحب کی اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے وہ اجیہ کو بہت اچھی طرح جانتی تھیں' یہ الفاظ اس کے ہو ہی نہیں سکتے تھے اور اس تمام معاملے میں بنیادی کردار خود سکندر صاحب کا تھا۔ کیونکہ اجیہ جانتی تھی کہ غزنی حنین کی پسند ہے اور امی جانتی تھیں کہ اجیہ غزنی کو بالکل پسند نہیں کرتی اور اس حوالے سے تو بھی بھی نہیں اور صورت حال بھی ایسی کہ جب وہ جانتی ہو کہ حنین کا غزنی کے ساتھ دلی لگاؤ ہے۔ البتہ اس سارے معاملے میں حنین کو اجیہ پر بے حد غصہ آیا تھا۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اجیہ یوں خوشی خوشی اس کی ساری خوشیاں چھین کر اپنی گود میں ڈال لے جائے گی۔ اب اسے یاد آیا تھا کہ دوپہر کو اسکول سے واپسی پر اجیہ کا جو موڈ آف ہوا تھا تو اس کی وجہ کیا تھی...... اور وجہ بھی شاید وہی تھی کہ اسے پہلے اپنے لیے کوئی رشتہ نہ آنے کا جو افسوس تھا تو وہ اب غزنی کی طرف سے انگوٹھی پہنا دینے پر ختم ہو گیا' امی کی تھکان کا بہانہ بنا کر اور اس کی آڑ میں جو باتیں اس نے حنین کو سنائیں تھیں تو بنیاد یہی تھی کہ اسے اس وقت حنین سے حسد محسوس ہو رہا تھا۔ حنین کے دل و دماغ میں اس وقت اجیہ کے لیے انتہائی غصہ موجود تھا۔

اپنی دیرینہ محبت چھین جانے کا غم تو جو تھا سو تھا لیکن اجیہ کے چہرے سے خلوص کا نقاب ہٹنے کے بعد جو اس کی خود غرضی سامنے آئی تھی اس نے حنین کو جیسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔

"نہیں بھائی صاحب...... اجیہ نے کیا کہنا ہے بھلا...... آپ تو بس خوامخواہ ہی پریشان ہوئے اور پھر یہ تو آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ آج کل کا زمانہ وہ زبردستی کا دور نہیں ہے جہاں والدین اپنی اولاد کی مرضی کے برعکس ان کی شادیاں کردیا کرتے تھے...... اب تو شادی بیاہ کے معاملات میں سب سے پہلے اولاد کی مرضی معلوم کی جاتی ہے اور پھر بعد میں رشتہ بھیجا یا قبول کیا جاتا ہے۔" سکندر صاحب بڑے بااعتماد انداز میں مسکرائے۔

حنین نے غزنی کو دیکھا جو اب انتہائی پُرسکون انداز میں اپنے موبائل پر ابا کی بنائی گئی تصویریں دیکھتے ہوئے زیرلب مسکرا رہا تھا۔ حنین نے دیکھا کہ صوفے پر وہ بھی اس وقت غزنی کے ساتھ تو موجود تھی لیکن تصاویر میں صرف غزنی اور اجیہ ہی دکھائی دے رہے تھے۔ اجیہ کو تصویروں میں اپنے ساتھ دیکھ کر دھیمی سی مسکراہٹ کو چھپاتا غزنی' حنین کے سامنے تھا لیکن رشتہ بدل چکا تھا اور وہ اب اس کا نہیں بن سکتا تھا' یہ احساس اس قدر تکلیف دہ تھا کہ حنین کا دل چاہا سب کے درمیان بیٹھ کر گلا پھاڑ پھاڑ کر روئے...... ضدی بچوں کی طرح ایڑیاں رگڑے اور بتائے کہ وہ غزنی کسی کو نہیں دے گی چاہے وہ کوئی بھی ہو لیکن وہ کسی قیمت پر بھی غزنی کی محبت سے دستبردار ہونے والی نہیں ہے۔

لیکن وہ بچپن ہوتا ہے جب ذرا سی چیز نہ ملنے پر انسان

معروف مصنف و کالم نگار مشتاق احمد قریشی کے قلم سے ایک اور شاہکار
پیہم خیال
مشتاق احمد قریشی
شائع ہو گئی ہے

رو لیتا ہے آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے اور ہر صورت اسے حاصل کرنے کا عزم کرتا ہے...... عمر کے اس دور میں کتنی ہی بڑی چیز کھو جائے یا کیسا ہی قریبی رشتہ بدل جائے نہ تو زور دشور سے رویا جاتا ہے اور نہ ہی آسمان سر پر اٹھا کر دنیا والوں کو اپنا دکھ بتایا جاتا ہے۔

امی نے سب کو خوشگوار موڈ میں دیکھا تو ایک نظر حنین پر بھی ڈالی جس کے چہرے سے ہی اس کے اندر برپا طوفان کی خبر مل رہی تھی۔ لیکن وہ بے بس تھیں، جانتی تھیں کہ اپنی اپنی جگہ ان کی دونوں بیٹیاں اس وقت کرب سے گزر رہی ہیں لیکن وہ ان کے لیے کچھ نہیں کرسکتی تھیں، سکندر صاحب نے کھانا لگانے کا اشارہ کیا تو وہ خود ہی اٹھ کر کھانا لگانے چل دیں۔

......☆......

خوشبو کی پوشاک پہن کر
کون گلی میں آیا ہے......
کیسا یہ پیغام رساں ہے
کیا کیا باتیں لایا ہے
کھڑکی کھول کے باہر دیکھو
موسم میرے دل کی باتیں
تم سے کہنے آیا ہے......

"اربش تم نے انہیں اپنے آنے کی اطلاع تو دے رکھی ہے ناں پہلے سے؟" ممی نے اچانک سے خیال آنے پر پوچھا۔

"نہیں ممی، یہ ایک سرپرائز وزٹ ہے۔ خود آپ کی ہونے والی بہو کو بھی نہیں معلوم کہ ہم آج ان کے گھر آرہے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"لیکن یہ تو بہت غلط بات ہے کسی کو اطلاع دیے بغیر ان کے گھر چلے جانا۔"

"ہاں اربش...... اب تو میرا خیال ہے تم انہیں فون کرلو تو بہتر ہوگا۔" بوا نے بھی ممی کی حمایت کی تو اربش تو ویسے بھی ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرتا تھا تو اب جبکہ وہ کہہ رہی تھیں تو اس نے فون نکال کر اجیہ کا نمبر ملایا ہی تھا کہ ممی کے موبائل پر بھی فون آگیا۔

"کیا...... یہ کب ہوا؟ اور آپ...... آپ مجھے اب بتارہی ہیں، اس وقت؟" وہ کسی سے بہت پریشانی میں بات کررہی تھیں۔ اربش نے گاڑی کی رفتار دھیمی کرکے ان کی بات پر دھیان دیا اور خود اپنا فون ریسیو نہ ہونے کی بنا پر بند کردیا۔

"آپ کو پتہ بھی ہے کہ اس سے اسکول کی ریپوٹیشن پر کتنا فرق پڑے گا اور پھر آج کل تو میڈیا کا دور ہے اگر کسی چینل کے رپورٹر کو پتہ چل گیا تو رائی کا پہاڑ بن جائے گا...... اتنی لاپروا اور غیر ذمہ دار ہوں گی آپ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔" اربش اب اجیہ کے گھر کی گلی کے باہر گاڑی روک چکا تھا۔ ممی کا انداز اور ان کے چہرے پر اڑتی ہوائیاں بتارہی تھیں کہ کوئی بہت بڑی پرابلم ہوگئی ہے ورنہ وہ تو معمولی بات پر گھبرانے والوں میں سے ہرگز نہیں تھیں۔

"زیادہ باتیں مت کریں اور مجھے صرف یہ بتائیں کہ آپ لوگ اس وقت کہاں ہیں......؟ اوکے آپ انہیں میرے آنے تک نرم لہجے اور مناسب الفاظ میں سمجھایئے تب تک میں بھی آرہی ہوں۔" ممی نے فون بند کیا اور گہری سانس لے کر پہلے اربش کو دیکھا اور پھر بوا کی طرف مڑیں۔

"ممی کیا ہوا ہے سب خیر تو ہے ناں؟" اربش ان کا ردعمل دیکھ کر پریشان ہوگیا تھا۔

"دو فقتھ کلاس کا ایک بچہ ابھی تک اپنے گھر نہیں پہنچا۔" ممی نے اربش اور بوا کو دیکھ کر متفکرانہ انداز میں بتایا۔

"گھر نہیں پہنچا تو گیا کہاں؟" بوا ان سے بڑھ کر بوکھلا گئی تھیں۔

"پتہ نہیں بوا کہاں گیا اور کس کے ساتھ گیا؟ میں تو سب بچوں کے گھر چلے جانے کے بعد اسکول سے نکلتی ہوں لیکن آج یہ ذمے داری وائس پرنسپل کو تو سونپی لیکن......"

''لیکن کیا......؟''

''اس کے اپنے بچے کی طبیعت خراب ہوگئی تھی وہ اسے لے کر ڈاکٹر کے پاس چلی گئی اور بعد میں دیر سے جانے والے بچوں میں سے ایک بچہ اب تک گھر نہیں پہنچا۔''

''تو اس کے گاڑی والے سے پوچھنا چاہیے تھا ناں ممی۔''

''گاڑی والا جب لینے آیا تو وہ اسکول میں نہیں تھا۔ اب اس کے گھر والے شاہانہ کے ساتھ اسکول میں موجود ہیں اور پولیس کو رپورٹ لکھوانا چاہتے ہیں۔'' وہ تینوں ہی اس وقت سخت پریشانی میں تھے کہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ہنسی خوشی مذاق کرتے ہوئے وہ تو اجیہ کے گھر جانے والے تھے کہ اب یہ اچانک......!

''ہر کام میں اللہ کی مصلحت ہوتی ہے بیٹا۔'' بوا نے کہا تو اربش نے انہیں مڑ کر دیکھا۔

''کیا مطلب بوا؟''

''مطلب یہ کہ تم نے انہیں اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی تھی تو اس میں بھی اللہ کی طرف سے بہتری ہی تھی ناں کہ اگر ہم انہیں فون کرنے کے بعد ان کے گھر نہ جاتے تو وہ بات کتنی بری لگتی۔ اب تو انہیں معلوم بھی نہیں ہوگا کہ ہم ان کی گلی کے باہر اس وقت اپنی گاڑی میں موجود ہیں۔''

''ہمم......'' اربش نے گہری سانس لی۔ ساری منصوبہ بندی دھری کی دھری رہ گئی تھی۔

''آئی ایم سو سوری اربش بیٹا...... لیکن ایسی صورت حال میں ان کے گھر جانا کسی طور بھی مناسب معلوم نہیں ہو رہا مجھے۔'' ممی نے اربش کو کسی گہری سوچ میں گم دیکھا تو شرمندہ ہوئیں۔

''نہ تو وہاں جا کر یکسوئی سے کوئی بات ہو پائے گی اور نہ ملاقات...... اور پھر وہ بچے والا معاملہ مزید الجھ گیا تو ہمارے اسکول کے لیے بہت پرابلم ہو جائے گی۔''

''ارے نہیں ممی...... آپ نے یہ کیسے سوچا کہ آپ کی کسی بھی مشکل یا پریشانی پر میں اپنی خوشی کو ترجیح دوں گا۔'' وہ شرمندہ ہوا کہ اس کے یوں سوچ میں پڑنے پر ممی ایسا سمجھیں۔

''آپ ہیں تو میں ہوں اور آپ کی خوشی اور سکون کے لیے تو میں کچھ بھی قربان کرسکتا ہوں۔'' اس نے گاڑی ریورس گیئر میں ڈال کر گلی سے باہر نکالی اور پھر واپسی کی سڑک پر ڈال دی۔

''اور ویسے بھی اگر آج نہیں جا سکے تو کیا ہوا، ہم کل ان کے گھر آجائیں گے، کل نہ آئے تو پرسوں سہی۔''

''جیتے رہو میرے بچے خوش رہو اور ہمیشہ اپنی ماں کی خوشیوں کا اسی طرح خیال رکھو۔'' بوا نے اس کی باتوں کو سراہتے ہوئے بے اختیار دعا دے ڈالی تھی۔

☆......☆......☆

اربش بوا اور ممی اسکول پہنچے تو رات ہو چکی تھی، چوکیدار کے ساتھ ساتھ ایڈمنسٹریشن کے دو لوگ اور مس شاہانہ بھی موجود تھیں اور بچے کے والدین کے سامنے اپنا نقطہ نظر سمجھانے میں مصروف تھے کہ غلطی ان کی نہیں ہے۔

''آپ کی غلطی کیسے نہیں ہے؟ بچہ اسکول سے لاپتہ ہوا ہے اور اسکول کے گیٹ کے اندر آنے کے بعد سے ہر بچہ آپ کی ذمہ داری ہوتا ہے، اس وقت تک جب تک کہ کوئی اسے آ کر لے نہ جائے اور پھر جب ڈرائیور کے آنے کے بعد بچہ اسکول میں تھا ہی نہیں تو آپ کی انتظامی غفلت کے باعث ہی وہ کہیں گم ہوا کہ نہیں۔''

''السلام علیکم!'' ممی نے آفس میں داخل ہو کر سلام کیا اور سامنے موجود لڑکی سے مخاطب ہوئیں۔

''آپ سفیان کی والدہ ہیں؟''

''جی نہیں میں شرمین ہوں...... سفیان کی پھپھو اور یہ ان کی مما ہیں۔'' شرمین نے اپنا تعارف کروانے کے ساتھ اپنی بھائی کا بھی بتایا، بوا اور اربش آفس میں موجود دیوار کے ساتھ رکھے صوفوں پر بیٹھ گئے تھے۔

''اور سفیان کے پاپا اس وقت پولیس اسٹیشن جا چکے ہیں تاکہ سفیان کی گمشدگی کی رپورٹ کروائی جائے۔''

''مس شاہانہ آپ کے پاس کس وقت آئے تھے یہ

لوگ؟" ممی نے وائس پرنسپل کو مخاطب کیا۔

"میڈم اب سے ایک گھنٹہ پہلے ہی ان کے گھر سے کوئی فرد اسکول آیا تھا اور چوکیدار سے سفیان کا پوچھا' اسکول میں اور تو کوئی تھا ہی نہیں' چوکیدار نے بتایا کہ سب بچے تو دوپہر کو ہی اپنے گھر چلے جاتے ہیں' اس وقت جب کہ رات ہونے کے قریب ہے تو کسی بھی بچے کے بارے میں اسکول سے پوچھنے کا بھلا کیا مقصد...... چوکیدار کہہ رہا تھا کہ بس اتنی بات کرنے پر وہ بندہ چیخنے چلانے لگا اور بدتمیزی کی' جس پر اس نے پہلے عبدالرحیم صاحب اور عدنان بھائی کو فون کیا اور پھر انہوں نے ہی مجھے فون پر اطلاع دی' جس پر میں فوراً اسکول پہنچی اور سارا معاملہ جاننے کے فوراً بعد آپ کو کال کی۔" مس شاہانہ نے مکمل تفصیل کے ساتھ تمام تر معاملے سے آگاہ کیا۔

"دیکھیے آپ لوگ خوامخواہ غصے میں ہیں اور اسکول کو موردِالزام ٹھہرا رہی ہیں۔ اسکول کا آف ٹائم ایک بجے ہے تب سے لے کر اب شام کے چھ سات بجے آپ کو خیال آیا کہ آپ کا بچہ گھر نہیں پہنچا اور آپ چوکیدار اور اسکول انتظامیہ کے سر پر سارا قصور ڈالنے کی کوشش کرنے لگیں جو کہ کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے۔" ممی جو پہلے اپنے اسٹاف کی غلطی سمجھ کر غصے میں تھیں اب سارا معاملہ مکمل طور پر سمجھ میں آنے کے بعد شرمین سے مخاطب ہوئیں۔

"سفیان ہمارے اسکول کا طالب علم ہے اور اس کی خیریت خود ہماری بھی اولین خواہش ہے مگر اس معاملے میں اسکول کا نام اچھالنے کی لاشعوری غلطی نہ کیجیے۔"

"واہ...... میڈم واہ...... آپ تو یوں مطمئن ہو کر کہہ رہی ہیں جیسے بچہ نہیں بلکہ آپ کا کوئی پین اِدھر اُدھر ہو گیا ہے اور مل نہیں پا رہا...... کسی دوسرے کی اولاد کا دکھ آپ کو کیوں محسوس ہوگا' میں دیکھوں اگر آپ کا اپنا بیٹا کوئی لے جائے اور آپ کو کئی گھنٹوں تک بھی اس کی کوئی خیر خبر نہ ملے تو آپ کا کیا حال ہو۔" شرمین کی بات پر ممی نے تڑپ کر اس کے عقب میں صوفے پر بیٹھے اربش کو دیکھا' اس کی اس بے سروپا بات پر بوا نے بھی پہلو بدلا لیکن چونکہ معاملہ اسکول کا تھا اس لیے وہ کچھ بھی بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھیں۔

"یہ آپ کی غلط فہمی ہے...... کیونکہ اسکول کا ہر طالب علم ہی میرے لیے میرے بچے جیسی اہمیت رکھتا ہے۔" ممی کی تحمل مزاجی قابلِ رشک تھی۔ انہوں نے اسی طرح سکون سے جواب دیا کہ جیسے اس نے کوئی غلط بات کی ہی نہ ہو۔ اسی وقت شرمین کا موبائل بجا اور سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہیلو...... جی بھائی سفیان کا کچھ پتہ چلا......؟"

"رپورٹ تو درج ہو گئی ہے ناں......؟"

"پتہ نہیں' میرا تو آج جاب کا فرسٹ ڈے تھا' میں وہیں پر تھی' گھر آتے ہی بھابی نے بتایا تو ان کے ساتھ یہاں اسکول آ گئی۔"

"اچھا ایک منٹ...... میں پوچھتی ہوں۔"

"بھابی آپ نے سفیان کے دوستوں کے گھر فون کر کے پوچھ لیا تھا ناں؟" شرمین نے فون ہولڈ کروا کر بھابی کی طرف گردن موڑی۔

"سارے دوستوں کے تو نمبر میرے پاس ہیں ہی نہیں' جن کی مدرز کا نمبر تھا بس ان سے ہی پوچھا ہے' وہاں نہیں ہے وہ۔" بھابی نے آنسو صاف کرتے ہوئے بتایا اور یہی بات شرمین نے فون پر بھائی کو بتا دی۔

"جی...... ہم ابھی اسکول میں ہی ہیں اور پرنسپل بھی یہیں موجود ہیں۔"

"چلیں ٹھیک ہے' میں انہیں کہتی ہوں۔ پھر جو صورت حال بنی آپ کو بتاؤں گی' پلیز آپ فکر نہ کریں۔" شرمین نے فون بند کر کے پرس میں ڈالا اور بولی۔

"میڈم بھائی کو پولیس اسٹیشن والوں نے یہ مشورہ دیا ہے کہ اسکول انتظامیہ سے رابطہ کر کے سفیان کی کلاس کے تمام بچوں کے نمبر لیے جائیں اور ان کے گھر فون کر کے معلوم کیا جائے کہ کہیں سفیان وہاں تو نہیں...... اب تک انہوں نے بھی اپنی کارروائی شروع کر دی ہے۔"

"شیور وائے ناٹ......" ممی نے کہا اور پھر عبدالرحیم

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رٰجِعُون

ہمارے پیارے والد ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا 75 برس کی عمر میں بروز بدھ مورخہ 9 نومبر 2016ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ تمام قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ڈاکٹر صاحب (مرحوم) 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ ''ماہنامہ آنچل'' کے معروف سلسلے ''آپ کی صحت'' کے ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ جس سے یقیناً عوام الناس کی ایک بڑی تعداد نے استفادہ حاصل کیا۔

ان خدمات کے علاوہ ڈاکٹر صاحب (مرحوم) نے مردوں اور خواتین کے بالوں کے مسائل کے حل کیلئے بھی 2 دوائیں Aphrodite Hair Inhibitor غیر ضروری بالوں کے خاتمے کیلئے جبکہ Aphrodite Hair Grower سر کے بالوں کے مسائل، خاص کر گنج پن کے حل کیلئے متعارف کرائیں جو کہ بہت کامیابی کے ساتھ بالوں کے مسائل کے حل کیلئے استعمال کی جارہی ہیں۔

ہم اپنے والد مرحوم کے شروع کئے گئے کاموں کو جاری رکھنے کا عزم رکھتے ہیں۔ ہماری پوری کوشش ہوگی کہ مستند ہومیو ڈاکٹر کی مدد سے کلینک پر علاج کی سہولیات، Aphrodite Hair Inhibitor اور Aphrodite Hair Grower کی فراہمی کو یقینی بنائیں۔

دعاؤں کے طالب

محمد عاصم مرزا

محمد آصف مرزا

محمد عامر مرزا

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دکان نمبر C-5، کے ڈی اے فلیٹس فیز 4،

شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14، نارتھ کراچی۔ 75850

فون نمبر 021-36997059

صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے۔

صاحب کو ففتھ کلاس میں زیر تعلیم تمام بچوں کے فون نمبرز نکالنے اور انہیں فون کرنے کا کہا۔

"غلطی میری ہی ہے...... دراصل میں گھر پر نہیں تھی' آج شرمین بھی جاب پر چلی گئی اور میرے ذہن میں نہیں رہا کہ گھر پر کوئی نہیں ہے اور خیال یہی تھا کہ شرمین گھر پر ہے تو سفیان کے آنے پر گھر بند نہیں ملے گا' لیکن جب شام کو میں واپس آئی تو دیکھا کہ شرمین گھر کو لاک لگا کر کہیں گئی ہوئی ہے' اپنی چابی سے گھر کھولا اور پھر عدنان کو فون کر کے بتایا' اتنے میں شرمین بھی آ گئی اور عدنان پولیس اسٹیشن کی طرف بھاگے جبکہ ہم دونوں یہاں اسکول آ گئیں۔" شرمین کی بھابی نے پوری تفصیل بتائی۔

"لیکن سوال تو پھر وہی ہے ناں میڈم کہ بچہ اسکول سے گیا کہاں' جبکہ گاڑی والا تو اسے لینے ہی دیر سے پہنچا۔" شرمین کی سوئی اب تک وہیں اٹکی ہوئی تھی اور ایسا لگتا تھا کہ بس ہر صورت وہ اسکول ہی کی انتظامیہ کو موردِ الزام ٹھہرانا چاہتی ہے۔

"آپ کو یقین ہے کہ گاڑی والا سچ کہہ رہا ہے؟ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس نے بچے کو گھر کے سامنے ہی اتارا ہو' بچہ گھر لاک ہونے کی وجہ سے کہیں اور چلا گیا ہو اور گاڑی والا صرف اپنی جان چھڑانے اور پولیس تک بات جا پہنچنے کی وجہ سے جھوٹ کا سہارا لے رہا ہو۔" اس مرتبہ اربش بولا تو شرمین نے مکمل رخ موڑ کر اپنے پیچھے موجود صوفے پر بیٹھے اربش کو دیکھا۔ صاف رنگت پر بلیو جینز اور سفید بے داغ شرٹ پہنے وہ پریشانی کے اس گنجلک اور انتہائی پیچیدہ ماحول میں سکون کے لمحے کی مانند دکھائی دے رہا تھا' شرمین نے اسے دیکھا تو جیسے لمحے بھر کے لیے سفیان کی پریشانی اس کے ذہن سے نکل گئی۔

کچھ لوگوں کی بات چیت' ان کا اخلاق یا ان کا کردار مخفی بھی رکھا جائے تو بھی ان کی شخصیت دیکھنے والے کو جکڑ لیتی ہے' بس دیکھنے سے ہی یہ اندازہ قائم کرلیا جاتا ہے کہ وہ انتہائی سلجھی ہوئی شخصیت کے مالک ہوں گے اور یہی خیالات اربش کے بارے میں شرمین کے ذہن میں اترے تھے اور باوجود اس کے کہ اربش نے بالواسطہ طور پر انہیں ہی موردِ الزام ٹھہرایا تھا لیکن پھر بھی شرمین کو اس کا یہ سب کہنا برا نہیں لگا تھا۔

"بالکل...... آپ کی بات ٹھیک ہے' ہوسکتا ہے ایسا ہی ہو' شاید جلدی میں یا پھر یوں کہیں کہ پریشانی میں ہم اس طرف سوچ ہی نہیں پائے' بس فوراً ذہن میں دو ہی خیال آئے ایک پولیس اسٹیشن اور دوسرا اس کا اسکول۔" شرمین کے لہجے کا انداز بدل گیا تھا' اس سے پہلے مس شاہانہ اور پھر ممی سے بات کرتے ہوئے وہ جس جارحانہ انداز میں سامنے آئی تھی اب اس سے بالکل مختلف طریقے سے اربش کے ساتھ بات کر رہی تھی۔ اس کی بات سنتے ہوئے تو رخ موڑا ہی تھا لیکن اب اس سے بات کرتے ہوئے اپنی کرسی ہی اٹھا کر اس انداز میں رکھی کہ اب وہ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہی اربش' ممی اور بوا سمیت سب کو دیکھ سکتی تھی۔

"شاید ہماری غلطی ہے کہ ہمیں پہلے سفیان کے دوستوں سے معلوم کرنا چاہیے تھا' لیکن چونکہ ہمارے پاس اس کے سب دوستوں کے نمبر نہیں اس لیے ہم شیور نہیں کہ پتہ نہیں اس وقت وہ کہاں ہے۔" اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ اربش کی موجودگی میں اس نے اتنی اونچی آواز میں بات کی اس لیے اب اپنی آواز کو دھیما اور لہجے کو حتی الامکان نرم رکھتے ہوئے آدھا قصور اپنے سر لیا' تب تک عبدالرحیم صاحب مختلف بچوں کے گھر فون کر کے سفیان کی موجودگی کے بارے میں دریافت کر رہے تھے۔

شرمین کی بھابی اب تک آنسوؤں سے مگر بے آواز رو رہی تھیں اور انہیں دیکھ دیکھ کر ممی تو پریشان تھیں ہی لیکن بوا کے بھی دل کو کچھ ہو رہا تھا۔ اس لیے پہلے تو کچھ دیر برداشت کر کے بیٹھی رہیں لیکن جب بس نہ چلا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر بھابی کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئیں اور انہیں گلے سے لگا لیا۔

"اللہ سے دعا مانگو...... رونے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ یہ دعا کرو کہ سفیان جہاں کہیں ہو ساتھ خیریت کے

ہو اور جلد ہی تم سے آن ملے۔" بوا نے انہیں دلاسا دیا تو وہ بھی اپنے آنسو صاف کرنے لگیں لیکن آخر ماں تھیں بہتے ہوئے آنسوؤں کو نہ روک پائیں۔

"کیا آپ بھی اسکول کے اسٹاف میں شامل ہیں؟" شرمین اربش کے بارے میں جاننا چاہتی تھی لیکن تعارف کا آغاز اس نے بوا سے کیا تھا کہ براہ راست اربش کا پوچھنا شاید کچھ معیوب لگتا۔

"ارے نہیں بیٹا...... میں تو میڈم صاحبہ کی بوا ہوں ان کے گھر میں ہی ہوتی ہوں اور یہ اربش ہے ان کا بیٹا...... دراصل ہم لوگ کہیں جا رہے تھے جب شاہانہ بیٹا نے فون کیا تو بس پھر راستے سے ہی پلٹ آئے۔"

"معذرت چاہتی ہوں کہ ہماری وجہ سے آپ بھی پریشان ہوئے' لیکن بات ہی ایسی ہے کہ کیا کریں۔" شرمین بدستور معذرت خواہانہ انداز اپنائے ہوئے تھی اور اربش کے بارے میں جان لینے کے بعد اب مزید خوش اخلاقی ظاہر کر رہی تھی۔ اسی دوران عبدالرحیم صاحب جو کہ آفس میں ہی موجود کمپیوٹر سے سفیان کے تمام کلاس فیلوز کے نمبرز حاصل کرنے کے بعد وہیں بیٹھے بیٹھے ہی سب کو فون کر رہے تھے اچانک خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولے۔

"کیا واقعی؟" سب کا دھیان ان کی طرف ہو گیا تھا۔

"شکر الحمدللہ۔ کیا آپ میری سفیان سے بات کروا سکتی ہیں؟" اور سفیان کی آواز سنتے ہی عبدالرحیم صاحب نے فون شرمین کی بھابی کو پکڑا دیا۔

وہ سفیان کی آواز سن کر بات تو خیر کیا کرتیں' اب تک وہ گھٹ گھٹ کر رو رہی تھیں تو ایک دم شدت جذبات پر قابو نہ رکھتے ہوئے خوشی کے اظہار کے طور پر آواز سے رونے لگیں۔

ممی' اربش' بوا اور اسکول کے باقی موجود اسٹاف سب نے گہری سانس لے کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ ان سب کی سانس اٹکی ہوئی تھی کہ اگر سفیان نہ ملا تو اس کی گمشدگی کا تو دکھ تھا ہی لیکن پھر جو اسکول کے مسائل پیدا ہوتے وہ بھی کچھ کم نہ تھے۔

"آئی ایم سوری میڈم...... میں شرمندہ ہوں کہ ہم نے آپ کو مورد الزام ٹھہرایا اور اسکول کی ہی غلطی سمجھتے رہے...... حالانکہ ایسا نہیں تھا۔" شرمین نے کہا۔

"سفیان اپنے دوست کے گھر پر ہے یہ بات تو سمجھ میں آ گئی...... لیکن وہاں تک پہنچا کیسے؟" ممی نے پوچھا۔

"اربش آپ نے بالکل سو فیصد ٹھیک اندازہ لگایا تھا صورت حال کا۔" شرمین اربش کو دیکھ کر مسکرائی۔

"مطلب؟" اربش نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ سفیان کہہ رہا تھا گاڑی والے نے اسے گھر کے سامنے اتارا تھا' وہ گھر کی بیل بجاتا رہا لیکن جب کسی نے نہیں کھولا تو وہ خود ہی اپنے ایک دوست کے گھر چلا گیا اور اب تک وہیں پر ہے۔"

"لیکن دوست کے گھر والے بھی کتنے غیر ذمے دار نکلے کہ دوپہر سے بچہ ان کے گھر پر تھا اور انہوں نے اس کے گھر ایک فون کال تک نہیں کی کہ آ کے اپنا بچہ لے جائیں' یا کم از کم بتا ہی دیتے کہ پریشان نہ ہوں بچہ ہمارے گھر ہے۔" بوا کو سفیان کے دوست کے گھر والوں پر بھی شدید غصہ آیا تھا۔

"بوا ان بچوں کی چالاکیوں کو ہم بڑے بھی نہیں سمجھ سکتے ہو سکتا ہے دوپہر سے یہ دونوں کمرے سے ہی نہ نکلے ہوں' اور وہیں کھیل رہے ہوں...... یا ہو سکتا ہے اس کے گھر والوں کو بھی عبدالرحیم صاحب کے فون سے پتہ چلا ہو کہ سفیان ان کے بیٹے کے کمرے میں وڈیو گیم کھیل رہا ہے۔" شرمین نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خیر چلیں جو بھی ہوا...... لیکن اللہ کا شکر ہے کہ سفیان خیریت سے ہے آپ اپنے بھائی کو بھی فون کر کے بتا دیں اور اربش کیا خیال ہے اگر اسی خوشی میں ہم گاڑی میں رکھا ہوا کیک کاٹ لیں تو......" ممی نے شرمین کو اپنے بھائی کو فون کرنے کی ہدایت کرنے کے بعد اربش کو گاڑی سے کیک لانے کا کہا تو وہ مسکراتے ہوئے اٹھنے ہی لگا تھا کہ عبدالرحیم صاحب آگے بڑھے۔

”اربش بیٹا...... آپ بیٹھے رہیں میں لے آتا ہوں‘ آپ صرف چابی دے دیں۔“ اربش نے ممی کی طرف دیکھا جنہوں نے آنکھوں کے اشارے سے اوکے کیا اور اربش عبدالرحیم صاحب کو چابی دے کر وہیں بیٹھ گیا۔

یہ کیک اس نے اجیہ کے گھر لے جانے کی نیت سے لیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ اجیہ کو بتائے گا کہ کافی کیک لانے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ خود اسے بہت پسند تھا‘ لیکن دانے دانے پر یہ کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے اس لیے اجیہ اور اس کے گھر والوں کے لیے لیا گیا کیک اب شرمین اور اس کے گھر والوں میں تقسیم ہونا تھا۔ شرمین نے اپنے بھائی کو بھی سفیان کے مل جانے کی اطلاع دے دی تھی اور اس کے دوست کے گھر کا ایڈریس سمجھا کر سفیان کو اسکول میں ہی لانے کی ہدایت کی تھی۔

”میڈم...... اگر آپ کہیں تو میں سب کے لیے چائے بھی لے آؤں؟“ عبدالرحیم صاحب کیک لے کر اندر آئے تو مس شاہانہ نے پوچھا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتیں شرمین بول پڑی۔

”ویسے میری ایک اور درخواست ہے اگر آپ لوگ برا محسوس نہ کریں تو......؟“

”جی کہیے...... ایسی کیا بات ہے؟“ ممی نے استفہامیہ انداز میں کہا‘ باقی سب بھی اس کی بات مکمل سننے کے انتظار میں نظر آئے۔

”سب سے پہلی بات تو یہ کہ ہماری طرف سے معذرت قبول کیجیے کہ نہ صرف آپ کو خوامخواہ اس پریشانی میں دھکیلا بلکہ آپ کا بنا بنایا پروگرام بھی ہماری وجہ سے کینسل ہوگیا اور دوسری بات یہ کہ چائے پھر کسی دن پئیں گے‘ لیکن آج آپ ہماری طرف سے ڈنر کی دعوت قبول کریں‘ اتنی اعصاب شکن پریشانی کے بعد کچھ ریلیکس ہونے کے لیے کچھ دیر کے لیے نارمل ماحول میں مل بیٹھنا بھی ضروری ہے۔“ اس کی یوں اچانک دی گئی دعوت پر بھی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے‘ ممی نے مناسب لفظوں میں معذرت کرنا چاہی لیکن وہ بضد رہی۔

”اگر آپ نے ہماری دعوت قبول نہ کی تو مجھے لگے گا کہ شاید آپ نے ہمیں معاف نہیں کیا...... اور مجھے احساس ہے کہ میں نے آپ سے بدتمیزی سے بات کی یہ میری غلطی ہے۔“ وہ سر جھکائے ہوئے اپنے رویے پر شرمندہ نظر آ رہی تھی۔

”آپ کا جو بھی رویہ تھا وہ فطری تھا‘ اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں...... اس لیے خود کو موردالزام نہ ٹھہرایئے۔“ ممی نے اسے سمجھایا اور ایک بار پھر ڈنر پر جانے سے معذرت ظاہر کی لیکن وہ کسی بھی طور ٹلنے والی نہیں تھی‘ لہٰذا ممی نے مس شاہانہ‘ عبدالرحیم صاحب اور دیگر کو ساتھ چلنے کا کہا لیکن انہوں نے بچوں کی وجہ سے معذرت کرلی اور طے یہ پایا کہ شرمین کے بھائی اور سفیان کے آنے کے بعد بوا‘ ممی اور بھابی وغیرہ سب ایک ساتھ ڈنر کے لیے جائیں گے۔ پہلے خود شرمین نے اٹھ کر کیک کاٹ کر سب کو پیش کیا تھا۔

ممی کو اس کی نیچر بہت اچھی لگی تھی کہ اگر فطری طور پر پریشان کن صورت حال کے باعث اس نے بلند آواز میں بات کر ہی لی تھی تو اس پر اس قدر پشیمانی‘ معذرت اور پھر ان کی طرف سے معاف کردینے کا یقین کرنے کے لیے ڈنر کی دعوت...... بھلا آج کل کون ہے جو اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہوتا یا پھر اس قدر معذرت خواہ نظر آتا...... ممی نے شرمین کو اپنی بھابی کے ساتھ مسکراتے ہوئے دوستانہ انداز میں بات کرتے دیکھ کر سوچا۔

”کہاں جاب کر رہی ہیں آپ آج کل؟“ ممی نے یونہی بات برائے بات پوچھا۔

”ایک ٹریول ایجنسی کی جاب ہے اور آج ہی پہلا دن تھا۔ اس سے پہلے ایک کال سینٹر میں بھی جاب کی تھی‘ لیکن وہاں اور ٹائمنگ کی وجہ سے چھوڑ دی۔“ شرمین نے مسکراتے ہوئے جھوٹ بولا۔

”آپ کے والدین۔“

”نہیں ہیں...... صرف بھائی ہے اور یہ پیاری سی بھابی‘ ان کے ساتھ ہی رہتی ہوں۔ والد صاحب کو تو خیر

میں نے دیکھا ہی نہیں لیکن امی کی کچھ برس پہلے ہی ڈیتھ ہوئی۔"

"اوہ سوری...... بہت افسوس ہوا۔" ممی نے رسم نبھائی لیکن وہ واقعی اس کے بارے میں جاننا چاہ رہی تھیں' اس لیے توجہ سے سنتی رہیں۔ ویسے بھی اس کے بھائی کے آنے تک ان لوگوں نے یہیں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنا تھا۔

"اٹس اوکے...... دراصل انہیں کینسر تھا اور ہمیں پتہ ہی تب چلا جب وہ علاج کے قابل نہیں رہی تھیں' پہلے تو شاید خود ڈاکٹر کو بھی پتہ نہیں چلا تھا اور جب اسے ذرا سا شک ہوا تو اس نے فوراً کچھ ٹیسٹ کروائے اور جب رپورٹس آئیں تو پتہ چلا کہ بہت دیر ہوچکی تھی۔" شرمین کی باتوں میں اربش کے لیے دلچسپی کا کوئی عنصر نہیں تھا۔ وہ اب تک اگر وہاں موجود تھا تو صرف اس لیے کہ بوا اور ممی کو اسی نے گھر لے کر جانا تھا لیکن جیسے ہی شرمین کے منہ سے لیبارٹری اور رپورٹس کے متعلق سنا تو اسے یاد آیا کہ اجیہ کی امی کی رپورٹس اب تک اس کے پاس تھیں جواب تک کسی نہ کسی وجہ سے تاخیر کا شکار ہورہی تھیں اور ایسا نہ ہو کہ بہت دیر ہوجائے۔

یہ خیال آنا تھا کہ وہ بے چین سا ہوگیا' سوچنے لگا کہ کسی طور اگر وہ آج ہی رپورٹس اجیہ تک پہنچادے تو صبح کے وقت وہ انہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاسکتی ہے۔ یہ سب ذہن میں آنا تھا کہ وہ اپنا فون ہاتھ میں لیے آفس سے باہر نکل آیا' وہ ابھی کسی بھی صورت اسے رپورٹس دینا چاہتا تھا کہ کل کا کیا پتہ' کل بھی ان کے گھر جانا ہوسکے یا نہیں لیکن افسوس کہ بہت دفعہ بیلز جانے کے بعد بھی اجیہ کی طرف سے کال ریسیو نہیں ہوئی تھی۔

وہ آفس کے باہر والے کوریڈور میں ٹہلنے لگا اور پھر وہیں ٹہلنے کے دوران اس کے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا۔

یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ کچھ کتابیں دینے کے بہانے اجیہ کے گھر جائے اور ان کتابوں میں ہی اس کی امی کی رپورٹس بھی رکھ دے...... ضروری تو نہیں کہ وہ اس کے گھر کے اندر بھی جائے' وہ صرف باہر سے ہی کتابیں پکڑا کر واپس لوٹ سکتا ہے تاکہ اسے کوئی پرابلم نہ ہو اور اس کے بعد وہ بوا اور ممی کو ڈنر سے پک کرنے اور گھر لے آئے۔

یہ آئیڈیا اس کے نزدیک بہترین تھا۔ ویسے بھی اکثر لڑکیاں اپنے بھائیوں کے ہاتھ ایک دوسرے کو کتابیں یا کچھ اور بھجواتی ہی ہیں' ایسے میں اس کا جانا اور محض دروازے سے ہی کتابیں دے کر لوٹ آنا کوئی معیوب بات نہیں ہوگی اور پھر وہ اجیہ کو میسج کے ذریعے بتادے گا کہ وہ خاص طور پر کتابیں دینے کیوں آیا تھا۔ یہ خیال ذہن میں پختہ ہوتے ہی اس نے ممی کو کچھ دیر کے لیے باہر جانے کا بتایا۔

طے یہی پایا تھا کہ وہ جس بھی ریسٹورنٹ میں ڈنر کے لیے جائیں گے ممی اسے اس کا نام اور ایڈریس فون پر بتادیں گی۔ ڈنر شروع کرنے کے لیے اس کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اربش نے سب کے ساتھ ڈنر کرنے پر معذرت کرلی تھی اور اجیہ کے گھر سے واپسی پر وہ بوا اور ممی کو لے کر گھر آجائے گا۔ شرمین نے اسے ایک مرتبہ کہا بھی کہ اسے سب کے ساتھ ہی ڈنر کرنا چاہیے لیکن اس نے شکریے کے ساتھ اس کی آفر لوٹا دی اور عبدالرحیم صاحب نے ٹیبل پر جو گاڑی کی چابی رکھی تھی وہ اٹھا کر ممی اور بوا کو اللہ حافظ کہتا باہر نکل آیا۔

......☆......

یہ کیسے گھر سے نکلے......
اور بند دروازے کو کھولے
اور گلی میں جھانک کر دیکھے
میری آواز کو الفاظ کا رستہ نہیں ملتا
مجھے ڈر ہے کہیں یہ ان کہے
لفظوں کے جنگل میں
یونہی دب کر نہ مرجائے
مجھے تنہا نہ کرجائے
ادھوری بات اک دکھ ہے
مجھے اس دکھ کو سہنا ہے
بساط جاں الٹنے تک
اسی زنداں میں رہنا ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

اجیہ اپنے ہاتھ میں موبائل فون لیے اربش کی طرف سے آنے والی مس کالز کو خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ سب کھانے پینے سے فارغ ہو چکے تھے اور اب حنین سب کے لیے چائے پکا رہی تھی لیکن کس دل سے؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ بظاہر سب ہنس رہے تھے مسکرا رہے تھے لیکن گھر کے تمام مکین کس کرب کو ضبط کیے ہوئے مسکرا رہے تھے یہ صرف وہی جانتے تھے۔ اور غیر متوقع طور پر پیش آنے والی اس صورت حال کے بعد ایک دوسرے کا کس طرح سامنا کرنا ہے یہ ایک الگ سوال تھا۔

سکندر صاحب اپنے بھائی اور بھاوج کے ساتھ اب صحن میں بچھی ہوئی چار پائیوں پر موجود تھے امی بھی وہیں موجود تھیں اور وقتاً فوقتاً ان کی باتوں میں حصہ لے رہی تھیں۔ اجیہ اس وقت لاؤنج میں اکیلی بیٹھی تھی جب غزنی بڑوں سے نظر بچا کر اس کے پاس آیا۔

"بس...... اب اسی طرح موبائل کو ہر وقت اپنے ہاتھ میں ہی رکھنا۔" عقب سے آتی غزنی کی آواز نے اجیہ کو چونکا دیا ایک دم نظر اٹھا کر دیکھا لمبا چوڑا غزنی عقب سے ہوتا ہوا اب اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"میں کسی بھی وقت تمہیں فون کروں تو کم از کم تمہاری آواز تو سن سکوں ناں...... اب اتنا تو میرا حق بنتا ہے ناں۔" غزنی اس کی آواز سننا چاہتا تھا لیکن جواب میں اجیہ خاموش رہی تھی۔

"لیکن ہم ایسا کیوں ناں کریں کہ روزانہ بات کرنے کا ایک ٹائم رکھ لیتے ہیں تاکہ اس وقت تک تم بھی فری ہو کر میرے فون کا انتظار کر رہی ہو اور مجھے بھی جلدی ہو کہ بس ہر کام چھوڑ کر صرف اور صرف فون کرنا ہے...... اور یہ احساس کتنا خوب صورت ہے ناں کہ کوئی ہم سے بات کرنے کے لیے منتظر ہے یہ محبت اتنی کیوں خوب صورت ہوتی ہے اجیہ تم تو کتابیں پڑھتی رہتی ہو مجھ سے کہیں زیادہ شعور بھی رکھتی ہو محبت کے بارے میں تو تم بہت جانتی ہوگی۔" اجیہ اب تک اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں بولی تھی۔

"لیکن پتہ ہے...... مجھ سے اگر کوئی یہ پوچھے ناں کہ محبت کیا ہے...... کتنی خوب صورت ہے؟ اور اگر محبت بھی انسانی روپ میں نظر آئے کہ وہ کیسی ہوگی تو میں فوراً بلا توقف یہ بات کہوں گا کہ اگر محبت انسانی روپ میں نظر آتی تو وہ صرف اور صرف اجیہ جیسی ہوتی' میری اجیہ جیسی...... کیونکہ اجیہ سے بڑھ کر خوب صورت ان آنکھوں نے آج تک کسی کو نہیں پایا۔" ٹرے میں چائے لے کر آتی حنین جسے صحن تک جانے کے لیے لاؤنج سے گزرنا تھا' پہلے غزنی اور اجیہ کو آمنے سامنے بیٹھا دیکھ کر اور پھر غزنی کی بات سن کر جل ہی تو گئی تھی اس کا دل چاہا تھا کہ گرم ابلتی ہوئی چائے کا پورا تھرماس اجیہ کے چہرے پر انڈیل دے اور پھر غزنی سے پوچھے کہ بتاؤ' کیا اب بھی تمہیں لگتا ہے کہ ان آنکھوں نے اجیہ سے بڑھ کر خوبصورت کسی کو نہیں پایا؟

اسی وقت گیٹ پر اطلاعی گھنٹی بجنے سے غزنی اجیہ اور حنین سمیت باقی سب کا دھیان باہر کی طرف گیا تھا۔

"یہ اس وقت کون ہو سکتا ہے؟" غزنی نے خود کلامی کی اور ذرا سا گھوم کر گیٹ کی طرف دیکھا۔ لاؤنج میں جس جگہ وہ اور اجیہ بیٹھے تھے وہاں سے بیرونی گیٹ بخوبی نظر آرہا تھا' اور اس سے پہلے کہ وہ گیٹ کھولنے کے لیے اٹھتا' سکندر صاحب گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے اور گیٹ کھولنے کے دوران حسب عادت پوچھ لیا۔

"کون ہے بھئی اس وقت؟" اور ساتھ ہی گیٹ کھولا۔

بالکل سامنے اربش ہاتھ میں کوئی شاپر لیے کھڑا تھا' سکندر صاحب نے گیٹ کھولا تو اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اجیہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے اسے دیکھا تو اس کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

ہے میری ذلت میں کچھ میری شرافت کی دلیل
جس کی غفلت کو ملک روتے ہیں وہ عاقل ہوں میں

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبال اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر، آپ ہی منزل ہوں میں

بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ریموٹ بے دردی سے ہاتھ میں دبائے وہ مسلسل لیپ ٹاپ میں سر دیے سرمد کو گھور رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میں اتنی دیر سے آپ سے مخاطب ہوں مسٹر سرمد احمد۔" اب کے وہ ریموٹ بیڈ پر پٹختی ہاتھ کمر پر لگائے لڑنے مرنے کو تیار کھڑی تھی۔

"ایک تو یار میں تمہاری روز روز کی شکایتوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ آج امی نے یہ کردیا آج اس نے وہ کردیا۔ کبھی اپنا بھی بتا دیا کرو کہ تم نے کیا' کیا خیر سے اتنی شریف تو تم بھی نہیں۔" اب کے سرمد نے لیپ ٹاپ سے نظر ہٹا کے حرا کو گھورا۔

"کیا...... کیا کہا آپ نے؟ مطلب کیا ہے آپ کا اس بات سے کہ میں اتنی شریف نہیں؟ ارے اگر میں اتنی شریف نہیں ہوتی نا تو آپ کی امی کی اتنی بدتمیزیوں اور ناانصافی کے بعد اس گھر میں نہ رہ رہی ہوتی۔" حرا کا لہجہ قدرے جذباتی ہو چلا تھا اور دو موٹے موٹے آنسو اس کے پھول جیسے نازک سے رخسار پر آن گرے تھے۔

"یہ جملہ میں روز دس بار سنتا ہوں اور اب تو میں بھی آپ کی اس اچھی خاصی شرافت کا پکے دل سے قائل ہو چکا ہوں۔" سرمد کا لہجہ طنزیہ تھا اور ہوتا بھی کیوں نہ حرا کا یہ روز کا معمول تھا سرمد اب روز روز کی جھک جھک سے اچھا خاصا اکتا چکا تھا۔

"آپ کی امی ضرور ہمارا گھر خراب کرکے رہیں گی اگر میری جگہ کوئی تیز طرار قسم کی لڑکی ہوتی تو انہیں کب کی عقل آ چکی تھی آپ کو تو ہمیشہ میں ہی غلط لگتی ہوں...... نہیں رہنا مجھے آپ کے ساتھ۔"

یہ جملہ بھی حرا ہر چھوٹی چھوٹی بات پر کسی تکیہ کلام کی مانند بڑی ہی روانی سے دہرا لیا کرتی تھی وہ ایسی ہی کم عقل تھی سدا کی جذباتی شوہر سے کب کیا اور کیسے بات کرنی ہے اسے کبھی عقل نہ آئی تھی۔

"تو مت رہو چلی جاؤ۔" سرمد نے خلاف توقع یہ جملہ کہا تھا اور پھر لیپ ٹاپ میں مصروف ہوگئے تھے۔

"کیا...... کیا کہا آپ نے؟" حرا کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئی تھیں وہ جب بھی ایسی کوئی بات کہتی تھی سرمد اپنی امی کی جانب سے اس سے معافی مانگتے دل جوئی کرتے اس کے ناز اٹھایا کرتے تھے سو اس کی حیرانی دیدنی تھی۔

"وہی جو تم نے سنا میرے پاس اتنا فالتو ٹائم نہیں کہ دن بھر آفس میں مغز کھپاؤں اور گھر آ کے روز روز کی چک چک سنو میری بلا سے بھاڑ میں جاؤ۔" سرمد نے لیپ ٹاپ غصے سے بند کرکے کہا...... پھر موبائل اٹھا کے خود کو مصروف کرلیا تھا۔ حرا نے پہلے تو سرمد کو گھورا پھر اپنا سامان باندھ کے اپنے بھائی علی کو

کال کرکے بڑی ہی ہٹ دھرمی سے سرمد کے گھر سے چلی گئی تھی یہ سوچے بنا کے اس کے اس جذباتی قدم کا کیا انجام ہوگا۔

❁......❁......❁
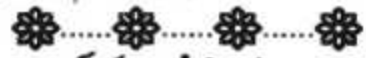
"یہ ساسیں کبھی بہوؤں کو خوش نہیں دیکھ سکتیں بہوؤں کا جینا حرام کیے بنا تو ساسوں کی روٹی ہضم نہیں ہوتی۔" اس کی شادی سے پہلے اس کی شادی شدہ خالہ زاد بہن ماریہ نے حرا کو اپنی آپ بیتی سے آگاہ کیا تھا۔

"اور نہیں تو کیا چپکے چپکے اپنے بیٹوں کے کان بھرتی ہیں بیماری کا بہانہ بنا کے بیٹوں کا پیسہ اور ہمدردیاں لوٹتی ہیں۔" ایک اور ساس کی ستائی کزن اریبہ نے بھی اپنی بے بسی کا اظہار کیا تھا۔

"بالکل صحیح کہا مجال ہے جو بہو کو خوش دیکھ لیں۔ بہو کا کھانا پینا تو کبھی برداشت ہی نہیں ہوتا ساسوں سے۔ تم ذرا ہوشیار رہنا حرا بڑی ہی معصوم ہو تم جب کہ تمہاری ساس تو دیکھنے میں ہی اتنی شاطر لگتی ہیں۔" ماریہ نے اریبہ کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے حرا کو نئی راہ دکھائی تھی۔ بس جب سے ہی حرا نے اپنے ذہن میں ساس کا ایک خاکہ سا تیار کرلیا تھا اور شادی کے بعد اپنی ساس کو اسی زاویے سے دیکھنا شروع کردیا تھا شادی کے کچھ دن بعد ہی روز روز کی دعوتوں سے حرا کا گلہ اچھا خاصہ خراب ہوگیا تھا اس پر حرا نے بریانی پکائی تھی۔

"بیٹا گلہ اور خراب ہوجائے گا بریانی نہیں کھاؤ۔" حرا کی ساس انیسہ اچھی خاتون تھیں انہیں نئی نویلی بہو کی بڑی فکر ستاتی تھی بیٹی ان کی کوئی تھی نہیں دو ہی بیٹے تھے خالد اور سرمد خالد جاب کی وجہ سے اپنی بیوی بچوں سمیت سعودیہ میں مقیم تھے جب کہ سرمد ماں کے ساتھ رہتے تھے سو انہوں نے بہوؤں کو ہمیشہ بیٹیوں کی طرح ہی سمجھا تھا۔

"آج کل کی ساسیں تو بہوؤں کو کچھ کھاتا دیکھ ہی نہیں سکتیں۔" اریبہ اور ماریہ کے سکھائے اسباق بالآخر آج اس کی زبان پر آ ہی گئے تھے انیسہ اس دس دن کی دلہن کی قینچی کی طرح چلتی زبان حیرت سے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

"حرا یہ کیا بدتمیزی ہے یہ کس طرح مخاطب ہو تم امی جان سے معافی مانگو ان سے۔" کمرے سے نکلتے سرمد نے یہ سارا منظر بڑے ہی غصے سے برداشت کیا تھا انیسہ نے بیٹے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا...... تمہارا گھر ہے جو دل کرے پکاؤ کھاؤ میں نے تو تمہاری طبیعت کی وجہ سے کہہ ڈالا تھا بس۔" انیسہ اتنا کہہ کے وہاں سے چلی گئی تھیں۔

"ہونہہ سب سمجھتی ہوں بیٹے کو دیکھ کے رنگ بدل لیا۔" حرا نے نخوت سے سر جھٹکا تھا سرمد اس سے اچھے خاصے ناراض تھے لیکن اسے پروا کب تھی پھر یہ اس کا روز کا معمول بن گیا تھا۔ انیسہ کی ہر بات کا وہ الٹا مطلب نکالتی جواب دیتی اور روز سرمد کے آگے شکایتوں کے انبار لگا دیتی۔ دوسری طرف انیسہ تھیں جو بہو کی ہر بات برداشت کر جاتیں بیٹے کے آگے کسی بات کی بھاپ تک نہ نکالتیں سرمد چپکے چپکے سب دیکھتے سمجھتے رہتے تھے۔ حال یہ تھا کہ اب شادی کے چھ ماہ بعد ہی حرا سرمد سے لڑ کر میکے جا بیٹھی تھی۔ انیسہ کو پتا چلا تو سر تھام کے رہ گئی تھیں سرمد کوئی بات سمجھنے کو تیار نہ تھے جب کہ انیسہ بے بسی سے بیٹے کا گھر اجڑتا دیکھ رہی تھیں۔

❁......❁......❁

حرا کو آج گھر آئے چھٹا دن تھا اور ان چھ دنوں میں سرمد نے حرا سے کوئی کونٹیکٹ نہ کیا تھا۔

"اف کتنے بے مروت نکلے سرمد بس یہی محبت تھی ان کی پلٹ کے پوچھا بھی نہیں۔" بالکونی میں کھڑی جاڑے کی نرم گرم دھوپ کا مزہ اٹھاتی لب بھینچ کر رہ گئی تھی۔

"ہوسکتا ہے بہت ناراض ہو مجھ سے میں میسج کروں کیا؟" موبائل پکڑ کر اس کے دل نے ایک نئی راہ دکھائی۔

"نہیں میں کیوں کروں گھر سے جانے کے لیے انہوں نے کہا تھا میں نے نہیں۔" ایک لمحے میں اس نے دل کی بات سے انکار کیا تھا بڑی ہی بے دردی سے اس نے موبائل بالکونی میں رکھے اسٹول پر پٹخا تھا دوسری جانب سرمد نے چپ سادھ رکھی تھی انیسہ سرمد کو سمجھا سمجھا کے تھک گئی تھیں مگر وہ بھی تھے کہ ضد پکڑے بیٹھے تھے۔

"امی...... آپ نہیں جانتیں وہ بہت ضدی اور ہٹ دھرم ہوگئی ہے۔ بہت شوق تھا نہ اسے گھر چھوڑ کے جانے کا سو اب رہے وہیں...... میں نہیں جاؤں گا اسے لینے۔"

"بیٹا...... وہ کم عمر اور کم عقل ہے تم تو سمجھ دار ہو تو اپنا گھر کیوں خراب کرنے پر تلے ہو۔" انیسہ ماں تھیں بہو کو نہ سہی بیٹے کو تو سمجھا ہی سکتی تھیں۔

"امی...... پلیز اگر آپ میری خوشی چاہتی ہیں تو پلیز کچھ وقت کے لیے اس معاملے سے دور رہیں۔" سرمد کا لہجہ اٹل تھا

اپنی ضد پر اگر وہ آ جاتے تو کبھی کسی کی نہیں سنتے تھے۔ ایسہ کو اسی بات کا ڈر تھا اور وہی ہوا تھا اس وقت سرمد کوئی بات سمجھنے کے موڈ میں نہیں تھے۔ سو ایسہ چپ چاپ وہاں سے چلی گئی تھیں اس معاملے پر اب انہوں نے حرا کی امی سے بات کرنے کا سوچا تھا شاید وہی اپنی بیٹی کو سمجھا سکتی تھیں۔

❁ .... ❁ .... ❁ .... ❁

"کیا بات ہے بھئی لگتا ہے سرمد بھائی کا دل لگ گیا تمہارے بنا ورنہ اتنے دنوں کے لیے تو انہوں نے تمہیں کبھی نہیں چھوڑا۔" حرا کی خالہ زاد بہن ماریہ اسے دیکھ کے ہنسی تھی دراصل حرا کی خالہ اور ان کے شادی شدہ وغیر شادی شدہ بچوں کا ان کے گھر کافی آنا جانا تھا ماریہ حرا کی آمد کے مقصد سے بے خبر تھی سو اپنی مخصوص ٹون میں ہی اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

"بس یار کیا بتاؤں ساس نے ایسا جینا حرام کر رکھا تھا یہ نہ کھاؤ وہ نہ کھاؤ...... کام ایسے نہیں کرو سارا دن آرام کرتی رہتی تھیں اور جہاں بیا آتے مسکین بن جاتیں ان کے کان بھرتیں میں نے تو ان کو بھی صحیح کر دیا ناراض ہو کے یہاں آ گئی۔" حرا پیٹ کی ہلکی تھی سو اصل بات ماریہ کو بتا دی۔

"بالکل صحیح کیا اب دیکھنا ساری عقل ٹھکانے آ جائے گی سرمد بھائی کی۔" ماریہ نے بجائے حرا کو سمجھانے کے اسے سراہا۔

"ارے یہ کیا کہہ رہی ہیں ماریہ آپی بجائے حرا آپی کو سمجھانے کے آپ تو ان کی ہی طرف داری کر رہی ہیں۔" حرا کی چھوٹی بہن عالیہ نے وہاں سے گزرتے ہوئے ماریہ کی بات سنی تو وہیں رک گئی۔

"تمہاری شادی نہیں ہوئی ہے نہ جب ہو گی تو پھر پوچھوں گی تم سے کہ ہم صحیح ہیں یا غلط؟" ماریہ نے اسے ڈپٹا۔

"آپ لوگوں کو سمجھانا فضول ہے۔" عالیہ کو اپنی بہن کی کم عقلی پر تاسف ہوا تھا سو وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

❁ .... ❁ .... ❁ .... ❁
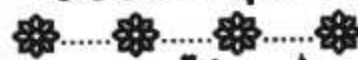
اس روز بات چھوٹی سی ہوئی تھی جسے حرا نے رائی کا پہاڑ بنا ڈالا تھا دراصل کراچی میں پانی کے شدید بحران کی وجہ سے ان کے اپارٹمنٹ میں بھی پانی کی شدید قلت ہو گئی تھی اس پر حرا کی شاہ خرچیاں برتن دھوتی تو گھنٹوں نل کھول کے کھڑی رہتی کپڑے دھوتی تو پانی پائپ سے مستقل بہتا رہتا مجال ہے جو اسے رتی برابر احساس ہوتا کہ اگر ٹنکیوں کا پانی بھی ختم ہو گیا اور مزید پانی کی سپلائی بھی نہ ہو سکی تو کیا ہو گا کچھ ماہ تک تو ایسہ خاموشی سے برداشت کرتی رہیں لیکن اس روز تو حد ہو گئی تھی حرا صاحبہ کپڑے دھو رہی تھیں اور پائپ کھلا چھوڑ کے آٹا گوندھنے چلی گئی تھی نجانے کب سے مستقل پانی بہتا رہا۔ ایسہ نماز ظہر ادا کر کے بالکونی کی طرف آئی تو پانی بہتا دیکھ کے سخت آگ بگولہ ہو گئیں۔

"ہمارے فلیٹ میں روزانہ صرف دس منٹ پانی سپلائی ہوتا ہے اور آج کل تو پانی ویسے ہی نہیں آ رہا اگر تم یونہی پانی بہاتیں رہیں تو ہم تو ہاتھ منہ دھونے کے لیے بھی بیٹھے رہیں گے۔" ایسہ نے بس اتنا کہا تھا کہ حرا نے طوفان کھڑا کر دیا تھا۔

"صبح سے رات تک گھر کے ہزاروں کام ہوتے ہیں اور سب مجھے ہی کرنے ہوتے ہیں جب ایک ساتھ دس دس کام کروں گی تو بھول چوک تو ہو گی نا آخر کو ہوں تو انسان نا۔ لیکن آپ نے تو ذرا سا نل کیا کھلا رہ گیا دس باتیں سنا دیں صحیح کہتے ہیں ساسوں کو تو ٹوکنے کا بہانہ چاہیے۔" ایسہ لاکھ تحمل مزاج سہی لیکن بہرحال ان سے حرا کی بدتمیزی برداشت نہ ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے آج سے پانی کا سارا کام میں اپنے ہاتھ سے کروں گی تم رہنے دو۔" انہیں یہی حل صحیح لگا تھا اس وقت تو حرا نے کچھ نہ کہا لیکن رات کو سرمد کے آتے ہی واویلا کھڑا کر دیا۔

"سرمد...... دیکھ لیں حد ہو گئی ہے ایک تو میں دن رات سارا کام خود کر رہی ہوں گھر دیکھیں صاف رہتا ہے لیکن پھر بھی آپ کی امی کو سکون نہیں۔ ٹوکتی رہتی ہیں اور اب کہہ رہی ہیں میں خود کر لوں گی کام ذرا بتائیں 'جو دیکھے گا وہ تو یہی کہے گا نہ کہ کیسی بہو ہے ساس سے کام کراتی ہے خود بیٹھی رہتی ہے۔"

سرمد جو آفس سے پہلے ہی تھکے ہارے لوٹے تھے حرا کی روز روز کی شکایتوں سے تنگ میں گھبرا چکے تھے سو آج ان کے بھی صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا حرا نے روز کی طرح گھر سے جانے کی دھمکی دی اور انہوں نے گھر سے جانے کا کہہ دیا۔ اور اب وہ اسے لینے بھی نہیں جا رہے تھے اور جاتے بھی کیوں حرا کو سبق سکھانا ضروری تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁ .... ❁

سال نو کی آمد آمد تھی گزرتا ہر پل حرا کو سرمد کی یاد دلائے جا رہا تھا اور وہ بھی انا کے ہاتھوں مجبور بیٹھی سرمد کی آمد کی منتظر تھی خود آگے بڑھنا اس کی انا کو گوارہ نہ تھا اس روز بھی وہ بور ہو رہی تھی کہ اس کا دل ماریہ کے ہاں جانے کا چاہا سو امی کے ساتھ وہ وہاں چلی آئی ماریہ کی ساس کو سلام کر کے وہ ماریہ کے کمرے کی جانب چلی آئی تھی جب

کہ حرا کی امی اس کی ساس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھیں۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں کہ آپ میرا اتنا ساتھ دیتے ہیں اور آپ کی امی بھی میرا اتنا خیال رکھتی ہیں۔" اندر ماریہ کے شوہر بھی تھے سو حرا دروازے پر ہی رک گئی۔

"میری جان خوش نصیب تو میں ہوں کہ مجھے تم جیسی بیوی جو ملی جو کبھی جاہل عورتوں کی طرح مجھ سے ساس، بہوؤں کی باتیں نہیں کرتی اپنا مسئلہ خود سلجھا لیتی ہے اور جب بھی میں آفس سے تھکا ہارا آتا ہوں میرا خیال رکھتی ہے؟" ماریہ کے شوہر کا لہجہ محبت سے بھرپور تھا وہ وہیں سے واپس لوٹ گئی۔

"ماریہ نے تو کہا تھا اس کی ساس اتنی بری ہیں پھر وہ اپنے شوہر سے یہ سب کیوں نہیں کہتی۔" کمرے سے نکلتے ہی وہ خود سے مخاطب ہوئی تھی۔

"اس لیے کہ عورت کی اصل طاقت اس کا شوہر ہوتا ہے اور ایک بیٹا اپنی ماں سے بھی بہت پیار کرتا ہے اور بیوی سے بھی اگر بیوی اپنے شوہر کی دلجوئی کرنے کی بجائے ہمیشہ اسے گھر کے ساس بہو کے خود کے پیدا کردہ مسئلوں میں الجھائے رکھے گی تو ان کا ازدواجی سکون تباہ ہوکر رہ جائے گا ماریہ سمجھدار ہے اسے اپنا گھر تھوڑی خراب کرنا ہے تمہاری طرح بس اتنی چھوٹی سی بات تھی جو میں اور تمہاری بہن تمہیں کب سے سمجھا رہے ہیں۔ بیٹا سرمد لڑکا ہے اگر اسے گھر میں سکون نہیں ملے گا تو وہ سکون کی نئی راہیں باہر تلاش کرے گا اور تم پچھتاتی رہوں گی بیٹا۔ ساس ماں نہیں ہوتی لیکن اگر ماں سمجھو گی تو چھوٹی چھوٹی باتیں برداشت کرنا سیکھ لو گی ابھی بھی دیر نہیں ہوئی سرمد کو منالو۔" حرا کی امی اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی تھیں وہ یہی بات سمجھانے حرا کو یہاں لے کر آئی تھیں کہ ماریہ جیسی لڑکیاں اپنا گھر تو سنوار کر رکھتی ہیں لیکن حرا جیسی کم عقل لڑکیوں کو الٹے سیدھے مشورے دے کر ان کا گھر ضرور خراب کر دیتی ہیں اب یہ بات حرا کو بھی سمجھ آ گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

کوئی موسم ہو وصل و ہجر کا
ہم یاد رکھتے ہیں
تیری باتوں سے اس دل کو
بہت آباد رکھتے ہیں
کبھی دل کے صحیفے پر
تجھے تصور کرتے ہیں
کبھی پلکوں کی چھاؤں میں
تجھے زنجیر کرتے ہیں
کبھی خوابیدہ شاموں میں
کبھی بارش کی راتوں میں
کوئی موسم ہو وصل و ہجر کا
ہم یاد رکھتے ہیں
تیری باتوں سے اس دل کو
بہت آباد رکھتے ہیں

"سال نو مبارک ہو مائی ڈیئر ہسبینڈ سرمد آئی ایم سوری فار ایوری تھنگ اتنی چھوٹی سی بات پر میں اپنا گھر خراب کر کے یہاں آ گئی مجھے معاف کر دیں۔ پلیز آئندہ میں کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔" آج سال کا آخری دن تھا حرا نے نہایت محبت سے میسج ٹائپ کر کے سرمد کے نمبر پر سینڈ کر دیا تھا میسج پڑھ کر سرمد مسکرا دیا تھا وہ جانتا تھا کہ یہ پاگل سی لڑکی کم عقل ہے اور اس سبق نے اب ہمیشہ کے لیے ان کی زندگی سنوار دی تھی اگلے ایک گھنٹے میں سرمد خود حرا کو لینے آ گیا تھا حرا کی امی داماد سے شرمندہ تھیں لیکن سرمد نے ان کے سارے خدشات کو دور کر دیا تھا وہ دشمن جان بھی کافی شرمندہ سی تھی۔

"آئی ایم سوری نا اب تو معاف کر دیں۔" گاڑی میں بیٹھ کے حرا نے کہا۔

"اگر معاف نہ کیا ہوتا تو یہاں لینے آتا کیا پاگل لڑکی لیکن اب ایک وعدہ کرو مجھ سے۔" سرمد نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"کیا......" حرا مسکرائی۔

"یہی کہ اب تم امی کو امی ہی سمجھو گی ساس نہیں۔"

"سرمد میں بہت شرمندہ ہوں امی بہت اچھی ہیں مجھے تو ان سے بھی معافی مانگنی ہے آپ اور وہ بہت اچھے ہیں۔" سال کی یہ آخری شام دونوں کی زندگی کی حسین ترین شام ہو چلی تھی۔ حرا نے مسکرا کے اعتماد سے گاڑی چلاتے سرمد کے کاندھے پر سر ٹکا دیا تھا ایک چھوٹی سی کم عقلی نے دونوں کا گھر تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا تھا لیکن حرا کے صحیح اور بروقت فیصلے نے دونوں کی زندگی کی راہ کو گلاب بنا ڈالا تھا اور اب یہی ان کا مقدر تھا۔

زندگی دھوپ تم گھنا سایہ

فرح بھٹو

یہ آرزو تھی کہ ایسا ہی ہوا ہوتا
میری کمی نے تجھے بھی رُلا دیا ہوتا
میں لوٹ آتا تیرے پاس اک لمحے میں
تیرے لبوں نے میرا نام تو لیا ہوتا

"حنین اور کتنی دیر لگے گی جلدی چائے لاؤ۔" بھابی کی پاٹ دار آواز پر حنین نے کیتلی سے چائے کپ میں چھان کر ڈالی اور اسے لے کر بھابی کے کمرے کی طرف بڑھی۔ دروازے سے ہی بھابی کی ہائے وائے کی آوازیں بخوبی سنائی دے رہی تھیں۔ اندر کا منظر بھی نیا نہیں تھا بھابی اپنے لحیم شحیم وجود کے ساتھ سر پر دوپٹہ کس کر باندھے بیڈ پر لیٹی ہوئی پائی گئیں۔

"کوئی کام جو وقت پر کرلو میرا سر درد سے پھٹا جارہا ہے اور تم چائے کے پائے بنانے کچن میں گھسی بیٹھی ہو۔" حنین کو دیکھ کر بھابی نے ناک چڑھا کر لتاڑا۔

"اب آنکھیں پھاڑے کیا دیکھ رہی ہو دراز سے دو گولیاں نکال کردو۔" پھر اسے گھر کا جو چائے دے کر اگلے حکم کی منتظر کھڑی تھی۔ حنین نے ٹیبلٹس نکال کر انہیں دیں جو انہوں نے جھٹ منہ میں ڈال کر پانی کے بڑے گھونٹ کے ساتھ نگلیں۔

"اس سر درد کو بھی آج ہونا تھا سالار نے آنا ہے کتنے سالوں بعد اپنی سگی تایا زاد بہن سے ملنے آئے گا اور بہن اس ناس پیٹے سر درد کے ہاتھوں بستر پر پڑی ہے۔ کیسا شوقین ہے دیسی کھانوں کا میں ٹھیک ہوتی تو اپنے ہاتھ کے ذائقے دار پکوان بنا کر کھلاتی اپنے پیارے بھائی کو اب تو تمہارے ہاتھ کا بدذائقہ کھانا نصیب ہوگا بے چارے کو۔" بھابی نے ٹھنڈی سانس بھر کر کڑی نظر حنین پر ڈالی جو سر جھکا کر لن ترانی سن رہی تھی۔

"اب اِدھر بت بنی کیوں کھڑی ہو۔ جاؤ جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ کچن میں جا کر اور جو لسٹ میں نے بنائی ہے ایک بھی ڈش اس میں سے کم ہوئی تو جانتی ہو مجھے۔" وہ آخر میں دبنگ لہجے میں بولی تو حنین کی آنکھیں نم سی ہوگئیں اس نے فوراً کمرے سے نکلنے میں عافیت جانی۔

☆......☆......☆......☆

نادر صاحب اور شمیم بیگم کے دو جڑواں بچوں حسیب اور حوریہ کے بعد جب طویل سال بیت چلے اور یہ دونوں اپنی فیملی کو مکمل جان کر مطمئن تھے کہ ان کے آنگن میں ایک اور کلی حنین کی صورت کھلکھلاتی ہوئی چلی آئی شمیم بیگم کے تو ہاتھ پیر پھول گئے وہ تو بچے پالنا بھول بھی چکی تھی۔ ان

کے برعکس حوریہ اس ننھی کلی کی آمد سے بہت پُر جوش تھی چھوٹے بچے اس کو بہت پسند تھے پڑوس کے بچوں کو حوریہ گھر لے آتی اور خوب کھیلتی تھی بعض اوقات سارا سارا دن بیت جاتا آخر ماؤں کو فکر ہوتی اور وہ معذرت کر کے اپنے جگر گوشوں کو گھر لے جاتیں...... اب تو اپنی بہن آ گئی تھی جو چوبیس گھنٹے ساتھ رہتی اور اسے کوئی آنٹی آ کر واپس اپنے گھر نہ لے جاسکتی تھی۔

حسیب کو بھی یہ چھوٹی سی گڑیا عزیز تھی یوں والدین کے ساتھ ساتھ بڑے بہن بھائی کے لاڈ پیار میں حنین اپنی زندگی کا حسین ترین بچپن گزار کر جب لڑکپن کی سرحدوں تک پہنچی تو حوریہ گریجویشن کرنے کے بعد اپنے کزن معین سے بیاہ دی گئی' حوریہ باجی کی شادی کی تقریبات میں حنین نے جتنا جوش وخروش سے حصہ لیا اس کی رخصتی کے بعد دوسرے شہر جا بسنے پر وہ اتنا ہی روئی تھی باجی کے جانے کے بعد اس کو پتہ چلا کہ وہ کتنی اکیلی رہ گئی ہے حوریہ اس کی بہن اور سہیلی تھی وہ اپنی ہر چھوٹی بڑی بات امی سے زیادہ حوریہ باجی سے شیئر کرتی تھی حسیب تو وقت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا میں مگن ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆......☆

زندگی کا کام گزرنا ہے سو گزرتی رہی حنین اب میٹرک میں تھی نکلتا ہوا قد متناسب سراپا اور حسین چہرہ وہ آئینے میں خود کو دیکھ کر شرما جاتی حوریہ اب دو بچوں کی ماں تھی دو تین مہینے بعد آتی اور پہلے جیسی باتیں بھی نہ کرتی اپنے بچوں میں مگن یا اپنے میاں کے قصیدے سناتی حنین کو ہنسی آتی باجی تو معین بھائی کی دیوانی ہیں وہ چھیڑتی رہتی اور حوریہ کے بچوں سے دل بہلاتی۔

انہی دنوں حسیب کی نوکری کسی بینک میں لگی اور وہ اپنی ایک کولیگ کو دل دے بیٹھا۔ گھر میں حسیب کی شادی کی باتیں ہونے لگیں حنین آنے والی رونق کے خیال سے ہی خوش ہو گئی تھی حسیب کے ساتھ جا کر سب لڑکی دیکھ آئے نرمین مناسب شکل وصورت کی لڑکی تھی وہ حسیب کو پسند تھی سونا در صاحب اور شمیم بیگم اس کی خوشی میں خوش تھے۔

شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں حوریہ بھائی کی شادی میں شرکت کرنے ایک مہینہ پہلے ہی آ گئی تھی روز شاپنگ ہوتی ہلہ گلا رہنے لگا حنین تو خوشی سے پھولے نہ سماتی۔ آخر وہ دن آ پہنچا جب نرمین بھابی بن کر ان کے آنگن میں اتر آئی تھی۔

☆......☆......☆......☆

''نرمین بھابی دعوت میں جانے کے لیے آپ کے کپڑے پریس کر دوں۔'' حنین دروازہ ناک کر کے بیڈروم میں آئی تو حسیب بھائی کی کسی بات پر ہنستی نرمین نے لب بھینچ لیے۔

''نہیں حنین میں نے اپنے کپڑے پریس کر لیے ہیں۔''

''اچھا۔'' حنین نے مایوسی سے سر جھکایا اور باہر آ گئی حسیب بھائی نے پیچھے سے آواز دینا چاہی مگر نرمین نے ان کا ہاتھ دبا کر روک دیا۔

جب سے شادی ہو کر نرمین گھر میں آئی تھی حنین اس کے آگے پیچھے پھرتی رہتی تھی بھابی کی صورت میں وہ ایک سہیلی کی متلاشی تھی جس سے ڈھیر ساری باتیں کر سکے ویسے بھی میٹرک کے امتحان دے کر فارغ تھی سو جب تک کالج میں داخلہ ملتا وہ نرمین کی توجہ چاہتی تھی لیکن پہلی رات سے نرمین کا رویہ بہت سرد تھا وہ سوائے حسیب کے کسی کو لفٹ نہیں کرواتی تھی حسیب بھی شادی کے بعد بس نرمین کا ہو کر رہ گیا تھا شادی کے فوراً بعد دونوں ہنی مون پر چلے گئے سواب خاندان میں دعوتیں ہو رہی تھیں جو نرمین برے دل سے اٹینڈ کر رہی تھی اس کو صرف اپنے میکے جانا پسند تھا۔

☆......☆......☆......☆

نرمین کا رویہ دیکھ کر حنین پیچھے ہٹ گئی تھی پھر اس کو کالج میں داخلہ ملا تو سب بھول کر اپنی پڑھائی میں مشغول ہو گئی لیکن شمیم بیگم پر بہو کے اطوار بہت گراں گزرتے سارا دن بینک میں گزارنے کے بعد دونوں میاں بیوی گھر آتے اور آرام کرنے کمرے میں چلے جاتے شمیم بیگم اب بھی تینوں

وقت کچن میں کھڑی خود کام کرتیں بہو کے آنے سے انہیں کوئی آرام نہ مل سکا تھا حنین رات کا کھانا پکانے میں ان کا ہاتھ بٹالیا کرتی۔ ویسے بھی حسیب اور زمین اکثر رات کا کھانا باہر سے یا زمین کے گھر سے کھا کر آتے تھے۔

☆......☆......☆......☆

زندگی اسی نہج پر گزرنے لگی زمین کو یکے بعد دیگرے دو بچے ہوئے تو اس کا دماغ عرش معلیٰ پر جا پہنچا تھا بچوں کی ذمہ داری بھی شمیم بیگم اور حنین کے سر تھی شمیم بیگم کچھ کہتیں تو زمین زبان کے وہ جوہر دکھاتی کہ اللہ کی پناہ وقت کے ساتھ اس کی یہ خوبی بھی ظاہر ہوگئی تھی سو ایک چپ ہزار سکھ کے مصداق شمیم بیگم خاموش رہتیں حوریہ نے بھی میکے آ کر رہنا کم کردیا تھا کہ زمین اس کے بچوں پر اپنے بچوں کو مارنے پیٹنے کا الزام دھر دیتی تھی۔

☆......☆......☆......☆

نادر صاحب ریٹائرڈ ہوئے تو حج پر جانے کی خواہش ہوئی اللہ نے کرم کیا اور شمیم بیگم اور ان کا نام حج لسٹ میں آ گیا۔ حنین ماں باپ کے لیے خوش بھی تھی اور اداس بھی۔

''فکر کیوں کرتی ہو پگلی میں حج پر جا کر سب سے زیادہ تمہارے لیے دعا مانگوں گی کہ میری بچی کا نصیب چمک جائے۔'' شمیم بیگم ایئر پورٹ پر حنین کو گلے لگاتے خود بھی آبدیدہ تھیں۔

سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی ان کو بے حد عزیز تھی وہ فرماں بردار اور صابر بھی تو بہت تھی۔ حنین نے شمیم بیگم کو گلے لگاتے نادر صاحب سے پیار لیتے خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ اس کی اپنے والدین سے یہ آخری ملاقات ہوگی۔

☆......☆......☆......☆

اس سال حج میں رمی کے دوران ہجوم میں بھگدڑ مچ گئی اور کئی حاجی شہید ہوگئے انہی حاجیوں میں سے شمیم بیگم اور نادر صاحب بھی تھے۔ یہ خبر سنتے ہی حنین کو سکتہ سا ہوگیا وہ ماں باپ کی میتیں بھی نہ دیکھ سکی حوریہ بھی غم سے نڈھال تھی زندگی نے اچانک ہی پلٹا کھایا تھا۔ حسیب بھائی مرد تھے لیکن یہ سانحہ ان کو بھی صدمہ سے دوچار کر گیا تھا۔ ایک ہفتہ گزار کر حوریہ نے بھی رخصت سفر باندھا امی ابو کے بغیر گھر کاٹنے کو دوڑ رہا تھا بھابی ویسے بھی پرائی تھی۔ حوریہ کے ہوتے حنین کو کچھ ڈھارس تھی اس کے جاتے ہی وہ متوحش سی ہوگئی لگتا تھا دنیا میں اکیلی رہ گئی ہے کوئی اپنا نہیں سب بیگانے ہیں۔

اس صبح زمین بھابی اور حسیب بھائی کے بیڈ روم سے چیخنے چلانے کی آواز پر حنین پریشان ہو کر ان کے دروازے کی طرف بڑھی اور اپنا نام سن کر وہیں ٹھہر گئی۔

''حنین کالج جاتی ہے بچے اسکول۔ تم بھی گھر سے چلی جاؤں گی تو گھر کو کون سنبھالے گا بس تم نوکری چھوڑو اور گھر بیٹھو۔'' حسیب کا انداز حاکمانہ تھا۔

''میں کیوں اپنی نوکری چھوڑوں تم حنین کو پرائیویٹ تعلیم دلواؤ۔'' زمین بھڑکی۔

''مسئلہ حنین کا نہیں وہ لڑکی ذات ہے آج یا کل شادی کر کے چلی جائے گی گھر تمہارا ہے امی کے بعد گھر کو تم نے ہینڈل کرنا ہے تم آدھا دن جاب کرو گی تو گھر ڈسٹرب رہے گا بس یہ میرا آخری فیصلہ ہے تم جلدی سے اس پیپر پر سائن کر کے دو تو میں تمہارا ریزائن جمع کروا دوں۔'' حسیب سب کچھ طے کر کے بیٹھا تھا اور جب وہ کوئی فیصلہ کر لیتا تو پیچھے نہ ہٹتا تھا زمین نے بجھے دل کے ساتھ سائن کردیا تھا۔

☆......☆......☆......☆

شمیم بیگم اور نادر صاحب کو گزرے دس سال ہو چلے تھے زندگی حنین کے لیے ایک سزا جیسی تھی بھابی نے گریجویشن کے بعد اسے گھر بٹھالیا تھا اور گھر کے سارے کاموں کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر تھی آئے دن بھابی کے میکے والے دعوتیں اڑاتے اور شامت حنین کی آتی خود تو آرام کر کے اس عمر میں وہ خوب فربہ ہوگئی تھیں ساتھ ساتھ بلڈ پریشر کا مرض بھی چمٹ گیا تھا جب پارہ چڑھتا تو تختہ مشق بھی حنین بنتی تھی اب چند دنوں سے کسی کزن کی آمد کا غلغلہ تھا جو آج بالآخر تشریف لے آیا تھا۔

☆......☆......☆......☆

حنین کچن کا سب کام نمٹا کر باتھ لینے چلی گئی...... صبح سے سارا دن کچن میں گزر گیا تھا پسینے سے تر بتر وہ چکرانے لگی تھی۔ نہا کر کچھ فریش محسوس کیا پھر اپنے لمبے بال سلجھانے لگی کہ سعد نے کمرے میں جھانکا۔

''پھوپو...... ماموں کب سے آئے بیٹھے ہیں آپ کھانا نہیں لگا رہی ہو وہ اتنی دور سے آئے ہیں۔'' بچہ ماں کی زبان بول رہا تھا۔

''پیدل چل کر آئے ہیں۔'' حنین نے جل کر پوچھا۔

''نہیں پلین سے آئے ہیں سالار ماموں اور حمنہ اور میرے لیے بہت سارے گفٹس بھی لائے ہیں۔'' سعد آخر تھا تو بچہ ہی اشتیاق سے بتانے لگا۔

''پھوپو...... جلدی کھانا لگاؤ ان کو زور کی بھوک لگی ہے۔'' پھر اس کو یاد دہانی کروا کر اچھلتا کودتا باہر چلا گیا۔ وہ بے دلی سے ڈائننگ ٹیبل سیٹ کرنے لگی پھر جب کھانا چن دیا تو بھابی کے بیڈ روم کی طرف آئی جہاں سے قہقہوں کی آوازیں باہر تک آرہی تھیں۔ حنین نے ہلکا سا دروازہ ناک کیا۔

''بھابی...... کھانا لگ گیا ہے۔'' وہ بتا کر لوٹ آئی کچن کا پھیلاوا اس کا منتظر تھا جس کو وہ سمیٹنے لگی۔

''حنین ارے پانی تو رکھو۔'' بھابی کی آواز پر اس نے سر پر ہاتھ مارا پانی کی ٹھنڈی بوتل فریج سے نکالی گلاس اٹھایا اور کچن سے باہر آئی۔

''واہ بھئی کتنے سالوں بعد ایسا ذائقے دار کھانا نصیب ہوا ہے۔'' ڈائننگ ٹیبل پر سعد کا ماموں ذوق و شوق سے بریانی کھا رہا تھا ساتھ ساتھ تعریفیں بھی جاری تھیں۔

''خیر اب اتنا بھی ذائقہ دار نہیں ہے تم اصل میں برسوں بعد دیسی کھانا کھا رہے ہو اسی لیے۔'' بھابی نے حنین کو دیکھ کر منہ بنا کر کہا۔

''ارے نہیں بجو وہاں امریکہ میں بھی انڈین پاکستانی ہوٹل ٹیسٹ کیے ہیں لیکن ایسا مزہ سچ اماں کے ہاتھ کا پکا یاد آگیا۔'' سالار نے نفی میں سر ہلا کر ان کی بات رد کی۔

''حنین پھوپو کھانا پکاتی ہی اچھا ہیں۔'' حمنہ کے منہ سے پھسلا تو نرمین نے گھور کر اسے دیکھا۔ حنین نے قریب آکر پانی کا جگ میز پر رکھا تو سالار اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''آپ کا تعارف؟'' اس نے براہ راست حنین کو مخاطب کیا۔

''یہ میری چھوٹی نند حنین ہے تم نے میری شادی پر دیکھا ہوگا۔'' بھابی کے بتانے پر سالار نے اپنی روشن آنکھیں اس پر ٹکادیں۔

''بجو...... اب اتنے سال پہلے کا قصہ مجھے کیا یاد۔'' سالار نے کندھے اچکائے۔

''لو تم اتنے بچے تو نہ تھے اس وقت۔'' نرمین برا مان گئی۔

''ماموں...... رات کو شادی کی مووی دیکھ لینا سب یاد آجائے گا۔'' حمنہ نے سمجھداری سے کہا تو وہ مسکرا کر سر ہلانے لگا۔

''آؤ تم بھی بیٹھو حنین کھڑی کیوں ہو۔'' سالار نے پیشکش کی۔

''مجھے کچن میں کام ہے۔'' حنین نے بھابی کو دیکھا جن کو سالار کا اس سے بات کرنا ناگوار گزر رہا تھا۔

''کام تو ہوتے رہیں گے پہلے ہمارے ساتھ کھانا کھالو'' اس کے کہنے پر حنین ناچار کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

سالار نے اپنے آگے رکھی پلیٹ اٹھائی اور اس میں چکن کڑھائی اور کباب ڈالے پھر وہ پلیٹ حنین کو پیش کی۔

''میں خود لے لوں گی۔'' حنین نے تکلف سے کہا۔

''آپ نے پکایا ہے اتنی گرمی میں کھڑے ہوکر...... میں نے صرف آپ کو نکال کر دیا ہے۔'' سالار نے نرمی سے کہا تو اس کی بات پر حنین کی آنکھیں بھیگ سی گئی تھیں برسوں گزر گئے سماعتوں نے ایسا نرم لہجہ اور ہمدردالفاظ نہیں سنے تھے امی بابا کے جانے کے بعد حنین کے لیے دلوں سے ہمدردی اور لہجوں سے نرمی ہی اٹھ گئی تھی بھابی تو بھابی تھیں ان سے اچھی توقع رکھنا ہی عبث تھا مگر حسیب بھائی

تو اپنے تھے شاید غم روزگار ان کو اپنی چھوٹی بہن سے غافل کر گیا تھا کہ بینک کی ملازمت کے ساتھ انہوں نے اپنا گاڑیوں کا شوروم بھی کھول لیا تھا سو ان کو گھڑی بھر کی جو فرصت ملتی وہ بھابی اور بچوں کے حصے میں آجاتی تھی۔ رہ گئی حوریہ تو وہ ماں جائی بھی حنین سے دور تھی بھائی کے بگڑے رویوں کے باعث کم ہی اُدھر کا رخ کرتی تھی یوں حنین پیار محبت اور خلوص و مروت کو ترس گئی تھی۔

"پھوپو مجھے ٹرائفل دیں۔" سعد کی آواز پر وہ چونک کر حال میں واپس آئی سب کھانے سے تقریباً فارغ ہو چکے تھے حنین نے اپنی بھری پلیٹ پر نظر ڈالی پھر سامنے دیکھا تو سالار کو حیرت سے اپنی طرف دیکھتا پایا تو جھینپ سی گئی۔

"حنین اب اٹھو اور جلدی سے برتن سمیٹ لو۔" بھابی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلا کر برتن سمیٹنے لگی۔ سالار بھی نیپکن سے ہاتھ پونچھ کر اٹھ کھڑا ہوا حنین کی بھری پلیٹ اب بھی اس کی نگاہوں میں تھی۔

"اور ہاں اچھی سی چائے لے آنا۔" بھابی نے نیا حکم جاری کیا۔

"حمنہ بیٹا...... پھوپو کی ہیلپ کرواؤ۔" سالار کہہ بیٹھا تو حمنہ نے برا سا منہ بنایا۔

"وہ کر لے گی سالار تم اندر چلو۔" نرمین بھابی نے ناگواری سے سالار کو دیکھا اور قدم آگے بڑھا دیئے تو سالار کو ان کا ساتھ دینا پڑا۔

☆......☆......☆......☆

پھر وہ چائے لے کر لاؤنج میں آئی تو بچے ٹی وی پر بھابی کی شادی کی مووی لگا کر بیٹھے تھے اور اب سالار کی یادداشت تازہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

"بجو کتنی کیوٹ اور اسمارٹ ہوا کرتی تھی تم۔ اب تو قسم سے توپ بن گئی ہو ہر وقت گولے داغنے کو تیار۔" وہ ایک ایک کر کے سب کو چائے پیش کر رہی تھی جب سالار کا بے لاگ تبصرہ سماعتوں سے ٹکرایا حنین کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جبکہ نرمین بھابی کا منہ پھول گیا۔

"شادی اور بچوں کے بعد کہاں اسمارٹنس رہتی ہے

کام کاج اور ذمہ داریاں اتنی ہوتی ہیں۔" بھابی نے ٹھنک کر کہا۔

"ارے یہ پھوپو...... دیکھیں۔" سعد نے سب کی توجہ پھر ادھر کروائی۔

پنک اور اورنج کلر کے کنٹراسٹ لہنگے میں ملبوس نوعمر چہرے پر معصومیت اور بانکپن لیے حنین بھابی کے پہلو میں آکر بیٹھی تھی خوشی اور بے فکری اس کے ہر انداز سے چھلکی نظر آرہی تھی۔

اپنے سہانے دن اسکرین پر ابھرتے دیکھ کر حنین کے دل نے حسرت بھری چٹکی لی۔ پھر امی اور بابا ایک ساتھ اسٹیج پر آئے تھے اکلوتے بیٹے کی شادی میں شاداں و فرحاں۔

"واوا...... واوی۔" سعد نے پھر نعرہ لگایا۔ حنین کو پتہ نہ چلا کب اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ سالار نے نظر گھمائی تو اس کو روتے پایا۔

"حمنہ جلدی فارورڈ کرو رخصتی کے وقت سالار میرے ساتھ کھڑا نظر آئے گا دیکھے تو خود کو اس وقت کیسا سوکھا سڑا تھا یہ بھی۔" بھابی نے کہا تو حمنہ نے سر ہلا کر ریموٹ اٹھایا اور فارورڈ کرنے لگی۔

حنین جو بابا اور امی کو محویت سے دیکھ رہی تھی ایک دم ہوش میں آگئی دل کو دھکا سا لگا تھا پھر وہ مزید وہاں نہیں رکی۔

☆......☆......☆......☆

سالار کے آجانے سے گھر میں کافی رونق ہوگئی تھی بھابی کی بے جا تنقید سے بھی کچھ خلاصی مل گئی تھی کہ آئے دن نت نئے پروگرام گھومنے پھرنے کے بنتے رہتے جس میں بچے پیش پیش رہتے بھابی کے میکے والوں کی آمد میں بھی اضافہ ہوگیا تھا اور حنین پر کام کا بوجھ پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا تھا لیکن وہ خوش تھی کہ اس کو کام سے زیادہ کٹھن رویوں کو سہنے سے تھکن ہوجاتی تھی وہ دیکھ رہی تھی کہ بھابی کا کزن ان کو اس پر زیادہ توجہ نہ دینے دیتا تھا بھابی اس سے کسی بات پر الجھتی تو وہ کوئی نئی بات چھیڑ دیتا مجموعی طور پر حنین کو وہ ایک اچھا ہمدرد انسان لگا تھا جو بھابی کے میکے کے دوسرے رشتہ داروں سے قطعی مختلف تھا شاید عمر کا زیادہ حصہ باہر گزارنے کی وجہ سے اس کا مزاج الگ تھا......

بہرحال کچھ بھی سہی حنین کو گھر میں اس کی آمد بری نہیں لگی تھی...... حسیب بھائی سے بھی اس کی اچھی دوستی ہوگئی تھی اور ویسے بھی وہ اپنی بیوی کے رشتہ داروں سے کبھی خائف نہ ہوتے تھے حنین کو لگتا وہ ایک اچھے شوہر اور باپ ہیں لیکن اچھے بھائی ہیں یا نہیں یہ سوچ اسے الجھا دیا کرتی تھی۔

☆......☆......☆......☆

اس دن بھابی کا بلڈ پریشر بہت بڑھ گیا اور حنین کی شامت آگئی۔ ہوا یہ کہ وہ کپڑے دھونے لگی تو غلطی سے بھابی کا پیور شیفون کا ڈیزائنر سوٹ واشنگ مشین سے دھو دیا کپڑے الگنی پر سکھانے کو ڈالے تو بھابی کی نظر اپنے سوٹ پر پڑ گئی پھر جو انہوں نے تماشہ کھڑا کیا کہ الامان حنین کی اگلی پچھلی نسلوں کو کوس ڈالا ان کے چلانے پر سالار کمرے سے باہر نکل آیا تھا حنین نے جو سالار کو آتے دیکھا تو مارے شرم کے زمین میں گڑ سی گئی ایک غیر انسان کے سامنے نہایت شرمندگی محسوس ہوئی۔

"ثمین بجو بس کرو ہوگئی غلطی اب جانے دو۔" وہ بھابی کا بازو پکڑ کر کہنے لگا۔

"ویسے بھی ہائی بلڈ پریشر کی پیشنٹ ہو کول ڈاؤن۔" سالار کا اتنا کہنا غضب ہوگیا۔

"ارے یہ جان کر ایسی حرکتیں کرتی ہے معلوم جو ہے میں ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ ہوں چاہتی ہے میں ہارٹ اٹیک سے مر جاؤں۔" وہ بین کرنے لگیں سالار نے ناگواری سے ثمین کو دیکھا۔

"یہ معصوم صورت دکھتی ہے پر ہے پوری فسادن اسی کی وجہ سے مجھے اچھی بھلی ملازمت سے ریزائن کرنا پڑا۔" ثمین کو اپنے پرانے دکھڑے یاد آئے تھے۔ حنین نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

"اچھا بس اندر چلو اب۔" وہ ثمین کو بصد اصرار اندر لے آیا اسی سے اپنا سر دکھتا ہوا محسوس ہوا اتنے سالوں بعد

اپنی پڑھی لکھی کزن کا یہ گنواروں والا رویہ سالار سے ہضم کرنا مشکل ہورہا تھا۔

☆......☆......☆......☆

"حنین ایک کپ چائے ملے گی پلیز۔" وہ زرمین کو سکون آور گولی بصد اصرار کھلا کر خود کچن میں چلا آیا جہاں حنین بھیگی آنکھوں سے روزمرہ کے کاموں میں مصروف تھی سالار کو دیکھ کر حنین نے رخ موڑ لیا کہ عجیب سی شرمندگی اس پر سوار تھی۔

"جی میں دیتی ہوں۔" وہ بھاری آواز میں بولی۔

سالار نے وہیں رکھی ڈائننگ میز کی کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا حنین اپنی پشت پر اس کی موجودگی محسوس کرکے کچھ بے چین سی ہوگئی۔

"آپ لاؤنج میں بیٹھیں میں لاتی ہوں۔" وہ رسانیت سے بولی پھر چائے پکا کر جیسے ہی پلٹی تو سالار کو وہیں براجمان پایا۔

"میں یہاں آرام محسوس کررہا ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا تو حنین چپ رہی۔

"تم بھی یہاں بیٹھ جاؤ صبح سے کاموں میں لگی ہو۔" وہ بے تکلفی سے چائے اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے بولا تو حنین مخمصے میں پڑگئی۔

"بیٹھ جاؤ۔" سالار نے زور دے کر کہا تو وہ ذرا دور کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"تم اتنے تکلف میں کیوں رہتی ہو ہنسا بولا کرو یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔" سالار نے بغور اس کی روئی صورت کا مشاہدہ کیا۔

"یہ میرا اپنا گھر کبھی تھا لیکن اب نہیں۔" حنین کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"کیوں نہیں یہ اب بھی تمہارا گھر ہے حنین۔ اس گھر پر تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ حسیب بھائی کا زرمین بجو اور بچوں کا۔" سالار کی بات پر ایک تلخ مسکراہٹ حنین کے لبوں پر ٹھہر گئی۔

"اینٹ اور مٹی سے بنی چار دیواری تب تک گھر نہیں بنتی سالار صاحب جب تک اس میں رہنے والوں کے دلوں میں آپسی محبت اور کشادگی نہ ہو۔" وہ چیخ کر بولی...... سالار چونکا اور اسے اس کم گو لڑکی سے ایسی تلخی کی امید نہ تھی۔

"میرے ماں باپ کی زندگی تک یہ گھر اور یہاں کی ہر چیز میری تھی اہل خانہ بھی میرے تھے لیکن ان کے جانے کے بعد میرے قدموں سے زمین اور سر سے شفقت بھرا آسمان چھن چکا ہے۔" حنین کا ضبط آج جیسے ٹوٹ سا گیا تھا وہ سسک اٹھی سالار اس کے رونے سے پریشان ہورہا تھا۔

"حنین پلیز...... بی ریلیکس۔" اس نے میز پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلا اور اس کی طرف بڑھایا۔ حنین نے گلاس لے کر ایک گھونٹ میں پانی پی لیا پھر اپنے آنسو ہتھیلی سے صاف کرنے لگی۔

"آئم سوری۔" وہ جیسے اپنی بے ساختہ کیفیت پر شرمندہ ہوئی۔

"نو اٹس او کے۔" سالار نے نرمی سے کہا۔

"تم اپنی جگہ درست کہتی ہو حنین...... گھر افراد خانہ کی محبت اور خلوص سے وجود میں آتے ہیں۔ آج میں تمہیں اپنے متعلق بتاؤں...... میری زندگی میں بھی کم و بیش ایسے ہی سرد رویوں کا سامنا رہا ہے مجھے۔" سالار کی بات پر حنین کی خوب صورت آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"میرے ابو میرے بچپن میں ہی دنیا سے چلے گئے جوائنٹ فیملی سسٹم تھا ہمارا...... امی کے میکے میں بس ایک ماموں کا رشتہ تھا جو امریکہ میں رہائش پذیر تھے سو دادا نے خوشی سے بہو اور پوتے کو اپنے پاس رکھ لیا دادا کی حیات تک سب کچھ ٹھیک رہا زندگی تب مشکل ہوئی جب دادا کا انتقال ہوا تایا اور تائی مطلب زرمین بجو کے والدین کے لیے ہم ماں بیٹا ایک دم ہی بوجھ بن گئے ان کے اپنے پانچ بچے تھے تایا کی آمدنی زیادہ نہ تھی سو تائی اٹھتے بیٹھتے میری مرحوم ماں کو سو باتیں سناتیں حالانکہ ان کے بچوں میں ہمارے خلاف اتنا عناد نہ تھا زرمین بجو مجھے اپنے

چھوٹے بھائیوں کی طرح چاہتی تھیں جیسے تیسے وہ کٹھن وقت گزرا میں میٹرک میں پہنچا تو امی آزمائشوں اور غموں کو خاموشی سے سہتے ٹی بی کو گلے لگا چکی تھیں کم پیسوں اور اب دیورانی کی بیماری کے متوقع خرچوں کو لے کر تائی نے خوب واویلا کیا امی اب گھر کے کاموں سے بھی معذور ہوگئی تھی سوتائی کا سارا نزلہ مجھ پر گرتا تایا بھی بے رخی دکھانے لگے ان حالات میں امی نے ماموں سے رابطہ کیا اور کہا کہ میری زندگی کا بھروسہ نہیں سالار کو امریکہ اپنے پاس بلوالو۔'' سالار ذرا دیر کو خاموش ہوا حنین دل جمعی سے ہمہ تن گوش تھی۔

''پھر......؟'' اس نے بے قرار ہوکر پوچھا تو سالار مسکرایا۔

''پھر دو سال لگے ماموں کو مجھے بلوانے میں اس دوران امی ایک رات چپکے سے اس فانی دنیا کو چھوڑ گئی۔'' سالار نے گہرا سانس بھرا۔ حنین افسردہ سی ہوگئی۔

''امریکہ گیا تو تعلیم کا سلسلہ پھر سے جوڑا ماموں کا وہاں ایک اسٹور تھا جس کی دیکھ بھال کے لیے مجھے منتخب کیا گیا تھا ان کی دو بیٹیاں تھیں انتہائی ماڈرن امریکی ماحول کی پروردہ ماموں نے ان میں سے ایک کو میرے لیے چن رکھا تھا وہ دن میرے لیے حیرتوں کا دن تھا جب ماموں نے بصد اصرار اپنی بیٹی نینا کو مجھ سے نکاح کے لیے راضی کیا اس کا نخرہ قابل دید تھا جبکہ مجھے اس معاملے میں کوئی اہمیت نہ دی جارہی تھی حالانکہ اس کا مغربی انداز میرے لیے ناقابل برداشت تھا مجھے اس ملک کی شہریت ابھی نہیں ملی تھی ماموں کے ساتھ رہنا میری مجبوری تھا اور اسی وجہ سے میں اس بے جوڑ نکاح پر ناچار خاموش رہ گیا خیر میری زندگی کا مشکل دور پھر سے شروع ہوگیا تھا۔ نینا کے اطوار اس کی لڑکوں سے گہری دوستیاں حتیٰ کہ ڈرنک کرنے کی بری عادات مجھے خون کے گھونٹ بھرنے پر مجبور کرتی رہیں چار سال کی نام نہاد ازدواجی زندگی کو آخر اس نے خود ہی ختم کردیا اور مجھ سے طلاق لے کر اپنے کسی بوائے فرینڈ سے شادی کرلی ماموں بہت نادم تھے خیر اس دوران میں بھی کافی ایڈجسٹ ہوچکا تھا۔ ماموں کا گھر چھوڑ کر علیحدہ رہنے لگا اور ان کا ڈرگ اسٹور بھی چھوڑ دیا اور کہیں اور ملازمت کرلی پھر کئی سال گزر گئے پاکستان کا رخ نہ کیا کہ ماں کے بعد یہاں کوئی سچا رشتہ بچا ہی نہ تھا کس کے لیے واپس آتا۔'' سالار ایک دم چپ ہوا حنین اسے دلچسپی سے سن رہی تھی۔

''زرمین بجو کی شادی کے بعد میں یہاں سے گیا تھا وہاں فون پر ان سے رابطہ رہتا تھا تایا تائی یکے بعد دیگرے دنیا چھوڑ گئے اور بہن بھائیوں کے گھر بس گئے بجو مجھے یہ سب بتاتی رہتی تھیں...... کبھی اپنی سسرال کے بارے میں بات نہ کی نہ ہی میں جان پایا کہ وہ مزاجاً اتنی بدل چکی ہیں یہ تو یہاں آکر پتہ چلا۔'' سالار نے افسوس سے حنین کو دیکھا تو اس نے لب بھینچ لیے۔

''تمہیں ایک مزے کی بات بتاؤں کہ جب سے میں امریکہ سے آیا ہوں تقریباً سب کے بدلے رویے مجھے حیران کررہے ہیں۔'' حنین کو افسردہ دیکھ کر اس نے بات پلٹی۔

''کہاں وہ بے چارہ یتیم لڑکا جس کو کوئی منہ نہ لگاتا تھا اور کہاں یہ امریکہ پلٹ سالار جس کے آگے ہر کوئی بچھا جارہا ہے ہاہاہا۔'' اپنی بات پر وہ کھل کر ہنسا حنین بھی مسکرادی تھی۔

''اسی طرح مسکراتی رہا کرو لائک اے بریو گرل۔'' وہ حنین کو محویت سے دیکھتے بولا تو حنین جھینپ گئی۔

''تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حوصلہ نہیں ہارنا کیونکہ ہر انسان کی زندگی میں کٹھنائیاں بھی آتی ہیں اور آسانیاں بھی کوئی ایک موسم سدا نہیں رہتا اچھی لڑکی۔'' سالار نے آخر میں ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو حنین کی آنکھیں پھر سے جھلملانے لگیں پتہ نہیں کیوں سالار کا پُرخلوص لہجہ اس کو ذو دو رنج کرگیا تھا۔

☆......☆......☆......☆

پھر اگلے بہت سارے دن یونہی گزر گئے حنین کی معمول کی زندگی میں غیر معمولی تبدیلی تب آئی جب زرمین

نے گھر کے کاموں میں دلچسپی لینا شروع کی اور جب بھابی نے پہلی بار پائپ لگا کر صحن دھویا تو حنین بے ہوش ہونے والی لگی تھی یہ الگ بات کہ اس کام کے بعد وہ ہانپ گئی تھی آخر برسوں بعد جسم کو مشقت میں ڈالا تھا۔

"ارے حنین جلدی سے چائے لاؤ۔ ہائے پٹھے دکھ گئے میرے۔" نرمین ہائے وائے کرتی لاؤنج کے صوفے پر گر سی گئی۔

"ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھی رہی ہو اتنے سال زنگ تو لگنا ہے نا بجو۔" سالار جو وہیں موبائل میں مگن تھا سر اٹھا کر بولا۔

"اپنی جان عزیز ہے تو جان چھڑاؤ آرام پسندی سے رنگ برنگی بیماریاں چمٹالی ہیں خود کو۔" کل سے میرے ساتھ واک کرنے بھی نکلو کام کاج کرو گی تو ہی چاق و چوبند رہو گی۔" سالار نے سمجھایا تو بھابی نے ناچار سر ہلایا چائے لے کر آتی حنین کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو یہ سالار صاحب کا کارنامہ ہے۔" حنین کو خوشی محسوس ہوئی تھی سالار بھی دبی مسکراہٹ سے حنین کو دیکھنے رہا تھا۔

"حنین بس آج سے تم کچن تک محدود ہو جاؤ اور صفائی ستھرائی کا کام بجو پر چھوڑ دو۔" سالار کی بات پر نرمین کے ہاتھ سے چائے چھلک پڑی۔

"بجو جھاڑو پونچھا کرنے سے چربی کم ہوتی ہے۔" سالار نے مزے سے کہا تو نرمین بھابی کا چہرہ دیکھنے والا ہو گیا۔ حنین ہنسی چھپاتی واپس پلٹ گئی تھی۔

☆......☆......☆......☆

پھر سالار نے نرمین بھابی کو چاق و چوبند کرنے کی ٹھان لی جس پر نرمین کی جان مشکل میں پھنس گئی اور حنین کو گھر کے دوسرے کاموں سے خلاصی ملی وہ صرف کچن کے کام نمٹاتی حسیب بھائی بھی بیوی کو ایکٹیو ہوتے دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے تھے اور چپکے سے سالار کی پیٹھ بھی تھپکی تھی یہی نہیں بلکہ سالار نا محسوس انداز میں نرمین کو اس کے

غزل

تیرے گھر کی راہ گزر میری منزل نہیں
تجھے دل سے نکال دوں یہ کوئی مشکل نہیں
گر بھلا بھی دوں تجھ کو اے صنم
پر شاید بھول پائے کبھی یہ دل نہیں
دل مچلتا ہے جس وقت آتے ہو یاد
تمہیں یاد کرنے سے تو کچھ حاصل نہیں
بکھرے پڑے ہیں چار سو محبت کے جنازے
کہتے ہیں دنیا والے یہ مقتل نہیں......
ہم بزم میں آئے تم رخ موڑ کر چلے
کیا تیری محفل میں آنے کے قابل نہیں؟
قتل کر دیا جذبات قلب کو تم نے
دل نادان کہتا ہے کہ تُو قاتل نہیں
لیا ہے فیصلہ سزا کا تیری خوشی کے واسطے
کہ آج کے بعد کہیں بھی تو مجھ سے ملی نہیں
راہِ عشق میں منزل ملا نہیں کرتی
نجم انجم ایسے رستے پر کبھی چلی نہیں

نجم انجم اعوان...... کراچی

نامناسب رویوں کی نشاندہی بھی کروا رہا تھا اس نے نرمین بھابی کو ان کے پڑھے لکھے ہو کر اجڈ انداز واطوار اپنا لینے پر باز پرس جاری رکھی۔

"بجو آپ کو آپ کے بچے فالو کریں گے جیسا آپ کا رویہ ہو گا وہ بھی اپنا لیں گے خود کو بدلیں ورنہ نقصان آپ کا اپنا ہے۔" پتھر پر مسلسل پانی گرے تو شگاف پڑ جاتا ہے یہ تو گوشت پوست سے بنی نرمین بھابی تھیں۔

"مکافات عمل بہت برا ہوتا ہے بجو جو کرو گے وہی بھرنا پڑے گا اس لیے اپنا برتاؤ بدلو۔" سالار ڈھکے چھپے انداز میں کہہ دیا کرتا جس پر نرمین اس کو گھور کر دیکھتی پر یہ سچ تھا کہ سالار کی باتیں کھری تھیں سو سیدھا دل پر اثر کرتی تھیں۔

☆......☆......☆......☆

موسم نے کروٹ بدلی اور سردیاں بے دھڑک چلی آئی

تھیں حنین سردیوں سے خائف رہتی تھی کہ نزلہ زکام اسے گھیر لیتا اور سردی اسے لگتی بھی بہت تھی سو ہمیشہ کی طرح اسٹور روم سے سارے کمبل رضائیاں اور گرم سوئٹرز کو چھت پر لے جا کر باری باری دھوپ میں رکھا اور ایک براؤن رنگ کا سوئٹر خود بھی پہن لیا کہ گھر میں گرم کپڑے پہننے کا آغاز ہمیشہ حنین سے ہوتا تھا وہ چھت کی سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی تو سالار کی نظر سوئٹر اور گرم شال میں ملبوس حنین پر پڑی وہ حیران رہ گیا۔

''کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' اس کے استفسار پر وہ شرمندہ سی ہوگئی۔

''جی بس ٹھنڈ بڑھ گئی ہے تو۔'' حنین کے جواب پر وہ مسکرا دیا۔

''اسے ٹھنڈ کہہ رہی ہو تم۔ ارے یہ تو خوشگوار موسم ہے کبھی امریکہ آؤ تو پتہ چلے ٹھنڈ کسے کہتے ہیں میں جس علاقے میں رہتا ہوں وہاں تو پانی بھی برف کی شکل پیش کرتا ہے سردیوں میں۔'' سالار نے بتایا تو حنین نے جھرجھری سی لی۔

''اف توبہ مجھے نہیں آنا وہاں آپ کو ہی مبارک ہو امریکہ۔'' وہ بے اختیار کہہ بیٹھی تو سالار کی مسکراتی نظروں کی جوت بجھ سی گئی۔ حنین نے اس کے چہرے پر تاریک سایہ سا لہراتے دیکھ لیا تھا۔

''اوکے تمہاری مرضی۔'' سالار نے کندھے اچکائے اور اندر کی طرف قدم بڑھائے تو حنین کو عجیب سا احساس ہوا۔

''کیا سالار کو میری بات بری لگی...... لیکن میں نے تو ایسی کوئی خاص بات نہیں کی پھر وہ کیوں بجھ سا گیا۔'' حنین خود سے الجھتی رہ گئی۔

☆......☆......☆......☆

دوسرے دن بنا بتائے حوریہ اپنے بچوں سمیت چلی آئی حنین کے لیے تو یہ سرپرائز ہی تھا وہ بہن سے خوب لپٹ کر گرم جوشی سے ملی۔

''کیسی ہو حنین؟'' حوریہ نے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر پوچھا تو حنین نے لب بھینچ کر فقط سر ہلا دیا۔

''حوریہ باجی یوں اچانک۔'' حنین نے بات کا رخ موڑا۔

''ہاں میری سسرال میں کسی کی شادی تھی وہی اٹینڈ کرنے آئی تھی ہفتے بھر سے یہاں ہوں جاتے وقت سوچا اپنی گڑیا کو دیکھ آؤں کس حال میں ہے۔'' حوریہ بتاتے ہوئے آخر میں کچھ تلخ ہوئی تھی۔

''آپ لوگ بیٹھو میں کچھ اسنیکس وغیرہ لے آؤں۔'' وہ حوریہ کو وہیں بٹھا کر کچن میں چلی آئی۔ پھر اسنیکس اور کولڈ ڈرنک وغیرہ ٹرالی میں سجا کر کچن سے عجلت میں باہر آئی تو سالار سے ٹکرا گئی۔

''ارے اتنی جلد بازی میں کس کی مہمان نوازی کی جارہی ہے۔'' سالار نے حیرت سے پوچھا تو وہ جھینپ گئی۔

''حوریہ باجی آئی ہیں۔'' حنین نے خوشی سے بتایا تو وہ حسب سابق ملائمت سے مسکرا دیا۔

''یہ تو اچھی خبر ہے چلو ہم بھی ملتے ہیں آپ کی حوریہ باجی سے۔'' وہ اس کے ہم قدم ہو کر لاؤنج میں داخل ہوا تو حوریہ چھنبے سے اس دراز قد خوب صورت لڑکے کو دیکھنے لگی جو بہن کے پہلو میں بہت جچ رہا تھا۔

''حوریہ باجی یہ سالار ہیں بھابی کے کزن امریکہ سے آئے ہیں۔'' حوریہ کی سوالیہ نظروں کو دیکھ کر حنین نے بتایا۔

سالار سلام کر کے وہیں بیٹھ گیا حوریہ نے بھابی کے کزن کو کچھ منہ بنا کر دیکھا۔

''ہاں بھئی نرمین بھابی تو بہت مہمان نواز ہیں اپنے رشتہ داروں کی خوب آؤ بھگت کرتی ہیں بس نندوں سے خدا واسطے کا بیر ہے۔'' وہ تلخی سے بولیں تو حنین نے گھبرا کر سالار کو دیکھا جو خاموشی سے سن رہا تھا۔

''سال بعد صرف اپنی بہن کا منہ دیکھنے دو گھڑی آجاتی ہوں ورنہ آپ کی کزن تو سسرالی رشتے نبھانے کی قائل نہیں ہے کوئی آتا نہیں ڈلواتی ہمارے گھر جو اس کی سو

باتیں سنتے رہیں۔ بہن کی محبت کھینچ لاتی ہے بھائی کو تو ایسا کردیا ہے کہ خون ہی سفید ہوگیا ہے اس کا۔ رہی بہن تو لاوارثوں کی طرح اس گھر میں پڑی ہے تو خیر خبر لینے آنا پڑتا ہے۔" حوریہ تو بھری بیٹھی تھی پھٹ پڑی۔

"آپ آیا کریں آپ کے بھائی کا گھر ہے۔" سالار نے نرمی سے کہا۔

"ارے رہنے دو بھئی جب احساس اور مروت ختم ہوجائے تو رشتے اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔" حوریہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"اور اللہ کسی کو احساس ومحبت سے خالی رشتوں کے در پر نہ ڈالے یہ سامنے بیٹھی ہے اس ہی کی مثال لے لو میری لاڈو پلی بہن...... پوچھو اس سے بابا امی کے گزرنے کے بعد کیا کیا نہ سہا ہے اس نے۔" حوریہ نے جذباتی سا ہوکر حنین کی طرف اشارہ کیا تو وہ ٹپٹا کر رہ گئی حوریہ باجی کو چپ کروانا بہت مشکل تھا۔

"نازوں پلی میری چھوٹی بہن گھر بھر کی آنکھ کا تارہ ملازمہ بن کر رہ گئی ہے بھابی کی' کہیں شادی کی بات نہیں چلنے دیتی کہ مفت کی نوکرانی ہاتھ سے نہ نکل جائے کتنے ہی رشتے میں میخ نکال کر ٹھکرا دیئے۔ خود میں تین اچھے رشتے لائی تینوں دفعہ خوامخواہ کا انکار کہلوا بھیجا میرے شوہر نے کہا تمہاری بھابی کبھی اس کی شادی نہیں ہونے دے گی تم ہر بار بے عزتی کرواتی ہو میں نے کہا میری تو ماں جائی ہے دل دکھتا ہے میرا۔" حوریہ روانی میں دل کے پھپھولے پھوڑتی رہی اور ادھر حنین کا خفت کے مارے برا حال تھا سالار کے آگے آنکھیں نہ اٹھائی جارہی تھیں۔

"میں کہتی ہوں امی بابا اپنے ساتھ اس کو بھی لے جاتے ایسے بے رحموں کے بیچ تو نہ چھوڑتے۔" حوریہ کی بات پر سالار نے جھرجھری لی۔

"اللہ نہ کرے آپ کیسی باتیں کررہی ہیں یہ بہت نیگیٹو سوچ ہے آپ کی۔" وہ احتجاجاً کہہ اٹھا۔

"تو اور کیا کہوں میرا اور حسیب کا گھر بسا کر اس کو تنہا چھوڑ گئے۔" وہ چھکوں پھکوں رونے لگیں۔

یاد

اکیلی بیٹھی سوچ رہی ہوں
یادوں کی تختی نوچ رہی ہوں
نانا دادا ابو تایا
جائے کون واپس ہے آیا
پھر دروازہ کیوں کھول رہی ہوں
اکیلی بیٹھی سوچ رہی ہوں
اب ساتھ نہیں ہیں وہ ہمارے
رہتے تھے ہم جن کے سہارے
اب ان ہاتھوں کو ٹٹول رہی ہوں
اکیلی بیٹھی سوچ رہی ہوں
وہ چلے گئے سب چھوڑ کے
رشتے سارے توڑ کے
پھر رستوں کو کیوں کھوج رہی ہوں
اکیلی بیٹھی سوچ رہی ہوں
دنیا میں یہ ہوتا ہے نینا
ساتھ کسی نے کب تک ہے رہنا
پھر کچے دھاگے کیوں کھول رہی ہوں
اکیلی بیٹھی سوچ رہی ہوں

رفعت نینا...... پسرور

"پلیز کول ڈاؤن۔" سالار نے انہیں ٹشو پیش کیا۔

"دیکھئے آپ کے رونے سے بچے پریشان ہوگئے ہیں۔" اس نے حمزہ اور نمرہ کو دیکھ کر کہا جو خاموش بیٹھے تھے۔

"باجی بس کرو۔" حنین بہن سے آکر لپٹ گئی تو حوریہ ٹشو سے اپنی آنکھیں صاف کرنے لگی۔

اتنے میں نرمین دوپہر کی نیند لے کر کمرے سے باہر نکلی اور لاؤنج میں چلی آئی۔ وہ ان تینوں کو دیکھ کر کچھ حیران ہوئی تھی۔

"کیسی ہو حوریہ۔" نرمین بھابی نے آگے بڑھ کر پوچھا تو حوریہ جو رونے سے لال بھبھوکا چہرہ لیے

بیٹھی تھی خاموش رہی۔ زرمین نے ماحول کا بوجھل پن محسوس کرلیا تھا۔

"اچھا حنین اب میں چلتی ہوں تمہیں ملنے آئی تھی سو مل لیا۔" حوریہ نے حنین کو گلے لگا کر اپنی چادر پہنی۔

"ارے آپ کو آئے دیر ہی کتنی ہوئی ہے ابھی سے جارہی ہیں بیٹھیے حسیب بھائی آنے والے ہوں گے۔" سالار نے اخلاق نبھایا۔

"نہیں بھائی مجھے جس سے ملنا تھا مل لیا باقی رہے حسیب بھائی تو وہ خوش رہیں اپنی دنیا میں جہاں صرف ان کو اپنی بیوی اور بچے دکھائی دیتے ہیں ہم بہنوں کی خیر ہے۔" حوریہ نے کٹیلے لہجے میں کہا تو زرمین نے اس سے گھور کر دیکھا پر بولی کچھ نہیں۔ حوریہ دونوں بچوں کا ہاتھ پکڑے باہر نکل گئی حنین بھی ان کو رخصت کرنے باہر تک آئی تھی۔

"میرے سر میں درد ہے حنین سے کہنا اچھی سی چائے پکا کر مجھے دے جائے۔" سالار نے کچھ کہنے کو منہ کھولا ہی تھا کہ زرمین نظریں چراتی لاؤنج سے چلی گئی۔

☆......☆......☆

حوریہ کے آنے اور عجلت میں چلے جانے سے حنین کا دل بوجھل سا ہوگیا تھا اور یہ تو ہمیشہ ہی ہوتا تھا حوریہ دو گھڑی کے لیے آتی تھی حنین اپنے دل کی باتیں بھی نہ کرپاتی اور وہ بھابی اور بھائی کے گلے شکوے کرکے واپس چلی جاتی پھر حنین کئی دن یونہی بولائی بولائی پھرتی رہتی تھی سالار کے سامنے بھی حوریہ نے اچھا خاصا شرمندہ کروادیا تھا وہ ویسے بھی اپنے دل میں اس بے حد پیارے بندے کے لیے کچھ الگ سے جذبے محسوس کرنے لگی تھی ایسا لگنے لگا تھا جیسے خوابوں کو اپنی تعبیر ملنا ہی چاہتی ہو وہ خواب جو اس نے جاگتی آنکھوں سے کبھی دیکھے تھے سو وہ اب اپنی کیفیت سے گھبرا کر اس کا سامنا کرنے سے کترانے لگی تھی دوسری طرف سالار دیکھ رہا تھا کہ حنین پھر سے گم صم ہوتی جارہی تھی وہ مسکراہٹ جو کچھ دنوں سے اس کے لبوں پر تھی اب غائب ہوچکی تھی حالانکہ اب تو زرمین کا رویہ بھی بدل گیا تھا سالار کی باتوں سے ان میں بہت تبدیلی آگئی تھی۔

☆......☆......☆

نئے سال کی آمد آمد تھی بچے سالار کے ساتھ مل کر نیو ایئر کی خاص سیلیبریشن کرنے کا پروگرام ترتیب دے رہے تھے ویسے تو نیا سال معمول کے انداز میں شروع ہوتا تھا لیکن اس بار نئے سال کی شروعات امریکہ پلٹ ماموں کے ساتھ ہونی تھی جس نے باہر کے ملکوں میں نئے سال کی آمد کے رنگارنگ قصے سنا سنا کر ان کا جوش بڑھادیا تھا۔

"اف کتنا مزہ آئے گا ماموں ہم سب مل کر انجوائے کریں گے۔" سعد نے صوفے سے اچھل کر تالی بجائی تو کمرے میں داخل ہوتی حنین نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"ہاں بیٹا بہت انجوائے کریں گے۔" سالار جو صوفے پر آرام وہ انداز میں نیم دراز تھا حنین کو دیکھ کر اونچی آواز میں بولا۔

"پھر تو ویسے بھی مجھے واپس جانا ہے دو جنوری کی سیٹ کنفرم ہے میری۔" وہ ہاتھ سے فرضی جہاز اڑا کر بولا تو حنین چونک اٹھی۔

"سالار کی واپسی......!" اس کے دل کو کچھ ہوا۔

"نہیں ماموں...... آپ مت جائیں...... پلیز رک جائیں نا۔" حمنہ اور سعد ایک ساتھ چلا اٹھے۔

"جانا تو ہے بیٹا...... میں ہمیشہ کے لیے تو نہیں آیا تھا۔" وہ رسانیت سے سعد کو سمجھاتے کن انکھیوں سے حنین کو دیکھ رہا تھا جس کا چہرہ ایک دم بجھ سا گیا تھا۔

"آپ ہماری بات نہیں مان رہے۔" حمنہ ٹھنکی۔

"پھر کس کی بات مانیں گے مما کی؟" سعد نے معصومیت سے پوچھا تو سالار نے نفی میں سر ہلایا۔

"پاپا کی۔" حمنہ نے سوچتے ہوئے سوال کیا اس نے گردن پھر نفی میں ہلائی۔

"پھر...... پھر......" سعد بھی سوچ میں پڑ گیا۔

"پھوپو کی؟" یکا یک اس کی نظر حنین پر پڑی تو وہ اشارہ کرکے بولا۔ اس بار سالار نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پھوپو......" وہ دونوں حنین کی طرف دوڑے۔

"پھوپو...... آپ ماموں کو کہیں کہ وہ امریکہ واپس نہ جائیں۔ پلیز...... پلیز۔" حنین جو دھلے کپڑے تہہ کر رہی تھی ٹپٹاسی گئی۔

"آئیں پھوپو...... ادھر۔" وہ دونوں اسے کھینچ کر سالار کے سامنے لے آئے تھے۔

حنین نے دیکھا سالار کی بھوری آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں جبکہ وہ بظاہر سنجیدہ تھا۔

"بولیں نا۔" سعد نے اس کا بازو ہلایا۔

"اتنی جلدی واپسی؟" اس نے سرگوشی میں شکوہ کیا۔

"سوری صاف سنائی نہیں دیا پھر سے کہیے۔" سالار نے اپنا کان کھجایا۔

"پھوپو...... اونچا بولیں نا۔" حمنہ ناراض ہوئی۔

"سالار آپ امریکہ واپس کیوں جارہے ہیں؟" حنین نے اس بار اپنی خوب صورت آنکھیں اس پر جما کر بے دھڑک سوال پوچھا تو وہ بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا نہیں جانا چاہیے مجھے؟" سوال پر سوال آیا تو حنین کچھ خفیف ہوئی۔

"بتایئے محترمہ میں کس کے لیے یہاں رکوں؟" سالار نے زور دے کر براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

تو اس کے دل میں آیا کہہ دے میرے لیے پھر شرم آڑے آگئی۔ اپنے دل کی خواہش پر وہ خود پریشان ہوگئی تھی۔

"بچے آپ کو مس کریں گے۔" وہ ہونٹ دبا کر بولی۔

"اور تم؟" وہ اب حنین سے اگلوانے پر کمر بستہ ہوا۔

"میں...... " وہ جھجکی۔

"کہہ دیں پھوپو......" حمنہ اور سعد اس کو جھنجھوڑنے میں مشغول تھے۔ حنین مشکل میں آپھنسی تھی۔

"ہاں میں بھی۔" بالآخر وہ کہہ اٹھی تو سالار خوشگواریت سے مسکرادیا۔

"جو مجھے مس کرے گا میں اس کو اپنے ساتھ لے کر جانا چاہوں گا۔" سالار نے بدستور مسکراتے مزے سے کہا تو

> **ایسا ہوسکتا ہے نا؟**
>
> ایسا ہوسکتا ہے نا؟
> کہ میں نے جان لیا ہو
> تجھے تیری ذات کی گہرائی تک
> تیرے محل سے لے کر تنہائی تک
> ایسا ہوسکتا ہے نا؟
> کہ میں نے بہت کرب سہا ہو
> تیرے ستم سے لے کر تیری مسیحائی تک
> اور ایسا بھی تو ہوسکتا ہے نا؟
> کہ تجھے کوئی دکھ نہ ہو
> میرے ملنے سے لے کر میری جدائی تک
> ہاں یقین کرو
> ایسا ہوسکتا ہے شاید
> کہ عمر بھر کے لیے کافی ہو
> یہ دکھ کہ میں نے سفر کیا
> اپنی ذات سے لے کر
> تیری ذات کی رسائی تک......!
>
> وقاص عمر...... حافظ آباد

حنین نے اچنبھے سے اس سے دیکھا۔

"کیسے ماموں؟" بچے بھی چیخ اٹھے۔

"باقاعدہ اپنے نام رجسٹرڈ کروا کے۔" سالار کی ذو معنی بات پر بچوں کا منہ کھل گیا جبکہ حنین نے بھی بات کی تہہ میں اترنے میں کچھ دیر لگائی اور جیسے ہی وہ سمجھی دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

"لیکن ایک مسئلہ ہے...... وہاں سردی بہت پڑتی ہے۔" وہ چمک دار آنکھوں سے حنین کا ردعمل جانچ رہا تھا۔ سردی کے نام پر اس کو جھرجھری سی آگئی۔

"کوئی بات نہیں ہم وہاں ہیٹر لے کر جائیں گے۔" حمنہ نے چٹکی میں حل نکالا تو سالار ہنس پڑا۔

"سوچ لو اچھی طرح وہاں میری محبت کی گرمی کے سوا ہر طرف برف ہی برف ہوگی۔" سالار نے آج کھل کر

اظہار کیا تھا حنین تو محبت کے خوب صورت نام پر ہی پگھل گئی تھی۔

"جہاں محبت کا ساتھ ہو وہاں موسموں کی پروا کون کرے۔" حنین نے بے ساختہ دل کی بات کردی تو سالار خوشی سے جھوم اٹھا جبکہ بچوں کے پلے ایک لفظ نہ پڑا تھا۔

"شکریہ حنین تم نے میری الجھن سلجھا دی اب نرمین بجو سے تمہیں مانگنا آسان ہوگیا۔" وہ اس کے دلکش چہرے کو پیار سے دیکھ کر بولا تو وہ شرما کر مسکرادی۔

☆......☆......☆......☆

پھر سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ حنین حیران رہ گئی سالار نے نرمین بھابی سے اس کا ہاتھ کیسے مانگا ان کو کیسے اس شادی کے لیے آمادہ کیا اسے کچھ پتہ نہ چلا لیکن وہ یہ دیکھ کر استعجاب میں پڑ گئی کہ نرمین بھابی اس بار بغیر کوئی مین میخ نکالے سالار سے اس کے رشتے پر رضامند ہوگئی تھیں سالار کی فلائیٹ دو جنوری کی تھی تو اس سے پہلے یعنی پہلی جنوری کو ان کا نکاح طے پایا رخصتی اس کے امریکہ کے کاغذات وغیرہ بننے کے مراحل کے بعد ہونا قرار پائی تھی اور تو اور نرمین بھابی اتنے کم وقت میں بے حد پھرتی دکھا کر نکاح کی شاپنگ میں مصروف تھیں وہ اپنے ساتھ حنین کو بھی بصد اصرار ساتھ لے جاتیں اور اس کی پسند کو مدنظر رکھ کر شاپنگ کرتیں اسلام آباد سے حوریہ کو بھی دعوت دے کر بلوالیا گیا تھا وہ بھی بہن کی خوشی میں بے حد خوش تھی نرمین سے سارے گلے شکوے اس کے اچھے رویہ کو دیکھ کر جاتے رہے وہ حوریہ سے بھی محبت سے پیش آرہی تھی اس کایا پلٹ پر حسیب بھائی بھی مطمئن تھے۔ حنین تو اپنے رب کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔

☆......☆......☆......☆

آخر کار وہ دن آپہنچا جس کا تصور حنین نے خواب میں بھی نہ کیا تھا میرون اور گولڈن رنگ کے عروسی لباس میں ملبوس دلہنوں والے میک اپ اور ہار سنگھار میں حنین کوئی آسمان سے اتری ہوئی حور لگ رہی تھی بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس سالار اپنے دراز قد اور وجیہہ سراپے کے ساتھ نظر لگ جانے کی حد تک دل میں اتر رہا تھا نکاح کے بعد جب اس کو حنین کے برابر لا کر بٹھایا گیا تو حوریہ نے بے ساختہ ماشاءاللہ کہا تھا۔

"ہاں تو محترمہ اب ہوگئے آپ کے جملہ حقوق میرے نام۔" سالار نے اپنے پہلو میں بیٹھی حنین کو محویت سے دیکھتے نرمی سے اس کا حنائی ہاتھ تھام لیا تھا۔ حنین نے ایک شرمیلی نظر اس پر ڈالی تھی۔

"کبھی سوچا نہیں تھا قدرت مجھ پر اس قدر مہربان ہوجائے گی کہ ایک خوب صورت پری میرے دامن میں ڈال دے جائے گی۔" اس کے لہجے میں جذبوں کی آنچ تھی جو سخت سردی میں بھی حنین کو دہکا رہی تھی۔

"اف اب واپس جا کر اتنے دن تم بن کیسے کٹیں گے۔" وہ ٹھنڈی آہ بھر کر بولا تو حنین بھی اداس سی ہوگئی۔

"ایسا کرتا ہوں تمہیں اپنے ساتھ سوٹ کیس میں ڈال کر امریکہ لے چلتا ہوں۔" سالار کی اوٹ پٹانگ بات پر حنین نے اسے بے ساختہ گھور کر دیکھا۔

"واؤ......پلیز ایسے ہی ان کو دیکھتی رہیے زبردست پک بنے گی۔" کیمرہ مین جو ہر لمحے کو یادگار بنانے پر کمر بستہ تھا بے اختیار کہہ کر کھٹا کھٹ کئی تصویریں اتارتا چلا گیا تو دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

نیا سال اپنے ساتھ خوشیوں کے بیش بہا خزانے سمیٹ کر لایا تھا۔ اس بار نیو ائیر واقعی خوشگوار ثابت ہوا تھا۔ حنین نے اپنے شریک سفر کو دیکھ کر سوچا اور مسکرادی تھی۔

ہومیو کارنر

طلعت نظامی

دودھ کی خرابیاں

بعض اوقات ناقص وخراب غذاؤں کے استعمال سے یا سینے کی اپنی ناقص کارکردگی یا کسی بیماری کے سبب دودھ کے اخراج میں بھی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ ترش و نمکین چیزوں کے استعمال یا تیز بو والی خوراک مثلاً لہسن، ہینگ، کباب، چٹنی کے استعمال سے بھی دودھ میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔ جو مختلف صورتوں میں رونما ہوکر دودھ کو پرورش کی قابلیت سے محروم کردیتی ہے اور بچہ دست اور بدہضمی کا شکار ہوجاتا ہے۔

دودھ میں نشوونما کی ہوجانے سے بچہ تکلیف اٹھاتا ہے کیونکہ بچے کو اس دودھ میں پوری غذائیت نہیں ملتی نتیجتاً بچہ کمزوری کا شکار ہوجاتا ہے۔

دودھ کی کمی

بعض اوقات غذاؤں کی کمی، اچھی غذاؤں کے میسر نہ آنے، رنج وغم، تفکرات و تردداد میں زیادہ مبتلا رہنے یا حیض ونفاس میں جسم سے غیر معمولی طور پر زیادہ مقدار میں خون کے جسم سے نکل جانے یا مزاج کی خرابیوں سے جسم میں خون کی مقدار طبعی حالت سے کم ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے دودھ کی پیدائش میں بین طور پر کمی واقع ہوجاتی ہے اس لیے کہ دودھ کی پیدائش کا دارومدار اچھی صحت پر ہوتا ہے اور اچھے خون کی پیدائش پر اس کے علاوہ بعض اوقات خون کے مزاج کی خرابی اور اس میں سودا یا صفرا کے اختلاط کی وجہ سے رونما ہونے والی خرابیاں بھی دودھ کی کمی کا باعث بن جاتی ہیں۔

علامات

خون کی کمی کی صورت میں جو حالات ضعف ونقاہت چہرہ کی زردی وسفیدی، جسم کی خشکی، بے رونقی وغیرہ کی صورتوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔

اسی طرح خون کے فساد اور اس کی خرابیوں کے سلسلہ میں جسم میں گرمی، جلن، خارش، پھنسیاں، داغ، دھبے وغیرہ جیسے عوارضات رونما ہوتے ہیں وہ بھی ظاہر ہیں جب ماں میں بچہ کی نشوونما کے لیے دودھ کی کافی مقدار نہیں ہوتی تو اس کی حالت کو ہومیو پیتھک ادویات ٹھیک کردیتی ہے جس سے دودھ کی مقدار قدرتی ہوجاتی ہے۔ مصنوعی یا نشلی ادویات سے دودھ کو بڑھانا ماں اور بچہ دونوں کے لیے نقصان دہ ہے اس لیے علاج بالشل ماں کے نظام کو بھی ٹھیک کردیتا ہے اور دودھ کی اصلاح بھی کرتا ہے۔

دودھ میں کمی کے لیے مندرجہ ذیل ادویات مفید ہوتی ہیں۔

آلو نائیٹ:۔ چھاتیوں میں اجتماع خون جلندار، گرمی، سخت اور تناؤ، دودھ کی کمی کے ساتھ پریشانی اور بے چینی۔

بیلا ڈونا:۔ چھاتیاں بھاری معلوم ہوں، دردسر، آنکھوں میں سرخی، مریضہ اچھی طرح سو نا پائے۔

کالٹیکم:۔ جہاں بینائی جاتے رہنے کا خدشہ ہو، کانوں میں شوروغل، پریشانی اور غم گینی، مریضہ عموماً راتوں کو جاگنے یا تفکرات کی عادی ہو۔

کیمومیلا:۔ چھاتیاں سخت، چھونے سے حساس اور ان میں کھنچنے والے درد ہوں، مریضہ لڑتی جھگڑتی ہو۔

چائنا:۔ جہاں رطوبات زندگی خصوصاً خون، دست یا سیلان الرحم وغیرہ کے ضائع ہوجانے سے کمزوری ہو، کندھوں کے درمیان شدید درد۔

ڈلکا مارا:۔ خصوصاً جب ٹھنڈی مرطوب ہوا کے لگنے سے دودھ کی تراوش رک گئی ہو۔ دودھ مقدار میں کم، جلد ٹھنڈک سے ذکی الحس اور ٹھنڈ لگ جانے سے جلد پر دانے پڑجائیں۔

فاسفورک ایسڈ:۔ دودھ مقدار میں کم، کمزوری اور دماغی طور پر لاپروائی۔

اگر دودھ مقدار میں زیادہ ہو لیکن اس کے باوجود بھی

بچہ کی نشوونما نہ ہوتو ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ ماں میں ہو یا بچہ میں۔ ایسی حالت میں ماں کو کلکریا' چائنا' سنا مرکیورس یا سلفر دینی چاہیے یا بچہ کو کمکر یا' سلیسیا' برائنا کارب' بورکس یا دیگر ادویہ دینی چاہیے۔

دودھ کی زیادتی

بعض اوقات دودھ و خون بڑھانے والی غذاؤں' دواؤں کے زیادہ استعمال کرنے سے دودھ کی زیادتی ہوجاتی ہے اس کی کچھ اور بھی وجوہات ہیں جو ماں کے نظام میں ابتری کا باعث بنتے ہیں مثلاً بچے کو کسی مصلحت و مجبوری کی وجہ سے دودھ نہ پلانا۔

پستانوں کے مزاج میں گرمی وتری کے غلبہ اور اس کی قوتوں بالخصوص قوت جاذبہ اور دودھ بنانے والی قوت کے قوی ہونے یا نازک مزاجی کی حالت میں بچے کو معمول سے زیادہ پیار کرنے کے سبب پستانوں میں دودھ کی مقدار معمول سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور کبھی دودھ کے زیادہ ہونے اور دباؤ کی وجہ سے پستان کی قوتیں ضعیف ہوجاتی ہیں جس کی وجہ سے اچھے دودھ کی پیدائش بند ہوجاتی ہے اور ناقص دودھ کے پیدا ہونے کے سبب سے بچے کی پرورش میں نقص واقع ہوجاتا ہے۔ دودھ کے زیادہ بہتے رہنے اور اس کی پیدائش کے سلسلہ برابر جاری رہنے کے نتیجہ میں مریضہ پر ضعف و نقاہت کے آثار غالب ہوجاتے ہیں۔

بہتر یہی ہے کہ ایسی حالت کی روک تھام کی طرف توجہ مرکوز کرنی چاہیے کیونکہ دودھ کی زیادتی کے ہوتے ہوئے اکثر یہ ہوتا ہے کہ دودھ کی مقدار گو بڑھی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس میں غذائیت کی کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے بچہ عموماً بیمار رہتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ ضروری ہے کہ اس ابتری کو دور کیا جائے مندرجہ ذیل ادویہ اس ابتری کو دور کرنے کے لیے کافی ہے۔

ایتھوزا: ۔ بچہ دودھ کافی مقدار میں پیئے یہاں تک کہ قے کرکے تھک جائے لیکن جوں ہی طاقت آتی ہے پھر دودھ پیئے' بچے کی اجابت قبض کی ہو یا بہت ڈھیلی۔ والدہ کی صحت ٹھیک نہیں' نفاس' بہت پتلا اور پانی کا سا' منہ کا ذائقہ کڑوا' دودھ موافق نہیں آتا' شکم پھولا ہوا ایسی حالت میں ایتھوزا ماں اور بچہ دونوں کو دینا چاہیے۔

بورکس: ۔ دودھ بہت گاڑھا اور بدمزہ' کھنچنے کے بعد فوراً دہی کی طرح پھٹکیاں بن جائے' صبح کے وقت متلی۔

کالی بائی کرام: ۔ دودھ جب چھاتیوں سے بہے تو ایسا دکھائی دے جیسے تاروں اور پانی کا بنا ہوا ہو۔

لیکسیس: ۔ دودھ پتلا اور نیلگوں' جس کو بچہ پینے سے انکار کردے۔ مریضہ صبح اٹھنے پر غمگین اور تمام دن مایوسی اور ناخوشی کی کیفیت میں گزارتی ہے یہ سب تکالیف کسی لمبی دماغی خرابی سے پیدا ہوتی ہیں۔

نکس وامیکا: ۔ یہ دوا ان خواتین کے لیے ہے جو عادتاً چٹ پٹی مصالحہ دار مرغن غذائیں اور شراب وغیرہ کی عادی ہوں یا جن میں غذا کی غلطی کی وجہ سے یہ خرابیاں پیدا ہوتی ہوں قبض اور نفاس کی حالت میں ابتری۔

ریوہم: ۔ کھٹی بو والے دست' درد شکم کے ساتھ دوران اجابت کپکپی' دودھ اسی قسم کی دست بچے میں پیدا کرے۔ دودھ پینے کے فوراً بعد ہی بچہ کو لوز موشن ہوجائیں جس سے کھٹی بو آئے۔

سیلسیا: ۔ بچہ چھاتی کو منہ نہ لگائے یا دودھ پینے کے فوراً بعد قے کردے' پہلے چھاتی کو منہ لگانے سے انکار کردے پھر دودھ پینا شروع کرے جس کے بعد قے ہو' بچے کی نشوونما غیر ترقی یافتہ' ماں کی صحت خراب۔

اس کے علاوہ رسٹاکس' پیپا' پلساٹیلا' مرکیورس' کروٹن ٹگ' سنا' کاربوانیملس' علامات کے مطابق دیئے جاسکتے ہیں۔

میمونہ رومان

سباس گل...... رحیم یار خان
دیکھو تو کتنے چین سے، کس درجہ مطمئن
بیٹھے ہیں ارضِ پاک کو آدھا کیے ہوئے
فوزیہ تحریم...... منڈی فیض آباد
خوشبو جیسے لوگ تھے ہم
بس بکھرتے بکھرتے بکھر ہی گئے
سعدیہ جبین...... کراچی
نہ تھیں کوئی رنجشیں بس عادتوں میں تضاد تھا
اسے پسند تھیں شوخیاں ہمیں سادگی میں کمال تھا
نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ ڈسکہ
آندھیوں نے توڑ دی ہیں درختوں کی ٹہنیاں
کیسے کٹے گی رات پرندے اداس ہیں
صبا زرگر ذکا زرگر...... جوڑہ
حسین آنکھوں کو پڑھنے کا ابھی شوق ہے مجھ کو
محبت میں اجڑ کر بھی میری عادت نہیں بدلی
عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی
اے میرے اجنبی مہرباں اتنا تو بتا کہ......
میری زندگی کے سفر میں اپنوں کا ساتھ ہوگا کہ نہیں؟
عائشہ رحمٰن ہنی...... ریالی مری
بند آنکھوں میں وہ دکھتا ہے کھلی آنکھوں میں بھی
میری آنکھوں کو اسے دیکھنے کی عادت سی ہوگئی ہے
ہر وقت چھایا رہتا ہے دل و دماغ پر ہنی
لگتا ہے اس کی مجھ پر حکومت سی ہوگئی ہے
نبیلہ ناز...... ٹھینگ موڑ الہ آباد
کیا اس لیے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
کہ بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگادے
ثناء قریشی...... ساہیوال

ہم کہیں بھی رہ سکتے ہیں تو
تیرے دل میں کیوں نہیں
صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد
یہاں الفاظ بکتے ہیں تجارت ہے تخیل کی
محبت ایک پیشہ ہے تمہارے شہر میں محسن
سائرہ رانا، عائشہ رانا، آمنہ ملک...... ٹوبہ ٹیک سنگھ
سوچ سمجھ کر آنکھیں ملانا شبنم ملک
یہ پیار بڑے پیار سے ہوجاتا ہے
کبریٰ مہتاب...... بوسال سکھا
گزشتہ دسمبر نے ریزہ ریزہ کیا تھا میرا وجود
اب کی بار پھر آرہا ہے خدا خیر کرے
آمنہ سکندر سومرو...... حیدرآباد
یہ سال بھی اداس رہا روٹھ کر گیا
تجھ سے ملے بغیر دسمبر گزر گیا
دل میں چبھتے چبھتے وہموں کے بوجھ سے
وہ خوف تھا کہ رات میں سوتے میں ڈر گیا
اروی مختار...... میاں چنوں
کتاب فطرت کے سرورق پہ نام احمد رقم نہ ہوتا
یہ نقشِ ہستی ابھر نہ سکتی وجودِ لوح و قلم نہ ہوتا
یہ زمین نہ ہوتی یہ فلک نہ ہوتا یہ عرب نہ ہوتا یہ عجم نہ ہوتا
یہ محفل کون و مکاں نہ بجتی اگر وہ شاہِ امم نہ ہوتا
انم...... برنالی
آنسوؤں کے ذریعے بھی نہیں بہتے
ایسے خواب سجا رکھے ہیں میری آنکھوں نے
لائبہ میر...... حضرو
زندگی تم نے مجھے قبر سے کم دی ہے جگہ
پاؤں پھیلاؤں تو دیوار سے سر لگتا ہے
فائزہ بھٹی...... پتوکی
نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں
جس کے بازو پر تیری زلفیں پریشان ہوگئیں
رقیہ اصغر...... میلسی
غم کے بادل تھے فضاؤں میں کچھ ایسے چھائے

دل کی دنیا میں منور نہ ہوا عید کا چاند

سمیہ کنول......بھیر کنڈ، مانسہرہ

خود یاد نہ کریں تو وہ پوچھتے بھی نہیں
ملتے ہیں ایسے جیسے طلب گار ہیں بہت

عائشہ رحمٰن......کوئٹہ

موسم خوشبو بادِ صبا، چاند، شفق اور تاروں میں
کون تمہارے جیسا ہے وقت ملا تو سوچیں گے

حجاب رانی......کراچی

ہر ایک رات ہماری عذاب میں گزری
تمہارے بغیر تمہارے ہی خواب میں گزری
میں ایک پھول ہوں وہ رکھ کے جسے بھول گیا
تمام عمر اس کے دل کی کتاب میں گزری

پازیب نہال......حیدر آباد

دیکھو کب مل پائیں گے بارش، بادل میں اور تم
دیکھو کب سنگ جی پائیں گے بارش، بادل میں اور تم

پری مشال خان......گوجرانوالہ

کبھی پتھر سے ٹکرائے تو آئے نہ خراش
کبھی اک بات سے انسان بکھر جاتے ہیں

فیض محمد شیخ......بھاگ ناڑی بلوچستان

دل و دماغ پہ کچھ ایسا بوجھ ڈالا گیا
ترا خیال بھی ہم سے نہیں سنبھالا گیا
مجھے قبول نہیں تھا بچھڑ کے مر جانا
اسی لیے تو کہانی سے میں نکالا گیا

نبیلہ جمیل......مخدوم پور

کیا ملا اے دل تجھے اس کی طلب کر کے
پہلے ذلت پھر رسوائی پھر ٹھوکر اور اب تنہائی

شفاء ایمان......

میرا دل ہے تمہارا گھر کہا تھا مجھ سے یہ تم نے
ذرا سا دل نہ کانپا جب مجھے بے گھر کیا تم نے

رابعہ اکرم......

میں بہت دیر تک ہاتھوں کی لکیروں کو تکتا ہی رہا
خواہشیں تھیں، انگنت اور زندگی تھی

مدیحہ اکرم کشش......کیلنگ ہری پور

طمانیت کا جال پھیلا کے اپنی ہستی کے چار سو
اپنے اندر کرب کا اک طوفان میں نے چھپا رکھا ہے

نوشین فاطمہ......لاہور

دل کی بات کہتا ہوں برا تو نہ مانو گے
بڑی راحت کے دن تھے تیری پہچان سے پہلے

ناہید سلمان......جہلم

تیری قربت تو مقدر ہے ملے نہ ملے
تیری یادوں سے بھی مل جاتی ہے راحت ہم کو

نمرہ شعیب......کراچی

ٹوٹ جاتا ہے غریبی میں وہ رشتہ جو خاص ہوتا ہے
ہزاروں یار بنتے ہیں جب پیسہ پاس ہوتا ہے

مہک ناز......میر پور آزاد کشمیر

بس ایک خاک سی اُڑتی ہے جس طرف دیکھیں
نشان بہار کا کوئی پسِ بہار نہیں
یہ ایک روپ ہے اس بے نیاز مالک کا
کسی کو وقت کی گردش پر اختیار نہیں

سیدہ سحرش......بہاول پور

دیکھنے کا جسے کل رات میں ڈھنگ اور ہی تھا
صبح جب ہوئی تو اس چشم کا رنگ اور ہی تھا
شیشۂ جان کو مرے اتنی ندامت سے نہ دیکھ
جس سے ٹوٹا ہے یہ آئینہ وہ سنگ اور ہی تھا

فرزانہ خان......کراچی

لمحہ لمحہ نظر آتا ہے کبھی ایک ایک سال
کبھی لمحے کی طرح سال گزر جاتا ہے
کبھی نرمی کبھی سختی کبھی عجلت کبھی دیر
وقت اے دوست بہر حال گزر جاتا ہے

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

بمبئی پلاؤ

ضروری اشیاء:۔

چاول	آدھا کلو
گوبھی	ایک پاؤ
آلو	سو گرام
بینز	سو گرام
ناریل پسا ہوا	دو چائے کے چمچ
پیاز	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
گرم مصالحہ ثابت	ایک چائے کا چمچ
ہرا مصالحہ	ذرا سا
ادرک پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
گھی	دو سو گرام
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ

ترکیب:۔

آلوؤں کو نمک ملے پانی میں ابال لیں' گھی گرم کریں اور آلو فرائی کر لیں۔ ایک الگ پین میں گھی گرم کریں' اس میں پیاز اور ہرا مصالحہ ڈال کر فرائی کریں پھر نکال لیں۔ اس پین میں بینز' نمک' لال مرچ پاؤڈر' پیاز' ناریل اور ادرک پیسٹ ڈال کر فرائی کر لیں۔ پانی ابال لیں' اس میں ثابت گرم مصالحہ اور چاول ڈال کر ابال لیں۔ ایک دیگچی میں سبزیاں ڈالیں اوپر سے چاول ڈال کر دم پر رکھ دیں' بمبئی پلاؤ تیار ہے رائتے اور سلاد کے ساتھ سرو کریں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

گاجر کی برفی

اجزاء:۔

گاجر کش کی ہوئی	دو کپ
تازہ دودھ	ایک کپ
خشک دودھ (پاؤڈر)	ایک کپ
الائچی	تین عدد
چینی	تین عدد
آئل' گھی	دو چمچ
مونگ پھلی (چوپ کی ہوئیں)	آدھا کپ

ترکیب:۔

ایک پین میں گاجر اور تازہ دودھ ڈال کر ابال لیں' ساتھ ہی الائچی بھی شامل کر لیں اور پکنے دیں جب دودھ خشک ہونے لگے تو چینی اور گھی' آئل بھی شامل کر دیں۔ چینی جب گل جائے تو خشک دودھ شامل کر دیں۔ اب چمچ کی مدد سے خوب مکس کریں' یہاں تک کہ یکجا ہو جائیں پھر مزید تین منٹ تک پکائیں اور چولہا بند کر دیں۔ اب ایک ٹرے کسی بھی سائز کا لے کر اسے چکنا کریں اور اس پر گاجر کے مکسچر کو پھیلا دیں اور ہموار کریں اس پر اب مونگ پھلی چھڑکیں اور چمچ سے دبائیں تاکہ چپک جائیں۔ اب اسے ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھیں اور پھر اسے چوکور ٹکڑوں میں کاٹ کر پیش کریں' ایک منفرد ذائقہ کی برفی کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔

سلمیٰ عنایت حیا...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

چھوہاروں کا حلوہ

اجزاء:۔

چھوہارے	آدھا کلو
کھویا	ایک پاؤ
بادام	ایک پیالی
پستہ	حسب منشاء
سفید الائچی	چار عدد
چینی	ایک پاؤ
اخروٹ	حسب پسند
کاجو	حسب پسند
گھی' تیل	ایک پاؤ
گرین روز ایسنس	دو قطرے

چاندی کے ورق	سجاوٹ کے لیے
دودھ	ایک کپ
پستہ کھوپرا	ایک چائے کا چمچ

ترکیب:۔

چھوہاروں کی گٹھلیاں نکال کر صاف کرلیں پھر کش کر کے ابال لیں، پانی نتھار کر رکھ دیں۔ ایک کھلے منہ والی کیتلی میں گھی ڈال کر الائچی توڑ کر ڈال دیں۔ جب خوشبو آنے لگے تو بوائل کیے چھوہارے ڈال کر بھونیں۔ دس منٹ بعد چینی ڈال کر مزید بھننے دیں، دوسرے پین میں تھوڑا تیل شامل کرلیں۔ دودھ بھی ڈال دیں پانچ منٹ چھوڑ دیں، ہلکی آنچ پر پھر اس میں بادام کی گریاں اور بقایا ڈرائی فروٹ شامل کردیں۔ جب حلوہ تیار ہوجائے تو گرین روز ایسنس کے دو قطرے شامل کر کے چولہے سے اتار دیں اور گارنش کریں فروٹ اور چاندی کے ورق سے اوپر سے پستہ کھوپرا ڈال کر سرو کریں۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد سندھ

مچھلی کا پلاؤ

اجزاء:۔

مچھلی (صاف کروالیں)	ایک کلو
باسمتی چاول	ایک کلو
ٹماٹر	تین عدد
پیاز	تین ڈلی بڑی
لہسن، ادرک	ایک ایک چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
دھنیا کٹا ہوا	دو کھانے کے چمچ
املی	تھوڑی سی
آلو	چار عدد کٹلے کرلیں
کٹی لال مرچ	دو کھانے کے چمچ
سفید زیرہ پسا ہوا	ایک چائے کا چمچ
مکس گرم مصالحہ	حسب پسند
قصوری میتھی	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
ہری مرچیں (کوٹ لیں)	چھ عدد
ہرا دھنیا، پودینہ	گارنش کے لیے
لیموں	دو عدد
دہی	ایک پیالی
چاٹ مصالحہ	آدھا چائے کا چمچ
اجینا موتو	ایک چائے کا چمچ
پانی	دو کلو یا حسب ضرورت
تیل	ایک پاؤ

ترکیب:۔

ایک کیتلی میں کٹی ہوئی پیاز ایک ڈلی تھوڑی مقدار لہسن ادرک، ہلدی اور پانی شامل کر کے چولہے پر رکھ دیں جب پانی میں ابال آجائے اور پیاز آدھا پک جائے تو مچھلی بھی ڈال دیں۔ اتنی دیر پکائیں کہ مچھلی ٹوٹنے نہ پائے جب پک جائے تو چولہے سے اتار کر رکھ دیں۔ مچھلی نکال کر ایک ڈش میں رکھ دیں، ایک پیالی میں املی کا گودا، لیمن جوس، چاٹ مصالحہ، تھوڑا سا اجینا موتو، تھوڑا پسا زیرہ، تھوڑی کٹی لال مرچ، دھنیا کٹا ہوا چٹکی قصوری میتھی یہ ایک مکسچر بن جائے یہ مچھلی کے اوپر لگا دیں۔

ایک دوسرے پین میں تیل ڈالیں، بچنے والی پیاز ڈال کر گلابی کریں، اب ٹماٹر، آلو اور چاولوں کے علاوہ سب مصالحے ڈال دیں۔ سب مصالحے بھن جائیں تو پانی ڈال دیں جب پانی ابل جائے تو 20 منٹ پہلے بھگوئے ہوئے چاول ڈال دیں اور مچھلی والا پانی بھی ڈالیں۔ جب چاول پک جائے تو آنچ ہلکی کر کے چاولوں میں چمچ گھما کر چاولوں کے اوپر مچھلی رکھ دیں اور پلاؤ کو دم پر چھوڑ دیں، دم آجائے تو مچھلی نکال کر دھنیہ اور پودینہ ڈال کر گرم گرم نوش فرمائیں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں۔

طلعت نظامی...... کراچی

بھی کے پکوڑے

اجزاء:۔

تیل (ڈیپ فرائی کے لیے)	حسب ضرورت
بیسن	آدھا کلو

کٹی کالی مرچ	حسب ضرورت
میٹھا سوڈا	حسب ضرورت
لیموں	ایک عدد
کھٹائی پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
کٹا زیرہ	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:۔

بھہ کو کنول ککڑی بھی کہتے ہیں یہ کنول کے پودے کی جڑ ہے۔ بھہ ایک سندھی سبزی ہے جو پہلے بہت کم ملتی تھی لیکن اب ہر جگہ آسانی سے مل جاتی ہے۔ بھہ کو اچھی طرح دھو کر مٹی صاف کرلیں اور اسے گول گول قتلے کی طرح کاٹ لیں، قتلے تھوڑے ترچھے کاٹیں۔ کھٹائی پاؤڈر تھوڑا سا نمک، لیموں کا رس لگا کر آدھے گھنٹے کے لئے رکھ دیں۔ بیسن میں کٹی لال مرچ، نمک میٹھا سوڈا، زیرہ ڈال کر پیسٹ بنالیں۔ آئل گرم کریں اور بھہ کے قتلوں کو بیسن کے مکسچر میں ڈبو کر ڈیپ فرائی کرلیں۔ املی کی چٹنی کے ساتھ کھائیے۔ بہت ہی مزے دار پکوڑے تیار ہیں کھائیں اور ہمیں دعائیں دیجیے۔

فہمیدہ غوری...... کراچی

بلیک فارسٹ کیک

اشیاء:۔

انڈے	چار یا پانچ عدد
چینی (پسی ہوئی)	95 گرام
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچ
میدہ	138 گرام
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
مکھن جما ہوا	ایک چائے کا چمچ
پانی تیز گرم	چار کھانے کے چمچ
کوکو پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
چیری یا مکس فروٹ	آدھا ٹن

ترکیب:۔

انڈوں کو خوب پھینٹ کر آہستگی سے چینی ملاتے ہوئے دس منٹ پھینٹیں، میدہ کارن فلور، کوکو پاؤڈر بیکنگ پاؤڈر ملا کر تین چار بار چھان لیں اور لکڑی کے چمچے کے ساتھ آہستہ آہستہ کرکے مرکب میں ہلکے ہاتھ سے ملادیں۔ مکھن کو گرم پانی میں ملا کر مرکب میں شامل کریں، 160c پر پینتیس سے چالیس منٹ تک بیک کریں اور پھر تیار ہونے کے بعد ٹھنڈا کرلیں اور تین حصوں میں کاٹ لیں۔

جی کنول خان...... موسیٰ خیل

زعفرانی لڈو

اشیاء:۔

زعفران	آدھا چائے کا چمچ
فریش ملک	دو کھانے کے چمچ
تیل	تین چوتھائی کپ
پیلے چنے بھنے ہوئے	دو کپ
آئسنگ شوگر	ڈیڑھ کپ
الائچی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ

ترکیب:۔

زعفران کو دودھ میں بھگودیں، چنوں کو گرائنڈ کرلیں، آئل گرم کریں اور پسے ہوئے چنوں کو بھون لیں۔ جب اس کی رنگت ہلکی بھوری مائل ہوجائے تو چولہے سے اتار لیں اور ٹھنڈا کرنے کے لیے ایک سائیڈ پر رکھ دیں۔ شوگر، الائچی، زعفران والا دودھ، چنوں میں ڈال اچھی طرح مکس کرلیں جب ساری چیزیں مل جائیں تو پھر اس مکسچر کو شیپ دے لیں یعنی بیس عدد بالز بنالیں اور سرو کریں۔

ام اقصیٰ...... بہاولنگر

کوکونٹ کیک

اجزاء:۔

میدہ	ایک کپ
کوکونٹ (کدوکش کی ہوئی)	دو کھانے کے چمچ
چینی	ایک کپ
دودھ	ایک کپ
گھی	ایک کھانے کا چمچ
اموینم	ایک چائے کا چمچ
میٹھا سوڈا	دو چٹکی

ونیلا ایسنس — دو چائے کے چمچ

انڈے — دو عدد

بادام (چھوٹے چھوٹے ٹکڑے) — حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک بڑے سے باؤل میں یہ سب چیزیں ڈال دیں اور اچھی طرح پھینٹیں اور ایک فرائی پین میں ایک چائے کا چمچ گھی ڈالیں اور تھوڑا سا گرم کریں۔ پین کے پورے پیندے میں گھی لگا ہوا ہونا چاہیے پھر اس میں یہ مکسچر ڈال دیں۔ فرائی پین کو برنر پر ڈھک کر رکھ دیں اور بالکل ہلکی ہلکی آنچ دیں پھر 15 منٹ کے بعد کیک کو نکال لیں اور دیکھیں کہ نچلی سطح براؤن ہوگئی ہے تو پھر پلٹ کر اوپر والی سائیڈ اب نیچے کر دیں اور فرائی پین میں ڈالیں اور پانچ منٹ کے بعد کیک تیار انجوائے کریں داد وصول کریں اور پھر مجھے ہمیشہ دعائیں دیتی رہیں ہاہاہا۔

عنبر مجید......کوٹ قیصرانی

آڑو کی چٹنی

اجزاء:۔

کھٹے آڑو	آدھا کلو
پانی	حسب ضرورت
چینیب	ایک کپ
سرکہ	دو چمچ
نمک	حسب ذائقہ
املی	تھوڑی مقدار میں
کالی مرچ	ایک چمچ

ترکیب:۔

آڑو کو باریک کاٹ کر گٹھلی نکال لیں پانی میں آڑو کو ڈال کر ابال لیں جب پانی خشک ہونے لگے تو اس میں چینی سرکہ نمک کالی مرچ املی شامل کرلیں۔ چمچ کے ساتھ آڑو کو باریک پیس لیں جب پانی اچھی طرح خشک ہوجائے تو نیچے اتار لیں مزے دار آڑو کی چٹنی تیار ہے۔ اس کو آپ بریڈ یا پراٹھے پر لگا کر کھا سکتے ہیں اور جب بھی کھائیں مجھے دعا ضرور دیں۔

عروسہ نثار......سرگودھا

نمکین مرغی

اجزاء:۔

چکن (پیس بنا کر)	ایک عدد
سرکہ (لیموں)	چار چمچ
ہری مرچ نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ زیرہ ادرک لہسن	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک تھالی (پلیٹ) میں اچھی طرح سے چکن دھو کر خشک کر کے اس کے اوپر باریک کٹی ہوئی ہری مرچ نمک سرکہ زیرہ ادرک لہسن کالی مرچ لگا کر اچھی طرح اسے مکس کر دیں پھر ایک دیگچی میں بغیر گھی ڈالے پکائیں۔ پھر جب اس کی خوشبو باہر تک آئے تو اسے چمچ سے ہلا جلا کر اچھی طرح بھون لیں تیار ہونے پر پیش کیجیے مزے دار نمکین (سرکہ) مرغی تیار ہے۔

رحیمہ آرزو روشن......آزاد کشمیر

چاکلیٹ سوجی کا ڈیزرٹ

اشیاء:

دودھ	اک کلو
سوجی	آدھا کپ
کوکو پاؤڈر	دو ٹیبل اسپون
چینی	پون کپ

ترکیب:

سب سے پہلے سوس پین میں دودھ اور چینی سوجی ڈال کر اتنا پکائیں کہ گاڑھا ہوجائے۔ پھر آدھا حصہ نکال کر بلینڈر میں ڈال کر شیک کریں پھر باقی آدھے حصے میں کوکو پاؤڈر ڈال کر دو منٹ پکائیں پھر اسے ٹھنڈا کریں۔ پھر ایک کانچ کا باؤل لے کر اس میں سارہ ڈیزرٹ ڈال دیں۔ پھر اوپر پستہ سے سجا کر دوبارہ فریزر میں رکھ دیں۔ ٹھنڈا ہونے پر مہمانوں کو پیش کریں۔

طلعت نظامی......کراچی

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

بیس

بیس بنانا بہت مشکل ہوتا ہے اگر بیس اچھی بنی ہے تو میک اپ بھی اچھا ہوگا۔ بیس بنانے کے لیے جلد کی صفائی اور فیشل اہم کردار ادا کرتا ہے۔ فیشل کم سے کم ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک بار ضرور کرنا چاہیے اس سے چہرے کی جلد گہرائی تک صاف ہوجاتی ہے جلد نرم اور تازہ محسوس ہوتی ہے دوران خون تیز ہوجاتا ہے۔ چہرے کی جھریاں کم ہوجاتی ہیں' جھائیاں' کیل اور داغ دھبے ختم ہوجاتے ہیں۔ فیشل گھر میں خواتین خود بھی کرسکتی ہیں۔

گھر میں فیشل کرنے کے لیے چہرہ اچھے صابن سے دھولیجیے' ہوسکے تو فیس واش سے چہرہ دھولیجیے پھر اس کے بعد کوئی بھی موائسچرائزر چہرے پر لگائیں اور نصف گھنٹے تک لگا رہنے دیں اگر آپ کا چہرہ چمک رہا ہے تو آپ کی جلد چکنی ہے لیکن اگر تمام کریم جذب ہوجائے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی جلد نارمل ہے۔ جلد کی نوعیت معلوم کرنے کے بعد اس کی نوعیت کے لحاظ سے فیشل میں استعمال ہونے والے لوازمات خرید لیں اور ان کو فیشل کے لیے استعمال کریں یعنی آپ کی جلد چکنی' خشک یا نارمل ہے تو اس کے مطابق فیشل کے لوازمات استعمال کیے جائیں۔

فیشل کرنے سے قبل دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح سے دھولیجیے پھر سر کے بالوں کو اسکارف کے ذریعے باندھ لیجیے اس کے بعد کلینزر سے چہرے کو صاف کرلیں پھر فیشل کے لیے' کریم استعمال کیجیے یا جس کریم میں وٹامن ای ہو وہ کریم استعمال کیجیے۔

فیشل کے لیے ہاتھوں کی حرکت گردن سے ٹھوڑی کی جانب ہوگی اور ٹھوڑی سے گالوں کی طرف حرکت دیں جبکہ ناک سے ماتھے کی طرف اور ماتھے سے کنپٹی کی جانب ہاتھوں کو حرکت دی جائے اس طرح کے فیشل سے چہرے کی جلد جلدی ڈھیلی یا کمزور نہیں ہوگی۔ اس طرح نصف گھنٹے تک کریم سے چہرے پر فیشل کرتے رہیے پھر ٹشو پیپر سے چہرہ صاف کرلیجیے۔ اس کے بعد ڈیپ کلینزز سے کیلیں مسامات اور مہاسوں میں اندر تک گرد و میل اور چکنائی کی صفائی ہوجاتی ہے۔ ڈیپ کلینزز سے صفائی کے بعد بھاپ لی جاتی ہے' بھاپ لینے کے لیے اسٹیمر استعمال کیا جاتا ہے۔ بھاپ لینے کے دوران خون بڑھتا ہے' اس سے مسامات زیادہ کھل جاتے ہیں' بھاپ لینے کے بعد چہرے پر پیک لگائیں یا ملتانی مٹی میں عرق گلاب ملا کر لگائیں' سوکھ جانے کے بعد چہرہ دھولیجیے اور چہرے پر برف ملیے اس طرح آپ کا فیشل ہوجائے گا اور آپ کا چہرہ نکھرا نکھرا نظر آئے گا۔

میک اپ

میک اپ ہمیشہ واٹر پروف کرنا چاہیے اس کا طریقہ یہ ہے کہ منہ اچھی طرح دھوکر ٹشو پیپر سے چہرہ صاف کرلیں اس کے بعد کسی کپڑے یا رومال میں برف رکھ کر کچھ دیر تک اسے اچھی طرح چہرے پر ملیے پھر پانی سے منہ دھوکر تولیے سے چہرہ خشک کرلیں۔ واٹر پروف میک اپ کے لیے کلینزنگ سے چہرہ صاف کریں پھر فاؤنڈیشن اور اس کے ساتھ اپنی جلد سے ہم آہنگ فیس پاؤڈر لگائیں' اس کے بعد روج لگائیں پھر شائنر اور اس کے بعد بلش آن لگائیں۔ اب میک اپ کرنا شروع کردیں سب سے پہلے آئی لیش پر مسکارا لگائیں پھر آنکھوں کے پپوٹوں پر ڈریس کی مناسبت سے آئی شیڈز لگائیں' اب آئی لیش کے اوپر کی جلد پر آئی لائنر لگائیں اور آئی لیش کے نیچے کی جلد پر آئی برو پنسل لگائیں جبکہ ہونٹوں پر لپ اسٹک لگانے وقت لپ اسٹک کا رنگ کپڑوں کی مناسبت سے منتخب کریں اور لپ اسٹک کا دائرہ پھیلاؤ اپنے ہونٹوں کی مناسبت سے رکھیں۔ موٹے ہونٹ والی خواتین لپ اسٹک کو زیادہ باہر تک نہ لگائیں ورنہ ہونٹ مزید موٹے اور بھدے دکھائی دیں گے۔

ڈرائی میک اپ ہمیشہ پاؤڈر میں کیا جاتا ہے اس لیے میک اپ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ بلش آن اور شیڈز سمیت میک اپ کا تمام سامان پاؤڈر میں ہو۔اس قسم کا میک اپ ڈارک میک اپ کہلاتا ہے جو عموماً رات کی تقاریب میں شرکت کے لیے کیا جاتا ہے جبکہ دن کے اوقات میں میک اپ کرنے کے لیے میک اپ کا تمام سامان کریم اور پیسٹ کی شکل میں استعمال کریں اور زیادہ ڈارک میک اپ نہ کریں۔

مکمل اسکن کیئر

جسم کی جلد کو مکمل طور پر حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے اور جسم کے کچھ مخصوص حصے ہر حال میں سورج کی تیز روشنی کی زد میں رہتے ہیں اور کچھ حصوں کو آپ نظر انداز کرتی ہیں اس کے نتیجے میں مختلف حصوں میں جلد مختلف نظر آتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کی جلد دھبے دار ہو جائے۔آپ دیے گئے ان کچھ ٹپس کو ٹرائی کرسکتی ہیں۔اپنے لیے خود اسکرب تیار کریں اس کے لیے ایک کھانے کا چمچ صندل پاؤڈر ایک کھانے کا چمچ چکنی مٹی اور اتنا دہی لیں کہ ایک ملائم پیسٹ بن جائے اسے لگائیں اور دس منٹ کے بعد دھولیں۔

اپنے جسم کو نرمی سے خشک ترئی سے اسکرب کریں یا معمولی سے کھردرے کپڑے سے اپنے جسم کو رگڑ کر صاف کریں تاکہ دوران خون بہتر ہو اور مردہ جلد اتر جائے۔

خشک اور ڈی ہائیڈریٹ جلد پر کسی اچھے تیل میں چند قطرے لیمن جوس ملا کر مساج کیا جائے تو جلد پر اس کا بہت اچھا اثر ہوتا ہے۔آپ اپنے جسم کو نرم اور لچکدار بنانے کے لیے تیل سے جسم پر مساج کرسکتی ہیں۔آپ پانی سے بھرے ہوئے ٹب میں خود کو دیر تک اس میں بھگوسکتی ہیں ویسے ٹب نہ ہو تو بھی آپ پانی میں بھیگنے کے مزے لے سکتی ہیں۔ہر روز اپنے نہانے کے پانی میں کسی اچھے خالص تیل کے چند قطرے شامل کریں۔

ہفتے میں ایک مرتبہ ایک باڈی پیک استعمال کریں' جئی کے آٹے میں دہی مکس کریں پر اس میں موسمی کا رس ملالیں۔اس پیک سے مساج کریں اور ڈیڑھ گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں پھر نہانے کے بعد جسم کو خشک کریں اور موئسچرائزر لگائیں۔جو کے آٹے اور دہی سے جلد کے مردہ خلیات دور ہوتی ہیں اور موسمی یا لیموں کے جوس سے جلد میں ایسڈ بیلنس بحال ہوتا ہے اور یہ جلد کو بلیچ کرتا ہے' اپنی جلد پر بادام کے تیل سے مساج کریں۔

انگلیاں اور انگوٹھے

آپ کی خوب صورتی میں آپ کے ہاتھوں کی انگلیوں سے لے کر آپ کے پیر کے انگوٹھوں تک توجہ دینے کی اہمیت ہوتی ہے۔بات جب آپ کی پرسنل کیئر اور گرومنگ کی ہوتی ہے تو آپ کو اپنے سر سے پیر تک خاص طور پر ہر نمایاں حصے کو خاص توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔باقاعدہ مینی کیور اور پیڈی کیور کے لیے جانا شروع کردیں۔اپنے ہاتھوں اور پیروں کی خوب صورتی کے حصول کے لیے کم از کم ہفتے میں ایک مرتبہ جائیں۔

اپنے ہاتھوں کو گریس فل لک دینے کے لیے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخن بڑھانا شروع کریں' اپنے ناخنوں کو مضبوط کرنے کے لیے کلیئر نیل پالش کا ایک کوٹ لگائیں۔ہفتے میں ایک مرتبہ اپنے ناخن گرم زیتون کے تیل میں ڈپ کریں' مساج کریں اور ناخن کے گرد کی مردہ جلد کو صاف کریں۔اپنے ناخنوں کی حفاظت اور ان کے بڑھنے کے لیے روزانہ ایک فریش کوٹ کلیئر نیل پالش کا لگائیں۔

ہالہ وعائشہ سلیم......کراچی

نیرنگِ خیال

ایمان وقار

نئے سال تم جب بھی آنا

نئے سال تم جب بھی آنا
سب کے لیے بس خوشیاں لانا
ہر چہرے پر ہنسی سجانا
ہر آنگن میں پھول کھلانا
نئے سال تم جب بھی آنا
جو بچھڑے ہیں انہیں ملانا
جو روتے ہیں انہیں ہنسانا
جو سوئے ہیں انہیں جگانا
جو روٹھے ہیں انہیں منانا
نئے سال تم جب بھی آنا
میرے اپنوں کو پاس لانا
دل کے ارمان پورے کرنا
سب کی دعائیں پوری کرنا
نئے سال تم جب بھی آنا

تانیہ جہاں...... ڈسکہ، سیالکوٹ

یہ نیا سال

یہ نیا سال سب کو راس آ جائے
کہیں پر بھی کوئی غم کا پہاڑ نہ ٹوٹے
سب پر اللہ اپنا خاص کرم فرمائے
کسی کا گھر نہ اجڑے یہ دعا ہے میری
یا اللہ سب کے گھروں کو خوشیوں سے نواز دے
یا اللہ ہم سب کو ایسا بنا دے کہ تجھے پسند آ جائیں
یا اللہ اس سال ہم پر ایسا کرم فرما دے
کہ تیرے سارے بندے تیری راہ میں جھکے رہیں
اور ہر وقت تیری یاد میں مشغول رہیں
یا اللہ سب مسلمانوں پر اپنا کرم عطا فرما
کہ یہ نیا سال سب کو راس آ جائے

آمین

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

غزل

گزرتے سال کے آخری لمحوں میں
آنکھوں کی بستی میں بارش ہوتی رہی
اور یوں دل کی بستی صاف ہوگی
لیکن عزم لیے اپنا نئے سال
امن اور پیار کے بیج بوئیں گے
خوشیوں کے گلستاں لائیں گے
آتے سال آنکھ اب نم نہ ہوگی
پھر سے اب کوئی خطا نہ ہوگی
مچلتی امنگیں، بے تاب خواہشیں
پوری اب نئے سال کو ہوں گی
جاؤ نفرتوں کے پنچھی آزاد کیے
محبتوں کے نئے پیغام دیئے

عائشہ بی بی...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

شہدائے آرمی پبلک اسکول اور
باچا خان یونیورسٹی کے نام

دل کی آنکھ سے روح کے غم دیکھے نہیں جاتے
انسانیت پر ہوتے ستم دیکھے نہیں جاتے
یارب ان ذہنوں کی سوچ بدل دے
خودکشی کی طرف بڑھتے قدم دیکھے نہیں جاتے
دیکھی نہیں جاتیں ماؤں کی سونی گودیں
اور بہنوں کے بھی رنج و الم دیکھے نہیں جاتے
دیکھی نہیں جاتی بیواؤں کی آہ و فغانی
قتل و غارت کے بازار گرم دیکھے نہیں جاتے
اس ارض وطن کو پھر سے پرامن بنا دے مولا
ہم سے اب اس دھرتی کے زخم دیکھے نہیں جاتے
پھر آج ضروری ہے بہت لتنی مواخات مدینہ
کیونکہ بھائی پر بھائی کے ظلم دیکھے نہیں جاتے

لتنی شکیلہ...... اودھ جتاں سیالکوٹ

ہوائیں

جنوری کی یخ بستہ ہوائیں

تجھے پکارتی ہیں
یادوں کے دیپ جلاتی ہیں
میری آنکھوں میں شوخی بھرآتی ہے
جب تیری شرارت یادآتی ہے
پرانے زخم تازہ کرجاتی ہے
میرے آنسو کرلاتے ہیں
جب جنوری کی یخ بستہ ہوائیں
تجھے پکارتی ہیں

نینا خان...... ہری پور ہزارہ

دعا

الٰہی! آنے والے اب کے برس
میں تجھ سے یہ دعا کرتی ہوں
اب کے برس یہ معجزہ دکھادے
بچھڑے ہیں جوان کو ملادے
میری ارض پاک کوخوشحال رکھنا
اس کی رونقیں سدا بحال رکھنا
میرے ہم وطنوں کے چہرے پھول رکھنا
ہر گھر پر خاص رحمتوں کا نزول رکھنا
کوئی معصوم کھلونوں کو نہ ترسے
رزق بھی پر بارش کی طرح برسے
الٰہی! آنے والے اب کے برس
میں تجھ سے یہ دعا کرتی ہوں
نیک لوگوں میں لکھا نام ہمارا ہو
ساری دنیا میں بلند پرچم اسلام ہو
کسی گھر سے سسکیوں کی صدا نہ سنائی دے
کوئی آنکھ پرنم نہ دکھائی دے
کوئی دل کبھی نہ ملول ہو
دعائیں زندگی کی بھی قبول ہو
اے رب العزت! اب کے برس
میں تجھ سے یہ دعا کرتی ہوں

رائے تبسم شہزادی...... جڑانوالہ

نیا سال

زندگی کا ایک سال بیت گیا
اور تم خوشیوں مناتے ہو
ارے نادانوں......
احتساب کرواس سال کا
جو بیت گیا' نیکیاں تلاش کروگزرے سال کی
بدی سے توبہ کرو آنے والے سال کے لیے
یاد کرواس رب کونیا سال عطا کیا
ہماری تمام کوتاہیوں کومعاف کیا
پھرایک موقع دیا' اب اس سنہری وقت کے پنچھی کو
تھام لواپنی مٹھی میں اور کرڈالوساری نیکیاں
پھر گزرے سال کی خوشیاں
اس عزم سے مناؤ
کہ اب کی بار نیکی کے پلڑے کو بھاری رکھو گے
تو سمجھو تمہاری دین ودنیا سنور گئی

نادیہ تبسم...... سیالکوٹ' ڈسکہ

سنواب لوٹ آؤ ناں

اے پردیس میں بسنے والے
دل کے مکین' میرے ہمراہی
تمہاری منتظر ہیں یہ آنکھیں
کبھی تو لوٹنے کا فیصلہ کرلو
تمہارا وجود میرے لیے سب کچھ ہے
کیا تمہیں احساس نہیں کہ
میں بھی تمہاری طرح جی رہی ہوں
روز دعاؤں میں تمہارا نام لیتی ہوں
تمہارا درد مجھے تڑپا دیتا ہے
مجھے جینے نہیں دیتا
لبوں سے مسکراہٹ چھین لیتا ہے
پیارے ہمدم......!
تجھی بدگماں نہ ہونا کہ
میں تمہارے اعتماد کو ٹھیس پہنچاؤں گی
تمہارا اعتماد میری زندگی ہے
میرے جینے کی وجہ بن گئے ہو تم
سنو اے دل کے مکین
لوٹ آؤ ناں

مجھے مزید مت ستاؤ ناں
سنو تم لوٹ آؤ ناں
تمہاری منتظر ہیں یہ آنکھیں
اب بس بھی کرو دستانا
سنو اب لوٹ آؤ ناں
شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

غزل

کیا چیز محبت ہے کبھی آپ نے سوچا؟
یہ بات حقیقت ہے کبھی آپ نے سوچا؟
اس دل پر بھلا کتنے ستم توڑ چکے ہو
اس دل کو شکایت ہے کبھی آپ نے سوچا؟
دنیا سے الجھتا ہوں فقط آپ کی خاطر
دنیا سے عداوت ہے کبھی آپ نے سوچا؟
اب پاس مرے جانِ وفا کچھ بھی نہیں ہے
اک درد کی دولت ہے کبھی آپ نے سوچا؟
اک پل کو کبھی آپ ہمیں پوچھنے آئے؟
کہ شہر سے ہجرت ہے کبھی آپ نے سوچا؟
اک عمر گزاری بھی تو خستہ سے مکاں میں
اس آنکھ میں وحشت ہے کبھی آپ نے سوچا؟
راشد ترین...... مظفر گڑھ

اے محبت

اے دسمبر بتا وہ کہاں ہے
جنوری فروری بھی بیت چلا ہے
اندھیروں میں تنہائیوں میں
یاد آتے ہیں وہ دن وہ لمحے
دھڑکا تھا پہلی بار اس کو دیکھ کے
یہ دل اس کا شیدائی ہوا
اس کی آنکھوں میں ایسی کشش تھی
کہ میرا دل میرے بس میں نہیں
اے دسمبر اسے ڈھونڈ لاؤ
بڑی ہی مدت ہوئی ہے ہم کو دیکھے
اس کے قدموں میں دل اپنا رکھ دوں
اس کی راہوں میں پلکیں بچھا کے
بیٹھی ہوں میں برسوں سے یونہی
چوکھٹ پر اپنا یہ سر کو جھکا کے
اے محبت اسے کھینچ لا تو
کیا تجھ میں اتنی بھی طاقت نہیں ہے
مہوش کلی...... بورے والا

غزل

جلا ڈالیں گے جیون کو انا اپنی بچالیں گے
جنہیں جھکنا نہ آتا ہو وہ گھر کیسے سنبھالیں گے
تگ و دو میں مسلسل ہیں کہ اونچی شان ہو جائے
یہ جھوٹی شان پاکر زندگی سے کیا کمالیں گے
ہم ایسے لوگ ہیں رستوں کے چکر میں الجھ بیٹھے
تعین کرکے منزل کا اگر نکلیں تو پالیں گے
بلاتا ہے وہ بندوں کو ہمیشہ پہل کرتا ہے
پلٹ جائیں جو خالص دل سے وہ رب کو منالیں گے
خوشی کو ڈھونڈنے دنیا کے بازاروں میں نکلے ہیں
قرآن میں غور کرلیں تو سکوں کا راز پالیں گے
ہمیں عرشی تلاشِ زندگی اب موت تک لائی
جدھر ہم ہار بیٹھے حوصلہ جام فنا پالیں گے
عائشہ ہاشمی...... آزاد کشمیر

غزل

اسے آنکھ بھر کے دیکھا کب تھا
یوں بچھڑ جائیں گے یہ سوچا کب تھا
کی غلطی اسے کرکے قید دل میں
وہ آزاد تھا پنچھی میرا کب تھا
اک تعلق تو تھا کبھی میرے اس کے بیچ
برا نہ کہو اسے وہ اتنا برا کب تھا
محبت تو کہانی ہے ملنے بچھڑنے کی
سوہنی کو بھی ماہیوال ملا کب تھا
بستی دل و جاں خالی رہی بعد تیرے
کسی اور کے ہوتے ہم کو گوارا کب تھا
اک زخم بھی دیکھنے کی اسے نہ تھی فرصت
میرے جلتے وجود کا وہ مداوا کب تھا
کیسے اسے تکتا رہتا وقت جدائی

دل کو میرے اتنا حوصلہ کب تھا
فصیحہ آصف خان...... ملتان

شہدائے پشاور

میرے ننھے رہنماؤں کو سلام
عظمت کے بادشاہوں کو سلام
ذرہ ذرہ خاک کا نازاں ہے جن پر
فلک کے راج دلاروں کو سلام
ہمارے حوصلے بلند ہیں کہ جانتے ہیں
بچھڑ کر لعل ماں سے ہمیشہ لعل ہی رہتا ہے
سامان ہے یہ جنت کا خدا کی دیکھ بھال میں رہتا ہے
پھول ٹہنی سے ٹوٹ جائے
خوشبو پھر بھی دیتا ہے
شہید حق کا بچھڑ کر بھی
بہہ جائیں گر نیر بے خبری میں بھی
اک نیا جذبہ دے جاتے ہیں
حوصلوں کو کر کے مزید بلند
زخم دل مسکراتے ہیں
لائبہ میر...... حضرو

نظم

مجھے معلوم ہے سب یہ جو
رنگ برنگے پھول ہیں سارے
ان میں اک کشش
باقی رہے اس لیے تو
ہر پھول کا رنگ اس کی ادا
نرالی اور انوکھی ہوتی ہے
اسی طرح خدا کی مخلوق میں
ہر تعلق اور ہر رشتہ
مختلف ہوتا ہے تاکہ
رشتوں کی اہمیت قائم رہے
یہ سدا دائم رہے
ثناء اشرف...... میانوالی

غزل

دشت گلزار ہوگیا ہے
جینا دشوار ہوگیا ہے
وہ میرے راستے میں
دیوار ہوگیا ہے
کل تھا میرا دشمن
اب دلدار ہوگیا ہے
دل کام کا تھا پہلے
بے کار ہوگیا ہے
پھر آج مجھ سے دکھ کا
اظہار ہوگیا ہے
انصر تمہاری خاطر
بیمار ہوگیا ہے
نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ صدر

امید سحر

چلی ہوں دھوپ کے راستے پر
چھاؤں کی تمنا کیے ہوئے
دل میں بہت سی تمنائیں
اور آرزوئیں لیے ہوئے
دکھ درد بھلاتے ہیں سارے
دیے امید کے جلاتے ہیں سارے
امید سحر کی آس ہے
دل میں خوشی کا احساس ہے
ڈوبتی کشتیاں بھی اب پار لگیں گی
بھنور سے نکل کر ساحل پر چلیں گی
گمنامیوں کے اندھیرے سے نکلیں گے
کامیابیوں کے سفر طے کریں گے
بنجر زمینوں کو زرخیز کریں گے
ہم اب کسی سے نہ ڈریں گے
راہ کتنی ہی کٹھن کیوں نہ ہو
ہم بخوشی اسے طے کریں گے
اک جذبے وجنوں کی حد تک
ہم ہر کام دل کی لگن سے کریں گے
امید سحر کی آس لیے
ہم آگے بڑھیں گے

ہم آگے بڑھیں گے
رانی کوثر رانی...... ہری پور

نظم

آج تک اسی ڈر سے
میں بتا نہ پائی تمہیں......
حال دل
اے جان!
کہ کہیں ٹھکرا ہی نہ دو تم
اقرار محبت سن کر
ناتا ہی نہ توڑ لو مجھ سے
منہ ہی نہ موڑ لو
لیکن یہ کیا ستم......
ابھی تو مجھے اقرار کرنا تھا
محبت کو شمار کرنا تھا
ابھی تو دل کی دھڑکنوں کا شور
تم تک پہنچا بھی نہیں تھا
جذبوں کی تپش نے تمہیں چھوا بھی نہیں تھا
آنکھوں نے عیاں بھی نہ کیا تھا
تمہارا عکس جاناں
پھر کیوں تم نے منہ موڑ لیا
مجھ سے ناتا اپنا توڑ دیا
آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا
چلو! آج میں اقرار کرتی ہوں
مجھے تم سے محبت ہے
نہیں نہیں......
مجھے تو تم سے عشق ہے
وفا کی حد سے بھی آگے
اب تو واپسی بھی ممکن نہیں
میں تو مسافر ہو چکی حرا
اک بے نشان منزل کی
جہاں ہر سو کانٹے ہی کانٹے ہیں
نارسائی کا قرب سہنا پڑتا ہے
جہاں آبلہ پائی مقدر بنتی ہے
ان خار دار راستوں سے
اب ممکن نہیں واپس پلٹنا
یہاں رسوائی اور
فقط تنہائی ہے
اب ممکن نہیں واپس پلٹنا
حرا رمضان...... اختر آباد

غزل

ذرا سی دیر جلے جل کے راکھ ہوجائے
وہ روشنی دے بھلے جل کے راکھ ہوجائے
وہ آفتاب جسے سب سلام کرتے ہیں
جو وقت پر نہ ڈھلے جل کے راکھ ہوجائے
میں دور جا کے کہیں بانسری بجاؤں گا
بلا سے روم جلے جل کے راکھ ہوجائے
وہ ایک لمس گریزاں ہی آتش بے سوز
لگائے مجھ کو گلے جل کے راکھ ہوجائے
کوئی چراغ بچے صبح تک تو تاریکی
اسی چراغ تلے جل کے راکھ ہوجائے
عمار اقبال...... کراچی

غزل

امکان زندگی کے ہیں معدوم جانِ جاں
جب سے ہوں تیری درد سے محروم جانِ جاں
شاید تمہیں نہ ہوسکا معلوم جانِ جاں
تم ہو بقا کو لازم و ملزوم جانِ جاں
دل ہے مرا ریاست سوڈان کی طرح
اس ہی ضمن میں تم بھی ہو خرطوم جانِ جاں
دیوانہ کرگئی ہے مجھے ہر لحاظ سے
تیری نفیس فطرت معصوم جانِ جاں
برسوں سے ہم تمہاری غلامی میں آگئے
برسوں سے تم ہو مالک و مخدوم جانِ جاں
حارث بلال...... سرگودھا

نظم

ہم اسے اپنا کہتے تھے
لیکن وہ بن سکا نہ میرا

عجب بات ہے عاصی
ہم اس کے سوا
کسی اور کے نہ ہو سکے اب تک
عاصمہ اقبال عاصی...... عارف والا

غزل

کتنی باتیں ہیں جو چپ چاپ پڑی ہیں مجھ میں
کتنی شامیں ہیں جو ویران پڑی ہیں مجھ میں
ایک نوحہ جو میری نوک قلم پر اٹکا
اک کہانی یونہی گمنام پڑی ہے مجھ میں
میرا بچپن میری باتیں میری آنکھوں کی چمک
کسی نیزے کی طرح اب بھی گڑی ہیں مجھ میں
کیسے لکھوں کہ مجھے لفظ ہی نہیں ملتے
ہنر کی وادیاں سنسان پڑی ہیں مجھ میں
اک شکوۂ اک محبت اور اک حرفِ دعا
بس انا تیری یہ املاک پڑی ہیں مجھ میں
انا احب...... گجرات

شال

تمہارے نام کی شال جب سے اوڑھی ہے
سنو......
یہ سرد موسم اب ہمیں کم ہی ستاتا ہے
احمہ شہزادی...... راولپنڈی

غزل

کسی کو تشنہ لب ہم نے کوئی بدحال دیکھا ہے
یہاں پر سبز رت میں بھی غذائی کال دیکھا ہے
زمینِ تھر پر برسوں سے ہے موسم قحط سالی کا
بلکتا دودھ کی خاطر یہاں ہر لعل دیکھا ہے
کئی گلفام ہم نے خاک کی زینت بنے دیکھے
بڑا ہی پُر الم یاروں گزشتہ سال دیکھا ہے
چمکتی چاندی دیکھی دخترِ نادار کے سر میں
غریب شہر کا پُرنم شکستہ حال دیکھا ہے
سنبھالے ہم نے بھی سکے پرانے اک تجوری میں
عجائب گھر میں بکتے جب پرانا مال دیکھا ہے
جو دن بھر بانٹتا دینار ہے مفلوک لوگوں میں
ڈھلی جب شام تو اس شخص کو کنگال دیکھا ہے
تعلق ترک راہی نے کیے ہیں سب عزیزوں سے
کئی سالوں سے نہ ہم نے درِ سسرال دیکھا ہے
برکت راہی...... ڈگری

زندگی

مان کیا ہے؟
دوسروں کا خیال
آسائش کیا ہے؟
دلی کمال
محبت کیا ہے؟
عجب جمال
صرف اسی کے گرد
گزرتی ہے زندگی
پل پل جیتی ہے
پر لوگ سمجھتے نہیں
اسے پرکھتے نہیں
لوگ یقیں کرتے نہیں
اعتبار، دلی سکون اور محبت
بھی مقصدِ زندگی ہے
پر لوگ سمجھتے کرتے نہیں
زمین سرمیو...... حیدر آباد

سنو!
تمہیں میں چھوڑ دوں لیکن
بس ایک بات ذرا سی ہے جاناں
کہ کبھی کسی کی بگڑی ہوئی عادت
بھی چھوٹی ہے کیا؟
تو تم سن لو کہ
تم بھی میری وہی
بگڑی سی عادت ہو
مالا بھٹی رانا

ڈیئر نند عاصمہ اقبال کے نام

ڈیئر عاصمہ 28 جنوری کو آپ کی شادی ہے' میری دعا ہے اللہ کی پاک ذات آپ کے دامن کو سچی خوشیوں سے بھر دے اور آپ کبھی کسی آزمائش کی بھینٹ نہ چڑھیں (میری طرح) آمین' ثم آمین۔ میری طرف سے اور اپنے بھیا کی طرف سے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ بہت بہت مبارک قبول ہو۔

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

آنچل ادارے اور قارئین کے نام

السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ پہلی بار آپ سب سے مخاطب ہو رہی ہو۔ میں ادارے کی مشکور ہوں کہ مجھے اپنے پلیٹ فارم پر نہ صرف جگہ دی بلکہ ہمیشہ حوصلہ افزائی بھی کی نہ صرف کہانیوں کو بلکہ میری شاعری کو بھی اپنے صفحات کی زینت بنایا' شکریہ آنچل' قیصر آراء آپا' سعیدہ آپی' طاہر انکل اور ایمان وقار' میں رئیلی آپ کی مشکور ہوں۔ قارئین کرام سے کہنا چاہتی ہوں کہ رائٹر کا وجود قارئین کے دم سے ہے۔ آپ کی محبت اور عزت ہماری حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میری کہانیوں کو نہ صرف آپ پڑھتے ہیں بلکہ پسند بھی کرتے ہیں۔ ساریہ چوہدری! آپ نے یاد رکھا' بہت شکریہ ڈیئر! خوش رہیں۔ ایک اور بہت ضروری بات جو بتانے کے لیے میں آپ کی اس محفل میں حاضر ہوئی۔ یہ ہے کہ میں نے آج تک جو بھی لکھا اپنے قلمی نام عرشیہ ہاشمی سے لکھا لیکن آئندہ میں جو بھی لکھوں گی اپنے اصل نام سے لکھوں گی۔ ادارے سے درخواست ہے کہ قطار میں منتظر میری کہانیاں عائشہ ہاشمی کے نام سے شائع کی جائیں تو قارئین امید ہے جس عرشیہ ہاشمی کو آپ نے اپنے دلوں میں جگہ دی۔ اسے اب عائشہ ہاشمی کے نام سے بھی عزت اور محبت دیں گے۔

عرشیہ ہاشمی...... آزاد کشمیر

شازیہ ہاشم کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ڈیئرسٹ کیوٹسٹ شازیہ ہاشم میری طرف سے آپ کو نیا سال مبارک ہو۔ آئندہ سال کی تمام خوشیاں اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی جھولی میں ابر رحمت کی طرح برسائے' تو طے ہوا شازیہ ہاشم آپ ایک چیز پر اکتفا کرنے والی نہیں ہیں۔ زندگی تو یہ ہے نا جو آپ نے چاہا بول دیا جو دل میں آیا کہہ دیا آگے کوئی دکھ کے سمندر میں رات دن غوطہ زن رہے آپ کی بلا سے جائے بھاڑ میں۔ چلو خیر ہم تو آپ کے پابند ٹھہرے اس فقرے کے آئی ڈونٹ لائق۔ دیکھتے ہیں تاش کے کتنے پتے ہماری زندگی میں دکھ کا عنصر لے کر ہمارے کشکول میں گرتے رہیں گے' آپ خوش رہو جہاں رہو۔

نبیلہ ناز...... ٹھینگ موڑ الہ آباد

پارس شاہ اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز...... ابھی تک تو میری صرف ایک ہی فرینڈز ہے پارس شاہ کیسی ہو؟ شکریہ مجھے اپنی دوست بنانے کا' میری بچپن کی فرینڈ رومین کیسی ہو؟ اس بار بھی تم نے مجھے سالگرہ وش نہیں کی۔ 2017ء مبارک ہو' نیا سال ہم سب کے لیے خوشیوں کا سال ہو۔ ہر مسلمان کی ہر دلی خوش پوری ہو' سب کہو آمین۔ میری ساری اسکول ٹیچرز مس ماریہ' تبسم' ام کلثوم' حلیمہ' جوریہ' روبینہ' مس طاہرہ' مس سندس سب کو میری طرف سے نیا سال مبارک ہو۔ میں خود ایک ٹیچر ہوں' ٹیچنگ کرنا بہت اچھا لگتا ہے' آپی سنیاں مس یو' دوستی کے لیے ہم حاضر ہیں۔

صبا عذر گر...... جوڑہ

نیو فرینڈز فوزیہ سلطانہ اور ایس گوہر طور کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو فرینڈز؟ مجھے آپ دونوں کو شکریہ بولنا تھا' آپ دونوں نے مجھے دوست بنایا' شکریہ جی! فوزیہ جی آپ کا تعارف پڑھا بہت اچھا لگا' ویری نائس۔ ایس گوہر آئینہ میں آپ کا تبصرہ پسند آیا' ویری نائس' اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

آنچل کی پیاری کڑیوں کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! کیسی ہے طبیعت آنچل فیملی کے لوگوں کی' ماہ رخ سیال اپنے ہر پیغام محبت میں مجھ ناچیز کو یاد رکھنے کا بے حد شکریہ۔ جانی میں مقروض ہوں آپ کی بے لوث محبتوں کی' میں بچی بچی تمہیں نہیں بھولی۔ صبیرہ اپنی سویٹ خالہ جانی کو سلام کہہ رہی ہوں' خوش رہو۔ ایس انمول یقیناً تم اب ماں کے رتبے پر فائز ہو چکی ہو گی' اپنی مصروف گھڑیوں میں کچھ پل نظر آنچل کر دو' مٹھائی نہیں مانگوں گی بچی۔ ریحانہ راجپوت کہاں گم ہو لوٹ آؤ دوستوں کی محفل میں۔ ساریہ چوہدری میری پیاری دوست کیسی ہو اور کہاں ہو آج کل؟ شاہ زندگی! کیسی ہو دعائے سحر یارا کوئی اتا پتا ہی دے دو' گم ہوتی ہو تو آنچل کی محفل ادھوری لگتی ہے۔ لاڈو ملک واپس آ جاؤ' آنچل نگری میں اور رابطہ بحال کرو۔ پروین افضل شاہین سلام محبت! دلکش مریم تمہارے لکھے تبصرے اور شاعری بھی تمہارے نام کی طرح دلکش ہوتے ہیں۔ نجم انجم کبھی ہمیں بھی یاد کرلیا کرو کون سے چارجر لگتے ہیں یاد کرنے پر۔ مونا شاہ قریشی محبت بھرا سلام قبول کرو مدیحہ

نورین مہک بے وفا لڑکی میں اب بچی مچی والی ناراض ہوں تم سے سمجھ گئی نہ کیوں ہوں ناراض۔ عنزہ یونس انا' ہم بھی کھڑے ہیں راہوں میں' عائشہ ملک عاشو! کیسی ہو؟ ریحانہ آفتاب آپی زور قلم اور زیادہ' آمین۔ حیدرآباد والیوں کیسی ہو سب؟ خدا سب کو خوش وآباد رکھے' آمین۔ جن فرینڈز کے نام لکھنے سے رہ گئے ہیں ان سے معذرت۔ ڈاکٹر ہاشم مرزا کی رحلت کا پڑھ کر بے حد افسوس ہوا' اللہ پاک ان کے درجات بلند فرما کر انہیں جنت نصیب کرے آمین اور ان کے گھر والوں کو صبر جمیل دے آمین۔ آخر میں سب دوستوں کو نیا سال مبارک ہو' سدا خوش وخرم رہیں آمین۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد' سندھ

ام مریم اور حنا اینڈ حرا کے نام

ڈیئر پیاری ام مریم! آپ کو شادی کی بہت مبارک ہو' آپ ہمیشہ خوش رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت ساری خوشیاں دے' آمین۔ میری طرف سے آپ کے لیے بہت ساری دعائیں۔ ڈیئر حنا! آپ کا سنا آپ نے دوبارہ سے تعلیم کا سلسلہ شروع کیا ہے' اللہ آپ کو کامیاب کرے' آپ کی آنٹی کی وفات کا سن کر بہت دکھ ہوا' اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ پیاری حرا قریشی! مجھے آپ کا نام بہت پیارا لگا' ڈیئر آپ بہت اچھی ہو' اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے' آمین۔ آپ کو مبارک ہو' میں نے آپ کو دوستی کی آفر کی تھی آپ نے جواب نہیں دیا۔

منزہ عطا...... کوٹ ادو

آنچل کے نام

عروج ہو ایسا نصیب تجھے دنیا میں
کہ آسمان بھی تیری وسعتوں پر ناز کرے' آمین

ڈیئر آنچل کو' آنچل وحجاب کو سجانے سنوارنے والے اسٹاف' رائٹرز' حجاب قارئین کرام کو حجاب کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ ہمارا آنچل وحجاب یونہی ترقی کی راہ پر گامزن رہے اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے' آمین۔

حنا کنول فرحان...... حویلی لکھا

شہزادیوں کے نام

شہزادی آپی فریدہ جاوید فری! کیسی ہیں آپ؟ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل صحت و تندرستی عطا فرمائے اور آپ ہم رائٹرز کے لیے اپنی بہت ساری شاعری کی خوب صورت کتابیں شائع کروائیں۔ سلمیٰ ذوالفقار' سمیرا ذوالفقار' صبا منور' سدرہ ذوالفقار' شاہدہ رمضان ملتان کی میری شہزادیو کیسی ہو تم؟ دیکھ لو میں نے تمہیں یاد کرہی لیا پھر بھی تمہیں شکوہ ہوتا ہے کہ میں تمہیں یاد نہیں کرتی۔ ارے ہاں تم سب کو تمہارے پیارے سے بھیا مجاہد منور کو منگنی کی بہت بہت دلی مبارک باد قبول ہو اور وہ تمہارے لبو عالم چنا بھیا عمیر ذوالفقار کی منگنی کب ہو رہی ہے' جس میں ماہ دولت اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین کے ہمراہ شرکت کرے گی۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

فائزہ بھٹی اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیا حال چال ہیں دوستو! میں لمبے عرصے کے بعد حاضر ہوئی ہوں' وجہ بس کچھ پریشانیاں ہیں جنہوں نے مجھے چکرا کے رکھ دیا ہے۔ اس عرصے میں تو اپنا ہوش نہیں رہا تو آنچل سے منسلک رہنا تو بہت مشکل تھا۔ آپ سب دوستوں کی دعاؤں کی ضرورت ہے' پلیز سب دعا کرنا کہ میں آج کل جس مسئلے میں پھنسی ہوئی ہوں اس سے نکلنے کا کوئی راستہ مل جائے۔ شکریہ ان دوستوں کا جنہوں نے مجھے یاد رکھا' ان کا بھی شکریہ جنہوں نے بھلا دیا۔ فائزہ بھٹی! سناؤ کیسی ہو جانی! میں تمہیں نہیں بھولی ذہن میں یہی بات رہتی تھی کہ فائزہ سمجھے گی مدیحہ بھول گئی ہے۔ سوئٹی دعا کرنا میرے لیے بہت زیادہ' غم زندگی کوئی راستہ دے تو پھر سے وہی ہنستی مسکراتی مدیحہ تم سب کے ساتھ ہوگی آنچل میں۔ مدیحہ نورین! بھول گئی ہو؟ آپی پروین ہمیشہ خوش رہیں۔ فوزیہ سلطانہ' شاہ زندگی' طیبہ نذیر' حافظ سمیرا' نورین مسکان میرا ڈھیروں سلام۔ آنچل کی تمام ریڈرز رائٹرز اور تمام اسٹاف کو ڈھیروں سلام' پلیز دعاؤں میں یاد رکھنا۔ اللہ نے چاہا تو بہت جلد دوبارہ شرکت کروں گی آپ سب کی اپنی۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں سب؟ چار ماہ بعد انٹری دی ہے میں نے' مجھے مس تو کیا ہوگا سب نے۔ اقراء لیاقت چودھری مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ فوزیہ سلطانہ آپ بہت فنی ہو ہمیشہ خوش رہو شادی کا احوال بھیج رہی ہوں' عظمیٰ شاہین شادی مبارک' اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اب غائب نہ ہو جائیے گا پھر سمیرا سواتی شکریہ۔ جیا عباس ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ سین فضل بہت شکریہ دعائیں دینے کے لیے گڑیا میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب کرے' آمین۔ شاہ رسول ہاشمی' مدیحہ نورین' پارس شاہ' انیلا طالب بہت بہت شکریہ' مجھے دعائیں دینے کے لیے' سدا خوش رہیں۔ عائشہ رحمٰن جی میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہو؟ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ سنیاں زرگر شادی مبارک جی' فریدہ فری آپ بہت پیاری ہو لو یو۔ مدیحہ نورین سالگرہ کی بہت بہت مبارک باد' ہمیشہ خوش رہو۔ کوثر خالد کیسی ہیں آپ؟ بہت پیارا لکھتی ہیں کیپ اٹ اپ' خوش رہیے۔ شمیم ناز صدیقی کہاں گم ہیں' آجائیے پلیز آنچل سے

وابستہ سب لوگوں کے لیے ڈھیروں ڈھیر دعائیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ سب کو کامیاب کرے آمین مجھے پہچانا کہ نہیں میں طیبہ نذیر ہوں۔

طیبہ خاور پھول...... عزیز چک وزیر آباد

پیاروں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے آپ سب کا مجھے یقین نہیں آرہا کہ آپ سب نے مجھے اتنا اتنا زیادہ مس کیا ویسے ایک بات کہوں مس تو نہیں کیا جاتا ہے جن کو ہم بھول جاتے ہیں کیا آپ سب مجھے بھول گئیں مگر میں نے آپ سب کو بہت بہت یاد کیا۔ ڈسمبر کا ٹائٹل بہت دلچسپ ہے انشال چدھڑ جی ذرا اپنے ہوش سنبھال لو جی میں نے آپ سے دوستی کرنی ہے یار میں آپ کی دوستی تہہ دل سے قبول کرتی ہوں۔ پروین افضل شاہین کیسی ہیں آپ بھائی جی! بھولے سے ہی سہی کبھی یاد بھی کرلیا کریں، شگفتہ یاسمین، نجم انجم اعوان، پروین افضل شاہین، گل مینا خان، غزالہ شوکت آپ سب کے شعر بہت اچھے لگے باقی سب کے بھی اچھے تھے۔ عذرہ یونس میں بھی آپ کی بات سے اتفاق کرتی ہوں کہ آئیڈیل تو صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہونے چاہئیں ہم سب کے مگر افسوس کچھ شوخ لڑکیاں ایک فلمی اداکار یا کسی ٹی وی شو میں آنے والے خوش شکل لڑکے کو دیکھ کر اسے اپنا آئیڈیل تصور کرلیتی ہیں نہ جانے ایک دن میں وہ کتنے آئیڈیل بنالیتی ہیں۔ اپنا بتاؤں میں نے آج تک کسی کو اپنا آئیڈیل نہیں بنایا ہاں میرے آئیڈیل میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آئی وش کہ میں ان کے نقش قدم پر چلوں۔ فاخرہ گل جی! آپ کی کتاب شائع ہونے کی بہت بہت مبارک ہو نازیہ کنول نازی آپی آپ سے ایک ریکوئسٹ ہے کہ پاکیزہ میں بھی انٹری ماریے۔ سمیرا شریف آپ کیسی ہیں اور بیٹا کیسا ہے؟ بھائی اشتیاق ہیرو، مہوش پری، ضمیرہ امین، محمد ہارون جانی، سعدیہ پروین جانی آپ سب کو سالگرہ مبارک۔ اشتیاق بھائی آپ کبھی غصہ بھی ناک سے اتار لیا کریں، کیوں کہ آپ غصہ میں اور بھی پیارے لگتے ہیں، کسی کی نظر نہ لگ جائے (واللہ)۔ آپ سب کو زندگی کی ہزاروں خوشیاں مبارک ہوں، پرانے سال کو الوداع کرکے نئے سال میں سب خوشیوں بھری زندگی گزاریئے گا، آمین۔ آپ سب کو میری طرف سے سال نو مبارک ہو آنچل آل اسٹاف اور لکھنے پڑھنے والوں کو۔ اجازت دیں بھئی بہت باتیں ہوگئیں اللہ حافظ۔

شبنم کنول...... پاپا نگری

سب دوستوں کے نام

السلام علیکم! ہائے اللہ تم لوگوں کو پتا ہے کہ میں کتنی بور ہوگئی ہوں کیونکہ میں نے کب سے آنچل میں کچھ نہیں لکھا اب سوچا ہے اپنی بوریت دور کردی جائے خیر سب کیسے ہیں؟ ٹھیک ٹھاک ہیں سب، مجھے امید ہے کہ سب لوگ جتنے بھی آنچل سے وابستہ ہیں خیریت سے ہوں گے۔ نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور اور باقی بھی جتنے لوگ ہیں، ان کے لیے میری طرف سے بہت سی دعائیں۔ میری پیاری سی منی سی بھانجیو روشن جہاں، اقراء اور حرا میری طرف سے بہت سا پیار اور ہادی میرے پیارے سے بھانجے میرا دل کررہا ہے کہ بھاگ کر آؤں اور تمہیں چوم لوں۔ سلمیٰ باجی، آسیہ باجی، شگفتہ باجی، سادی، ثمرہ، کنزی، تم سب کو اللہ ہمیشہ ہنستا مسکراتا اور شاد و آباد رکھے اور ہر راہ پر کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔ کاشف رحمان عرف علی بھائی آپ کو پیار بھرا اسلام اللہ آپ کو لمبی عمر عطا کرے آمین۔ عمیر بھائی عرف جانی اللہ آپ کی مشکلات آسان کردے اور آپ کو کامیابیاں عطا کرے سدا خوش رہو۔ پیارے امی ابو جان میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اللہ تعالیٰ آپ دونوں کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت رکھے اور آپ دونوں کو دنیا جہاں کی خوشیاں عطا فرمائے آمین۔ اب باری آتی ہے میری دوستوں کی تناشہ خلیل، اقراء کنول، شبانہ، ماہ نور بلوچ، سپنا اشرف، طاہرہ تم سب کیسی ہو؟ سپنا اشرف اور طاہرہ تم لوگ بہت یاد آتے ہو مجھے تم سب کی دوستی پر فخر ہے اللہ تم سب کو زندگی کی ہر راہ میں کامیابی عطا فرمائے آمین اور تم کو بہت اچھے اچھے سسرال دے ہاہاہا۔ میں اب آمین نہیں کہوں گی کیوں کہ جوتے کھانے کا مجھے کوئی شوق نہیں ہے، ویسے یہ دعا تو شادی کے لیے کرنی چاہیے تھی (ہاہاہی)۔ اب تک کے لیے اتنا ہی کافی ہے اگلی ملاقات تک کے لیے فی امان اللہ۔

لیلیٰ رب نواز...... ودھیوالی، بھکر

آنچل فرینڈز کے نام

بارشوں کے موسم میں
تم کو یاد کرنے کی عادتیں پرانی ہیں
اب کہ میں نے سوچا ہے
عادتیں بدل ڈالیں
پھر خیال آتا ہے
عادتیں بدلنے سے
بارشیں نہیں رکتیں

آداب تسلیمات! پیارے دوستو امید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گے ان شاء اللہ۔ پچھلے ماہ کچھ تارے پڑھے اپنے نام بہت اچھا لگا۔ پیاری انشال چدھڑ کیسی ہو؟ بھئی آپ بھی حافظ آباد کی ہو اور ہم بھی پھر کاسٹ چدھڑ ہے تو پھر تو دوستی بنتی ہے۔ آپ کی آفر قبول کرتی ہوں اقراء بھی قبول کررہی ہے (وہ میری کزن ہے)۔ امید ہے یہ دوستی اچھی رہے گی ان شاء اللہ۔ عظمیٰ شاہین

آپ کا خط پڑھ کر بہت خوشی ہوئی آپ میں جذبہ ایثار ہے ورنہ میں نے تو ویسے تعریف کی ہی نہیں جیسے کرنی چاہیے تھی بہر حال آپ کی حاجزی دیکھ کر اچھا لگا۔ امید ہے یہ سلسلہ خط و کتاب کا جاری رہے گا (ان شاء اللہ)۔ شاہ زندگی، حرا قریشی، فریدہ جاوید فری اور پروین افضل شاہین کے نام کافی مراسلے لکھیں ہیں مگر صد افسوس کے آپ لوگوں تک نہیں پہنچے اللہ تم لوگوں کو شاد و آباد رکھے آمین۔ شاہ زندگی لوٹ آؤ کہاں گئی ہو بھئی۔ حرا آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں، فریدہ بہت اچھی شاعرہ ہیں اللہ ان کو مزید کامیابیاں دے آمین۔ پروین افضل شاہین آپ کے بغیر تو آنچل میں رنگ ہی نہیں جچتے، حمیرا قریشی آپ بھی اچھا لکھ رہی ہیں، شبنم کنول آپ کو ہم اپنی دوست ہی سمجھتی ہیں۔ میم سمیعہ ضیاء کیسی ہیں آپ؟ آئی مس یو ویری مچ۔ شاہین گروپ کو سلام اقراء کا ڈھیروں پیار، میم حنا کی جنوری میں سالگرہ ہے، میم ہپی برتھ ڈے ٹو یو۔ جاناں چکوال، ساریہ چوہدری، طیبہ نذیر سب کہاں ہو آؤ ناں محفل آنچل میں، آپ لوگوں کی کمی بہت محسوس ہو رہی ہے اللہ نگہبان۔

عزہ یونس...... حافظ آباد

پیاری دوستوں فری، مومنہ، عائشہ قاسم، کائنات اور پیاری کزن نمرہ شفیع بٹ کے نام

السلام علیکم! ہائے فرینڈز کیسی ہو؟ امید ہے کہ تم لوگ یہ خط دیکھ کر خوش ہو جاؤ گی تم لوگ تو صرف آنچل کو پڑھنا اس میں کبھی کچھ لکھنا مت، ایک میں ہی ہوں جو یہ جسارت کرلیتی ہوں۔ فری، مومنہ، کائنات اور عائشہ تم لوگوں کے سنگ کالج لائف بہت اچھی گزر رہی ہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی اچھی گزرے گی۔ پیاری کزن نمرہ شفیع بٹ کیسی ہو؟ امید ہے کہ تم اپنا نام اس میں دیکھ کر بہت خوش ہو گی، میری دعا ہے کہ تم اپنی تعلیم کامیابی کے ساتھ مکمل کرو۔ تم سب دوستوں کو نیا سال مبارک ہو۔ لاریب اور مریم میری طرف سے تم لوگوں کو بی ایس مکمل کرنے کی بہت بہت مبارک ہو، اللہ تعالیٰ زندگی میں آئندہ بھی یونہی کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور مریم کی کزن شاہدہ سے مل کر بہت خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مقصد میں کامیابی نصیب فرمائے آمین۔ باجی ثریا، مصباح اور ماریہ آپ کو میری طرف سے سلام اور باجی فرخندہ کے لیے اسپیشلی سلام اور دعا ہے اللہ تعالیٰ جلد ان کو اولاد سے نوازے آمین۔ پیاری دوست فری تم بہت عزیز ہو اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری دوستی کو یوں ہی برقرار رکھے آمین اور آخر میں اللہ تعالیٰ ہمارے وطن کو دشمنوں سے بچائے اور اس کا پرچم تا قیامت سربلند رکھے آمین۔

رخسانہ اختر بٹ...... سرگودھا

مسز ربیعہ اسا ودبٹ اور آنچل پرنسز کے نام

ربیعہ اسا ودر! یار مانا کہ میں بٹ فیملی سے ہوں پر اتنا بھی کیا ڈرنا کہ تم کھانا کم پڑ جانے کے ڈر سے مجھے شادی میں انوائٹ ہی نہ کرو اور تو اور بتانا تک گوارا نہیں کیا۔ تمہارے لیے پیغام بھی چھوڑا آنچل میں مگر کچھ جواب نہ ملا، اچھا چلو چھوڑو تمہاری شادی کی خبر پڑھ کر من آنگن میں کلیاں سی کھل گئیں، خوشبو سانس کو معطر کرنے لگی تو سوچا کیوں ناں ان مہکتے الفاظ سے تمہیں مبارک باد دی جائے۔ سدرہ بھابی، رخسانہ، کائنات میرے اور میری امی کے علاوہ پوری فیملی کی طرف سے ڈھیروں مبارک باد قبول ہو۔ ہمیشہ خوش رہو، دلہا بھائی آپ سے اسپیشلی کہہ رہی ہوں ہماری نازک سی ربیعہ اسا ودر کا بہت دھیان رکھیے گا اداس نہ ہونے دیجیے گا اور اس کا خط ضرور پوسٹ کردیا کیجیے گا (بھئی ورنہ مجھ سے بات کیسے کرے گی) اور ربیعہ! انکل اور ساری فیملی کو میرا سلام کہنا۔ اللہ آنٹی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین تم یقیناً طلال کے لیے اداس ہو گی پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔ لائبہ میر، میرا تبصرہ پسند کرنے کا بے حد شکریہ، تم میری چھوٹی بہن کی ہم نام ہو بس آج سے ہم نے تمہیں چھوٹی بہن مان لیا ہے۔ ارم کمال صاحبہ پاکستانی کشمیریوں کو اپنی شہ رگ کہتے ہیں تو کشمیری پاکستانیوں کو اپنا دل اور ہم اپنے دل کی حفاظت کے لیے پچاس ساٹھ سال مسلسل بھی قربانیاں دے لیں تو پچھتایا نہیں کرتے سو دل کے بارے میں بے فکر ہو جائیے کہ میں ایک کشمیری ہوں۔ آرزو روشن تمہارا درد ہمارا درد کہ دل اور شہ رگ ایک ہی جسم کے دو حصے، اللہ میرے ملک کے دشمنوں کو نیست و نابود کرے آمین۔ انعم زرین، سارہ زرین تبصرے پر تبصرے کا شکریہ۔ کوثر خالد کو سلام اور حوض کوثر کی اشاعت پر دلی مبارک باد۔ میں آپ کو اپنی ماں سمجھتی ہوں، جی کنول خان آج سے تم میری دوست ہو، سلام قبول کرو۔ عزہ یونس اتنا تمہاری سوچ کو سلام، تم جیسی سوچ پوری قوم کی ہو جائے تو سکندر اعظم کو پیچھے چھوڑ دیں ہم۔ فری آپی اللہ آپ کو صحت دے آمین۔ پروین افضل شاہین آپ کو میں اپنی بہن سمجھتی ہوں اللہ جلد آپ کو اولاد سے نوازے آمین۔ اقراء ماریہ جن کی ماں نہیں ہوتی ان کا خدا ہوتا ہے اور خدا وہ ذات ہے جو ستر ماؤں سے بڑھ کر اپنے بندے سے پیار کرتا ہے۔ اللہ آپ کے تایا ابا کو صحت دے آمین، سدرہ، لائبہ حجاب اور ان کے سارے گروپ کو سلام، اچھا اچھا پڑھو اور نیرہ حجاب تمہیں آرمی جوائن کرنی ہے ان شاء اللہ، اللہ حافظ۔

نامعلوم...... نامعلوم

سویٹ دل والوں کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیا حال ہے میں تو سمجھی تھی کہ آپ لوگ مجھے بھول چکے ہیں اور میرا پیغام بھی نہیں پڑھتی مگر جس طرح

فوزیہ تابی اینڈ پری شاہ نے یاد کیا دل بہت خوش ہوگیا۔ میں کتنی خوش ہوں آپ لوگوں کو بتا نہیں سکتی‘ آپ کی محبتوں کا بے حد شکریہ۔ سویٹ شاہ زندگی لو اب تو ہم نے کان پکڑ لیے ہیں اب تو معاف کردو مان جاؤ نا حورعین فاطمہ اینڈ ایمن وفا ڈیئر آپ چاہتی ہیں نا کہ میں آپ کو بھول جاؤں‘ چلو ہم ایسا ہی کرتے ہیں آپ کو بھول جاتے ہیں ثانیہ مغل ویلکم بیک مائی آنچل اچھی دوست اقصیٰ کدھر گم ہو۔ عائشہ رحمن اینڈ پرنسز اقو ہر ماہ میرے نام پیغام لکھنے کا وعدہ کرو تو دوستی کرتے ہیں ورنہ سوری ڈیئر! امبر سکندر صبیرہ میں کھو کر ہمیں تو بھول ہی گئی ہو۔ شمع مسکان کہاں کھو گئی ہو‘ نینا خان بھول گئی ناں اسپیشل فرینڈز ابرش آشیر اینڈ زیست مکرم غلطی ہماری تھی جو آپ جیسے اونچے طبقے کے لوگوں سے دل لگا بیٹھے۔ عروسہ ڈیئر ماہ رخ سیال تو آپ کے پاس ہے آپ شاید اسے بھول گئی ہو۔ کشف فاطمہ اینڈ روشنی وفا سدا خوش رہو آپی کمال‘ مدیحہ نورین اینڈ کرن شہزادی میری نومبر میں نگارشات پسند کرنے کا بے حد شکریہ‘ خوش رہو۔ مجم انجم آپ نے ہمیں یاد نہیں کیا بہت برا لگا‘ اچھا ناں مجھے معلوم ہے کہ میں آپ کو یاد ہوں ہے ناں۔ خوب صورت پری مس یو بلیو مون ڈیئر سدا خوش رہو‘ فاخرہ ایمان کہاں ہو‘ نورین شفیع کیسی ہو ڈیئر۔ پروین افضل شاہین آپی ہوا کے دوش پر ڈھیر سارا سلام آپ کو۔ عائشہ اختر ڈیئر دوستی کرو گی بچی والی تو اپنا رابطہ نمبر دے دینا۔ فوزیہ‘ ڈیئر ماہ رخ اور رشک حنا ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں‘ او کے دوستوں فی امان اللہ۔

ماہ رخ سیال...... سرگودھا

فرینڈز اینڈ فیملی کے نام

السلام علیکم! کیسے ہو سب فرینڈز؟ امید ہے سب ٹھیک ہوں گے۔ ثوبیہ ملک (بیا) یار رئیلی مس یو اوئے آتو پری۔ اوہ سوسوری میڈم عالیہ! پری کیسی ہو سویٹی (ہی ہی میں بھی ٹھیک ہوں)۔ فیزی‘ ارم‘ عاصمہ شفیع‘ اقراء‘ سعدیہ‘ سائرہ‘ زینب عبدالرحمن سب کو پیار بھرا سلام اور ڈھیروں دعائیں۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو خوش رکھے‘ آمین۔ انیب بھائی مس یو‘ مس یو رئیلی ویری مچ (جلد رابطہ کروں گی) آنٹی کو سلام دینا اور عشا گڑیا کو ڈھیر سارا پیار‘ اس کے علاوہ ماریہ آپی سلام ٹو یو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے‘ آمین‘ دعاؤں میں یاد رکھیں‘ اللہ حافظ۔

رابعہ بھٹی...... ستیانہ...... فیصل آباد

ہری پوریئنز کے نام

السلام علیکم! ہری پور کی دوستو کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے آپ سب کو بہت اچھا لگے گا مجھ سے اس چھوٹے سے پیغام کے ذریعہ ملنا۔ اسامعہ ملک‘ سلمیٰ حیا اور مدیحہ اکرم کشش آپ سب کے

نام آنچل میں پڑھ کے مجھے اتنی ہی خوشی ہوتی ہے جتنی اپنا نام مختلف رسائل میں پڑھ کے ہوتی ہے اور اس کی وجہ میرا نہیں بلکہ ہمارا ہری پور ہے۔ ہمیشہ ایسے ہی لکھتی رہیں اور ہری پور کی پہچان بنیں اور آخر میں اپنی بہن انعم خان (جس کا نام آنچل اور آنچل کے پیارے قارئین کے لیے نیا نہیں) تمہیں آنچل میں دو نئے افسانے منتخب ہونے پر پھر سے بہت سی مبارک باد۔

کنول خان...... ہری پوری ہزار

والدین کے نام

اسلام علیکم! امید کرتی ہوں مجھے پہچان لیا ہوگا؟ چلو اپنا تعارف کرا دیتی ہوں مجھے سب سعدیہ کہتے ہیں ویسے پورا نام سعدیہ عظیم ہے اور میں سعدیہ بخاری بھی کہلاتی ہوں تعارف تو ہوگیا۔ اس محفل میں آنے کا مقصد بیان کرتی ہوں اس محفل میں آنے کا اصل مقصد یہ جان عزیز اپنے امی ابو کو اینی ورسری وش کرنا ہے جو 26 اکتوبر کو ہوتی ہے۔ امی ابو آپ دونوں کو صرف میری طرف سے ہی نہیں ہم سب (صابرہ، بشریٰ، چاند، اقراء، معظم، وجیہہ اور تمام فیملی) کی طرف سے یہ دن بہت بہت مبارک ہو۔ ہم کوئی بھی سالگرہ سیلیبریٹ نہیں کرتے وش تو کر سکتے ہیں نا؟ ہماری دعا ہے کہ آپ دونوں ہمیشہ ساتھ رہیں اور آپ دونوں کا ساتھ ہمارے ساتھ رہے کیونکہ زندگی میں قدم قدم پہ آپ کے ساتھ اور آپ کی دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔

رکھنا میرے ماں باپ کو حیات جب تک میں ہوں اے اللہ
ان کی دعاؤں کے بنا میری زندگی بہت ادھوری ہے

اللہ تعالیٰ آپ کو حج کی سعادت نصیب فرمائے (میرے سمیت) آمین۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور زندگی میں کوئی بھی غم چھو کے بھی نہ گزرے آمین ثم آمین۔ میں محمود اور سمیعہ کو بھی ان کی اینی ورسری کی مبارک باد دیتی ہوں۔ محمود اور سمیعہ آپ دونوں کو ہم سب کی طرف سے بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ دونوں کا ساتھ ہمیشہ رہے۔ کوئی بھی غم چھو کے نہ گزرے‘ آمین۔ پاکستان میں آپ کی پہلی اینی ورسری ہے امید کرتی ہوں انجوائے کرو گے۔ اب میں اجازت چاہتی ہوں سب کو سلام۔

ای میل: سعدیہ عظیم...... بہاولپور

جویریہ سالک

تشریح آیات......۷تا۱۸ سورۃ الانبیاء

''اہل کتاب جانتے ہیں کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی انسانوں کی ہدایت کے لیے ہمیشہ ان ہی میں سے ایک انسان کو نبی بنایا اوران کے اپنے ماحول سے حق کی نشانیاں ان کے غوروفکر کے لیے پیش کیں۔

پچھلے انبیاء کی امتیں اور تاریخ گواہ ہے کہ اللہ کی راہ پر چلنے والے ہی سرخرو ہوئے جبکہ نافرمانیوں پر عذاب آیا۔ اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوکر ان کا ہوش میں آنا رائیگاں گیا۔

یہ دنیا کوئی کھیل تماشہ تو ہے نہیں کہ انسان کے اعمال کا حساب نہ ہو۔''

غلام سرور......کراچی

بہترین دعا

''اے ہمارے رب! ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں بھلائی عطا فرما۔'' (سورۃ الکہف: آیت ۱۰)

کون سے اعمال اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہیں'

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ کے نزدیک پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن میں ہمیشگی کی جائے اگرچہ وہ مقدار میں کم ہوں۔'' (صحیح بخاری ومسلم)

صباء شریف......ساہیوال

افلاس کا دیس

انسان کی تذلیل اور توہین کے لیے خود انسان نے کئی ذرائع اور طریقے ایجاد کیے۔ سب سے المناک بات دولت کی تقسیم اور امیر ملکوں کی اجارہ داری سے رہی سہی کسر دور حاضر میں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ آج کی بے رنگ دنیا میں ایک تصویر یہ ہے' جس دنیا کو لے کر اشرف المخلوقات کا درجہ پانے والا انسان عیش وآرام اور تسکین کا باعث سمجھتا ہے۔ جس ملعون دنیا کو لے کر میرا رب قرآن پاک میں فرماتا ہے ترجمہ ''مچھر کے پر کے برابر بھی میرے نزدیک اہمیت ہے'' پتا ہے'' اس ملعون دنیا کا المیہ کیا ہے۔ جس کا رنگ اتنا پھیکا ہے کہ لوگوں کو ضرورت زندگی عیش وعشرت کا سامان ان کی ضرورت سے زیادہ میسر ہے۔ جائیداد مال واسباب کا حساب نہیں' مال خرچ کرنے کے لیے جگہ نہیں جبکہ دسترخوان پر دنیا بھر کی نعمتیں ہیں لیکن اگر اس مہذب اور امیر دنیا کا اگر دنیا کا دوسری تصویری رخ دیکھنا ہو تو مغربی افریقہ ملک لائبریاں تشریف لے آئیں۔ غربت و افلاس میں گھرے انسان کرب والم کا مناظر بھوک اور پیاس سے بلکتے بچے لباس جیسی بنیادی ضرورتوں سے محروم مرد وزن' جنگلی جڑی بوٹیاں کھاتا انسان آپ کو بہت کچھ سوچنے سمجھنے پر مجبور کردے گا۔ بھوک اور افلاس نے بچوں کو سنجیدگی سکھادی' آپ کسی روڈ پر سفر کریں روڈ پر کھڑے بھوک وافلاس سے بلکتے بچے اپنی کوکھ پر ہاتھ رکھے اپنی بھوک کی طرف اشارہ کریں گے' اپنی بے بسی کا بتائیں گے۔ اس سے کربناک یہ بات ہے ہر روز کیمپوں سے جانے والی گاڑیاں جو کچرا ڈالنے باہر جاتی ہیں' اس کے رستے میں کھڑے سینکڑوں بچے اس انتظار میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اس گاڑی کے ساتھ دوڑتے دوڑتے اس مقام تک پہنچتے ہیں جہاں کچرا ڈالا جاتا ہے۔ نوٹ واقعی جلی حروف میں لکھا ہوتا ہے' اس نوٹ کو پڑھتے ہیں جن میں مرغوں کی اوجھڑی' خراب چاول گوشت کی کھائی ہوئی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ یہ سب حاصل کرنے کے لیے خوش ہوتے ہیں تو کیا انسان اس سے بھی زیادہ رسوا ہوگا تو میں اپنے رب رحیم سے درخواست کروں گی ''اے رحیم وکریم مولا! اس سال ان امیر ملکوں کی دولت کی تقسیم میں ان غریبوں کو اپنی بھوک سے چھٹکارا نصیب ہو' میری آپ

سے عرض ہے نہ کہ حکم، ہم کون ہوتے ہیں آپ کو حکم کرنے والے۔“

نبیلہ ناز...... ٹھینگ موڑ الہ آباد

آدھی عورت

آج کی ذہین فطین زمانہ شناس عورت ہر علم پر مکمل دسترس رکھتی ہے۔ اکثر مجھے اس کی حاضر دماغی پر حیرت ہوتی ہے، دنیا کے ہر شعبہ میں یہ اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑھ رہی ہے۔ علوم وفنون پر دسترس رکھنے والی عظیم الشان ہستی کے سامنے مرد کی دلیری و بہادری ہیچ دکھائی دیتی ہے۔ تہذیب کی چادر سے نکل کر تہذیب کی علمبر دار عورت یقیناً خراج تحسین کی حق دار ہے کہ جو چیز اس کی پہنچ سے دور رکھی گئی تھی، اسے نہایت عمدگی سے حاصل کر چکی ہے۔ حیا کا لبادہ اتار کر مرد وزن کی برابری کا چرچا آج جس جمہوریت کے کھوکھلے کاندھوں پر محو سفر ہے۔ آج نہیں تو کل ہیچ چورا ہے پر پھوٹ پڑے گا تب ہم جان جائیں گے۔ علم وفن کی بلندی پر براجمان عورت تہذیب ثقافت سے میرا کتنی ادھوری کتنی آدھی ہے، کہ بنیاد کے بغیر تو دیوار کبھی کھڑی نہیں ہوتی ذرا سوچیے!

عنزہ یونس...... حافظ آباد

آج کی بات

”وہ روح کبھی نہیں مرجھاتی جس کی پیاس قرآن کی تلاوت سے بجھتی ہو۔“

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

سجدہ

سجدے کی سب سے بڑی خوب صورتی یہ ہے کہ زمین سے کی جانے والی سرگوشی آسمانوں پر گونجتی ہے۔

کوگل

ہمیشہ خدا پر یقین رکھو نماز قائم کرو اور قرآن کو اپنی عادت بناؤ کیونکہ قبر میں کچھ سوالات ایسے ہیں کہ جن کا جواب گوگل نہیں دے سکتا۔

انسانیت کی معراج

آنسو اپنی بخشش کے لیے اللہ کے سامنے بہائیے اور مسکراہٹ اللہ کی مخلوق میں بانٹ دیجیے یہی بندگی کا تقاضا اور انسانیت کی معراج ہے۔

نیلی ظہیر...... کوٹلہ جام، بھکر

سنہری باتیں

☆ دنیا والوں پر اپنا دکھ ظاہر مت کرو کیونکہ یہ وہاں چوٹ ضرور لگاتے ہیں جہاں پہلے سے زخم ہو۔

☆ کسی پر اعتبار مت کرو جب تک اسے غصے میں نہ دیکھ لو۔

☆ جن لوگوں میں زیادہ خوبیاں دیکھو ان کی خامیاں نظر انداز کر دو۔

☆ ستارے آسمان کی زینت ہیں اور عقل مند انسان زمین کی۔

☆ کبھی کسی دوست کو فضول مت سمجھو کیوں کہ جو درخت پھل نہیں دیتے وہ سایہ ضرور دیتے ہیں۔

☆ اعتماد ہوا کے جھونکے کی طرح ہوتا ہے جو ایک مرتبہ چلا جائے تو پھر واپس نہیں آتا۔

☆ کسی انسان کو دکھ دینا اتنا آسان ہے، جتنا سمندر میں پتھر پھینکنا مگر یہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ پتھر کتنی گہرائی میں گیا ہے۔

☆ تحریر یہی وہ چیز ہے جو زندہ رہتی ہے۔

☆ اگر زندگی میں برا وقت نہ آتا تو اپنوں میں چھپے غیر اور غیروں میں چھپے اپنے کبھی نظر نہ آتے۔

صباء زرگر ڈ کا ء زرگر...... جوڑہ

جن کے دل میں اللہ ہو

حضرت علیؓ کے پاس ایک یہودی آیا اور کہا ”میں نے سنا ہے کہ آپ مسلمان جب عبادت کرتے ہو تو بُرے بُرے خیالات آتے ہیں جبکہ ہم عبادت کرتے ہیں تو ہمیں نہیں آتے۔“

حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا ”اگر ایک گھر فقیر کا ہو اور ایک گھر امیر کا تو چور کہاں جائے گا؟“

یہودی نے کہا ”امیر کے گھر میں۔“

حضرت علیؓ نے فرمایا ”تبھی تو شیطان ان کو ستاتا ہے

جن کے دل میں اللہ ہو جن کے دل میں اللہ نہیں ہوتا وہاں شیطان کا کیا کام۔"

رشک حنا...... سرگودھا

درود پاک ﷺ کے فضائل

☆ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ دس بار درود بھیجتا ہے۔

☆ درود پڑھنے والے کے لیے رب تعالیٰ کے فرشتے رحمت اور بخشش کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

☆ درود پاک پڑھنے سے گھر میں برکت ہوتی ہے۔

☆ درود پاک سے عمل پاک ہوتے ہیں۔

☆ درود پڑھنے سے درجات بلند ہوتے ہیں۔

☆ درود گناہوں کا کفارہ ہے۔

☆ درود پاک پڑھنے والے کے لیے ایک قیراط ثواب لکھا جاتا ہے جو کہ احد پہاڑ جتنا ہے۔

☆ درود پاک خود اپنے پڑھنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔

☆ درود پاک پڑھنے والے کو پیانے بھر بھر کر ثواب ملتا ہے۔

☆ جو شخص درود پاک کو وظیفہ بنالے اس کے دنیا اور آخرت کے سارے کے سارے کام اللہ سبحان و تعالیٰ اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

منزہ...... کوٹ ادو

اسلامی حکومت کا امیر سب کا خادم ہوتا ہے

اندھیری رات تھی' ہر طرف سناٹا تھا۔ مدینہ منورہ کی ساری آبادی آرام کی نیند سو رہی تھی مگر ایک شخص بیدار تھا۔ وہ شہر کی سنسان گلیوں میں چکر لگا رہا تھا' ہر مکان کے قریب تھوڑی دیر رکتا اور اپنا اطمینان کر کے آگے بڑھ جاتا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کوئی شخص مصیبت یا تکلیف میں تو نہیں۔

شہر والوں کی طرف سے اطمینان قلب ہوا تو وہ شخص شہر سے باہر نکلا' اچانک کسی عورت کے کراہنے کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔ وہ تیزی سے اس سمت کے تعاقب میں چل پڑا جدھر سے آواز آ رہی تھی۔ تھوڑی دور پر ایک خیمہ نظر آیا جہاں سے کراہنے کی آواز آ رہی تھی' خیمے کے باہر ایک بدو بیٹھا تھا جس کے چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔ وہ شخص بدو کے قریب گیا اس سے دریافت کیا۔

"کیوں بھائی! کیا ماجرا ہے؟ کیا خیمے کے اندر کوئی عورت بیمار ہے؟" بدو نے کوئی جواب نہ دیا' اس شخص نے دوبارہ پوچھا تو بدو نے غصے کی حالت میں کہا۔

"بکواس نہ کرو' جاؤ اپنی راہ لو۔ تم کو پوچھنے سے کیا مطلب ہے؟"

وہ شخص سمجھ گیا یہ بے چارہ کسی سخت مصیبت سے دو چار ہے اور پریشانی میں اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔ اس نے پھر بے انتہا نرمی و حلاوت سے کہا۔

"بھائی تم بہت پریشان معلوم ہوتے ہو' اپنی تکلیف تو بتلاؤ' ممکن ہے میں تمہاری مدد کر سکوں۔" اس شخص کی ہمدردانہ گفتگو نے بدو کے غصے کو ٹھنڈا کر دیا' بدو نے کچھ شرمندہ ہو کر کہا۔

"بھائی معاف کرنا میں سخت پریشانی میں مبتلا ہوں۔ میرے ہوش ٹھکانے پر نہیں ہیں' معلوم نہیں میں نے ابھی ابھی کیا کیا تمہیں کہہ دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم لوگ "تحامہ" کے بدو ہیں' ہم نے سنا ہے ہمارے خلیفہ حضرت عمرؓ غریبوں کے بڑے ہمدرد ہیں۔ ہم اتنا راستہ طے کر کے ان کی مدد حاصل کرنے کے لیے یہاں آئے ہیں' میری بیوی کو بچہ ہونے والا ہے وہ درد میں مبتلا ہے۔ میں یہاں بالکل اکیلا

ہوں' رات کا وقت ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔" اس شخص نے بدو کو دلاسہ دیا اور کہا۔

"گھبراؤ مت' میں سب انتظام کیے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ وہ تیزی سے اپنے گھر پہنچا اور اپنی بیوی سے سب حال بیان کیا اور کہا۔ "جلدی تیار ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ بدو کو زیادہ انتظار کرنا پڑے اور وہ مایوس ہو جائے۔ جو کچھ ضروری سامان اس وقت ممکن ہو ساتھ لے لو۔ بدو بہت غریب معلوم ہوتا ہے مجھے یقین

ہے کہ اس نے کھانا بھی نہیں کھایا ہے کچھ کھانا موجود ہو تو رکھ لو۔ اتنے میں اونٹ کو تیار کرتا ہوں تاکہ ہم جلدی پہنچ سکیں۔"

بدو بے چارہ انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گزار رہا تھا کہ یہ دونوں میاں بیوی پہنچ گئے۔ بیوی تو خیمے کے اندر چلی گئی اور اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ شخص بدو کے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

"بھائی اب پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے سب کچھ اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو جائے گا تم بالکل فکر نہ کرو۔ انسان کو چاہیے کہ مصیبت کے وقت صبر سے کام لے اور ہمت نہ ہارے۔" تھوڑی ہی دیر میں خیمے کے اندر سے آواز آئی۔

"امیر المومنین! اپنے دوست کو خوش خبری سنا دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمایا۔"

بدو یہ خوش خبری سن کر خوش تو بہت ہوا مگر امیر المومنین کا لفظ سن کر بھونچکا سا رہ گیا۔ سوچنے لگا کہ یہی حضرت عمرؓ تو نہیں' واقعی یہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ بدو نے خوف سے کانپتے ہوئے نظر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھا۔ آپ بدو کی پریشانی کی وجہ سمجھ گئے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

"گھبراؤ نہیں' اللہ کا شکر ہے کہ تمہاری پریشانی دور ہو گئی' اچھا یہ بتاؤ کہ آج تم نے کھانا کھایا ہے یا نہیں۔"

"یا امیر المومنین! میں تو اس قدر پریشان تھا کہ کھانا کھانے تک کا ہی ہوش نہ تھا اور میرے پاس کچھ کھانے کو تھا بھی نہیں۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "لو یہ کھانا موجود ہے اطمینان سے کھاؤ۔" بدو بھوکا تو تھا ہی خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ حضرت عمرؓ رخصت ہونے لگے تو بدو سے فرمایا۔

"بھائی میں بیت المال سے تمہاری مدد کروں گا' ان شاء اللہ تمہارا افلاس دور ہو جائے گا۔" یہ سن کر بدو بے اختیار رونے لگا کہ "میرے پاس وہ الفاظ نہیں جس سے میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"بھائی! میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں' اللہ پاک کا شکر ادا کرو۔ تمہاری خدمت کرنا میرا فرض تھا' وہ میں نے ادا کیا۔ اپنا فرض ادا کرنا کسی پر احسان نہیں ہوتا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے مجھے خدمت کی توفیق بخشی۔"

ایسے ہوتے ہیں اسلامی نظام کے حکمران نہ کہ ہمارے دیس کے حکمرانوں جیسے جو ہر وقت اپنا مفاد لیے ایک دوسرے کی کردار کشی میں مصروف عمل جنہیں نہ عوام کی فکر ہے نہ اپنے پیارے وطن کی۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ملک کے حکمرانوں کو ہدایت دے اور عوام کو شعور دے آمین۔

صائمہ سکندر سومرو......حیدر آباد

شادی سے پہلے و شادی کے بعد

⌘ میں نے پیار کیا

☆ ہائے یہ میں نے کیا کیا......؟

⌘ ملنے کب آؤ گی؟

☆ میکے کب جاؤ گی؟

⌘ جان ابھی مت جاؤ۔

☆ خدا کے لیے جان مت کھاؤ۔

⌘ کچھ تو بولو لب تو کھولو۔

☆ اب بس بھی کرو چپ تو ہو لو۔

⌘ تم بن رہا نہ جائے۔

☆ تم کو سہا نہ جائے۔

⌘ آئی لو یو۔

☆ آج بھی آلو......؟

سیدہ نادیہ کامران......کھوٹہ سیداں

yaadgar@aanchal.com.pk

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! اللہ رب العزت کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو ارض وسماں کا خالق ومالک ہے۔ سال نو کا پہلا شمارہ حاضر ہے دسمبر کے الوداعی لمحات اور سال نو کی نوخیز ساعتیں ہمیں اپنی بانہوں میں لینے کے لیے تیار ہیں۔ یہی رنگ آپ کو اس ماہ کے پرچے میں بھی نظر آئیں گے امید ہے ہماری کاوش آپ کے ذوق کے عین مطابق ہوگی آیئے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب۔

فاخرہ گل...... اٹلی۔ آنچل سے وابستہ تمام قابل احترام انتظامیہ، قلم قبیلے سے تعلق رکھنے والی تمام لکھاری دوستوں اور بہت پیاری قارئین آپ سب کو میری طرف سے سال دو ہزار سترہ کی بے حد مبارک باد اور میری دعا ہے کہ نیا سال آپ سب کے لیے خوشیوں کامیابیوں اور برکتوں کا سال ثابت ہو۔ ماہنامہ آنچل سے میرا رابطہ ہوئے تقریباً بارہ برس بیت گئے ہیں اور اس تمام عرصے میں پہلے محترمہ فرحت صاحبہ اور اب محترمہ قیصرآرا صاحبہ اور خاص طور پر محترم طاہر قریشی صاحب کی طرف سے جس قدر محبت اور عزت ملی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ محترم قارئین نے اب تک آنچل میں چھپنے والی میری تمام تحریروں کو جس قدر پذیرائی بخشی ہے میں ان تمام آرا اور محبتوں کی بھی مشکور ہوں اور ایک بار پھر آنچل کی شکر گزار ہوں جس کے طفیل قارئین تک میری تحریریں پہنچیں اور اس قدر محبتیں وصول ہوئیں۔ آج کل جاری ناول "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" بھی یقیناً آپ لوگ پڑھ رہے ہیں آپ کی رائے اور تبصرے آنچل ڈائجسٹ سے کہیں زیادہ فیس بک کے ذریعے مجھ تک پہنچتے ہیں آپ سب کی پسندیدگی میرے لیے بہت اہم ہے اور آپ کی رائے اور تبصروں سے ہی لکھنے کی ایک نئی توانائی ملتی ہے۔ لیکن کیا ہی بہتر ہو کہ فیس بک پر مجھے ان باکس میں تبصرہ بھیجنے کے ساتھ آپ وہی تبصرہ ادارے کو بھی ای میل کردیا کریں کیونکہ میری کسی بھی تحریر یا تبصرے یا قارئین کی تعریف وتنقید ڈائجسٹ کے ذریعے ہی میری امی تک پہنچتی ہے۔ اور جب فون پر وہ مجھ سے سارے تبصرے ڈسکس کرتی ہیں تو وہ خوشی ہی الگ ہی ہوتی ہے۔ محترمہ قیصرآرا صاحبہ نے مجھے سو لفظی کہانیوں کی پہلی خاتون رائٹر ہونے کا اعزاز حاصل ہونے پر ڈائجسٹ میں مبارک باد دی۔ جس کے لیے میں ان کی بہت مشکور ہوں لیکن اس مبارک باد کو امی نے جتنی خوشی سے مجھے فون پر بتایا وہ احساس اب تک میرے ساتھ ہے۔ اللہ اس ادارے کو مزید ترقی اور کامیابی سے نوازے لکھنے والے بہتر سے بہترین لکھتے رہیں اور پڑھنے والے شاد وآباد پڑھتے رہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

☆ ڈیئر فاخرہ...... شب وروز کی مصروف گھڑیوں میں سے چند پل ہمارے نام کیے بے حد خوشی ہوئی، اللہ تبارک وتعالیٰ مزید کامیابیوں سے نوازے آمین۔

عاصمہ عبدالمالک...... گوجر خان۔ شہلا آپی آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو میری طرف سے سلام، ماہ دسمبر کا سرورق اچھا لگا۔ سب سے پہلے تو آنچل سے سرگوشیاں کیں لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دکھ بھری خبر ملی اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ پھر حمد ونعت سے اپنے دل کو منور کیا' دانش کدہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پڑھا تو معلومات میں گراں قدر اضافہ ہوا پھر بھاگم بھاگ پہنچے ہم "چراغ خانہ" پر مشہود کو پیاری کا درد سمجھنا چاہیے اس کے بعد "ابو کی پرنسز" نے دل کو چھولیا اس میں کوئی شک نہیں کہ بیٹیوں کے دکھ والدین کو زندہ درگور کردیتے ہیں۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" اقرا صغیر احمد جاری رکھیں۔ "تیرے اسیر ہونے تک" ام ایمان نے ایک اچھا سبق دیا۔ رشتوں کو بچانے کے لیے "کھوٹا سکہ" واہ جی واہ۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" ہمیشہ کی طرح نازی جی اللہ آپ کو خوش رکھے بہت عمدہ جا رہی ہے۔ افسانے بھی اچھے تھے لیکن میرے خیال میں فہمیدہ غوری کا افسانہ "ہمارا معیار تعلیم" بازی لے گیا۔ مستقل سلسلے بھی اچھے تھے لیکن ہم کافی عرصے سے لاپتا ہیں' گھر سے تو نکلتے ہیں لیکن راستہ بھول جاتے ہیں پتا نہیں کہاں گیے ہمارے خطوط۔ یہ تو آنچل ہی جانے ویسے آنچل تو نام ایسا ہے جو سب کو ڈھانپ لیتا ہے چلیں کبھی تو منزل پر پہنچ ہی جائیں گے' سلام پاکستان' تفصیلی تبصرہ اگلی بار بشرط زندگی۔

☆ ڈیئر عاصمہ! شاعر سے معذرت کے ساتھ۔

"خط کا تیرے جواب ہے اے نامہ بر یہاں"

آپ کا تبصرہ شامل اشاعت ہے آئندہ بھی اپنے گھر سے روانہ کیجیے گا بشرطہ کہ ڈاک والے......

خزینہ طاہر...... سرائے عالمگیر۔ السلام علیکم! سویٹ شہلا آپی کیسی ہیں آج آپ کی وجہ سے آنچل میں دوسری دفعہ حاضر ہوئے ہیں نومبر کی پانچ کو بڑی بہن کی کال آئی اے خزینہ تم نے آنچل میں تبصرہ کیا تھا میں نے کہاہاں پر تمہیں کیسے پتا بولی ابھی فوٹو سینڈ کرتی

ہوں دیکھو اور پھر میں تھی اور میری خوشی کی امید نہ تھی کہ پہلی بار میں ہی شہلا آپی ایسی مہربانی کریں گی، شکریہ آپی۔ پہلی بار تھوڑا سا غم بھی تھا کہ پتا نہیں میرا تبصرہ اشاعت ہو بھی نہیں پر اس بار ہمت سے لکھ رہی ہوں۔ آنچل کو کھول کے دیکھا تو پہلی نظر حمد و نعت پر گئی دونوں ہی بہت خوب صورت اور دل کو سکون دینے والی تھیں۔ سرورق بھی اچھا تھا ہم سے پوچھیے میں شمائلہ آپی کا انداز بہت اچھا لگتا ہے۔ بیوٹی گائیڈ کی تو میں فین ہوں۔ ناول، افسانے، ناولٹ، مکمل ناول سب ہی باکمال تھے کسی ایک کی تعریف کی تو باقیوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی آنچل تو ہر لحاظ سے معیاری ڈائجسٹ ہے، شہلا آپی نے بتایا کہ عفت سحر طاہر مصروف ہیں' تھوڑی سی اداس تو ہوگئی تھی پر پھر حوصلہ ہو ہی گیا کہ ان کی پرانی تحریر کس لیے ہے۔ سمیرا شریف طور کے لیے جو بھی لکھوں وہ کم ہے سمیرا آپ بیسٹ ہیں اور باقی رائٹرز بھی اچھا لکھتی ہیں ان سب رائٹرز کی تحریروں میں کہیں نہ کہیں ایسا کچھ ضرور ہوتا ہے کہ انسان جتنی بڑی پریشانی میں ہو وہ اپنی امید بھی نہیں چھوڑتا میں جتنی بھی بڑی مشکل میں ہوں مجھے میری رائٹرز بہنوں کے کوئی نہ کوئی الفاظ ضرور یاد آتے ہیں جو مجھے حوصلہ اور ہمت دیتے ہیں۔ ڈش مقابلہ میں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے بیاض دل اور نیرنگ خیال سلسلے بھی اچھے ہیں اس ماہ کا سارا ہی آنچل بیسٹ تھا اور بیسٹ رہے گا اگر اس بار بھی آنچل کے آئینہ میں اپنا عکس نظر آیا تو اگلی بار بھی ضرور شامل ہوں گی اور اب اینڈ میں بس یہی کہوں گی کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے اور آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور اللہ تعالیٰ آنچل کو ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت رکھے اور اس کو ترقی کی بے پناہ منازل عطا فرمائے آمین۔ اگلے ماہ تک کے لیے اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر خزینہ! آئینہ میں اپنا رخ روشن دیکھ لو۔

آصفہ دائود، اقرأ مزمل...... ظاہر پیر۔ السلام علیکم شہلا آنی...... آنچل اسٹاف اور تمام بہنوں کو الفت بھرا اسلام۔ ہمیں پانچ برس ہوگئے ہیں آنچل پڑھتے ہوئے پہلی بار ہم آئے ہیں ہر بار یہ سوچتے تھے کہ ہم لکھیں اور ردی کی ٹوکری کی زینت نہ بن جائے لیکن آج لکھ ہی دیا۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" بہت ہی اچھی جارہی ہے آج ہمیں جس چیز نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے وہ ہے "ابو کی پرنسز" نگہت سیما آنی اتنا بیسٹ ناول ہمیں تو آنچل کی جان لگا۔ جیا کے ان لفظوں نے تو ہماری جان نکال دی۔ "ابو کی پرنسز" "ہارون کی کوئین اب لاوارث" بہت ساری محبتیں، ہماری دعائیں ہیں آپ کے ساتھ۔ "ذرا گمشدہ میرے" میں اب ایک نیا طوفان کھڑا ہوگیا۔ باقی سب بھی اچھی تھیں' اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر آصفہ و اقرأ...... پہلی بار محفل میں شامل ہونے پر خوش آمدید۔

صائمہ مشتاق...... سرگودھا۔ السلام علیکم! اس شمارے کی ٹائٹل گرل بہت اچھی لگی' شہلا آپی آئینہ میں پہلی بار شرکت کی ہے آپ خوش آمدید نہیں کہیں گی۔ اب بات ہوجائے ناولوں کی تو جس ناول نے مجھے خط لکھنے پر مجبور کیا وہ ناول نگہت سیما جی کا ہے "ابو کی پرنسز" نگہت جی کیا کہنے آپ کے ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسا ناول لے کر آتی ہیں کہ بندہ حیران رہ جائے امیزنگ نگہت جی آپ کا لکھا ہوا ایک ایک حرف دل میں اتر جاتا ہے' اتنے اچھے ناول لکھنے کے لیے مبارک باد قبول کریں' اس کے بعد قسط وار ناولوں میں رفعت سراج کا ناول "چراغ خانہ" بہت اچھا جارہا ہے۔ رفعت جی پلیز پیاری اور وانیال کو کبھی جدا نہ کرنا' اس کے بعد فاخرہ گل کا ناول "ذرا سا گمشدہ میرے" بہت اچھا جارہا ہے۔ فاخرہ جی اجیہ اور ارلش کو ضرور ملا دینا اور اس ناول کا اینڈ بھی اچھا ہی کرنا۔ اقرا صغیر احمد اور نازیہ کنول نازی آپ دونوں کے ناول بھی اچھے جارہے ہیں۔ افسانوں میں عنبرین اختر کا افسانہ "دسمبر آیا تم آئے" اچھا تھا' باقی سب نے بھی بہت اچھا لکھا۔ آرٹیکل بہت پسند آیا' صباحت رفیق چیمہ کا بہت خوب صورت کاوش تھی۔ باقی سلسلے سارے اچھے تھے نیرنگ خیال میں مجھے سباس گل اور صائمہ قریشی 16 دسمبر اور دسمبر بہت پسند آئے اور سمیرا تعبیر سرگودھا اور پروین افضل شاہین کیا آپ مجھ سے دوستی کروگی پلیز ضرور بتانا آپ کے جواب کا انتظار رہے گا' سب کو نئے سال کی مبارک باد قبول ہو۔

☆ ڈیئر صائمہ...... پہلی بار محفل میں شرکت پر خوش آمدید۔

صباء شریف...... ساہیوال۔ السلام علیکم! ڈاکٹر ہاشم مرزا کی وفات کا پڑھ کر یقین جانئے بہت، بہت افسوس ہوا۔ وہ جو اتنے سال سے بلاغرض دکھی انسانیت کی خدمت کررہے تھے وہ بلاشبہ ہمیشہ یاد رکھی جانے والی شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ میرا آپ لوگوں سے یہ سوال ہے کہ کیا "آپ کی صحت" والا سلسلہ پہلے کی طرح ہی جاری رکھا جاسکتا ہے؟ اگر ان کی جگہ ان کے ہی کلینک کا کوئی ڈاکٹر یا ان کی فیملی میں کوئی ڈاکٹر ہو تو...... ؟ ان کے بنائے گئے آئل (تیل) بہت کار آمد ہیں' کیا وہ اب بھی ہمیں مل سکتے ہیں؟ پلیز اس کا جواب ضرور دیں۔ آنچل ابھی پورا نہیں پڑھا "ابو کی پرنسز" اچھی کہانی ہے۔ ام مریم سے بھی کچھ لکھوائیں اور اگر ہوسکے تو "آپ کی شخصیت" والا سلسلہ دوبارہ شروع کردیں' افسانے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

☆ ڈاکٹر صاحب کے بعد ان کی اسسٹنٹ کلینک سنبھال رہی ہیں۔ آپ وہاں رابطہ کرسکتی ہیں اور ان کا سلسلہ بھی جاری رہے گا جیسا آتا

رہا تھا اور آپ کو تمام ادویات بھی ملتی رہیں گی۔

شہزادہ شیبو ...... دوکھوا۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ میں نے پہلی دفعہ کسی شمارے میں شرکت کی ہے میں اور میری کزن زارا آنچل خواتین شعاع کرن آٹھویں کلاس سے پڑھ رہی ہیں اور اب ہم تھرڈ ائیر میں ہیں دونوں۔ ڈائجسٹ پڑھنے کی عادت امی نے ڈالی آنچل میں خط اپنی ایک دوست ہما کی مدد سے لکھ رہی ہوں۔ جس لفافے میں خط ڈالنا تھا وہ لفافہ بھی اسی نے دیا ہے (ہما نے)۔ آنچل کا شمارہ بہت اچھا ہے اور اس میں بہت اچھی کہانیاں شائع ہوتی ہیں۔ تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں میری فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی عفت سحر ام مریم نبیلہ عزیز اقرا صغیر سمیرا شریف نازیہ جمال نمرہ احمد اور شازیہ مصطفیٰ ہیں۔ یہ تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور اچھا لکھنے کی ہمت دے آمین۔ میں نے نازیہ آپی کے تمام ناول پڑھے ہیں بس ایک ناول نہیں پڑھا "وہ جو پتھر موم ہوا" یہ ناول پڑھنے کا بہت دل کرتا ہے کاش یہ کتابی شکل میں ہوتا۔ اب آتے ہیں دسمبر کے شمارے کی طرف سب سے پہلے چھلانگ لگائی نازیہ آپی کے ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" کی طرف مجھے یہ ناول بہت بہت اچھا لگتا ہے خاص کر کے اس میں صیام اور دری کا کردار بہت اچھا لگتا ہے۔ صیام کے دوست عبدالحنان نے اب اس کو جو الٹی پٹی پڑھائی ہے اب دیکھتے ہیں اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ فاطمہ کا ہیرو سدید ہی ہے اور شہزادہ کا ہیرو عبدالہادی ہے اور زاویار سے سخت چڑ ہے۔ اتنی پیاری لڑکی کو دکھ دے رہا ہے اب ہوزان صاحب کیا تباہی مچانے آگئی ہیں عائلہ کی زندگی میں...... آپی نازیہ...... پریہان کا ہیرو ولی ہونا چاہیے ساویز جیسا کمینہ آدمی ہماری پری کے لائق نہیں جو چھوٹی سی بات پر بغیر تحقیق کیے اپنی پری کو چھوڑ گیا۔ اس کے بعد اقرا آپی کا ناول پڑھا "تیری زلف کے سر ہونے تک" اس میں سب سے پیارا کردار سودہ کا لگتا ہے اور انشراح کی تانوز ہر لگتی ہے۔ اب سودہ بے چاری کی خیر نہیں شاہ زیب کے بچے نے اسے کدھر جا پھنسایا ہے اب زید پتا نہیں سودہ کے ساتھ کیسے پیش آتا ہے۔ اقرا آپی آپ کا یہ ناول بہت بہت پیارا ہے اس کے بعد "ابو کی پرنسز" پڑھی نگہت سیما نے اچھی کہانی لکھی تھی۔ زارون جیسے خود غرض لوگوں کا انجام یہی ہوتا ہے اور ہارون جیسے اچھے اور پُر خلوص لوگوں کو اس کا صلہ ضرور ملتا ہے چاہے دیر سے ہی سہی شگفتہ جیسے نیک سیرت لوگوں کی ہی وجہ سے یہ دنیا ابھی تک قائم ہے۔ ویل ڈن نگہت آپی بہت اچھا ناول تھا اس کے بعد فاخرہ آپی کے ناول "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" کی طرف توجہ مرکوز کی۔ یہ ناول بھی بہت اچھا جا رہا ہے لگتا ہے اب اس کی دو یا ایک قسط ہی رہ گئی ہے جب اربش اپنی ماں فرح کو لے کر اجیہ کے گھر جائے گا تو آگے اجیہ کی امی یعنی لبنیٰ جب اپنی بہن سے ملے گی تو پتا نہیں کیا ہوگا اور شرمین کو اچھی سی سزا بھی دیجیے گا۔ اس کے بعد ناول "تیرے اسیر ہونے تک" پڑھا بہت اچھا ناولٹ تھا۔ ایمان آپی آپ نے سمیر کے ساتھ اچھا نہیں کیا وہ شفیع سے کتنا پیار کرتا تھا۔ لیان اور شفیع کی جوڑی بھی ٹھیک تھی لیکن جب شفیع لیان کو لڈو کہتی تھی تو میری آنکھوں کے سامنے کسی ہیرو کے بجائے اپنے محلے کا لڈو آ جاتا تھا جو کہ تین بچوں کا باپ ہے اور اس کی ورکشاپ بھی ہے اس لیے لڈو کی وجہ سے مجھے کچھ خاص مزہ نہیں آیا ہاہاہا (مذاق کر رہی ہوں)۔ افسانے تقریباً سارے ہی اچھے تھے لیکن سب سے اچھا افسانہ سلمیٰ غزل آپی کا صبح بہاراں پسند آیا۔ طلحہ اور منائل کی جوڑی زبردست تھی اور امین کا وہ جملہ بہت پسند آیا جب طلحہ نے پوچھا آپ کی تعریف تو اس نے جواب میں کہا کہ "تعریف اس خدا کی جس نے ہمیں بنایا" اس کے علاوہ یادگار لمحے بھی اچھے تھے۔ ڈاکٹر محمد ہاشم کی وفات کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا ایک پُر خلوص مسیحا کی اس دنیا میں کمی ہوگئی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ڈاکٹر ہاشم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے اہل خانہ کو صبر عطا فرمائے آمین۔ آخر میں اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین اینڈ اللہ نگہبان۔

☆شہزادہ آپ نازیہ کنول کا ناول "وہ جو پتھر موم ہوا" پڑھ سکتی ہیں یہ کتابی صورت میں دستیاب ہے۔

عنبر مجید ...... کوٹ قیصرانی۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے؟ آنچل ڈائجسٹ کا انتظار ایسے ہی ہوتا ہے جیسے بچے عید یا چاندرات کا کرتے ہیں۔ اس ماہ ڈائجسٹ نے زیادہ نہیں ترسایا اور 23 نومبر کو ہی اپنا دیدار کروا دیا۔ سرورق بس اوکے ہی سا تھا فرسٹ آف آل چلتے ہیں سلسلہ وار ناولز کی طرف "شب ہجر کی پہلی بارش" عائلہ پر بہت افسوس ہو رہا ہے زاویار اس کے ساتھ بہت ہی برا سلوک کر رہا ہے۔ اس کے بعد چلتے ہیں "تیری زلف کے سر ہونے تک" لاریب کا کردار بہت ہی گھٹیا ہے۔ زید اور سودہ کا کردار بہت اچھا ہے ہاں جی زیدا ب سید ھے رستے پر آنے والا ہے بہت ہی جلد مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے خیر دیکھو آگے کیا ہوتا ہے۔ مکمل ناول "ابو کی پرنسز" جو براہ راست دل کے تاروں کو چھو گیا نگہت سیما ویل ڈن بہت ہی دلچسپ تحریر تھی۔ محبت کا ایک خوب صورت اور سحر انگیز انداز بیان تحریر نے کافی محو کیے رکھا۔ محبت کئی روپ میں ہے اور اس کا انجام بھی کئی روپوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہارون عباس اور رجاء حیدر کا ملن ہوا بہت ہی اچھا لگا ویری فنٹاسٹک۔ اب چلتے ہیں "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" واہ آنٹی بہت ہی زبردست طریقے سے تحریر لکھی ہے اب آپ کے قلم کی گرہیں کھل رہی ہیں۔ اجیہ اور ارتش دونوں کی انڈر اسٹینڈنگ اچھی لگی خدا ایسے ہی رکھے اور ہاں ادھر ارتش لوگ رشتہ لینے جا رہے ہیں اور ادھر غزنی لوگ اور وہ بھی اجیہ کا جسٹ امیزنگ دیکھو جی کون ہارتا ہے محبت میں اور کون جیتتا ہے۔ یہ ناول ہر بار کی طرح سوچ کے دریچے وا کر گیا ویری امیزنگ۔ بیاض دل میں جسٹ ون شعر دل کو

اچھا لگا لاریب انشال کا کیونکہ میرے دل کی بھی ویسی ہی کیفیت ہے ہاہاہا اچھا جی اب اجازت اللہ حافظ۔

آفتاب بابر ہاشمی...... منڈی بہاؤ الدین۔ السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ آنچل اسٹاف اور تمام بہنوں تھوڑی جگہ مجھے بھی دو بھئی! مجھے بھی آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنا ہے۔ آنچل خوب صورت ٹائٹل کے ساتھ من کو بھایا' دانش کدہ میں قرآن کریم کی تفسیر پڑھ کر آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں اور دل کو سکون بھی ملا سبحان اللہ۔ ہمارا آنچل میں آنچل والی لڑکیوں سے ملاقات اور باتیں بہت مزہ دے گئیں۔ سلسلہ وار ناول حسب روایت بہت اچھے تھے' آئینہ پڑھ کر کافی مزہ آتا ہے۔ بہنوں کے تبصرے اور باتیں پڑھ کر مزہ آجاتا ہے۔ یادگار لمحے بھی زبردست تھے نیرنگ خیال ایمان جی بہت اچھے ہوتے ہیں۔ ڈش مقابلہ تو میری جان ہے' بیاض دل دل میں اترتی چلی گئی۔ سب سے پہلے صباحت رفیق کی "زندگی" پڑھا زبردست تحریر تھی جو دل پر چھا گئی۔ معمولی لڑکی انجم خان کی ایک زبردست تحریر ہے' اس بھاگتی دوڑتی زندگی میں ایسی لڑکیاں بالکل دبی پڑی ہیں اس معاشرے میں کوئی دیدہ ور آنکھ ہی ہوگی جو ایسی ہیرا صفت لڑکیوں کی پہچان کرے گی ویل ڈن انجم خان۔ "ہمارا معیار تعلیم" بھی ایک اچھی تحریر تھی۔ "ادھوری محبت" اچھی کاوش تھی۔ اوکے والسلام۔

بختاور ناز...... سنجرپور۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ اور دوسری تمام دوستوں کو میرا پیار بھرا اسلام۔ طیبہ نذیر آپ کو بہت بہت مبارک ہو' اپنی زندگی کا نیا سفر شروع کرنے پر اور تھینک یو مجھے آنچل میں یاد کرنے پر آپی اس ماہ آنچل 27 تاریخ کو ملا ٹائٹل پر فاطمہ آفندی بہت اچھی لگی' سادہ سی سرگوشیوں سے ہوتے ہوئے دوڑ لگائی نازیہ آپی کے ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" عائلہ اور زاویار کی جوڑی بھی اچھی لگے گی۔ دو رکنون اور صیام میرے پسندیدہ کردار ہیں آپ ان دونوں کو بھی ملا دیں آگے آپ کی مرضی آپ کو جو اچھا لگے' ہمیں بھی وہی اچھا لگے گا اس میں' مکمل ناول میں نگہت آپی آپ کا ناول بہت اچھا لگا' "ابو کی پرنسز" بہت پسند آئی۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" فاخرہ آپی آپ بھی اچھا لکھ رہی ہیں' افسانے ابھی تک پڑھے نہیں ہیں' باقی تمام سلسلے بھی اچھے ہیں۔ دوست کا پیغام آئے میں کوئی دوست میرے لیے پیغام نہیں بھیجتی سوائے طیبہ نذیر کے وہ جب میرا نام یاد کرتی ہیں تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ چلو کسی نے تو مجھے دوستی کے قابل سمجھا۔ پروین افضل آپی آپ ہی یاد کرلیا کریں' مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہیں۔ آئینہ میں سب دوستوں نے اچھا لکھا حمیرا آپی آپ اس ماہ شامل نہیں تھیں۔ آخر میں سب کو دوستی کی آفر یار کوئی قبول بھی کرلیا کرو تاکہ میں اسے پیغام بھیجوں آئندہ ماہ کے لیے اللہ حافظ۔

مونا شاہ قریشی...... کبیر والہ۔ جذبوں کی شیرینی سے گندھا حلاوت کے آمیزے میں لپٹا آداب بطور نذرانہ عزیزی شہلا بجو جان کی خدمت میں پیش ہے۔ ٹائٹل دلکشی وسادگی کے عنوان سے تھا سو بلا چوں وچراں دل میں سرایت کر گیا۔ مرحلہ سرگوشیوں میں یکا یک خالی پن کے ساتھ نمی آنکھوں میں تیر گئی۔ ڈاکٹر ہاشم کی رحلت کی خبر پر پھسلتی نظریں افسردگی میں لپٹ گئیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ اپنی عنایت انہیں ودیعت کرے اور جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ حمد ونعت کی لفاظی کو تخت دل پر کندہ کرنے کے بعد "ابو کی پرنسز" نگہت سیما کی تحریر پر قیام کا ارادہ باندھا جو کہ مکمل ہوا رجاء کی سوانح عمری پر دل پچھاڑیں کھانے لگا مگر اختتام نے اس سیمابی دل کو طمانیت وٹھہراؤ کے کھونٹے سے باندھ دیا۔ ہارون کی متوازن شخصیت مع ادب میں ملفوف محبت نے فی البدیہہ میرے ستائشی جملے وصول کیے' کمال رست "قلب من ورق" حرا قریشی پیاری محترمہ لفظوں کے نشیب وفراز نے ادب کی سسکتی پیاس بجھادی گویا حزیمہ ارقم کے ساتھ ہوئی زیادتی سخت کاری تھی۔ احسن کے ملتفت انداز نے گویا زخموں کا تریاق مہیا کیا تھا ورنہ راجا صاحب نے جو کیا بعد از ہیر کے لیے زندگی کی شاہراہ طویل اور پُرخار ہوجاتی' خوب۔ "تیرے اسیر ہونے تک" یہ قلم ایمان قاضی' چلبلاہٹ سے ترشفع کا خصوصا منہ پھاڑ کے بلک بجا بجا کے گا گا کے لڈو کھانا طبیعت شاد کر گیا۔ پہلے پہل سمیر کا اعتراض شادی مخمصے میں ڈال دیا مگر آخری پانچ لائنیں پوری کہانی کی تفسیر کر گئیں اور افسردہ سی مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی' عمدہ ناولٹ۔ "دل گمراہ" از شبینہ گل ایمان صحافہ انداز تحریر کہ خوشی کی بھی باچھیں چر گئیں۔ بہترین لفظوں سے مرصع ناولٹ لائق داد تھا۔ انشین کی بے حسی وبے وفائی دھڑکنوں کی رفتار بتدریج کم کر گئی تھی۔ ہوس ڈاکو ہوتی ہے جو حیا کا زیور چھین لیتی ہے' عثمان کی فطرت وہ جان ہی نہ سکی' نفس کی باندی کو ہمیشہ کے لیے باندی بنا ڈالا' زبردست تحریر۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" میں صمید حسن کا نام پڑھ کے ہی کونین کا رس' کسیلا رس منہ میں گھل جاتا ہے' اس پر مستزاد زاویار کی اعلیٰ پایہ کی نفرت مریرہ اور عائلہ کے لیے بہت کھلتی ہے۔ کردار کشی کا مرتکب گر باپ ہوا تو بیٹا بھی اسی کام کے لیے نامزد ہوگیا' سدید کی چیکنگ سے برآمد ہونے والے کیپسول نے پریشانی سے ہمکنار کردیا۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" نوفل کی ماں کی بددعا بہت بھائی۔ انشراح کی مارکٹائی نے تفریح طبع کا سامان مہیا کیا' زید صاحب کو اپنے گستاخانہ لب ولہجے میں ذرا لچک پیدا کرنی چاہیے مرنے مارنے والے طور اطوار ہیں نوفل بھی اس کیٹگری سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ باقی تمام سلسلے چیدہ چیدہ دیدوں کی زد میں ہیں یقین کامل خوب ہی ہوں گے زندگانی کی شرط کے ساتھ رب راکھا۔

☆ ڈیئر مونا! یہ اس قدر اختصار کیونکر دیگر کہانیوں پر بھی اپنی رائے پیش کرتیں۔

منزہ عطا...... کوٹ ادو۔ ڈیئر شہلا آپی اور تمام قارئین اور تمام آنچل اسٹاف کو ڈھیر ا پیار بھرا اسلام قبول ہو اور نئے سال کی ڈھیر ساری مبارک باد۔ ڈھیر ساری مسکانوں کے ساتھ آپ شاد و آباد رہیں آمین۔ میں تقریباً تین ماہ کے بعد خط لکھ رہی ہوں' سرورق اچھا لگا 2016ء کا آخری شمارہ اچھا لگا۔ ماڈل اچھی لگی' سب سے پہلے سرگوشیاں سننے کے بعد حمد و نعت سے دل کو ٹھنڈک ملی پھر مشتاق انکل کا درس پڑھ کر دل و دماغ روشن ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب انتقال کر گئے ان کا بہت دکھ ہوا' اللہ سبحان وتعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے' آمین۔ بہت اچھے انسان تھے۔ اقراء صغیر آپ کا یہ ناول بہت بیسٹ جائے گا' نازی آپی پلیز آپ اپنا قلم کچھ تیز کریں۔ ''تیرے سا سیر ہونے تک'' ام ایمان آپ کا ناول بے حد پسند آیا۔ رفعت سراج کا ناول ''چراغ خانہ'' اچھا جا رہا ہے۔ ''دل گمراہ'' بس سو سو تھا' باقی سارے افسانے اچھے لگے' سب سے بیسٹ ناول ''ابو کی پرنسز'' نگہت سیما بیسٹ آف لک ڈیل ڈن۔ یادگار لمحے میں ثانیہ مسکان اور رشک حنا کی تحریر اچھی لگی۔ بیاض دل میں حنا کنول اور ربیعہ نواز کے اشعار پسند آئے' ہم سے پوچھیے تو سب لاجواب تھے' باقی آنچل کے سارے سلسلے اچھے ہیں۔ آخر میں بس اتنا نیا سال ہمارے لیے' ہم سب مسلمانوں کے لیے خوشیوں کا پیغام لے کر آئے' اللہ پاک پیارے پاکستان میں امن و امان قائم رکھے آمین' اللہ حافظ۔

زعیمہ آرزو روشن...... آزاد کشمیر۔ شہلا آپی' آنچل اسٹاف' رائٹرز اینڈ قارئین کو آرزو روشن کا پُرخلوص سلام۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔ اس بار آنچل 28 کو مل گیا تھا' ٹائٹل گرل ایک ڈیفرنٹ انداز میں' بہت پیاری لگی۔ اس کے بعد قیصر آرا آنٹی کی سرگوشیاں سنیں' دانش کدہ سے اپنے نالج میں اضافہ کیا۔ ہمارے آنچل میں سب کے تعارف پسند آئے' اس کے بعد چھلانگ لگا کر آئینہ میں پہنچے جہاں پر پہلی نشست پر اپنا نام دیکھ کر دل خوش ہو گیا' تھینک یو آنچل اینڈ آپی جان۔ باقی سب کے تبصرے زبردست تھے' اسپیشلی دلکش مریم کا تبصرہ پسند آیا۔ حرا قریشی' جاذبہ عباسی' ماریہ کنول ماہی' دعائے سحر کی کمی محسوس ہوئی (کہاں ہو آپ سب) اور پھر بڑھے سلسلے وار ناول کی طرف نازی جی پلیز اس زاویار کے بچے کو سیدھا کر دیجیے' جو سزا وہ عائلہ کو دینا چاہتا ہے وہ جرم بریرہ رحمان سے ہوا ہی نہیں پلیز اس کا اینڈ اچھا کر دیجیے۔ باقی ''تیری زلف کے سر ہونے تک' چراغ خانہ' ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' سب ہی نائس رہیں' بس ذرا ''چراغ خانہ'' میں تھوڑا ٹوئسٹ آ گیا ہے۔ مکمل ناول میں نگہت سیما جی کیا خوب لکھا ''ابو کی پرنسز'' رلا دیا آپ نے' واقعی حقیقت سے قریب لکھا کئی ایسی پرنسز ہوتی ہیں' ابو بھائی' ماں کی مگر بعد میں سڑکوں پر رلتی ہیں۔ ناولٹ دونوں ہی ٹھیک تھے' افسانے بھی اچھے تھے خاص کر راشدہ علی کا ''کھوٹا سکہ'' بیسٹ رہا۔ باقی شمارہ کچھ ادھورا بھی ہے جو کہ پڑھا نہیں۔ آخر میں اپنی سسٹر اور بھائی عذیر اور یاسمین تنظیم کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں' جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی لکھنے میں' اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

زندگی تنویر خلیل...... کے پی کے۔ السلام علیکم! دسمبر کے دھند سے معمور سردیوں میں باورچی خانے میں گیس کے چولہے کے ساتھ فنجان میں بھرے قہوہ سمیت ہم آج پھر سے محو گفتگو ہیں' ہمارا خط شامل کرنے کا شکریہ قبول کیجیے۔ اس جنوری میں پہلا افسانہ بھیجا تھا ''بیٹی'' جو قابل اشاعت ہوا' اس کے بعد جب اس کا قابل اشاعت ہونے کا پتا چلا تو پھر دوسری کہانی بھیجی ''میمونے'' اس کے لیے تو درجواب آں میں دیکھتے دیکھتے تھک گئے مگر ہمارے نام کہاں کوئی پیغام ملے گا پھر بھیجا۔ ''اے دل عشق زدہ'' براہ کرام جنوری میں درجواب آں'' میں ہمارے نام پیغام ضرور ہونا چاہیے' تبصرہ ملاحظہ ہو۔ ''چراغ خانہ'' ایک سال کی ہوئی' بھئی اچھی ہے تو ہے۔ فاخرہ گل کے گل رخسار پر دم غم ہوتے کم گشتہ مسکراہٹ کی کھوج میں ہیں' سنئے کا حسین زبردست کردار۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' بارش میں بھیگی ہجر کی رات پڑھی' محبت کے نام لکھنے کا بہت شکریہ۔ عائلہ' سدید' پریہان' مریم بیگم کے دم سے ہے کہانی۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' ہم تو نیند کی وادیوں میں اقراء کے کردار کے ساتھ کھلکھلاتے' ہنستے مسکراتے نظر آئے (دیکھ لیجیے گا) ''قلب من ورق'' حرا پہلی دفعہ تمہیں براہ راست پکار رہے ہیں کہ جب میری کہانی چھپے گی (شہلا آپی جنوری میں ضرور اچھا) تو پھر میرے نام پیام لکھنا' کبوتر کی چونچ میں پکڑوا کر بھجوا دینا' قبول کر لیں گے (سمجھ لیا) ''میں نے اس طور چاہا تجھے'' مبارک بادے شانو شینے اطلے ناں افسانہ دا سے داغلہ پہ آنچل کہ (سب اپنی زبان میں کچھ نہ کچھ لکھتے ہیں' اہل پختون ترجمہ کروا دینا) اللہ جی درجواب آں میں' پیغام دیکھنے کے متمنی ہیں' والسلام۔

یاسمین کنول...... پسرور۔ محترمہ قیصر آرا صاحبہ! السلام علیکم! دیگر احوال یہ ہے کہ آنچل کا تازہ ترین شمارہ ملا' ہمیشہ کی طرح خوشی ہوئی۔ سرورق پر سادہ سے میک اپ میں ماڈل سادہ سا ہیئر اسٹائل اپنائے بڑی پیاری لگی۔ آپ کا لکھا اداریہ ملکی اور بین الاقوامی تناظر میں بڑا فکر انگیز رہا' اللہ تعالیٰ تمام حاکموں کا حاکم ہے وہ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا' انسان خود اپنے ساتھ ظلم کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نئے سال کے صدقے تمام ممالک کو امن کا گہوارہ بنا دے' ہمارے پاکستان کی حفاظت کرے اور ہمیں سکون اور خوشیاں عطا فرمائے' آمین ثم آمین۔ ''چراغ خانہ'' از رفعت سراج ''ابو کی پرنسز'' نگہت سیما ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' از فاخرہ گل آپ نے سال کے آخری مہینے میں تین نامور خواتین کے ناول آنچل کی زینت بنا کر اسے یادگار بنا دیا ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور یہ ہمارے لیے بہتر سے بہتر لکھتی رہیں آمین ثم آمین۔ باقی افسانوں میں حرا

قریشی، سلمیٰ غزل اور فہمیدہ غوری نے اچھا لکھا' صباحت رفیق چیمہ کا مضمون "زندگی" پسند آیا' اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ باقی مستقل سلسلے تو ہوتے ہی اچھے ہیں "نیرنگ خیال" میں جگہ دینے کا بے حد شکریہ۔

☆ ڈیئر یاسمین! آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

فریدہ فری ...... لاہور۔ السلام علیکم! شہلاجی دسمبر کا آنچل اپنے دلفریب ٹائٹل کے ساتھ ملا اس مرتبہ بھی افسانے اور ناول بہترین لگے پڑھ کر بے حد مزا آیا۔ مکمل ناول "چراغ خانہ" ابو کی پرنسز' ذرا مسکرا میرے گمشدہ" ناولٹ "تیرے اسیر ہونے تک' گمراہ" واہ کیا بات ہے۔ سب کو میری طرف سے مبارک باد' خوش رہو ابھی تھوڑے افسانے پڑھے ہیں۔ دسمبر آیا تم آئے واہ عنبرین اختر تم تو چھا گئیں۔ صبح بہاراں' سلمیٰ غزل تو لکھتی ہی بہت اچھا ہیں۔ نوشین اقبال نوشی کی اچھی تحریر لگی۔ "ہمارا معیار تعلیم" فہمیدہ غوری نے کمال کا لکھا۔ دوست کا پیغام آئے میں میری پیاری بھابی پروین نے ہمیں یاد کیا خوش رہو۔ موسم بدل گیا شکر ہے ہمارا موڈ بھی ٹھیک ہے ورنہ تو گرمیوں میں تو ہمارا برا حال ہو جاتا ہے۔ اچھا جی اللہ حافظ اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گے' سب کو بے حد سلام اور دعا۔

☆ فری جی اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ فرمائے آمین۔

کوثر خالد ...... جڑانوالہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آنچل کے تبصرہ کے سنگ کوثر خالد حاضر خدمت ہے 26 کو حسب معمول آنچل ملا۔ 27' 28 کو تبصرہ تیار تھا مگر اسے صفحہ قرطاس پر لکھنے کا وقت اور ہمت ندارد' وجہ گھریلو سرگرمیاں اور خدمت ساس۔ اب انہیں ورزش بھی کروانا پڑے گی کیونکہ بیٹھا نہیں جارہا تھا۔ اب وہ تو قدرے بہتر ہیں مگر ہم گھوم گئے ہیں' جناب سرگوشیاں سو فیصد درست ٹھہریں' ہم صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں' حمد ونعت لہک لہک کر پڑھیں' چکراتے چکراتے بھی۔ در جواب آں کیا تعریف کریں تیرے خط کی...... کہ مداح سرائی ہمیں نہیں آتی۔ السلام علیکم! اس سلامتی کے صدقے جاؤں' فوزیہ سلطانہ...... آہا سنبلہ ہم بھی 11 ستمبر کو آئے اور عادتیں کافی ملتی ہیں۔ ستاروں پر یقین تو ہم نہیں کرتے مگر یہ علم اور تجربہ دلچسپی سے پڑھ لیتے ہیں۔ پیغام صرف تیرے نام بھیج رہی ہوں اب تو کری سے بچنا تیرا کام ہے' شاہدہ کنول' شعرا اچھے' مہرین رانی' آغاز زبردست۔ ناول "تیری زلف کے سر ہونے تک" کہیں مر نہ جائیں؟ "شب ہجر کی پہلی بارش" کب ہوگی؟ "چراغ خانہ" دور ہے آشیانہ۔ "پرنسز" دکھی ہوتے ہی پرنسز بل گئی۔ کوئی پرنسز نہ گم ہو دعا کھل گئی۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" رشتوں سے وفا کرنا اے جان وفا آئے۔ جائے جو کہیں مسلم اخوت کو جگا آئے۔ "تیرے اسیر ہونے تک" معصوم ہو تو شفیع سی' پیار ہو ایان سا' قربانی ہو ثمیر سی' ناول ہو ایمان سا۔ (واہ واہ) "گمراہ" تعفن بھری زندگی سے خدا بچائے آمین۔ "دسمبر آیا" مضبوط ہیں دسمبر بھی انس کے گزارا کرتے ہیں' ہم اپنے پیارے لوگوں کی دنیا میں بہاراں کرتے ہیں۔ "کھوٹا سکہ" کھوٹا سکہ کسی کی زندگی میں آئے نہ' رب کے سوا دل کوئی کسی سے لگائے نہ۔ "صبح بہاراں" بے وفا لوگوں کو وفا سکھلانا آسان نہیں' جو قربانی دے نہ سکے وہ بھی تو انسان نہیں۔ "بے سائبان شجر"

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے

"قلب من ورق" قلب من ورق پر لا اللہ ہر تاری کا سینہ مولا یوں سجا۔ "رنگ رنگیلے" چندا توری چاندنی میں جیا بھیگا جائے رے' زور قلم اور بڑھے لب پر دعا آئے رے۔ "میں نے اس طور چاہا تجھے" زندگی بھی ایک ڈگ نہیں چلتی' ہم ہی کو ساتھ نبھانا ہوگا۔ "ادھوری محبت" یا اللہ ناشکری کی فضاؤں سے دور ہی رکھنا' وفاؤں سے یہ سینہ معمور ہی رکھنا۔ "معیار تعلیم" بے پر کی اڑاتے ہیں جیسے جاتے ہیں۔ علم ہے بھی تو عمل نہیں کر پاتے ہیں۔ "معمولی لڑکی" کہاں معمولی ہیں وہ لوگ جو دل کو جوڑ دیتے ہیں' محنت کرنے والے رخ ہوا کا موڑ لیتے ہیں۔ "زندگی" زندگی انمول ہے خدا کی یاد میں گزرے۔ بیاض دل' کوثر ناز' سمیہ کنول' ثانیہ مسکان کے پسند آئے اشعار۔ نیرنگ خیال اسم با مسمیٰ' دوست کا پیغام آئے سر آنکھوں پر۔ دل کے پھول کھلانے والا' روتوں کو ہنسانے والا۔ یادگار لمحے امر ہوتے ہیں آئینہ...... آئینہ میں تو خوب صورتی سی خوب صورتی ہے چشم بددور۔ ہم سے پوچھئے...... بھی آرہے ہیں پوچھنے آدھا تبصرہ لکھا تھا اچانک ساس کو تیز بخار ہوگیا' پٹیاں رکھیں' دوادی اب سوئیں اور تبصرہ پورا کیا ہے۔

☆ ڈیئر کوثر...... اس شگفتگی' برجستگی اور تازگی پر یہی کہیں گے۔

"اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا"

آپ کا انداز بہت بھایا۔

ادم کمال ...... فیصل آباد۔ پیاری سی شہلاجی! نئے سال کی ساری خوشیاں آپ کو ملیں آمین۔ السلام علیکم! سب سے پہلے امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی' نئے سال کی آمد پر میری طرف سے آپ کو خصوصاً اور آنچل کے تمام متوالوں کو نیا سال مبارک ہو۔ اس دفعہ آنچل بالکل ٹائم پر ملا' سرورق کافی یونیک رہا۔ دانش کدہ سے متاثر ہوتے ہوئے ہمارا آنچل میں پہنچے۔ فوزیہ سلطانہ آپ سے ملاقات گلاب

گلاب کرگئی۔ مہرین مرزا رانی آپ بھی ٹاپ ون ٹاپ رہیں سب سے پہلے "چراغ خانہ" پڑھا۔ مشہود صاحب تو دانیال اور پیاری کے بیچ کدو بن کر بیٹھ گیا ہے لیکن دانیال پیارے حوصلہ رکھنا عشق کے میدان میں جیت آپ کی ہوگی (آزمائش شرط ہے)۔ نگہت سیما کی "ابو کی پرنسز" کو ہارون کی پرنسز بننے تک کتنی قیامتوں سے گزرنا پڑا میں نے یہ تحریر گیلی آنکھوں اور گیلے گالوں سے پڑھی۔ "تیرے اسیر ہونے تک" ایمان قاضی نے سپرب تحریر لکھی ڈھیروں مبارک باد کے ٹرک میری طرف سے (کیپ اِٹ اپ)۔ "صبح بہاراں" میں منائل نے قربانی دینے کے ریکارڈ توڑ ڈالے مجھے ایسی قربانیوں سے شدید اختلاف ہے کیونکہ انسان' انسان ہوتا ہے فرشتہ نہیں پھر قربانی تو وہ ہوتی ہے جسے دے کر دل میں کسک نہ رکے جس قربانی سے دل میں کسک اور درد رہے وہ قربانی نہیں ہوتی۔ فاخرہ گل کی "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" میں لگتا ہے کافی ہنگامے ہونے والے ہیں اللہ خیر کرے ہماری اجیہ کی۔ "رنگ رنگیلے" میں چندہ چوہدری نے محبت نامہ تحریر کیا تھا یا شکوہ نامہ لیکن بہت پسند آیا۔ "میں نے اس طور چاہا تجھے" میں پارسا نے نہ چاہ کر بھی اویس کو معاف کردیا' پتا نہیں یہ ہم عورتوں کا ضمیر کس چیز سے بنا ہوتا ہے ویسے یہ چیز مرد کو بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انعم خان کی "معمولی لڑکی" ایک غیر معمولی تحریر رہی' ہم نے شکل وصورت اور اسٹیٹس کو اپنا معیار بنالیا ہے جبکہ اخلاقی قدروں کو پس پشت ڈال دیا ہے یہ ہمارے معاشرے کا بہت ہی بڑا المیہ ہے۔ بیاض دل میں دلکش مریم' پروین افضل شاہین' زاہرہ فاطمہ' شائستہ جٹ اور جازبہ عباسی سرفہرست رہے۔ ڈش مقابلہ میں مزے دار چکن برگر اور سنگاپوری چکن کیا غضب کے بنے کہ داد کے ڈھیر لگ گئے۔ نیرنگ خیال میں سباس گل' لاریب ملک' تمثیلہ لطیف' مدیحہ اکرم کشش اور ایم فاطمہ سیال کا ادبی ذوق دل کو تسکین فراہم کرگیا۔ دوست کا پیغام آئے میں فوزیہ سلطانہ' مدیحہ نورین مہک اور پیاری پروین افضل شاہین آپ سب کا بہت شکریہ۔ یادگار لمحے میں غزل فاطمہ سکو' نبیلہ ناز' مدیحہ کنول' مریم عنایت اور عنزہ یونس انا میدان مارگئیں۔ آئینہ میں سب ہی لشکارے مار رہے تھے (مجھ سمیت)۔ کوثر خالد آپ کا یہ کہنا ہی میرے لیے انعام سے بڑھ کر ہے کہ آپ مجھے کتاب بھجوانا چاہتی ہیں۔ انعم برنالی آپ کی امی کا بہت افسوس ہوا بے شک ماں کا کوئی نعم البدل نہیں لیکن پھر بھی اللہ کی رضا میں راضی رہنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ ہم سے پوچھیے میں نبیلہ ناز' نورین مسکان سرور' صائمہ سکندر سومرو' سمیرا اسواتی اور سونی علی کے سوالات لاجواب اور باکمال رہے۔

اقرأ افضل جٹ...... منچن آباد۔ السلام علیکم! آپی شہلا کیسی ہیں آپ؟ سب پڑھنے والوں کو میری طرف سے محبتوں' الفتوں' چاہتوں اور مسرتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ نئے سال کی مبارک ہو سب پاکستان والوں کو۔ اللہ پاک ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا کرے آمین۔ آپی نئے سال کے ساتھ میں بھی نئی ہوں' پہلی دفعہ آپ کی محفل میں شرکت کررہی ہوں۔ دسمبر کا ٹائٹل مجھے بہت پسند آیا' تمام سلسلہ وار ناول' ناولٹ' مکمل ناول بہت پسند آئے۔ میں آنچل وحجاب بہت شوق سے پڑھتی ہوں' افسانے بھی تمام بہت اچھے لگے۔ میں سب ریڈرز اور رائٹرز سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' اب آپ سب سے اجازت چاہوں گی زندگی نے وفا کی تو ان شاءاللہ دوبارہ ملاقات ہوگی' اللہ حافظ۔

☆ اقرأ! پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید۔

مہ جبیں...... چیچہ وطنی۔ السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف' ریڈرز اور رائٹرز کیسے ہیں سب؟ یقیناً فٹ فاٹ ہوں گے۔ سب سے پہلے تو بہت بہت شکریہ میری شاعری کو آنچل میں جگہ دینے کے لیے اپنا نام دیکھ کر خوشی سے اچھل ہی پڑے ہم۔ اس ماہ کے آنچل کی ماڈل بہت ہی سادہ اور پرکشش تھی فوراً چھلانگ لگائی "شب ہجر کی پہلی بارش" کی طرف مزہ آگیا۔ زاویار کی شادی اور لڑائیاں' دلچسپ موڑ سدید کا زندہ ہونا اب پتا نہیں کیا بنے گا۔ سدید کی محبت تو اس سے چھن چکی ہے' سارہ بیگم کی بے کلی۔ "دسمبر آیا تم آئے" افسانہ کیا تھا یار پلیز سوری...... عنبرین اختر مگر بہت ہی عام افسانہ تھا۔ "ہمارا معیار تعلیم" فہمیدہ غوری نے کیا دلچسپ پیرائے میں حقیقت سے آشنا کروایا۔ "معمولی لڑکی" واقعی غیر معمولی ہوتی ہے' ہمارے معاشرے کا المیہ ہے خوب صورتی دیکھ کر انسان کو پرکھا جاتا ہے ہوسکتا ہے بظاہر کم خوب صورت چہرہ بہت خوب صورت دل رکھتا ہو جو آپ کی زندگی سنوار دے۔ "میں نے اس طور چاہا تجھے" نوشین اقبال زبردست کیا کہنے' واقعی عورت کی محبت خالص ہوتی ہے سب کچھ قربان کرکے بھی اسے مرد کی وفا نہیں ملتی۔ باقی سب افسانے بھی اچھے تھے' مکمل ناول فی الحال پڑھے نہیں۔ ناولٹ میں "دل گمراہ" بازی لے گیا۔ بیوٹی گائیڈ معلومات میں اضافہ کرگیا' سردیوں میں متاثرہ اسکن کی حفاظت کے ٹوٹکے' نیرنگ خیال میں صائمہ قریشی' شائستہ جٹ اور شازیہ ہاشم کی شاعری بہت شاندار تھی۔ باقی سب بھی اچھے رہے' دوست کا پیغام آئے میں دوستوں اور فیملی کے پیغامات پڑھ کر ہمیشہ بہت مزہ آتا ہے' کاش کبھی کوئی ہمارے لیے بھی کچھ لکھے ہاہاہا۔ کام کی باتیں واقعی کام کی تھیں' باقی ڈائجسٹ ابھی پڑھا نہیں سو معذرت۔ آخر میں یہ کہ بس یونہی آنچل اور حجاب قائم رہیں' ہماری زندگی میں تفریح کے لیے اور مزید بہتری آئے آمین۔ اسی دعا کے ساتھ رخصت ہوتے ہیں کہ اللہ ملک پاکستان کو محفوظ رکھے اور موجودہ حالات کو سدھار دے' ہمارے حکمرانوں کو عقل دے آمین۔ اللہ حافظ۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف' مصنفین اور قارئین سب کو نیا سال مبارک ہو' دعا ہے نیا سال سب کے

لیے خوشیوں بھرا ثابت ہو آمین۔ اس بار میرا تبصرہ صرف ایک ماہ کے شمارے پر نہیں ہے بلکہ سال بھر کے شماروں پر ہے (حیران مت ہوں) یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ آنچل نے اپنی عمر کے 39 سال مکمل کرکے چالیسویں سال میں قدم رکھا ہے تو سوچا کیوں نہ اپنی خوشی کا اظہار کچھ الگ سے کیا جائے اور زیادہ نہیں تو سال بھر کے ہی آنچل کے بارے میں رائے دی جائے کہ ان بارہ ماہ میں مجھے آنچل کی کون کون سی تحریر سب سے زیادہ پسند آئی ویسے تو آنچل ہر ماہ ہی لاجواب ہوتا ہے مگر آنچل جنوری 2016ء میں رفعت سراج "چراغ خانہ" کے ساتھ وارد ہوئیں تو دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ سال ہوگیا ہے مگر ناول کا سحر ابھی تک طاری ہے اور دعا ہے یہ سحر ناول مکمل ہونے تک برقرار رہے۔ اسی ماہ کے شمارے میں حرا قریشی کا افسانہ "آدھی روٹی" میں آج تک نہیں بھول پائی۔ فروری کے آنچل میں عتیقہ ملک کا سبق آموز ناول "دشت طلب کی دھول" ان لڑکیوں کے بارے میں جو اپنی خوب صورتی کے زعم میں آنے والے کسی بھی رشتے کو اپنے قابل نہیں سمجھتیں اور آخرکار اپنی عمر کے قیمتی سال ضائع کرنے کے بعد خالی ہاتھ رہ جاتی ہیں۔ مارچ کے آنچل میں نائلہ طارق کا "سازِ من" کمال کا ناول تھا جو ابھی تک یاد ہے۔ سرد سے موسم میں برف کی وادی میں برف کی شہزادی کو اپنی محبت کی حدت سے پگھلانے والے شہزادے کو لے کر ایک بار پھر آنچل کے شہر میں تشریف لائیں نائلہ طارق...... اپریل کے شمارے میں فاخرہ گل کا ناول "ف سے فیس بک" جس کے مزاح پر مبنی مگر کافی حد تک سچ لیے جملے بہت دن تک میری فیس بک وال اور گروپس میں گردش کرتے رہے اور مجھے یاد ہے بہت سی لڑکیوں نے پوچھا تھا کہ یہ ناول کس ڈائجسٹ میں شائع ہوا ہے تاکہ ہم بھی پڑھ سکیں اور پھر مئی کے شمارے میں صائمہ قریشی کا ناول "اناڑی پیا" نے مزہ دوبالا کردیا۔ جون کے آنچل میں شبینہ گل کا افسانہ "خوب صورت قبر" اور جولائی کے آنچل میں طلعت نظامی کا افسانہ "ننھی پری" بہت عمدہ تھے۔ اس کے علاوہ صدف آصف کا "خالی ہاتھ" بھی بہترین ناول تھا۔ اگست کے شمارے میں سب سے خوب صورت تحریر عائشہ نور محمد کی "تیرے نام کردی زندگی" رہی جبکہ ستمبر کے آنچل میں عظمیٰ شاہین رفیق کا ناولٹ "جراتوں کے امین" وطن کی محبت سے سرشار ہر لفظ دل کو چھو گیا (ہر ماہ ایک ایسی تحریر ضرور ہونی چاہیے)۔ اکتوبر کے شمارے میں سویرا فلک کی تحریر "تحفہ خاص" اور نزہت جبین ضیاء کی تحریر "محبت حرف آخر" بہت پسند آئیں۔ نومبر کے آنچل میں نمرہ محمد کا افسانہ "گیلے گال" متاثر کن رہا اور آخر دسمبر کے آنچل میں نگہت سیما کا ناول "ابوکی پرنسز" ٹاپ پر رہا۔ اس کے علاوہ سال 2016ء میں سمیرا شریف طور کا ہمیشہ یاد رہنے والا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کا خوب صورت اختتام اور اقرا صغیر احمد کے ناول "تیرے زلف کے سر ہونے تک" فاخرہ گل کے "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" کی شروعات نے دل خوش کردیا اور ہاں اسی سال کے دوران چند اقساط پر مشتمل اقرا صغیر کا ناول "سانسوں کی مالا پہ" بھی ذہن پر نقش ہوگیا۔ نازیہ کنول نازی کا "شب ہجر کی پہلی بارش" جاری ہے اور جتنی تعریف کی جائے کم۔ سال 2016ء میں جن رائٹرز کی کمی مجھے آنچل میں شدت سے محسوس ہوئی ان میں عشنا کوثر سردار، عفت سحر طاہر، سباس گل اور ام مریم ہیں پلیز اس سال ان میں سے کسی بھی رائٹر کا سلسلہ وار ناول ضرور شائع کیجیے گا۔ رہی بات آنچل کے مستقل سلسلوں کی تو وہ ہوتے ہی لاجواب ہیں ایک ساتھ ایک ہی شمارے میں ایسے دلچسپ سلسلے کسی اور ڈائجسٹ میں نہیں دیکھے خاص طور پر دوست کا پیغام آئے اور ہم سے پوچھیے جیسے منفرد سلسلے تو کہیں نہیں۔ غرض کہ آنچل سارا ہی لاجواب ہے دعا ہے آنچل اسی طرح ترقی کرتا رہے اور مزید کامیابیاں سمیٹے آمین اور اب میں سوچ رہی ہوں اسی طرح سال بعد ہی تبصرہ کردیا کروں (ہاہاہا) کیا کہتی ہیں اجازت ہے؟ خوش رہیں والسلام۔

☆ ڈیئر مریم...... ہر سال اسی طرح ضرور تبصرہ کریں لیکن ہم تو آپ کو ہر ماہ شامل محفل کرنا چاہتے ہیں اس لیے شریک محفل رہیے گا۔ بہرحال تبصرہ بہت پسند آیا۔

ثناء رسول ھاشمی...... صادق آباد۔ تمام قارئین کو سلام راقم الحروف اس وقت اپنے تعلیمی ٹرپ پر جاتے ہوئے راستے میں آنچل پر تبصرہ تحریر کرنے میں مصروف ہے۔ سرورق اچھا تھا ڈاکٹر ہاشم مرزا کی رحلت کا جان کر بہت افسوس ہوا اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ حمد و نعت اور تعارف پسند آئے۔ "چراغ خانہ" مشہود پر غصہ آنے لگا ہے بھئی ایسی بھی کیا شدت پسندی۔ "ابوکی پرنسز" از نگہت سیما بہترین تحریر تھی، نگہت سیما کا نام ہی کافی ہے تحریر پڑھے بنا ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ لاجواب ہوگی۔ "دسمبر آیا" عنبرین اختر کا لفظ لفظ سطر سطر درد میں لپٹی معلوم ہوئی۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" بڑی سپری قسط ہمارے انتظار میں تھی اس بار۔ "کھوٹا سکہ" واقعی...... محبت میں معیار کب ہوتا ہے۔ "تیرے اسیر ہونے تک" گڈ جاب ایمان قاضی صاحبہ ویل ڈن۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" میں غلط فہمیاں اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ ایک دوسرے کی زندگی تباہ کرنے کے پلانز بنائے جارہے ہیں۔ "بے سائباں شجر" نام پڑھ کر منہ سے بے ساختہ واہ نکلا۔ زبردست نام نہ درد تحریر۔ "دل گمراہ" پہلی سطر ہی متاثر کرگئی، عورت کا مطلب؟ شدت پسند سو فیصد درست۔ "قلب من" کے لیے حرا قریشی کا انداز بیاں پسند آیا۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" تمام ناول خوش آئندہ خوابوں کے تصور سے بھرپور تھا بس یہ دیکھنا ہے کہ ان خوابوں کو حقیقت کا روپ کب ملے۔ "رنگ رنگیلے" چندا چوہدری نازک جان اور دکھ ہزار...... اُف (ہاہاہا)۔ بیسٹ رہیں آپ اس بار "ہمارا معیار تعلیم" میں فہمیدہ غوری کا مزاحیہ انداز بیاں مزا

دے گیا لیکن یہ بہرحال ایک کڑوا سچ تھا۔ باقی افسانے بھی اچھے لگے آئینہ میں ارم کمال صاحبہ اتنی محبت سے آپ نے میرا ذکر کیا بہت اچھا لگا۔ مدیحہ نورین میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں کیسی ہیں؟ سمیہ کنول پہلے والوں کا درد کم کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی تھی کیونکہ ''گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں'' آئینہ میں تمام تبصرے اچھے لگے۔ دعائے سحر کہاں ہو؟ انٹری دو جی۔ دل خوش ہوگیا ہمارا اس بار الغرض پورا آنچل ہی بہترین تھا۔

کرن شہزادی...... مانسہرہ۔

عکس گل ہوں کہ نقش حیرت ہوں
آئینے میں تری ضرورت ہوں

السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ ڈیئر آنچل فرینڈز کیسے ہو آپ سب؟ امید واثق ہے خیر خیریت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ سب کو نیا سال مبارک ہو ہماری زندگی کا ایک سال کم ہوا خیر آنچل حسب معمول 27 کو ملا ٹائٹل گرل فاطمہ آفندی دسمبر کی ٹھٹھرتی صبحوں میں سورج کی نرم گرم دھوپ لگی۔ سرورق کو پھلانگتے ہوئے اشتہارات پر سرسری سی نگاہ ڈالتے ہوئے آگے بڑھے۔ قیصر آرا آپی کی سرگوشیاں سنیں۔ آنچل کے مستقل کالم نگار ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا کے انتقال کی خبر نے دکھ سے دوچار کیا' اللہ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ حمد و نعت کی محفل نے سماں باندھ دیا' ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں سے ملاقات خوب رہی۔ فوزیہ سلطانہ کے بارے میں جان کر اچھا لگا (آخر پرانی قاری جو ہیں) حرا رمضان جلدی سے میرے ہاتھوں پر مہندی لگائیں (کیونکہ مجھے مہندی لگوانے کا بڑا شوق ہے)۔ سلسلہ وار ناولز میں ''شب ہجر کی پہلی بارش'' نازی جی ویل ڈن پر آپ سے محبت بھرا شکوہ ضرور ہے پلیز کہانی کے صفحات بڑھائیں' یہ کیا ادھر شروع ادھر ختم۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' چاروں اقساط پڑھ ڈالیں' نوفل اور بابر کے بروقت پہنچنے پر انشراح کی بچت ہوگئی ورنہ پتا نہیں کیا ہوتا۔ انشراح ان دونوں کو بھینکس کرتی' الٹا پچھلی باتوں کو لیتے ہوئے واک آؤٹ کرگئی جبکہ لاریب اتنی مار کھا کے بھی سنبھلنے والا نہیں لگتا۔ بے چارہ شاہ زیب سودہ کو لے کر باہر آیا' لے کے رولا ہی ڈال دیا پولیس والوں نے۔ ''چراغ خانہ'' میں ابھی تو مشہود کے ساتھ گزرے واقعہ کو کھولا جارہا ہے نہ جانے آگے کیا ہوتا ہے۔ ''ذرا سکرا میرے گمشدہ'' اربش اجیہ کا خالہ زاد کزن لگتا ہے' غزنی کی فیملی اجیہ کے رشتے کے لیے بیٹھی ہوگی۔ ادھر سے اربش کی فیملی کا رشتے کے لیے جانا' دونوں بہنوں کا ملنا سکندر صاحب کے سابقہ محبوبہ کو دیکھ کر تاثرات نجانے کیا ہوں گے' اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار ہے۔ ناولٹ میں ''تیرے اسیر ہونے تک'' واقعی میں محبت قربانی مانگتی ہے' یشفع کے لیے قربانی دی کیونکہ یک طرفہ محبت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ''دل گمراہ'' شبینہ گل کی منفرد تحریر لگی۔ افسانوں میں چندا چوہدری کا ''رنگ رنگیلے'' اس شعر کی ترجمانی کرتا لگا۔

جگنو کو دن کے وقت پرکھنے کی ضد کریں
بچے ہمارے عہد کے چالاک ہوگئے

''صبح بہاراں'' آخر منال کی اپنے پیاروں سے محبت رنگ لائی اور پنکی کو بھی سمجھ آگئی۔ ''ہمارا معیار تعلیم'' فہمیدہ غوری نے خوب لکھا۔ ''معمولی لڑکی'' انعم خان نے بھی خوب لکھا' واقعی میں خوب صورتی تو چند روزہ ہوتی ہے جبکہ خوب سیرتی کو ختم نہیں۔ مستقل سلسلوں میں بیاض دل میں انشاء' سمیہ کنول' نجم انجم اعوان' کبریٰ مہتاب اور شائستہ جٹ۔ یادگار لمحے میں سمیرا اسواتی' مریم عنایت' پروین افضل شاہین کے انتخابات پسند آئے۔ آئینہ میں سارے دلکش چہرے جھلملاتے نظر آئے۔ سمیہ کنول میرا تبصرہ پسند کرنے کا شکریہ۔ مشی خان کہاں غائب ہو اب جلدی سے انٹری دو ''ہم سے پوچھیے'' میں پروین افضل شاہین' ارم کمال' سمیرا اسواتی' سونی علی اور نورین انجم (لعل سسٹر) کے سوالات پسند آئے۔ دوست کا پیغام میں سب کے پیغام پڑھنے اچھا جی اب اجازت دیں سانسوں نے وفا کی تو پھر آتے جاتے رہیں گے اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر کرن...... آپ کا تبصرہ بمعہ اشعار پسند آیا۔

سیدہ رابعہ...... گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی' قیصر آرا' آنچل اسٹاف اور رائٹرز' ریڈرز کو میرا پُرخلوص سلام پیش ہے اور ساتھ میں ڈھیر ساری دعائیں آنچل اس ماہ جلدی ملا تو بہت خوشی ہوئی۔ ٹائٹل دیکھا' واہ زبردست تھا۔ ہمارا آنچل میں سب پریاں ہی پیاری تھیں۔ فوزیہ سلطانہ آپ کو پڑھ کر مزا آیا' مجھے ذاتی طور پر پٹھان پسند ہیں آپ کا انداز تخاطب جب آپ اردو بولتے ہیں قسم سے بہت خوشی بھی ہوتی ہے اور مزا بھی آتا ہے کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی پھر جلدی جلدی ''شب ہجر کی پہلی بارش'' پڑھا' واہ ہر بار کی طرح زبردست قسط کشمیر کے بارے میں پڑھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔ آپی میں جب بھی کوئی ناول پڑھتی ہوں میرے آنسو خود بخود نکل آتے ہیں' دل اداس ہوجاتا ہے اور اس ناول میں کشمیر کے ساتھ سلوک پڑھ کر دل روتا ہے' اپنے بہن بھائیوں کی ایسی حالت پر' اللہ انہیں کامیابی عطا کرے اور آپی اس ناول کی آخری قسط کا بے صبری سے انتظار رہے گا پھر میں سارے کا سارا رسالہ چٹ کرگئی شام تک' واہ مزا آگیا' زبردست آنچل ہر بار ہر ماہ کیا زبردست انٹری دیتا ہے' میرا

دل باغ باغ ہوگیا۔او کے اگلے ماہ اور زبردست سا تنگ کروں گی اللہ نگہبان۔

سمیعہ رانی...... ملتان۔ میری طرف سے تمام ریڈرز و رائٹرز اور شہلا آپی کو پُر خلوص جذبوں اور محبتوں سے گندھا سلام عرض۔ دسمبر کی یخ بستہ ہوائیں سردیوں کی آمد کا پتا دے رہی ہیں ایسے میں ہم تمام کاموں سے فراغت پا کر شام کے بعد آنچل ہاتھوں میں لیے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے مونگ پھلی سے انصاف کرتے ہوئے پڑھنے میں محو ہیں۔ ٹائٹل گرل اپنی معصومیت و دلکش سمیت دل میں گھر کرگئی اب ڈائریکٹ سرگوشیاں میں انٹری دی تو یہ جان کر ازحد خوشی ہوئی کہ پیارے آنچل کے چالیس سال مکمل ہونے والے ہیں (اللہ کرے ہمارا آنچل ماہتاب کی طرح چمکتا و دمکتا رہے اور ہزاروں کامیابیوں و کامرانیوں سمیت دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین) آنچل کے ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کے انتقال کا پڑھ کر ان کے لیے دعائے مغفرت کی (اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین)۔ حمد و نعت سے روحانی نور حاصل کرتے ہوئے در جواب آں میں ٹھہر گئے آنچل کی پریاں اور شہزادیاں اور ملکہ عالیہ (مدیرہ صاحبہ) محفل کو چار چاند لگا رہی تھیں۔ فاخرہ جی مبارکاں دانش کدہ سے افہام و تفہیم حاصل کی پھر آگے بڑھے تعارف چاروں بہنوں کا پڑھ کر مزہ آیا۔ مہرین رانی (واہ جی واہ) آپ کی کچھ عادات حتیٰ کہ نک نیم میں بھی مجھ سے مماثلت ہے۔ کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ جواب ضرور دینا۔ اب آتے ہیں اپنے فیورٹ ناول کی طرف نظر اٹھائی تو سامنے ہزاروں چراغ جل رہے تھے پیاری کے ارمانوں و امیدوں کے۔ واؤ سو بیوٹی فل دس افسانے خوش آئند امر ہے کہ نئے آنے والوں کو بلا تفریق جگہ مل رہی ہے۔ ہے ناں ہمارے پیارے آنچل کا کمال افسانے سارے ہی کمال تھے۔ ”رنگ رنگیلے“ نہ صرف منی کے آنگن کو رنگیلا کر گیا بلکہ لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔ ”قلب من ورق“ خوب صورت اردو ادب کے تقاضوں کے مطابق عمدگی سے لکھی تحریر تھی باقی غیر معمولی۔ ”دسمبر آیا تم آئے“ باقی تحریریں بھی اچھی رہیں۔ آرٹیکل ”زندگی“ زندگی کا اصل مقصد سمجھا گیا۔ مکمل ناولٹ کی جان ”ابو کی پرنسز“ تھا نگہت سیما ویری گڈ۔ تبصرے کوثر خالد فائزہ بھٹی آسیہ شاہین اور سمیرا تعبیر کے پسند آئے اور مسلسل دوسرے ماہ بھی اپنا تبصرہ نہ پا کر دل پر ہاتھ رکھ لیا (ہائے میرا بے چارہ دل) باقی سلسلے زیر مطالعہ ہیں جتنا پڑھ سکی اتنا تبصرہ حاضر خدمت ہے اجازت چاہتی ہوں کہ زندگی بخیر تو دوبارہ ملیں گے اللہ حافظ۔

سمی...... آکسفورڈ۔ سنو! کیوا! میں بہت عرصے بعد آنچل میں تبصرہ کر رہی ہوں...... کیا ہوا؟ ارے میں ”سمی“ نام تو یاد ہوگا؟ جی وہی کی جو اپنے راج کمار کو آنچل کی تمام رائٹرز کی کہانیوں میں تلاش کرتی تھی۔ لیکن ملا کہاں پتا ہے؟ اچھا چلو چھوڑو بات نکلی تو دور تک جائے گی اور ابھی اتنی دور جانے کا وقت نہیں...... پیاری سی سعیدہ آپا سے فیس بک پر بات ہوئی تو انہوں نے بولا کے میں آنچل کے لیے تبصرہ لکھوں۔ ”نہ“ ہی تو میں کر نہیں سکتی سو ہیر آئی ایم...... سچ بات بتاؤں تو زندگی نے اتنا بزی کر دیا ہے کے آنچل کو ریگولرلی فالو نہیں کر سکتی لیکن میں نے آنچل میں بہت سی خوشگوار تبدیلیاں نوٹ کی ہیں، بہت سی نئی رائٹرز نظر آ رہی ہیں۔ جو بہت اچھی بات ہے آنچل کی سب سے اچھی بات ہی یہی ہے کہ وہ نیا ٹیلنٹ بھی سامنے لاتے رہتے ہیں سب کو موقع دیتے ہیں۔ ویل ڈن سعیدہ آپا اینڈ طاہر بھائی! نادیہ احمد، سحرش فاطمہ آپ سے فیس بک پر بات ہوتی رہتی ہے مجھے ٹائم نہیں ملا کے میں آپ کی کوئی کہانی پڑھوں لیکن مجھے یقین ہے آپ جتنی اچھی باتیں کرتی ہیں لکھتی بھی اتنا اچھا ہوں گی۔ صائمہ قریشی کے لیے پروف ریڈنگ کرتی ہوں اس لیے کچھ کہہ سکتی ہوں...... صائمہ آپی میں نے تمہاری پہلی کہانی ”پھر ایک شام یوں ہوا“ بھی پڑھی اور اب تمہاری لیٹیسٹ کہانی ”میں ہیروئن ہوں“ بھی پڑھی۔ میں نے ہیوج امپورمینٹ نوٹس کی ہے، رائٹنگ میں اب میچورٹی آگئی ہے...... ویسے تو کہانی میں ہیرو ہی جان ڈالتا ہے پر بنا ہیرو کے اتنی مکمل کہانی مزہ دے گئی۔ کہانی نے بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کر دیا، سنبل کی ہیروئن بننے کی خواہش میں اپنی جان جوکھوں میں ڈالنا مجھے میری اپنی یاد دلا گیا۔ ایسا ہی ہوتا ہے ناں بڑے بڑے کام کرنے کے چکر میں چھوٹے اور آسان کام بھی بگڑ جاتے ہیں اور ایسی سچویشن میں امی کی ”اللہ بخشے اماں بی کہا کرتی تھیں“ جیسی نصیحتیں بھی سونے پر سہاگا کا کام کرتی ہیں۔ عاصمہ بھی اچھی لگی سنبل کا مذاق اڑانے کے ساتھ ساتھ اس کی پروہ کرنے اور سمجھانے والی ہمدرد بہن۔ تھوڑے سے کرداروں پر لکھی گئی کہانی پڑھ کر طبیعت ریفریش ہوگئی مذاق میں کوالٹی اور بے ساختہ پن تھا۔ گڈ ورک ویلڈن...... ان شاء اللہ کوشش کروں گی کے اگلا تبصرہ کچھ ڈیٹیل میں لکھ سکوں تب تک کے لیے اجازت۔ اللہ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے آمین۔

☆سمی ڈیئر...... جزاک اللہ اور خوش آمدید۔

☆اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام آفات آلام و مصائب سے محفوظ رکھے اور سال نو ہم سب کے لیے خیر و برکت کا باعث ہو آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: مجھے میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین دنیا کی حسین ترین عورت کہتے ہیں' کیا میں ان کی بات پر یقین کرلوں؟

ج: ہاں...... پران کی آنکھوں کا معائنہ کروانے کے بعد۔

س: میرے میاں جانی کو میرا ہر وقت ہنسنا اچھا نہیں لگتا' کیوں؟

ج: کیونکہ آپ کے سامنے کے جو دانت غائب ہیں انہیں وہ خالی پن اچھا نہیں لگتا۔

س: فسادی عورت کو تو بی جمالو کہتے ہیں فسادی مرد کو کیا کہتے ہیں؟

ج: پرنس افضل شاہین......اس لیے تو یہ نام سوٹ کرتا ہے ان پر۔

ثانیہ عبدالغفور/اقراء وکیل...... للیانی' سرگودھا

س: شعر کا جواب دیں

ایک دفعہ ہو جائے تو پھر کسی کی نہیں سنتا؟

ج: یہ عشق کہیں تمہارے ہونے والے کی ایجاد تو نہیں جو سنتا ہی نہیں......

س: شمائلہ جی آپ کی عینک کا کیا نمبر ہے؟

ج: میں سن گلاسز لیتی ہوں' مٹھو۔

س: پچھلے دنوں آپ مارکیٹ میں میرا پیچھا کیوں کررہی تھیں؟

ج: کیونکہ تم فقیرنی کے پیسے لے کر جو بھاگ رہی تھیں۔

س: ہمیں وہ دعا دیں جو دادی اپنی پوتیوں کو دیتی ہیں؟

ج: ابھی میں اس عمر کو نہیں پہنچی۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد' سندھ

س: ڈیر آپی...... کیسے ہیں آپ کے نازک مزاج؟

ج: مزاج کو چھوڑو یہ بتاؤ جھاڑو لے کر کہاں پھیر رہی ہو۔

س: سردیاں پوری طرح آئی بھی نہیں اور آپ ڈرائی فروٹ پڑوسیوں کے چرا چرا کر کھا جاتی ہیں وہ بھلا کیوں؟

ج: تم اپنے مشاغل سے آگاہ مت کرو۔

س: آپی جان...... پروین افضل کے پرنس کون سی والی دنیا کے پرنس سوری پرنس ہیں؟

ج: پروین کی دل والی دنیا کے' اب تم نند ہونے کا فرض نبھاؤ۔

س: آپو...... آپ نے نجم انجم کی انٹری ہم سے پوچھیے میں کیوں بند کروادی ہے؟

ج: وہ ڈر کر خود ہی کہیں بند ہوگئی ہیں۔

س: میرے میاں ہمیشہ خواب میں پتا نہیں کیوں ڈر جاتے ہیں' کہیں آپ تو نہیں ڈراتی نا؟

ج: میں کہاں...... آپ ساتھ سوتی ہیں تو ڈریں گے بھی آپ سے۔

س: میرا میاں اپنے بٹوے کی حفاظت ایسے کرتے ہیں جیسے ان میں خزانہ چھپا ہو آپ بتائیں کیا ہوگا اندر؟

ج: سوتن کی خوب صورت تصویر' دیکھ کر بتائیں یہ ہی ہے ناں۔

س: ویسے ہر کنجوس کو میمن کیوں کہتے ہیں لوگ' بتائیں نا؟

ج: لیکن تمہیں تو شیخ چلی کہتے ہیں۔

س: آنچل میں مرد حضرات کی انٹری کیوں بند ہے؟

ج: تم اپنے میاں جی کا داخلہ بھی چاہتی ہو کیا۔

س: میرے کافی کے کپ کو مت گھوریں میں نہیں پلانے والی' ہاں نہیں تو؟

ج: کافی کے کپ کو نہیں اس میں گری ہوئی مکھی کو دیکھ کر افسوس کررہی ہوں جیسے تم چٹ کرگئیں۔

س: آپ کو بھوک میں لڑکیوں کے پوچھے گئے

سوالات کیوں پسند آتے ہیں جو کھا جاتی ہیں؟
ج: وہ سب تو ردی کی ٹوکری ہضم کر جاتی ہے۔
س: میرے میاں بول رہے ہیں اب سوالوں کی بوچھاڑ بند کر دو شمائلہ نانی کی ہمت ہی جواب نہ دے جائے...... کیوں بھلا؟
ج: لیکن تم نے اپنے میاں کی کبھی سنی ہے جو اَب سنتیں۔

ملالہ اسلم...... خانیوال

س: شمائلہ آپی...... پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کر رہی ہوں' چائے پانی کا نہیں پوچھو گی؟
ج: صرف چائے پر میرا گزارہ نہیں ہے' یہ بتاؤ کیا کیا پکا لیتی ہو اس کے بعد کچن سنبھالو۔
س: سنا ہے آپ کی شادی ہونے والی ہے' کیا کرتے ہیں جیجا جی؟
ج: تمہارے خوابوں میں آتے ہیں کیا یہ کم ہے۔
س: لوگ کہتے ہیں ملالہ تمہاری آنکھیں بہت پیاری ہیں آپ کو کیسی لگیں؟
ج: دونوں آنکھیں ناک کو تکتی ہوئی' اب منہ مت بناؤ۔
س: آپی اگر آپ کو سوالوں کے جواب نہ آ رہے ہوں تو سنا ہے آپ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتی ہو؟
ج: کاش سوالوں کے ساتھ تمہیں بھی پھینک سکتی' لیکن پہلی بار آئی ہو اس لیے لحاظ کر لیا۔

طیبہ خاور پھول...... وزیرآباد

س: کیسی ہیں آپ...... میری یاد آئی' مجھے پہچانا کہ نہیں' بولیں؟
ج: پچھلی بار تمہیں درخت پر بیٹھے دیکھا تھا اب سامنے دیکھ رہی ہوں۔
س: آپی لائف کیسی گزر رہی ہے آپ کی؟
ج: تمہارے بغیر بے نتہا اچھی' اب یہ سن کر منہ مت پھلاؤ۔
س: مجھے سب کہہ رہے ہیں میں شادی کروا کے بدل گئی؟
ج: کس کی شادی کروا دی...... بیٹے کی یا......
س: یہ لوگ سمجھتے کیوں نہیں؟
ج: سب اب سمجھ جائیں گے خالہ......
س: آپی کوئی نصیحت میرے لیے۔
ج: اب اتنی بڑی عمر کی خاتون کو میں بچی نصیحت کرتی اچھی لگوں گی کیا۔
س: کوئی ایسی دعا دیں کہ میرا دل خوش ہو جائے۔
ج: خوش رہو اپنے خرچے پر۔

عظمیٰ شفیق...... جڑانوالہ

س: خواب میں دیکھا آپ مجھے بلا رہی ہیں اور کہا میرا دل نہیں لگ رہا آ جاؤ؟
ج: روم بہت گندہ ہو رہا تھا' اب شاباش اچھی طرح صفائی کرنے کے بعد اچھی سی چائے بھی پلاؤ اس وجہ سے بلا رہی تھی۔
س: شہلا جی کبھی پارلر کا چکر بھی لگا لیا کریں دیکھیں تو کیا حال کر لیا ہے الٹے سیدھے جواب دے کر؟
ج: پارلر جا کر بھوتنی بننے کا شوق تمہیں چڑھا ہے تو ضرور جاؤ۔
س: آپی...... آپ کی اپنی ساس جی سے کتنی بنتی ہے؟
ج: ابھی میں سوا ساس نہیں ہوئی ورنہ بتاتی۔
س: محلے میں سالن مانگنا چھوڑ دیں بہت بری بات ہوتی ہے' غصے سے مجھے نہیں اپنی پڑوسی سے پوچھیں جس نے بتایا ہے؟
ج: پھر تم مجھ سے کیوں گزری ہوئی گرمیوں کے لان کے سوٹ مانگ رہی ہو۔
س: اوٹ پٹانگ جواب دیتے دیتے اگر آپ پاگل ہو گئیں تو آپ کی سیٹ کون سنبھالے گا؟
ج: کم از کم تم تو نہیں تمہاری دماغی حالت بھی خراب لگتی ہے ویسے ہی۔
س: سنا ہے آپ سو برس کی ہو گئی ہیں اگر اب کہیں ناگن بن گئیں تو؟

ج: اس سے تمہاری عمر ظاہر ہوگی یعنی تم ایک سو دس برس سے مجھے دیکھ رہی ہو۔

ایس این شہزادی......

س: آپی کیسی ہیں؟

ج: ہمیشہ کی طرح بہت خوب صورت' اسمارٹ گڈ لکنگ' بس اب جل کر کوئلہ مت ہوجانا۔

س: آپی بارہ سنگھا کے سر پر بارہ سینگھ کیوں ہوتے ہیں' اٹھارہ کیوں نہیں؟

ج: کیونکہ اٹھارہ تمہارے سر پر جو ہیں اس لیے۔

س: آپی آپ کی محفل میں میری بہنوں نے شرکت کی تو میں نے سوچا ہم کیوں پیچھے رہیں پھر کیا خیال ہے؟

ج: بہت ہی بھیانک خیال ہے۔

س: آپ بہت اچھی ہیں' آپ کی محفل بھی بہت اچھی ہے۔

ج: چھینی ستی' پتی مہنگی ہے اس تعریف کے بدلے چائے گھر جا کر پی لینا۔

س: آپ نے اتنے کرارے جوابوں کا ڈپلومہ کس یونیورسٹی سے کیا ہے' ہمیں بھی بتائیں ہم نے داخلہ لینا ہے؟

ج: پہلے میٹرک تو پاس کرلو پھر سوچنا۔

س: آپی میری دوست مجھ سے ناراض ہے اسے منانے کا کوئی طریقہ بتائیں؟

ج: اسے دکھا دکھا کر اچھی اچھی چیزیں کھاؤ' خود ہی مان جائے گی۔

شائستہ جٹ......چیچہ وطنی

س: آپی زندگی بہت کٹھن ہونے لگی ہے کیا کروں؟

ج: شادی کرلو اور دوسروں کی زندگی کٹھن کردو۔

س: ابھی دماغ بالکل خالی ہے سوال نہیں آرہے کیا کروں؟

ج: تمہارا دماغ خالی ہے اچھا کیا اعتراف کرلیا' اب جاؤ اس کو بھرلو۔

یاسمین کنول......پسرور

س: آپ کو پتا ہے دسمبر آرہا ہے؟

ج: لو جی آ کر اب جانے کو ہے......تم کیا سو رہی تھیں۔

س: سرد ہواؤں کا اثر مزاج پر کیا ہوتا ہے؟

ج: تم پر تو یہی نظر آتا ہے کہ اپنی بہتی ناک صاف کرتی رہو۔

س: آج کل کی لڑکیاں کھانے سے زیادہ موبائل پر دھیان کیوں دیتی ہیں؟

ج: کیونکہ اس سے وزن کم ہوتا ہے' آزمائش شرط ہے۔

س: زندگی کس طرح خوب صورت بنائی جاسکتی ہے؟

ج: ہمیشہ کنواری رہ کر' صرف تمہاری ہی نہیں بلکہ دوسرے کی زندگی بھی خوب صورت ہوگی۔

مہر وباء الطاف زندگی......سندھاں شریف

س: آپ کی نظر میں محبت کیا ہے؟

ج: پیسے ضیاع کرنے کا آسان طریقہ۔

س: اگر کوئی چاہنے والا کھو جائے تو کیا کریں؟

ج: مسجد میں اعلان کروادو جن کا بچہ کھوگیا ہے۔

س: شمائلہ جی آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کی کیسا لگا؟

ج: یہ تو آپ بتائیں کیسا لگا؟

س: دوبارہ آنے کی اجازت ملے گی؟

ج: ہمت ہو تو آجانا......

بشریت کاملہ

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات عالی صفات تمام اخلاق وخصائل، صفات جمال میں اعلیٰ و اشرف اقوی ہے۔ ان تمام کمالات ومحاسن کا احاطہ کرنا اور بیان کرنا انسانی قدرت وطاقت کے باہر ہے کیونکہ وہ تمام کمالات جن کا عالم امکان میں تصور ممکن ہے، سب کے سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین آپ کے آفتاب کمال کے چاند اور انوار جمال کے مظہر ہیں۔

امتیاز خصوصی

امام نووی رحمتہ اللہ علیہ کتاب "تہذیب" میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اخلاق وعادات کی تمام خوبیاں اور کمالات اور اعلیٰ صفات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں جمع فرمادی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اولین وآخرین کے علوم سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شایان شان تھے، بہرہ ور فرمایا تھا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے، کچھ لکھ پڑھ نہ سکتے تھے، نہ انسانوں میں سے کوئی آپ کا معلم تھا۔ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے علوم عطا فرمائے گئے جو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات میں کسی اور کو نہیں دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات اور ارضی (زمین) کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مال ومتاع کے بدلے ہمیشہ آخرت کو ترجیح دی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علم وحکمت کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ سب سے زیادہ محترم سب سے زیادہ منصف، سب سے زیادہ حلیم و بردبار، سب سے زیادہ پاک دامن و عفیف اور لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے اور لوگوں کی ایذارسانی پر سب سے زیادہ صبر وتحمل کرنے والے تھے (وسائل الوصول الی شمائل الرسول)

بخاری ومسلم میں سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، بہادر اور فیاض تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے اشرف تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں سب سے زیادہ اعتدال تھا اور جس میں یہ اوصاف ہوں تو اس کا ہر فعل بہترین افعال کا نمونہ ہوگا۔ وہ تمام لوگوں میں حسین ترین صورت والا ہوگا اور اس کا خلق اعلیٰ ترین اخلاق کا نمونہ ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ جسمانی اور روحانی کمالات کے جامع اور خوب صورت اور نیک سیرتی کے حامل تھے اور سب سے زیادہ کریم، سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر جودوسخاوالے تھے۔

صورت زیبا

حدیث شریف:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو خوب صورت نہیں دیکھا گویا آپ کے رخسار مبارک میں سورج تیر رہا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تھے تو دیواروں پر اس کی چمک پڑتی تھی (مدارج النبوۃ۔ از کتاب الشفاء)

ہند بن ابی ہالہ سے روایت ہے: دیکھنے والوں کی نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور عظیم، بزرگ اور دبدبے والا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ایسا چمکتا تھا جیسے چودہویں کا چاند چمکتا ہے۔

حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طیب ومطیب ہونا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے کوئی عنبر اور کوئی مشک اور کوئی خوشبودار چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہرگز نہیں دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی راستے سے گزرتے اور کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ خوشبو بغیر خوشبو لگائے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں تھی۔

بس گئی ہے فضا میں نکہت حسن
وہ جہاں بھی جدھر سے گزرے ہیں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

غار حرا

مکہ معظمہ سے پانچ کلومیٹر پر ایک غار تھا جس کو حرا کہتے ہیں۔ ریاضت تنہائی میں اس سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان کا پورا مہینہ غار حرا میں بسر کرتے اور مراقبہ کرتے۔ گھر سے مہینہ بھر کے لیے مختصر سامان ساتھ لے جاتے' وہ ختم ہوجاتا تو پھر گھر پر تشریف لاتے اور پھر واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہوتے اور یہاں دنیا و مافیہا سے بے نیاز یکسوئی کے ساتھ سوچ و بچار میں ڈوبے رہتے۔ اس حالت میں کھانے پینے حتیٰ کہ اپنی ذات تک کا ہوش نہ رہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اہل مکہ کے معاشرہ میں دلچسپی نہ ہونے سے غار حرا تحنث (عبادت) بجائے خود ایک انجمن تھی۔

یہ عبادت کیا تھی؟ عینی شرح بخاری میں ہے۔

یہ سوال کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا تھی؟

جواب یہ ہے کہ "غور وفکر وعبرت پذیری۔"

یہ وہی عبادت تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ابراہیم علیہ السلام نے نبوت سے پہلے کی تھی۔ ستاروں کو دیکھا تو چونکہ تجلی کی جھلک تھی' دھوکا ہوا' چاند نکلا تو اور بھی شبہ ہوا' آفتاب پر اس سے زیادہ لیکن جب سب نظروں سے غائب ہوگئے تو بے ساختہ پکار اٹھے۔

"میں فانی چیزوں کو نہیں چاہتا۔"

"میں اپنا منہ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے زمین و آسمان پیدا کیا۔" (انعام۹)

اقراء (پڑھیے اپنے رب کے نام سے)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر پوری کرلی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں خلوت گزین تھے تو سوموار کے روز یکا یک جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے۔

یہ رمضان کا مہینہ تھا اور اس کے ختم ہونے میں ابھی سترہ دن باقی تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی تھی۔ جو خواب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے' وہ ایسا ہوتا کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کی روشنی میں دیکھ رہے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی پسند ہوگئے اور غار حرا میں خلوت گزین ہوکر عبادت کرنے لگے (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تحنث کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی کئی کئی شب و روز تک مسلسل عبادت گزاری کے ہیں) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امر حق آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا بھیجا ہوا فرشتہ ظاہر ہوا۔

یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جو فرشتوں میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں اور جو ہمیشہ سے اللہ کا پیام اس کے رسول تک پہنچاتے رہے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نمودار ہوکر کہا۔

"پڑھیے"

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔"

اس پر فرشتے نے مجھے پکڑ کر بھینچا' یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا۔

"پڑھیے۔"

میں نے کہا "میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔" اس نے دوبارہ مجھے بھینچا اور کہا۔

"پڑھیے۔"

میں نے پھر کہا "میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔" اس نے تیسری مرتبہ مجھے بھینچا یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا۔

ترجمہ: "پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا' ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھیے اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے علم سکھایا' انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا۔" (العلق۔۵)

جویریہ ضیاء......کراچی